مترادِفاتُ القرآن

تالیف

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ وسن پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب:	مترادفات القرآن مع الفروق اللغویۃ
مصنف:	مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ
طبع دہم:	مئی 2009ء
تعداد:	1100
زیر سرپرستی:	ڈاکٹر حبیب الرحمان کیلانی
زیر اہتمام:	پروفیسر نجیب الرحمان کیلانی فون:7844157
ناشر:	ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمان کیلانی۔ انجینئر حافظ عتیق الرحمان کیلانی
مطبع:	انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور
قیمت:	450 روپے

ناشر: **مکتبۃ السلام** سٹریٹ نمبر20، وسن پورہ لاہور

فون: 7844157-7280943

ڈسٹری بیوٹر

ہیڈ آفس ومرکزی شوروم | 36- لوئر مال سیکرٹریٹ سٹاپ لاہور

فون: 711 1023 , 711 0081 , 723 2400 , 724 0024 فیکس: 735 4072

E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اردو بازار | اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، فون: 712 0054 فیکس: 732 0703

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سبب تالیف :

مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں چوتھی پانچویں جماعت سکول میں پڑھتا تھا تو میرے والد مرحوم مجھے رات کو ترجمہ قرآن کریم اور عربی گرائمر کے ابتدائی قواعد بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن ہی میں ایک بار ترجمہ ختم کیا۔ بڑا ہوا تو از سر نو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے، مثلاً خوف، خشیۃ، حذر، وجل، وجس، تقوٰی اور رھب وغیرہ سب الفاظ کا ترجمہ "ڈرنا" ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی، میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوئی۔ پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلہ میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے۔ اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔ تھوڑے ہی ایسے حضرات دیکھے جو اس پہلو پر بھی توجہ فرماتے ہیں۔ ایسے قلیل حضرات میں سے مولانا عزیز زبیدی صاحب پہلے شخص ہیں جن سے میں نے استفادہ کیا۔ تاہم اصل مسئلہ لاینحل ہی رہا۔

پھر میں نے مختلف کتب لغت کا مطالعہ شروع کیا۔ کچھ کتابیں ایسی تو مل گئیں جن میں عربی زبان کے مترادف الفاظ کو یکجا کر دیا گیا ہے مگر ان کا ذیلی فرق بتلانے کی شاید ضرورت ہی نہ سمجھی گئی۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب، جس سے مجھے کچھ امید کی کرن نظر آئی وہ مفردات امام راغب ہے۔ امام موصوف نے اس کتاب میں بعض مقامات پر ایسے اشارات دیے ہیں جو اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر چونکہ امام موصوف کا اصل موضوع قرآن کریم کے مفرد مادوں کے معانی پر بحث کرنا تھا، اس کا ذیلی فرق بتلانا نہیں تھا۔ اس لیے اصل مسئلہ کے بہت سے پہلو تشنہ کے تشنہ ہی رہے۔ امام موصوف نے اس کتاب کے مقدمہ میں خود ہی لکھ دیا تھا کہ:

"ان شاء اللہ بشرطِ زندگی، اس کے بعد ایک ایسی جامع کتاب کی پیشکش کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں الفاظ مترادف کی تحقیق اور ان کے معانی میں جو فرق پایا جاتا ہے اسے بالوضاحت بیان کیا جائے گا۔ جس سے قرآن مجید کے ایک ہی مضمون میں استعمال کردہ مختلف الفاظ، مثلاً ایک جگہ

قَلْبٌ دوسرے موقع پر فُؤَادٌ اور تیسرے مقام پر صَدْرٌ کا لفظ استعمال کرنے میں کیا مصلحت ہے. کی توجیہہ معلوم ہو سکے۔ اسی طرح وہاں ہم یہ بتلائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے خاتمہ پر قرآن مجید میں ایک جگہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۶/۷۹) اور دوسرے مقام پر لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۳۰/۲۱) اور تیسرے پر لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (۲/۴۴) اور کہیں لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ مذکور ہے تو اس میں کونسی لطافت پائی جاتی ہے. علیٰ ہٰذا القیاس قرآن میں لِاُولِی الْاَبْصَارِ، لِذِیْ حِجْرٍ اور لِاُولِی النُّهٰی وغیرہ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں اور انہیں دیکھ کر سطحی اور ظاہر بین حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ انہیں مترادف الفاظ قرار دے کر بزعم خود سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی تفسیر اَلشُّکْرُ لِلّٰهِ" یا لَا رَیْبَ کی تفسیر لَا شَكَّ سے بیان کرکے بس قرآن مجید کی تفسیر کا پورا پورا حق ادا کر دیا"

مفردات کے بعد امام موصوف نے ایسی پیشکش کی تھی یا نہیں، یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن جستجو کے باوجود مجھے کم از کم کسی ایسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ اور اگر مل بھی جاتی تو اس سے صرف عربی دان حضرات اور علماء ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جس سے اُردو دان حضرات بھی مستفید ہو سکیں۔ لہٰذا میں نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود ایسی کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کر لیا۔

مثل مشہور ہے کہ "جوئندہ یابندہ باشد" سے تو مجھے بھی آہستہ آہستہ کچھ ایسی کتب مل گئیں جس سے یہ مشکل آسان ہوتی گئی۔ اس سلسلہ میں دوسری کتاب ابومنصور عبدالملک بن محمد الثعالبی کی تصنیف "فقہ اللغۃ" ہے۔ اس کتاب سے بھی بس اشارات ہی ملتے ہیں۔ مثلاً وُہ ایک "فصل فی السُّقُوط" قائم کرکے اس کے تحت پانچ جملے لکھ دیتے ہیں (۱) ذرا ناب البعیر (۲) ھوی النجم (۳) انقض الجدار (۴) خَرَّ السقف اور (۵) طاح الفنس۔ اب دیکھیے کہ ان پانچ جملوں میں سے پہلے اور آخری جملے کا قرآن کی لغت سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے جملے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستارے کے گرنے کے لیے ھَوٰی، دیوار کے گرنے کے لیے اِنْقَضَّ اور چھت کے گرنے کے لیے خَرَّ کا لفظ استعمال ہوگا۔ ان کے ذیلی فرق کی وضاحت

یہاں بھی نہیں ملتی۔

تیسری کتاب جو اس سلسلہ میں مفید ثابت ہوئی وُہ ابو ہلال عسکری کی تصنیف "الفروق اللغویۃ" ہے۔ یہ صاحب مترادف الفاظ کا ذیلی فرق تو بیان کرتے ہیں مگر صرف دو الفاظ میں یا زیادہ سے زیادہ بعض دفعہ تین الفاظ میں۔ مثلاً وُہ خَوف اور خَشْیَة کا فرق الگ بتلائیں گے۔ خَوف اور رَھْبَة کا الگ، خَشْیَة اور شَفَقَة کا الگ۔ اور تَخْوِیف اور اِنْذَار کا الگ۔ لیکن جب ان سب الفاظ کو اکٹھا پیش کرکے ان کا ذیلی فرق بتلانا پڑے تو خاصی الجھن پیش آتی ہے۔ تاہم اس کتاب سے بھی میں نے معتدبہ استفادہ کیا ہے یہ کتاب بھی نہایت مختصر ہے۔ جملہ قرآنی مادوں اور ان کے معانی کو محیط نہیں۔

مادہ کے بنیادی معنی — قدیم اور جدید رجحان

منجملہ کتب جن سے مجھے بنیادی حاصل کی مُدد جدید کی کتاب "تاج العروس/اللغۃ" ہے۔ اس کتاب کی

نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ایک مادہ کے بنیادی معنٰی ایک کے بجائے دو یا تین (جیسی بھی صورت ہو) پیش کر دیتے ہیں۔ پہلے ادوار میں یہ رجحان یہ رہا ہے کہ کسی عربی مادہ کا ایک بنیادی اور مرکزی معنی تلاش کر لیا جائے پھر اس کے تمام مشتقات کے معنوں میں بہ تکلف اور کھینچ تان کر بنیادی معنوں سے ربط قائم کیا جائے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض مادے ثلاثی مزید فیہ میں جاکر اپنے اصل معانی کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں۔ مثلاً کَلَمَ کا معنی زخمی کرنا اور کَلَّمَ کے معنی بات چیت کرنا ہے۔ جَابَ (جوب) کے معنی تراشنا ہے جبکہ اَجَابَ کے معنی جواب دینا یا قبول کرنا ہے۔ عَذُبَ کے معنی پانی کا میٹھا اور خوشگوار ہونا ہے۔ اور عَذَّبَ کے معنی سخت سزا دینا ہے۔ قَنِعَ کے معنی قناعت کرنا یا تھوڑے حصہ پر مطمئن ہو جانا ہے۔ اور اَقْنَعَ کے معنی سر اٹھا کر سامنے دیکھنا اور نیچے نظر نہ کرنا ہے۔ غرض عربی لغت اور اسی طرح قرآن کریم میں بہت سے ایسے مادے موجود ہیں کہ وُہ جب ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں جاتے ہیں تو اُن کا اصل معنٰی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اور یہ چیز بعض ابواب کے خواص سے تعلق رکھتی ہے جس کی مثالیں بیشمار ہیں۔

امام راغب بھی پہلے دور کا رجحان رکھتے تھے۔ مشتقات کے معنوں کا مادہ کے بنیادی معنی سے جو ربط وُہ قائم کرتے ہیں وُہ بسا اوقات پسندیدہ ہوتا ہے اور ان کی اس تعبیر سے طبیعت مسُرور بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب اس میں خواہ مخواہ "تکلف پیدا کیا جائے تو طبیعت پر گراں بھی گزرتی ہے۔ چنانچہ "کَلَمْتُہٗ" کے معنی وُہ لکھتے ہیں، "میں نے اسے زخم لگایا" پھر کلم اور کلام میں یہ ربط پیدا کرتے ہیں کہ زبان کے زخم بھی تو ہاتھ کے زخموں سے کم نہیں ہوتے۔ حالانکہ کَلَمَ کے معنی ہی زخم لگانا ہیں اور کلام کے معنی زخم لگانا نہیں بلکہ بات چیت کرنا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ بات چیت صرف زخم ہی نہیں لگایا کرتی بلکہ بسا اوقات خوشگوار اور میٹھی بھی ہوتی ہے اور ایسے زخموں کا اندمال بھی کر دیتی ہے۔عہ

اسی طرح حَرَبَ کا معنی "کسی کا مال چھیننا" بیان کر کے اس کا محراب مسجد سے یوں تعلق قائم کرتے ہیں کہ "مسجد کے محراب کو یا تو محراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ شیطان اور خواہشاتِ نفسانی کے خلاف جنگ کرنے کی جگہ ہے۔ اور یا اس لیے کہ اس جگہ میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے پر یہ حق ہے کہ وُہ دُنیوی کاروبار اور پریشان خیالیوں سے یکسو ہو جائے" (یعنی دنیوی کاروبار یا پریشان خیالیاں اس سے چھن جائیں) گویا یہ کام صرف محرابِ مسجد ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسجد سے باہر ان باتوں کا کچھ تعلق نہیں۔ نہ ہی مسجد سے باہر ان باتوں کی کچھ ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس توجیہ میں جتنا وزن ہے وُہ ظاہر ہے۔

امام راغب کے برعکس صاحب مقائیس اللغۃ جدید رجحان رکھتے ہیں۔ وُہ قَلَّ کے بنیادی معنٰی ہی دو بتلاتے ہیں۔ (۱) تھوڑا ہونا (۲) بلند ہونا۔ جبکہ امام راغب قَلَّ کے بنیادی معنٰی صرف تھوڑا ہونا ہی بتلاتے ہیں اور جب اَقَلَّ کی باری آتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے، حَتّٰی اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا (۵۷)۔ تو اس کی توجیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ہوائیں چونکہ ان بھاری بادلوں کو حقیر اور ہلکا سمجھ کر اُوپر اٹھا لیتی ہیں۔ لہذا اَقَلَّ کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اَقَلَّ کا معنٰی اگر حقیر اور ہلکا بھی تصور کر لیا جائے تو اُوپر اٹھانا کا مفہوم کیونکر ادا ہو سکتا ہے؟

عہ اسی طرح زخم بھی ہمیشہ دشمن ہی نہیں لگاتا بعض اوقات ہمدرد طبیب بھی لگاتا ہے جو بڑے زخم کو ختم کرنے کا باعث ہوتا ہے تو ایسے مناسبت بیان کرنے کا مطلب بھی یہ ہے کہ بات چیت کی صلاحیت بخشی

مقائیس اللغۃ کی خوبی یہ ہے کہ وُہ ایک مادہ کے دو تین بنیادی معنٰی اس طرح پیش کر دیتے ہیں کہ ذیلی فرق از خود سمجھ میں آجاتا ہے۔ مثلاً (ب ی ن) کے تحت اس کے تین بنیادی معنٰی لکھ دیتے ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُعد (۳) وضوح۔ اس سے خود بخود یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بَانَ کے معنی کسی چیز کا دوسری چیزوں سے الگ اور فاصلہ پر ہو کر واضح ہونا ہے۔ اسی طرح طَلَعَ کے معنی (۱) نمودار ہونا (۲) سامنے آنا۔ نَظَرَ کے معنی (۱) معائنہ (کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنا) اور (۲) تَامّل الشی کسی چیز کی انتظار۔ مہلت) ظُلم کے معنی (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام کے علاوہ دوسری جگہ رکھنا اور (۲) تاریکی جو روشنی اور نُور کی ضد ہے وغیرہ۔ بتلاتے ہیں۔ اس انداز سے معانی میں بہ تکلف ربط پیدا کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ اور معانی بھی واضح تر ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

یہ سب کتابیں بہرحال اپنے اپنے موضوع پر مفید ہیں۔ اور میں نے ان سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے۔ کیونکہ میرا کام بہت زیادہ وِقتِ نظر اور لغوی تحقیق کا مقتضی تھا۔ لہٰذا دیگر بہت سی کتب لغت، تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔

مراجع و مصادر اور علامات

اس کتاب کی تالیف میں مَیں نے حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ کسی لفظ کے جو معنی بیان کیے جائیں۔ لغت کی کتاب کا حوالہ بھی ساتھ ہی درج کر دیا جائے۔ اِلّا یہ کہ اس لفظ کے معنی اتنے معروف ہوں کہ حوالہ کی ضرورت ہی نہ ہو۔ مثلاً ذَھَبَ کے معنی "جانا"، اور خَرَجَ کے معنی "نکلنا" وغیرہ۔ لغت کی کتابوں کے لیے مخفّف حروف جو میں نے تجویز کیے ہیں۔ ان کی تفصیل نیچے درج ہے۔

آیات کا ترجمہ بھی میں نے اپنی طرف سے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بالعموم تو آیات کا ترجمہ فتح محمد جالندھری صاحب کا اختیار کیا۔ کیونکہ یہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ لیکن جہاں اردو محاورہ کی وجہ سے اصل لغوی معنی اوجھل ہوتے نظر آئے وہاں شبیر احمد عثمانیؒ کا ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے اور سامنے بریکٹ میں (عثمانیؒ) لکھ دیا گیا ہے۔ اور چند ایک مقامات پر مولانا مودودیؒ کا ترجمہ تفہیم القرآن سے بھی لکھا گیا ہے۔ اس ترتیب کے باوجود کچھ ایسے مواقع بھی پیش آئے جہاں محض لغوی معنٰی سمجھانے کی خاطر مجھے اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔

آیات کے حوالہ جات کے لیے میں نے مرآۃ القرآن جو میرے حقیقی چچا حافظ عبدالحی صاحب کی تصنیف ہے، سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں کہیں کہیں ان کی لغوی تحقیق سے بھی فائدہ اٹھا کر ساتھ حوالہ درج کر دیا ہے۔ مراجع و مصادر اور علامات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مفردات امام راغب (عربی اُردو) کے لیے (مف)

۲۔ فقہ اللغۃ، از عبدالمالک بن محمد ثعالبی (عربی۔عربی) کے لیے (ف ل یا فل) اس کے ساتھ صفحہ نمبر بھی درج ہے۔ کیونکہ یہ حروف تہجی کی ترتیب سے مدوّن نہیں۔

۳- الفروق اللغویہ۔ از ابوہلال عسکری (عربی۔عربی) (فق۔ل)
۴- مقاییس اللغۃ کے لیے (عربی۔عربی) (م۔ل)
۵- منجد (عربی۔ اُردو) کے لیے (منجد)
۶- منتہی الارب (عربی۔ فارسی) کے لیے (م۔ا)
۷- محیط المحیط عربی۔عربی) کے لیے (محیط۔ یا م۔م)
۸- مرآۃ القرآن (عربی۔ اُردو) کے لیے (م۔ق)
۹- القاموس الجدید (اُردو۔عربی) کے لیے (ق۔ج)
۱۰- القاموس الجدید العصری (عربی۔ انگریزی) کے لیے (ق۔ج)
۱۱- غریب القرآن (عربی) ابن قتیبہ (غ۔ق)

علاوہ ازیں درج ذیل تراجم وتفاسیر زیر نظر رہے۔

۱۲- غریب القرآن تفسیر (عربی۔عربی) کے لیے (غ۔ق)
۱۳- تفہیم القرآن (عربی۔ اردو) کے لیے (ت۔ق)
۱۴- فتح الحمید۔ مترجم ومحشی۔ بیشتر آیات کا ترجمہ فتح محمدؒ جالندھری ہی کا ہے۔
۱۵- تفسیر شبیر احمد عثمانی۔ (عثمانی)

جدید عربی ادب اور تحریر میں ایک مفید علامت موجودہ دور میں رائج ہوئی ہے۔ جب کسی فعل کا ماضی اور مضارع لکھنا مقصود ہو تو اکثر اہل لغت ماضی تو درج کر دیتے ہیں مگر اختصار کی خاطر مضارع کا لفظ لکھنے کی بجائے ایک چھوٹی سی لکیر دے کر اس پر عین کی حرکت لکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ تبدیلی صرف عین کلمہ کی حرکت میں ہوتی ہے۔ جیسے وہ ضَرَبَ یَضْرِبُ کو یوں لکھیں گے ضَرَبَ ــِ اور نَصَرَ یَنْصُرُ کو یوں نَصَرَ ــُ یہ طریق چونکہ اختصار کے لحاظ سے بہت مفید ہے اس لیے کہیں کہیں میں نے بھی یہ علامات استعمال کی ہیں۔

سورت اور آیات کے نمبروں کی علامات اور ضمیمہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے لیے علامات کی تفصیل فہرست ۲ درج کرنے سے پیشتر تفصیل سے لکھ دی گئی ہے۔

کتاب کی ترتیب وتدوین

اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں۔

۱- عنوانات کی ترتیب: اس کتاب کا اصل موضوع اُردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا ہے۔ لہٰذا عنوانات اُردو زبان کے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ عربی زبان میں فعل اگر ثلاثی مجرد میں لازم ہو تو مزید فیہ میں جا کر متعدی بن جاتا ہے اور اگر ثلاثی مجرد میں متعدی ہو تو مزید فیہ میں متعدی المتعدی ہو جاتا ہے یا اس میں بعض دوسرے خواص پیدا ہو جاتے ہیں

سوائے باب انفعال کے کہ وہ لازم ہی ہوتا ہے۔ اب عربی لغت میں تو ایک ہی مادہ کے تحت لازم و متعدی سب معنی بیان کر دیے جاتے ہیں لیکن اردو میں لازم و متعدی کے لیے الفاظ ہی الگ الگ ہوتے ہیں جیسے پھرنا سے پھیرنا، پھسلنا سے پھسلانا۔ کٹنا سے کاٹنا۔ اب اگر حروف تہجی کا لحاظ رکھا جائے تو پھرنا کے بعد پھسلنا اور پھل وغیرہ عنوانات درج کرنے کے بعد "پھیرنا" کا ذکر آنا چاہیے۔ اور عربی مادہ کی تشریح کا تقاضا یہ ہے کہ پھرنا کے ساتھ ہی پھیرنا مذکور ہونا چاہیے۔ تشریح کی تکرار سے بچنے کی خاطر میں نے دوسری صورت اختیار کی ہے، یعنی ترتیب تہجی کو نظر انداز کرتے ہوئے پھرنا اور پھیرنا، کاٹنا اور کٹنا، پھسلانا اور پھسلنا وغیرہ کا ذکر اکٹھا کر دیا ہے۔ اگر مترادف الفاظ زیادہ ہیں تو دو الگ عنوانوں کے تحت اور اگر مترادفات کم ہیں تو ایک ہی لفظ کے تحت جیسے اتارنا اور اترنا ایک ہی عنوان کے درج کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ان افعال مرکبہ کا معاملہ ہے جن میں پہلا لفظ اسم ہوتا ہے اور دوسرا اگر فعل لازم ہو تو مرکب فعل لازم بن جاتا ہے اور اگر متعدی ہو تو متعدی بن جاتا ہے۔ جیسے "آباد ہونا اور "آباد کرنا"۔ مذکورہ بالا وجہ کی بنیاد پر میں نے حروف تہجی کی ترتیب کو نظر انداز کرتے ہوئے آباد ہونا کا ذکر پہلے کر دیا ہے اور آباد کرنا کا بعد میں۔

۲- **اردو عنوانات کا ذیلی فرق:** بعض دفعہ اردو عنوانات اتنے قریب المعنی ہوتے ہیں کہ ان میں ذیلی فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً بھاگنا اور دوڑنا میں یا ٹھہرنا اور رکنا، ٹھہرنا اور آباد ہونا میں۔ ایسے مقامات پر فرق کو حتی الامکان واضح کرنے کے علاوہ ایک جگہ پر دوسرے عنوان کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ بھی دیکھ لیا جائے۔

۳- **عربی مادوں کا تکرار:** یہ تو واضح ہے کہ بعض عربی الفاظ اتنا وسیع مفہوم رکھتے ہیں کہ ان کا اردو ترجمہ ایک دو الفاظ سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے خاصی تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً و-ع-ی کا معنی کسی چیز کو تھیلی میں بند کر کے تھیلی کا منہ بند کر دینا ہے۔ اب یہ لفظ بخل کرنا۔ حفاظت کرنا۔ یاد رکھنا سب عنوانات کے تحت آئے گا۔ اسی طرح (خ۔ ذ۔ ل) کا معنی کسی دوست آشنا کا مصیبت کے وقت اپنے دوست کا ساتھ چھوڑ جانا اور دھوکہ دے جانا ہے تو یہ لفظ دوست اور دھوکہ دینا دونوں عنوانات کے تحت درج ہے۔ اسی طرح زوج کا لفظ خاوند، بیوی، جوڑا، ساتھی اور مختلف، ان سب عنوانات کے تحت درج ہو گا۔ ایسے الفاظ کی کسی ایک مقام پر تشریح کر کے دوسرے مقامات پر اس کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

مترادفات کا ماحصل: ایک عنوان کے تحت اگر صرف دو یا تین مترادف الفاظ ہیں۔ اور تشریح یا معنی بیان کرنے میں ان کا ذیلی فرق واضح ہو گیا ہے تو آخر میں ماحصل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ لیکن اگر مترادفات دو یا تین سے زیادہ ہوں تو اس عنوان کے آخر میں الفاظ کے ذیلی فرق کا خلاصہ اور لب لباب، ماحصل کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے تاکہ ایک ہی نظر میں یہ فرق آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ چند ایک مقامات ایسے بھی آئے ہیں جہاں مترادفات تو صرف دو تین ہی ہیں لیکن لغوی تشریح سے بھی ذیلی فرق واضح نہیں ہوتا تو اسے بھی ماحصل میں واضح کر دیا گیا ہے۔

بعض عنوانات کے تحت قرآن کریم میں مستعمل مترادف الفاظ کثیر تعداد میں ہیں۔ مثلاً گرنا، گرانا کے لیے ۱۹ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ سامان کے لیے ۱۵ الفاظ، کم کرنا کے لیے ۱۳، ہلاک کرنا کے لیے ۱۲، کنارہ کے لیے

۱۳، مضبوط بنانا کے لیے ۱۲، زمین اور اس کی اقسام کے لیے ۲۱، آواز اور اس کی اقسام کے لیے ۲۰، ہونا کے لیے ۱۳، روکنا کے لیے ۱۵، ڈرنا کے لیے ۱۰، دوڑنا کے لیے ۱۱، چلنا کے لیے ۱۲، جھکنا کے لیے ۱۲، جماعت کے لیے ۱۴، بدلہ کے لیے ۱۲۔ خوش ہونا، اکٹھا کرنا۔ اٹھانا، دینا، دوست، سب کے لیے دس دس الفاظ ہیں۔ تو ان حالات میں ان تمام مترادفات کے ذیلی فرق کو واضح کرنا جتنا کٹھن کام ہو سکتا ہے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں اور ماحصل پیش کرنے کی ضرورت اور اہمیت بھی سمجھ سکتے ہیں۔

۵۔ اضداد کا استعمال: اضداد کا بیان اس لحاظ سے بہت مفید ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کا مفہوم ذہن میں ہو تو دوسرے کا مفہوم از خود ذہن میں آجاتا ہے۔ اسی لیے ذیلی فرق بتلانے والے اہل لغت ضد کا اکثر ذکر کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اضداد کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵/۲)

اب دیکھیے اس آیت میں بِرّ کے مقابلہ میں اِثْم اور تقویٰ کے مقابلہ میں عُدْوَان کا لفظ آیا ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں بِرّ اور تقویٰ کا مفہوم موجود ہے تو اِثْم اور عُدْوَان کا پورا پورا مفہوم از خود اس کے ذہن میں آجائے گا اور اس کے برعکس بھی۔ اس لیے ہم نے جا بجا اضداد کا ذکر کرنے کے علاوہ ایک علیحدہ ضمیمہ (ضمیمہ ۲) بھی لغتِ اضداد کے عنوان سے کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے اور یہ ضمیمہ تین حصوں میں منقسم ہے۔

۶۔ قرآنی آیات کا استعمال: قرآنی آیات کا استعمال صرف اس حد تک کیا گیا ہے جس حد تک مطلب کی وضاحت کے لیے ضروری تھا۔ اگر ایک آیت کے کسی ٹکڑے سے ہی مفہوم واضح ہو جاتا ہو تو اتنا ٹکڑا ہی درج کر دیا گیا ہے۔ اور اگر مطلب کی وضاحت کے لیے دو تین آیات کی ضرورت سمجھی یا متفرق مقامات سے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی تو حسب ضرورت انہیں درج کر دیا گیا ہے۔

۷۔ عربی مادے: بعض الفاظ کے عربی مادے تلاش کرنا بھی ٹیڑھی کھیر والا مسئلہ بن جاتا ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی در کنار، مشہور اہل لغت بھی بعض الفاظ کے مادوں میں اختلاف کر جاتے ہیں۔ اس مشکل کا حل میں نے یہ سوچا ہے کہ ایک تو اصل کتاب میں ایسے مشکل الفاظ کے مادے بریکٹوں میں درج کر دیے ہیں اور دوسرے ضمیمہ جات میں ایسے مشکل مادوں پر مشتمل ایک الگ لسٹ شامل کر دی ہے۔ یہ لسٹ ضمیمہ نمبر ۵ (متفرقات) کے ذیلی عنوان ۴ "چند مشکل مادے" میں درج ہے۔

ضمیمہ جات: مترادفات کا ذکر کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت سے الفاظ خصوصاً اسماء معرفہ ایسے رہ جاتے ہیں جن کا مترادف تو ہو نہیں سکتا لیکن وہ تشریح طلب ضرور ہوتے ہیں۔ کتاب کی افادیت کو بڑھانے کی خاطر ایسے الفاظ کا آخر میں ضمیمہ جات کی شکل میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۱ میں تمام اسمائے معرفہ مختلف عنوانات کے تحت درج کر دیے گئے ہیں۔ اس میں انبیاء و رسل، رجال اور اماکن وغیرہ کے علاوہ اسمائے اعداد بھی آگئے ہیں جو اسم معرفہ ہی کی قسم ہے۔ ضمیمہ ۲ میں اسمائے نکرہ متفرق عنوانات کے تحت تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ ضمیمہ ۳ لغت اضداد پر مشتمل ہے۔ ضمیمہ ۴ میں ماضی یا مضارع میں عین کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے جو معانی میں فرق پڑ جاتا ہے اسے واضح کیا گیا ہے۔ ضمیمہ ۵ متفرقات پر مشتمل ہے ان

منفرع عنوانات کا فہرست میں بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

۹۔ **فہارس** : کتاب ہذا کی دو فہرستیں تیار کی گئی ہیں۔ فہرست ۱ اردو عنوانات بہ ترتیب حروف تہجی ہے۔ جس میں ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں مستعمل مترادف الفاظ کا ذکر ہے اور یہی اصل فہرست ہے۔ اس فہرست میں ۴۲۷ عنوانات کے تحت بہ تکرار تقریباً ۱۳۰۰ عربی مادے زیر بحث آ گئے ہیں۔

فہرست ۲ میں قرآن میں مستعمل شدہ عربی زبان کے الفاظ اور مادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے تیار کیا گیا ہے اور یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ فلاں مادہ کون کون سے اردو عنوان کے تحت یا ضمیمہ میں درج ہے بایں ہمہ چند ایسے الفاظ رہ گئے جن کا نہ کوئی مترادف تھا، نہ وہ ضمیمہ جات میں درج ہو سکے مثلاً بکی بمعنی رونا یا اَثَّمَ (تاثیما) بمعنی گناہ میں مبتلا کرنا، ایسے الفاظ کو بھی ہم نے اس فہرست میں درج کر دیا ہے اور اس کا معنی، سورت اور آیت کا نمبر دے کر ار د گرد بریکٹ لگا دی ہے۔ جیسے (بکی رونا ۱۹/۵۸) یا اثّم ... تاثیما گناہ میں ڈالنا (۷۶/۱۶) ان درج شدہ نمبروں میں اوپر کا نمبر سورت کا ہے جو الدہر ہے اور نچلا نمبر آیت کا ہے۔ گویا یہ لفظ سورۂ دہر کی سولھویں آیت میں مذکور ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مادہ جتنے بھی ابواب کے تحت قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ ان سب ابواب کا ذکر اس فہرست میں کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ فہرست قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع ڈکشنری کا کام دے سکتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین کونسا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے، گویا قرآن کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین پر جتنی کوشش اور محنت صرف ہوئی وہ تو میں ہی جانتا ہوں۔ اگر دل کی لگن اور خدمت قرآن کریم کا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو شاید یہ کام سرانجام نہ پا سکتا۔ بہرحال یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے جس میں خطا، نسیان اور بھول سب باتوں کا امکان ہے۔ قارئین اور علماء حضرات سے التماس ہے کہ اگر وہ اس میں کچھ غلطی دیکھیں تو اسے بشریت کے تقاضا پر اور میری لاعلمی پر محمول کرتے ہوئے براہ کرم مجھے اس کی اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جا سکے اور اگر اس سے مستفید ہوں تو اسے اللہ کی مہربانی سمجھیں اور میرے حق میں دعائے خیر کر دیں۔ بس یہی اس محنت کا حقیقی صلہ ہو سکتا ہے۔

جن حضرات نے اس کام میں میرے ساتھ تعاون فرمایا میں ان کا بیحد ممنون ہوں بالخصوص حافظ عبدالسلام صاحب بھٹوی کا اور اپنے بیٹے حافظ شفیق الرحمٰن کا جنھوں نے قرآنی آیات کی آخری ریڈنگ کی ذمہ داری قبول کی۔ والسلام!

عبدالرحمٰن کیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع دوم

علمی حلقوں میں اس کتاب کی جس قدر پذیرائی ہوئی وہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ اس نے اپنے ایک عاجز بندے سے قرآن کریم کی یہ گرانقدر خدمت لے لی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے لئے میں جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کم ہے۔

اس کتاب پر مبارک باد کے لاتعداد خطوط موصول ہوئے۔ جن کی اشاعت ناممکن ہے۔ البتہ معروف علمی شخصیتوں کی طرف سے رسائل و جرائد میں جو تبصرے شائع ہوئے۔ ان میں سے چھ سات تبصرے اگلے صفحات میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان تبصروں کو من و عن شائع کیا جا رہا ہے الا یہ کہ کتاب کا نام' مصنف کا نام اور مکتبہ کا نام یا قیمت وغیرہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کو مزید مفید بنانے کے سلسلہ میں بھی دو تجاویز موصول ہوئیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ اردو کے عنوانات حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ تاہم اگر ان کے صفحات نمبر بھی ساتھ درج کر دیئے جائیں تو بہت بہتر ہے چنانچہ اس دفعہ صفحات کے نمبر بھی عنوان کے ساتھ باریک قلم سے درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور دوسری یہ کہ کسی نہ کسی ضمیمہ میں ثلاثی مزید فیہ کے افعال کے خواص بھی درج کر دیئے جاتے تو بہتر تھا۔ علاوہ ازیں میں خود بھی سمجھتا تھا کہ بعض عربی مادوں کی وضاحت مزید تشریح طلب ہے لیکن ایسے اضافے چونکہ خاصے محنت طلب ہیں لہٰذا سردست دوسرے ضروری کاموں کی وجہ سے ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرصت دی تو شاید اگلے ایڈیشن میں ایسے اضافے کر سکوں۔ والسلام۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

عبدالرحمٰن کیلانی۔ دارالسلام وسن پورہ لاہور

رمضان المبارک 1415ھ مطابق فروری 1995ء

دیباچہ طبع سوم

محترم والد صاحب کی رحلت (18 دسمبر 1995ء) کے بعد ان کی بیش قیمت تصنیفات کی اہمیت مزید اجاگر ہو رہی ہے' قارئین کی طرف مسلسل یہ بھی اصرار تھا کہ ان کتب کی طباعت کا معیار بہتر بنایا جائے۔ بہر حال اللہ کی توفیق سے ہم نے سب کتب کو باری باری بہتر انداز میں طبع کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔ مترادفات القرآن کو دیکھ کر آپ فیصلہ کریں گے کہ ہم کہاں تک اس پروگرام میں کامیاب ہوئے ہیں۔ محترم والد صاحب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

نجیب الرحمٰن کیلانی

جامع مسجد الرحمٰن' شاہ فرید آباد' ملتان روڈ' لاہور فون: 5410756

۲/۲

مترادفات القرآن پر تبصرے

(ا)

ہفت روزہ تکبیر کراچی

20 اکتوبر 1994ء

مترادفات القرآن قرآن فہمی کے لئے ایک منفرد کاوش

قرآنِ کریم علم و معرفت کا ایک ایسا خزانہ ہے' جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اہلِ تحقیق صدیوں سے اس بحر ذخار میں غوطہ زنی کر کے علم کے موتی چنتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہر دَور میں ایسے اصحابِ دانش سامنے آتے رہتے ہیں جو اللہ کی توفیق سے اپنی کاوشوں کا صلہ قرآن کے کسی نئے رخ سے متعارف ہونے اور دوسروں کو متعارف کرانے کی شکل میں پاتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ہمارے دَور کی ایسی ہی ایک شخصیت ہیں اور علمی حلقوں میں آپ کا نام محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب "مترادفات القرآن مع الفروق اللغویہ" تقریباً ایک اچھوتے موضوع پر ان کی اس تحقیق و جستجو کا ثمر ہے جس کا آغاز انہوں نے اپنی نو عمری میں کیا تھا۔ اس جدوجہد کی رُوداد انہوں نے خود اس طرح بیان کی ہے۔ "بڑا ہوا تو اس از سرِ نو قرآن کریم کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوا' میں نے دیکھا کہ قرآن کریم کے بہت سے الفاظ کا اردو زبان میں صرف ایک ہی لفظ سے ترجمہ کر لیا جاتا ہے' مثلاً خوف' خشیت' حذر' وجل' وجس' تقویٰ اور رھب وغیرہ' سب الفاظ کا ترجمہ ڈرنا ہی لکھا جاتا ہے۔ طبیعت میں جستجو کا ذوق تو تھا ہی' میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ قرآن کریم کے ایسے مترادف الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے' لیکن بسا اوقات مایوسی ہی ہوئی' پھر میں نے علماء کی طرف رجوع کیا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ اس سلسلے میں اکثر علماء کا ذہن بالکل صاف ہے اور انہوں نے یہ فرق معلوم کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں فرمائی۔"

مولانا مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کتب لغت کو کھنگالنا شروع کیا' امام راغب کی مفردات' ثعالبی کی فقہ اللغہ' ابو ہلال عسکری کی "الفروق اللغویہ" اور دور جدید کی کتاب مقائیس اللغہ سے انہیں اپنے کام میں ایک حد تک مدد ملی' لیکن بہت سے مقامات پھر بھی باقی رہ گئے کیونکہ ان کا کام بہت زیادہ وقت نظر اور لغوی تحقیق کا متقضی تھا لہٰذا دیگر بہت سی کتب لغت' تراجم اور تفاسیر سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔"

اس طرح ایک طویل مدت کی ذاتی محنت، لگن اور جستجو کے نتیجے میں اردو زبان میں ایک ایسی کتاب وجود میں آگئی، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے قطعی منفرد اور قرآن فہمی کے لیے غیر معمولی افادیت کی حامل ہے اور پورے دینی لٹریچر میں عربی سمیت کسی بھی زبان میں اس موضوع پر کوئی ایسی کتاب نہیں جسے اس کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ اس کتاب کے ذریعے اب ایک عام اردو خواں بہ آسانی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ قرآن میں کسی ایک چیز کے لیے کتنے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور ان کے درمیان ذیلی فرق کیا ہے۔ مثلاً ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قیامت کا ذکر کتنے مختلف ناموں سے کیا ہے تو اس کے لیے ہمیں کتاب کے گیارہویں صفحہ سے لے کر ۴۴ ویں صفحہ تک پھیلی ہوئی حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کردہ اردو الفاظ کی فہرست میں حرف "ق" کی شق میں قیامت کا لفظ تلاش کرنا ہو گا جو ۲۷ ویں صفحہ پر موجود ہے اور جس کا نمبر اس شق میں سولہواں ہے۔ یہاں لفظ قیامت کے سامنے ہمیں قیامت سمیت ۱۲ نام ملیں گے، جو سب کے سب قرآن میں قیامت کے لیے استعمال ہوئے ہیں، یعنی الساعۃ، یَومُ الدین، یَومُ الخروج، یَومُ الحساب، یَومُ الفصل، غاشیۃ، حاقۃ، صاخۃ، آزفۃ، قارعۃ اور طامتہ الکبریٰ۔ اب ناموں کے ذیلی فرق کو جاننے کے لیے ہمیں کتاب کے اندر صفحہ ۶۸۵ سے ۶۸۷ تک "ق" کی فصل میں لفظ قیامت کے تحت ان تمام ناموں کی تشریح قرآنی آیات کے حوالوں کے ساتھ ملے گی اور آخر میں "ماحصل" کے عنوان سے اس کا خلاصہ بھی مل جائے گا۔ اسی طرح دوسرے تمام الفاظ کا معاملہ ہے، مثلاً انسان کے لیے قرآن میں مختلف مقامات پر سات، اطاعت کے لیے آٹھ، بارش کے لیے نو، بدلہ کے لیے بارہ اور جماعت یا گروہ کے لیے ۱۴ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ہر جگہ اس مخصوص لفظ کے استعمال کی اپنی حکمت ہے جو اس کے معانی کے ذیلی فرق کی نشاندہی سے واضح ہو جاتی ہے۔

اسے مثال سے یوں سمجھئے کہ آزمائش کے لیے قرآن میں کہیں امتحان، کہیں ابتلاء اور کہیں فتنہ استعمال کیا گیا ہے۔ مترادفات القرآن کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر قرآنی آیات میں ان تینوں الفاظ کے استعمال کی مثالیں دے کر ان کے فرق کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں "ماحصل" کے تحت اس کا خلاصہ یوں دیا گیا ہے ۔ ا۔ ----- امتحان ----- اس امتحان میں سختی کے بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے۔ ۲۔ بلاء اور ابتلاء ----- یہ آزمائش کی سخت قسم ہوتی ہے اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی ہے جسے دوسرے بھی دیکھ سکیں یعنی حوادث زمانہ سے ہوتی ہے۔ ۳۔ فتنہ ----- بذات خود سخت مگر دل کشی سے ہوتی ہے یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان کا دلی لگاؤ ہو، دوسرے تو کیا بسا اوقات خود

مفتون کو بھی اس آزمائش کا پتہ نہیں چلتا ---- اس طرح بڑی خوبی سے قرآن میں استعمال ہونے والے تمام مترادف الفاظ کے ذیلی فرق کو واضح کر کے قرآن فہمی کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی خدمت قرآنی کی اس سعادت کے حصول پر انتہائی مبارک باد کے حقدار ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی تمام خوبیوں کا احاطہ تو اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں تاہم چند خصوصیات ایسی ہیں جن کا ذکر کئے بغیر یہ تعارف مکمل نہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ابتداء میں اردو الفاظ کی فہرست کا علاوہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے' صفحہ ۳۵ سے ۶۶ تک عربی الفاظ اور مادوں (Roots) کی فہرست بھی اردو معنی کے ساتھ دے دی گئی ہے۔ اس طرح یہ قرآن کریم کی ایک ایسی مختصر اور جامع ڈکشنری بن گئی ہے جس سے عام اردو داں بھی عربی الفاظ کے مادہ کی تلاش کے قواعد سے ضروری واقفیت حاصل کر کے آسانی سے استفادہ کر سکتے ہیں' یہی نہیں بلکہ اگر عربی الفاظ کے ان روٹس کے (جن کی تعداد تقریباً ۱۸۰۰ بنتی ہے اور جن میں سے بیشتر اردو میں بھی مختلف شکلوں میں مستعمل ہیں) معنی ذہن نشین کر لیے جائیں اور ان سے اشتقاق کے اصولوں سے کچھ آگہی حاصل کر لی جائے تو قرآن کے بیشتر مقامات کو بڑی حد تک براہ راست سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ کتاب کے آخر میں اسمائے معرفہ کے ضمیمہ کے طور پر انبیاء' فرشتوں' انسانوں' آسمانی کتابوں' مشرکین کے دیوی دیوتاؤں' مقامات' اقوام' مذاہب' فرقوں' عبادات اور شرعی اصطلاحوں کے لیے استعمال ہونے والے نام اور الفاظ جو قرآن میں آئے ہیں' مختصر تعارف' تاریخ اور پس منظر کے ساتھ درج کر دیئے گئے ہیں۔ اسمائے نکرہ کے ضمیمہ میں جانوروں' درختوں' پھلوں' سبزیوں' برتنوں اور ہتھیاروں وغیرہ کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ جامع تشریح کے ساتھ شامل ہیں۔

اس کے بعد تین ضمیمے لغت الاضداد' فہرست اضداد' چند جامع اسماء' غلط العام' چند مشتبہ الفاظ' مختلف الفاظ کے لغوی اور شرعی معنی کے فرق کی وضاحت' قرآن میں استعمال ہونے والے چند محاورات اور بعض مشکل مادوں کی نشاندہی پر مشتمل ہیں۔

(۲)

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور — تبصرہ نگار: نعیم صدیقی — جنوری ۱۹۹۴ء

قرآن کے متعلق علوم کے مختلف دائروں میں قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک کام ہوتے چلے

آ رہے ہیں۔ کچھ علوم تو خود قرآن ہی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ ہمارے اسلاف نے تفسیری' لغوی' حرفی و نحوی لحاظ سے بھی' قواعد و فصاحت و بلاغت کے قرآنی معیارات کے متعلق بھی' معانی و مطالب کی تصریف و تکرار کے پہلو سے بھی' اور ترتیب و نظم کے بارہ میں بھی' نیز قرآن کے احکام اور ان کو احادیث کی توضیحات کے ساتھ پیش کرنے کے لحاظ سے بھی ایسی گراں بہا خدمات امت کے لیے اپنے علمی ترکے میں چھوڑی ہیں کہ دَورِ حاضر کا معزز لفظ "تحقیق" شرمسار ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اخلاف کو بھی تا ایں دم اللہ نے قرآن کی علمی خدمات کے لیے بڑی توفیق دی ہے۔ "مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ" اس سلسلے کی تازہ ترین کتاب ہے' جو مسرت کے ساتھ ساتھ تحیّر تک لے جاتی ہے۔ اس دورِ فتنہ والحاد میں' اس زمانۂ فرنگ پرستی میں اللہ کا ایک فقیر منش بندہ ایک لمبے عرصے میں متذکرہ موضوع کے راستے پر خاموشی سے چلتا ہوا بہت سے موتی سمیٹ کے لایا ہے اور اب وہ ان موتیوں کو قدر شناسوں پر نچھاور کرکے خراجِ تحسین اور دعائے رحمت رب حاصل کر رہا ہے۔

یوں تو عمومی حد تک یہ مسئلہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ اس کے ہم معنی الفاظ (جو درحقیقت قریبُ المعنی ہوتے ہیں) کیا کیا ہیں' اور وہ بلحاظ معانی کیا فروق رکھتے ہیں۔ بعض اوقات یہ فرق بہت ہی لطیف اور عمیق نوعیت کا ہوتا ہے' لیکن عربی زبان اور خصوصاً قرآن کی استعمال کردہ عربی زبان میں جو بے شمار ہم معنی (قریب المعنی) الفاظ وارد ہوئے ہیں' ان کے متعلق یہ سوال بڑا اہم ہے کہ ان میں وجہ یکسانی اور وجہ تفاوت کیا ہے؟ کیونکہ قرآن کے صحیح ترجمہ و تفسیر کے لیے یہ جاننا لازم ہے۔ ایسی چند کتابیں عربی زبان میں تھیں' مگر ان سے پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پاکستانی صاحبِ علم و ایمان نے اس موضوع پر نہایت جامع اور مفید تحقیقی کتاب کا تمغا اردو زبان کے سینے پر سجا دیا ہے۔ پیش لفظ پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیلانی صاحب نے اپنا سفر تجسس و تفکر کس طرح کیا ہے' نیز کتاب کے مندرجات کو سمجھنے کے لیے بہت اچھی کلیدی باتیں لکھی ہیں۔ بعض مترادف الفاظ' قرآن کریم میں بہ تعدادِ کثیر استعمال ہوئے ہیں' مثلاً: گرنا' گرانا کے لیے ۱۹ الفاظ' سامان کے لیے ۱۵ الفاظ' کم کرنا کے لیے ۱۳' ہلاک کرنے کے لیے ۱۳' کنارہ کے لیے ۱۳' زمین اور اس اقسام کے لیے ۲۱ —— کئی مزید مثالیں ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی نے قرآن کے انداز میں اضداد کے استعمال سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ مضمون کچھ عرصہ میرے ذہن میں بھی رہا کہ قرآن نے شروع سے آخر تک تقابلی اندازِ بیان

اختیار کیا ہے۔ نظریات' کرداروں' اصولوں' اعمال اور نتائج اعمال' قوموں اور گروہوں' جنگوں اور مظالم' احوال اور مناظر' خیر اور شر کے سلسلے میں اچھے اور برے نمونوں کو آمنے سامنے لا کر وہ اہلِ بصیرت کے سامنے متضاد امور بیان کرتا ہے' اور بالعموم دونوں طرف تقابلی انداز سے الفاظ ملا کر دو طرف فروق کو واضح کرتا ہے۔ مولانا کیلانی نے قرآن میں اضدادی الفاظ کے استعمالات سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ کتاب کا مرکزی خزانہ ۲ فہرستیں ہیں۔ ایک فہرست میں اردو عنوانات' بہ ترتیب حروفِ تہجی جمع کر کے ہر عنوان کے ساتھ قرآن میں مستعمل مترادف الفاظ کا ذکر ہے۔ اس میں ۷۳۷ عنوانات ہیں' جن کے تحت ۲۱۰۰ عربی مادے زیرِ بحث آئے ہیں۔ دوسری فہرست میں قرآن کے استعمال کردہ عربی زبان کے الفاظ اور مادوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ فلاں مادہ کون کون سے اردو عنوان کے تحت یا کسی ضمیمے میں درج ہے۔ جن الفاظ کا کوئی مترادف استعمال نہیں کیا گیا' ان کو بھی ہم نے سورۃ' آیت کا نمبر دے کر درج کر دیا ہے۔

مولف نے سچ کہا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم کی ایک مختصر اور جامع ڈکشنری کا کام دے سکتی ہے۔ فہرست اول میں سے دو مثالیں:

اوڑھنا (نمبر شمار ۴۵): اِستغشٰی' اِدّثر' اِزّمّل۔

اونٹ: اِبل' بعیر' جمل' ھِیم' رِکاب' ناقتہ' ضامِر' عِشار' بُدن' بَحیرہ' وصیلۃ' سائبۃ' حام۔

"م" کے تحت ملانا: خلط' الحق' وصل' الّف' لبس' رکب' ضم' مشج' مزج' مرج' شاب' ضغث۔

دوسری فہرست سے ایک مثال:

پہلے ہی حرف عنوان "آ" کے نیچے عربی کے مادے اور محاورے۔

آباد ہونا' بسنا' رہنا' کے لیے عربی الفاظ سکن' تبوا' ثوی' بد ا' حضر' خلد' عاشر' غنی۔

اب آگے ان میں سے ان بنیادی الفاظ اور ان کے مشتقات (خصوصاً استعمالات) کی تشریح درج ہے۔ اور جن آیات میں کسی لفظ یا اس کے مشتق کا استعمال کیا گیا ہے' وہ آیت مع حوالہ لکھی گئی ہے۔

آخر میں "ماحصل" کے عنوان سے تمام متذکرہ الفاظ کا' ان کے استعمالات کی روشنی میں' وہ مخصوص مفہوم لکھا گیا ہے جو ایک دوسرے کے فرق و امتیاز کو واضح کرتا ہے۔

یہ باب ص ۶۷ سے ۹۰۴ تک چلتا ہے۔

پھر چند بہت مفید ضمیمے ہیں۔ ضمیمہ نمبر۱ میں تمام اسمائے معرفہ (انبیاء ورسل' رجال' اماکن اور اسمائے اعداد اور اسمائے ضمیر' اسمائے اشارہ بھی) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عبادات اور شرعی اصطلاحات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر۲ میں اسمائے نکرہ (متنوع عنوانات کے تحت جانوروں' پرندوں' نباتات' اجزائے بدن' ہتھیار' برتن' کپڑے وغیرہ کے عربی الفاظ) بھی اردو تشریح کے ساتھ مندرج ہیں۔ ضمیمہ نمبر۳ لغت اضداد پر مشتمل ہے۔ ایک دوسرے سے تضاد رکھنے والے الفاظ سے بھی ان کا مفہوم زیادہ آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ ضمیمہ نمبر۴ میں ایک بہت اہم ضرورت' اردو دان سرسری عربی شناسوں کے لیے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے پوری کردی گئی ہے' یعنی ماضی یا مضارع میں حرف عین میں حرکت کی تبدیلی سے معانی میں جو فرق پڑ جاتا ہے اسے نمایاں کیا گیا ہے۔ ضمیمہ نمبر۵ میں بعض متفرقات کا تذکرہ ہے۔ اگلے ضمیموں میں الفاظ کے اضداد' غلط العام اور خاص الفاظ پر گفتگو کی گئی ہے۔

ایک فقیر آدمی بیس پچیس برس ایک مبارک مقصد کے لیے پختہ عزم اور صبر وثبات کے ساتھ چلتا رہا اور آج ایک گراں بہا حاصلِ سفر' اہل ذوق کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی نے اور بھی متعدد دینی کتابیں لکھی ہیں' لیکن ان کے اس تازہ کارنامے نے تو گویا ان کتابوں ہی کو نہیں' اپنے دور کے لکھنے والوں کے ہجوم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ ان کی محنت قبول فرمائے اور ان کی کتاب کے قدر دان پیدا کرے۔ (نعیم صدیقی)

(3)

ماہنامہ محدث لاہور

تبصرہ نگار: حافظ محمد اسحٰق زاہد

یہ کتاب قرآن کے مترادفات سے تعلق رکھتی ہے جن کا تعلق قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت سے ہے' ...ی طرح قرآن مجید انتہائی جامع الفاظ' اس کی کامل ترتیب اور بے بدل فصاحت وبلاغت...... اس کے اعجاز کا ...ہ پہلو ہے جس کے سامنے عرب وعجم کے تمام ادیب (نزول قرآن سے لے کر اب تک) بالکل عاجز دبے ...س رہے ہیں۔

قرآن مجید کی فصاحت کے بے شمار پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کے ...یک ایک لفظ کو ایسی جگہ پر وضع فرمایا جو اس کے لیے موزوں ترین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ادیب اور ماہر لغت بھی جب اپنے کلام کو ترتیب دیتا ہے تو کئی

مرتبہ غور و خوض کر کے اس کے الفاظ میں رد و بدل کرتا ہے جب کہ قرآن مجید کا یہ عالم ہے کہ اس کے کسی ایک لفظ کو اگر اس کی اصل جگہ سے ہٹا لیا جائے اور اس سے بہتر لفظ لانے کے لئے پورے عربی ادب کو بھی کھنگال ڈالا جائے تو اس کی جگہ کسی اور مناسب لفظ کے مل جانے کی امید رکھنا عبث ہے۔

"بلاغت" کی ایک جامع تعریف پر گو اہل لغۃ کا (بقول امام زرکشی) اتفاق نہیں ہے، لیکن اس کے جتنے بھی ممکنہ ارکان ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب قرآن مجید میں بطریق اتم و احسن موجود ہیں، قرآن مجید میں مختلف چیزیں (مثلاً توحید و رسالت، تحلیل و تحریم، وعظ و نصیحت، وعدو وعید، اوامر و نواہی، سیرت و اخلاق، قصص اور غیب کی خبریں وغیرہ) انتہائی احسن اسلوب اور نظم و نسق کے ساتھ یوں سمو دی گئی ہیں کہ جہاں کہیں سے بھی تلاوت کی جائے، حلاوت ہی محسوس ہوتی ہے اور قرآن کی اثر انگیزی میں کسی کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، متفاوت چیزوں کو اتنے عمدہ اسلوب کے ساتھ یکجا کر دینا ہی دراصل بلاغت کی بنیادی خصوصیت ہے......

اور وہ شے جس میں "بلاغت" کی تمام صفات جمع ہو سکتی ہوں، یہ ہے کہ تقریباً ایک ہی معنی پر دلالت کرنے والے مختلف الفاظ میں سے ہر ایک کو اس کے خاص اور موزوں ترین مقام پر اس طرح لانا کہ اگر اس کی جگہ پر اس کا کوئی اور ہم معنی لفظ لایا جائے تو یا تو معنی بگڑ جائے یا کلام کی وہ خوشنمائی باقی نہ رہے، جس پر "بلاغت" کا انحصار ہوتا ہے..... اسی طرح کلام عرب میں بعض مترادف الفاظ اکثر لوگوں کے زعم میں قریب المعنی ہوتے ہیں، جیسے علم و معرفت، نعت و صفت، بلٰی و نعم اور مِنْ و عَنْ وغیرہ لیکن اہل لغۃ کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ مترادف الفاظ میں سے ہر ایک میں ایسی کوئی نہ کوئی خصوصیت لازماً پائی جاتی ہے جو اس کے دوسرے مترادف لفظ میں نہیں پائی جاتی۔

قرآن مجید میں ایسے کتنے اور کونسے مترادف الفاظ ہیں جو بظاہر قریب المعنی لیکن اپنی اپنی مقررہ جگہ پر وہ الگ الگ خاصیت کے حامل ہیں؟

اردو زبان کے کسی بھی عنوان کے تحت قرآن مجید میں کتنے اور کونسے الفاظ کہاں کہاں آئے ہیں؟ اور ہر جگہ پر ان الفاظ میں سے ہر ایک کی حسب موقع کیا مناسبت ہے؟ اور ان سب میں ذیلی فروق کیا ہیں؟ مزید برآں زبان کا کوئی مادہ قرآن مجید میں کہاں اور کیسے استعمال ہوا ہے؟ اور اسی طرح کے دیگر کئی سوالوں کے جوابات ہی دراصل زیر تبصرہ کتاب کے موضوعات ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کی دسیوں علمی، تحقیقی اور گرانقدر کتب ہی ان کا مکمل تعارف ہیں، موصوف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، زیر تبصرہ کتاب بھی ان کی قرآن مجید سے گہری وابستگی، الفاظ و معانی اور علوم و معارف قرآنی کے بارے میں ان کے نہایت عمیق مطالعے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اور عالی مرتبت ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو گی کہ اس کا اولین مقصد کتاب اللہ کی تفہیم ہے اور یہ بلاواسطہ الفاظ قرآن پر بحث کرتی ہے اگر اس موضوع کا جائزہ لیا جائے جو اس کتاب کا عنوان ہے تو یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ قرآنی علمی ذخائر میں سے تاحال جو کتابی صورت

میں موجود ہیں، کوئی بھی ایسی کتاب (حتیٰ کہ عربی زبان میں بھی) اس طرز پر دستیاب نہیں جو اس طور پر الفاظ قرآنی کی وضاحت کرے، لہٰذا مصنف کی اس سلسلے میں کاوش قابل صد تعریف ہے کہ اتنے دقیق ترین موضوع پر قلم اٹھا کر جہاں قرآن مجید کے اس پہلو کو بھی تشنہ تکمیل نہیں رہنے دیا وہاں بالکل ایک جدید طرز پر اپنی تحقیق پیش کی ہے اور ان سب خصوصیات پر یہ بات حاوی ہے کہ موضوع میں اتنی دقت وجدت کے باوصف انداز بیان اس قدر سادہ اور دل نشین ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس سے بجا طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا اصل موضوع بقول مصنف "اردو الفاظ کے تحت قرآن میں مستعمل تمام مترادف الفاظ کا ذیلی فرق پیش کرنا" ہے، عنوانات، اردو زبان کے حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے ہیں، مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ کسی اردو لفظ مثلاً "سامان" کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس کے لئے جتنے الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں پہلے اجمالاً بیان کرتے ہیں جیسے:

عرضٌ، متاعٌ، اَثَاثٌ، رَحلٌ، وِعاءٌ، جَهَازٌ، زَادٌ، اَسْلِحَةٌ، عُدَّةٌ، نَعْمَةٌ، رِيشٌ، بِضَاعَةٌ، مَاعُوْنٌ، جِذْرٌ اور مَعَايِشُ)

پھر ان میں سے ہر ایک کا قرآن مجید میں جو محل و مقام ہے، اسے ذکر کرتے ہیں اور اس مقام سے مناسبت رکھنے والا معنی واضح کرتے ہیں، پھر آخر میں لب لباب یا خلاصے میں تمام الفاظ کے درمیان ذیلی فروق بیان کرتے ہیں۔

اس کتاب کے فائدے کا عملی طور پر جائزہ لینے کے لئے راقم الحروف نے "سورۃ نٓ والقلم" کا انتخاب کیا، چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ "لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ" پر خواہش ہوئی کہ اردو کے عنوان "کاٹنا" کے لئے جو بھی مترادف الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، انہیں معلوم کیا جائے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اس عنوان کے تحت قرآن مجید میں دس الفاظ آئے ہیں (حصد، صرم، قطّع، قطع، بتر، بتک، عض، خصد جز اور عقر) مصنف ان الفاظ کے قرآن مجید میں جو مقامات ہیں، درج کرنے کے بعد "ماحصل" میں لکھتے ہیں:

(۱) "حصد" پکی ہوئی کھیتی درانتی سے کاٹنا، (۲) "صرم" تیز دھار آلہ سے پھلوں کے گچھے کاٹنا، (۳) "قطع" کسی بھی چیز کو کاٹ کر جدا کرنا (۴) "قطّع" کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، (۵) "بتر" جانور کی دم کاٹنا، مقطوع النسل ہونا (۶) "بتک" کان وغیرہ کاٹنا یا چیرنا (۷) "عض" دانتوں سے کاٹنا (۸) "خصد" درخت کے کانٹے کاٹنا اور صاف کرنا (۹) "جز" کسی سخت چیز کو کاٹ کر ٹکڑے کر دینا (۱۰) "عقر" کاٹ کر کاری زخم لگانا۔

پھر میں نے فرمان الٰہی "حَرۡدٍ قادرين" کے بارے میں جاننا چاہا کہ حَرْدٍ کا مادہ نکال کر اردو عنوان "غصہ" معلوم کیا، جس کے تحت میری معلومات میں اضافہ ہوا کہ اس کے لئے قرآن مجید میں چار الفاظ سخط، غیظ، غضب حَرْدٍ استعمال ہوئے ہیں۔

گویا اس کتاب سے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ اگر آپ کو اردو عنوان کے تحت قرآن مجید میں کئی مستعمل مترادف الفاظ مطلوب ہیں تو بڑی آسانی سے آپ اپنے مطلوب تک پہنچ سکتے ہیں دوسرا یہ ہے کہ اگر آپ کو قرآن کے کسی لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو آپ اس کے معنی معلوم کر کے پھر اس کے لئے وارد ہونے والے قرآن مجید کے مترادف الفاظ بھی جان سکتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں مصنف نے پانچ اہم ضمیموں کا اضافہ کر کے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگادیئے ہیں' وہ پانچ ضمیمے اس طرح ہیں:

(۱) اسماء معرفہ' اس میں ۱۴ عنونات کے تحت اسماء معرفہ کو تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۲) اسماء نکرہ: اس میں ۷ عنوانات قائم کر کے انتہائی قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

(۳) ذوالاضداد

(۴) افعال کے عین کلمہ کی حرکت یا مصدر میں فرق سے معانی میں تبدیلی۔

(۵) متفرقات' اس ضمیمے میں جامع اسماء' غلط العام' مشتبہ الفاظ' چند محاورات اور چند مشکل مادوں وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

بہرحال یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو زبان میں پہلی اور نہایت جامع مانع کتاب ہے۔

محترم کی ہر بات مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ باحوالہ بھی ہے' الفاظ کے مابین جملہ فروق کے ضمن میں ہر فرق کے ساتھ حوالہ بھی دیا گیا ہے' انہیں خصوصیات کی وجہ سے اس تصنیف کا ہر گھر' ہر لائبریری' ہر مدرسے اور ہر تحقیقی مرکز میں ہونا لازمی ہے۔

اللہ جل شانہ مصنف کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرمائے اور اسے ان کے لئے آخرت میں باعث نجات اور بلندی درجات بنائے' آمین ثم آمین۔

حافظ محمد اسحٰق زاہد

۱۰/۱۱

(۴)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور — تبصرہ نگار علیم ناصری — ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

تفاسیر کا مطالعہ کیا اور ایک طویل کاوش اور دیدہ ریزی کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں اردو الفاظ کو بنیاد بنایا گیا ہے اور ان کو حروف تہجی کے تحت ترتیب دے کر ہر لفظ کے عربی متبادل الفاظ کے مفاہیم شرح و بسط سے بیان کر دیئے ہیں۔ افسوس ہے کہ پرچے کی تنگ دامانی کے باعث مثالیں درج نہیں کی جا سکتیں۔ بس اتنا کہنا کافی ہے کہ "آباد ہونا یا رہنا" کے لیے عربی الفاظ سَکَنَ' تَبَوَّءَ' ثَوٰی' ہلا' حَضَرَ' خَلَدَ' عَاشَرَ' اور غنی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ان سب کے معانی اور شرح میں اس کے استعمال کی وجہ بیان کی ہے جس سے قاری پر واضح ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر وہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اسی کی ضرورت تھی۔ اگرچہ اردو میں اس کے لیے آباد ہونا یا رہنا ہی ترجمہ ہو گا۔ اس طرح یہ سلسلہ الف سے ی تک چلا گیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے محض مترادفات کی لغت ہی نہیں بلکہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جو الفاظ کے مطالب و معانی پر ہمہ جہتی روشنی ڈالتا ہے۔ لغت کا یہ سلسلہ الف سے ی تک ۹۰۴ صفحات پر محیط ہے۔ اس کے بعد ضمیمہ جات ہیں جن میں پہلے انبیائے کرام کے مختصر حالات ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اس کے بعد فرشتے' کتب سماویہ' اسمائے ابرار' اسمائے اشرار و کفار' معبودان باطل' ملک شہر اور علاقے' پہاڑ' وادیاں اور اماکن'

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اسلامی اور دینی ادب کے پرانے اور پختہ کار قلم کار ہیں۔ ان کی بیشتر تالیفات اہل علم و بصیرت سے خراج تحسین پا چکی ہیں۔ ان کے محققانہ مقالات اکثر اخبارات و جرائد کی زینت بنتے ہیں۔ اور ہمیں فخر ہے کہ ہمارے یہ بھائی قومی سطح کے اہلِ قلم میں شمار ہوتے ہیں۔ یوں تو وہ عموماً معاشرت' معیشت' عقائد اور دینی مسائل پر تحقیق و تنقید اور فکر و نظر پر قلم اٹھاتے ہیں مگر زیر نظر کتاب میں انہوں نے قواعد و لغت پر دادِ تحقیق دی ہے۔ قرآن مجید میں استعمال شدہ مترادف الفاظ جو مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں مگر ہمارے ہاں اردو ترجمہ میں ایک ہی لفظ سے اس کا مفہوم و مطلب بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً خوف' خشیۃ' حذر' وجل' تقویٰ۔ اور رہب وغیرہ کا ترجمہ "ڈرنا" ہی لکھا جاتا ہے۔ ان کے اندر یہ معلوم کرنے کی جستجو پیدا ہوئی کہ آخر ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے اور "ڈرنا" کے لئے ہر جگہ عربی کا وہی لفظ کیوں استعمال نہیں ہوا جو پہلی مرتبہ آیا ہے۔ اس لگن میں انہوں نے بہت سی لغت اور

اقوام' فرقے اور مذاہب' عبادات اور شرعی اصطلاحات' اسم عدد' اسم ضمیر' اسم اشارہ۔ ضمیمہ نمبر ۲ میں اسمائے نکرہ' تیسرے میں لغت ذوی الاضداد اور اضداد کی مختصر فہرست' چوتھے میں افعال (ع کلمہ کی حرکت سے مصدر میں فرق وغیرہ) اور پانچویں میں متفرقات (جامع اسماء' غلط العام' مشتبہ الفاظ اور محاورات وغیرہ) گویا لغت کے بعد تاریخ اور جغرافیہ کے ساتھ ساتھ صرف ونحو کی تعلیم کا بھی عمدہ اہتمام کر دیا گیا ہے ہم مولانا کی اس محنت و کاوش کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اہل تحقیق کے لیے بہترین کتاب مرتب کر دی ہے بلکہ عربی زبان کے طالب علموں کے لیے ایک ہی جگہ نہایت مفید معلومات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان کی یہ محنت قرآن کریم کی ایک بیش بہا خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور مرتب کو جزائے خیر سے نوازے۔

(۵)

ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور　　تبصرہ نگار: سید افروغ حسن　　اکتوبر ۱۹۹۲ء

قرآن مجید کی زبان عربی مبین ہے جو اپنی وسعت میں بے پایاں ہے۔ ایک مفہوم کو بیان کرنے کے لیے اگر اردو زبان میں صرف ایک لفظ ہے تو قرآن مجید میں اسی مفہوم اور اسی مطلب کے لیے متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ''گرنا'' کے لیے ۱۹/ الفاظ ''سامان'' کے لیے ۱۵ ''ہلاک کرنا'' کے لیے ۱۳ ''آواز'' کے لیے ۲۰' اور ''روکنا'' کے لیے ۱۵/ الفاظ استعمال میں آئے ہیں۔ یہ الفاظ ہم معنی ضرور ہیں مگر ان سب کے مفہوم اور معانی میں ایک نہایت لطیف اور نازک فرق ہے۔ مثلاً ''جماعت'' کے لیے قرآن مجید میں چودہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ہر ایک کا مفہوم جدا ہونے کے باوجود وہ سب کے سب ''جماعت'' کے مفہوم میں مشترک ہیں جس کا اندازہ ذیل کے گوشوارے سے کیجیے۔

۱۔ جمیع (ج م ی ع) کسی بھی موقع پر جمع شدہ لوگ۔

۲۔ رھط (ر ھ ط) اس جماعت کا سردار جس میں ایک ہی خاندان کے دس تک نوجوان شامل ہوں۔

۳۔ شرذمۃ (ش ر ذ م ۃ) کمزور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

۴۔ عصبۃ (ع ص ب ۃ) طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

۵۔ طائفۃ (ط ا ء ف ۃ) ایک رائے اور ایک مذہب کے لوگ۔

۶۔ فئۃ (ف ء ۃ) ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔

۷۔ فرقۃ (ف ر ق ۃ) کسی بڑی جماعت سے الگ ہونے والی چھوٹی جماعت۔

۸۔ ثُلۃ (ث ل ۃ) کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔

۹۔ زُمرۃ (زم رۃ) کسی بڑی جماعت کے بکھرے ہوئے ٹولے جو نقل وحرکت کر رہے ہوں۔

۱۰۔ عِزین (ع ز ی ن) ایک ہی نسب کے لوگ۔

۱۱۔ حزب (ح ز ب) لشکر، سیاسی پارٹی۔

۱۲۔ معشر (م ع ش ر) کسی مخصوص مقصد کی حامل جماعت کے کل افراد۔

۱۳۔ ثقلان (ث ق ل ا ن) دو بڑی مخلوقات یعنی جن اور انسان۔

۱۴۔ اُمّۃ (ا م ۃ) ایک امام کے متبع ہم عقیدہ لوگ۔

فاضل مصنف نے مترادف الفاظ کے معانی ومفاہیم کا یہ نازک فرق قرآن مجید اور عربی کی مستند لغات کے حوالوں سے واضح کیا ہے اور اردو الفاظ کے ۳۷۷ عنوانات قائم کر کے ان کے تحت ۳۱۰۰ مترادف الفاظ کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ اس طرح یہ فہرست کتاب کے تقریباً ۹۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

کتاب میں نہایت مفید پانچ ضمیموں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

ضمیمہ نمبر ۱: اس میں قرآن مجید میں مذکور تمام اسمائے معرفہ جمع کر کے ان کے متعلق جامع معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس طرح نبیوں، فرشتوں، آسمانی کتابوں، ملکوں، شہروں، وادیوں اور اہل خیر اور اہل شر افراد کے حالات ایک جگہ آ گئے ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۲: قرآن میں مذکور جملہ اسمائے نکرہ کے متعلق معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۳: اس میں قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی فہرست تیار کی گئی ہے جن کے اضداد بھی کتاب الٰہی میں مذکور ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۴: اس میں ایسے تمام افعال کی فہرست درج ہے کہ اگر ان کے ''ع'' کلمے کے اعراب میں تبدیلی آ جائے تو ان کے معانی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ''بَصَرَ یَبْصُرُ'' کے معنی ہیں ''آنکھوں سے دیکھنا'' جب کہ ''بصر یبصر'' کے معنی ہوں گے ''سوچنا سمجھنا''

ضمیمہ نمبر ۵۔ اس میں متفرقات کے تحت چند جامع اسماء، غلط العام، چند مشتبہ الفاظ اور لغوی اور شرعی معنوں میں فرق کے موضوعات پر نہایت مفید علمی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب نے اپنی جامعیت کی بنا پر قرآن مجید کی ایک مکمل اور مستند لغت کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ قرآنی علوم کے وہ شائقین جو کتاب اللہ کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور اس

کے اعجاز بیان کی محیر العقول نزاکتوں اور لطافتوں کے انوار سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرنے کے متمنی ہوں ان کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب اپنے اس علمی شاہکار پر اہلِ اسلام کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۶)

تبصرہ نگار طالب ہاشمی

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اب تک مختلف علمی موضوعات پر ان کی متعدد بلند پایہ تالیفات اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کے قلم نے جہاں دورِ حاضر کے کئی فتنوں کا بھرپور تعاقب کیا ہے وہاں بہت سے دینی' معاشرتی' معیشی اور متفرق دوسرے مسائل پر بھی حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جسے حقیقی معنوں میں ایک معرکۃ الاراء علمی کاوش اور اپنے موضوع پر منفرد شاہکار کتاب کہا جا سکتا ہے۔ فاضل مولف نے اس کی تالیف میں بڑی ریاضت' عرق ریزی اور تحقیق کی ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر ہدیۂ تحسین و ستائش کے مستحق ہیں۔

قرآن کریم میں سینکڑوں مترادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ کے بارے میں فاضل مولف نے تحقیق کر کے شرح و بسط اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات کے ساتھ بتلایا ہے کہ ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ اور وہ مختلف مقامات پر کن معنوں اور مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی مترادفات کی نہایت دلچسپ علمی اور ادبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کتاب کے پیش لفظ کے آخر میں فاضل مولف نے قارئین سے مخاطب ہو کر اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

"اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین لفظ کون سا ہو سکتا ہے۔ اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا فرق ذہن نشین کرنے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے کہ قرآن کریم کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اُتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

ہم فاضل مولف کے اس خیال کی پوری تائید کرتے ہیں "مترادف القرآن" بلا شبہ اپنے

موضوع پر نہایت گرانقدر کتاب ہے۔ قرآن حکیم سے شغف رکھنے والے اردو دان طبقے اور عربی زبان کے طلبہ کے لیے تو یہ ایک ایسا گراں بہا تحفہ ہے جس کا کوئی بدل ہی نہیں اور ہماری ناچیز رائے میں اس کتاب سے علماء کی معلومات میں بھی اضافہ ہو گا۔ کتاب صوری و معنوی ہر طرح کی خوبیوں سے مالا مال ہے۔

اس کتاب میں مترادفات کی لغت اور ان کے مطالب و مفاہیم کا سلسلہ اور اردو عنوانات کے تحت بہ ترتیب حروف تہجی ا سے ی تک ۹۰۴ صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔ باقی کے سو صفحات چند نہایت مفید ضمیموں پر مشتمل ہیں۔ ضمیمہ نمبر۱ میں قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسل کے مختصر حالات زندگی' فرشتوں جبریل' میکائیل' ہاروت و ماروت وغیرہ کا تذکرہ' کتب سماوی' ذوالقرنین' حضرت مریم' حضرت زید' لقمان' طالوت' ابولہب' جالوت' سامری' فرعون' قارون اور ہارون کے تذکرے' معبودان باطل' مختلف ملکوں' شہروں علاقوں' پہاڑوں اور وادیوں وغیرہ کی تفصیل درج ہے ضمیمہ نمبر۲ میں قرآن میں مذکور جانوروں' پرندوں' درختوں' پھلوں' ہتھیاروں' رنگوں' گھریلو اشیاء' اور اعضائے بدن وغیرہ کی تفصیل ہے۔ ضمیمہ نمبر۳ لغت ذوی الاضداد پر مشتمل ہے ضمیمہ نمبر۴ میں افعال کے ع کلمہ کی حرکت یا مصدر کی تبدیلی سے معانی میں تبدیلی کی تفصیل ہے ضمیمہ نمبر۵ متفرقات پر مشتمل ہے مثلاً غلط العام' چند محاورات' مشکل مادے مشتبہ الفاظ وغیرہ درج ہے۔ بلا شبہ ان ضمیموں نے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو دارین میں اس تالیف کا اجر عطا فرمائے (آمین) ہمیں امید ہے کہ ملک کے تعلیمی ادارے' کتب خانے اور اہلِ علم حضرات اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

(۷)

ماہنامہ محرمین جہلم | تبصرہ نگار: اکرام اللہ ساجد کیلانی | جون ۱۹۹۳ء

مولانا عبدالرحمان کیلانی آج سے چند ہی سال پیشتر محض ایک خوشنویس تھے، اور کتابت ہی ایک طویل عرصہ تک آپ کا شغل اور ذریعہ آمدنی رہا۔ آپ نے مختلف رسم الخطوط میں قرآنِ مجید کے کئی نسخے اپنے ہاتھ سے کتابت کیے، اسی دوران اپنے بیٹوں کو دینی و دنیوی اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی ـــــ ہونہار اور صالح اولاد نے بفضلِ ایزدی جب آپ کو فکرِ معاش سے آزاد کر دیا تو اچانک آپ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس میدان میں آپ کی آمد" دیر آید، درست آید" کی مصداق ثابت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ

میں آپ نے متعدد ضخیم کتب تصنیف کر ڈالیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مختلف اخبارات و جرائد مثلاً ترجمان الحدیث، محدث، منہاج وغیرہ سے قلمی تعاون بھی جاری رہا ۔۔۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور ''محدث'' کے تو آپ مستقل لکھنے والوں میں سے ہیں۔ طرفہ یہ کہ لاہور میں اپنی رہائش گاہ کے ساتھ ہی لڑکیوں کے ایک دینی مدرسہ (جو آپ کی اہلیہ مرحومہ کی یادگار ہے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ !) کے مہتمم بھی ہیں اور بڑی خوبی سے اس کے جملہ انتظامات سنبھالے ہوئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک تن تنہا آدمی کس طرح ان گوناگوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہا ہے ؟ مختصراً، مولانا اپنی ذات میں گویا ایک پوری انجمن ہیں اور اس بڑھاپے میں بھی کارکردگی اور صحت کے لحاظ سے نوجوانوں تک کے لیے قابلِ رشک ! ۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جیسا کہ ذکر ہوا، مولانا کیلانی صاحب بس ایک کامیاب خوشنویس تھے، اور کسی بھی مدرسے کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہیں ۔۔۔ اس کے باوجود جب آپ علمی میدان میں اترے تو انتہائی دقیق اور مشکل ترین موضوعات پر قلم اٹھایا اور پھر ان کا حق بھی ادا کر دیا ۔۔۔ زیرِ نظر کتاب سے قبل آپ کی کئی کتابیں منظرِ عام پر آ کر قارئین سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں، جن میں اسلام کا ضابطۂ تجارت، خلافت و جمہوریت، آئینۂ پرویزیت، عقل پرستی اور انکارِ معجزات، شریعت و طریقت اور مترادفات القرآن بالخصوص قابلِ ذکر ہیں ۔۔۔ مؤخر الذکر ''مترادفات القرآن'' تو اپنی طرز کا ایک ایسا منفرد، علمی شاہکار ہے، جسے اللہ نے چاہا تو شہرتِ دوام حاصل ہو گی۔ ایک ہزار سے زائد صفحات کی اس کتاب میں آپ نے قرآنِ مجید کے ہم معنیٰ اور مترادف الفاظ کے معانی کا فرق تبلایا ہے ۔۔۔ مثلاً ''ڈرنے'' کے معنوں میں قرآنِ مجید میں ''خوف، خشیۃ، حذر، وجل، وجس، تقویٰ اور رھب'' وغیرہ مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ نے ان تمام الفاظ کا ذیلی فرق واضح کیا اور حتی الامکان یہ تبلایا ہے کہ قرآنِ مجید کے فلاں مقام پر ان میں سے فلاں لفظ کے استعمال میں کیا حکمت اور مصلحت ہے ؟ ۔۔۔ قرآنِ مجید کی یہ ایک ایسی خدمت ہے جو ایک طرف اگر قرآنِ مجید کے طالب علموں کے لیے انتہائی نفع بخش ثابت ہو گی، تو دوسری طرف ان شاء اللہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو گی۔

فہرست عنوانات "مترادفات القرآن مع فروق اللغویہ"

بہ ترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	الف ممدودہ	
۱	آباد ہونا	سَكَنَ۔ تَبَوَّأَ (بوء) ثَوٰى۔ بدا (بدو) حَضَرَ۔ خَلَدَ۔ عَاشَ۔ غَنِيَ (۸)
۲	آباد کرنا	اَسْكَنَ۔ بَوَّأَ۔ عَمَرَ۔ اٰوٰى (۴)
۳	آخرت	اُخرت۔ دارالاخر۔ یوم الاخر۔ دار القرار۔ یوم البعث (۵) نیز دیکھیے "قیامت"
۴	آدمی (انسان)	انس۔ انسان۔ ناس۔ اِنسِیًّا۔ اناسی۔ ادم۔ بشر (۷)
۵	آرام کرنا	سَكَنَ۔ سَبَتَ۔ اِرْتَفَقَ (۳)
۶	آرزو کرنا	اَمَلَ۔ اُمْنِيَة۔ وَدَّ (۳)
۷	آڑ	برزخ۔ حجر۔ حجز۔ حد (۴)۔ نیز دیکھیے "پردہ" اور "دیوار"
۸	آزاد	حُرّ۔ مُحْصِن۔ سُدًى (۳)
۹	آزاد کرنا	حَرَّرَ۔ طَلَّقَ۔ سَرَّحَ (۳) نیز دیکھیے "رخصت کرنا"
۱۰	آزمائش کرنا	اِمْتَحَنَ۔ بَلٰى اور ابتلٰى۔ فَتَنَ (۳)
۱۱	آسان	یسیر۔ هَيِّنٌ (۲)
۱۲	آسمان	سماء۔ فلك (۲)
۱۳	آسیب زدہ کرنا	تخبّط۔ اِعْتَرٰى (عرو) (۲)
۱۴	آگ	نار۔ لَظٰى (۲)
۱۵	آگ کا انگارہ	شهاب۔ جذوہ۔ قبس (۳)
۱۶	آگ جلنا۔ جلانا	قَدَحَ۔ اَوْرٰى (وری) اَوْقَدَ اور اِسْتَوْقَدَ۔ تَقَبَّسَ۔ سَعَّرَ۔ سَجَّرَ۔ تَلَظّٰى (۷)
۱۷	آگ کا دوسری چیزوں کو جلانا	لَوَّحَ۔ لَفَحَ۔ شوی۔ صهر۔ نفح۔ حَرَّقَ اور اِحْتَرَقَ (۶)
۱۸	آگ بجھنا۔ بجھانا	خَمَدَ۔ خَبَا (خبو) طَفَأَ (۳)
۱۹	آگاہ ہونا	شَعَرَ۔ ظَهَرَ۔ عَثَرَ۔ عَلِمَ۔ خَبَرَ (۵)
۲۰	آگاہ کرنا۔ بتلانا	اَشْعَرَ۔ اَظْهَرَ۔ عَلَّمَ۔ ادرٰى۔ حَدَّثَ۔ عَرَّفَ۔ اَطْلَعَ۔ نَبَّأَ۔ دَلَّ (۹)
۲۱	آگے (سامنے)	قُبُل اور قِبَل۔ بَيْنَ يَدَيْ (۲)
۲۲	آگے آنا۔ بڑھنا	قدّم اور استقدم۔ سبق اور استبق۔ اَقْبَلَ اور اِسْتَقْبَلَ (۳)
۲۳	آگے بھیجنا	قدّم اور اَسْلَفَ (۲)
۲۴	آلاتِ جنگ	اَسْلِحَة۔ اَوْزَار۔ جُنْد۔ شَوْكَة (۴)
۲۵	آنا	جَاءَ۔ اَتٰى۔ هَيْتَ۔ هَلُمَّ۔ تَعَالَ۔ (۵)
۲۶	آنکھ	عَيْن۔ عِين۔ حُور۔ بَصَر (۴)
۲۷	آوارہ پھرنا	تَاهَ (تیہ) هَامَ (هیم) (۲)
۲۸	آواز اور اس کی اقسام	صوت۔ صدّ۔ صریخ۔ همس۔ حسیس۔ مکاء۔ تصدیہ۔ ضبح۔ خوار۔ زفیر۔ شهیق۔ لهث۔ رکز۔ صیحۃ۔ صاخۃ۔ تغیظ۔ هدّ۔ غلی۔ صلصال۔ قارعۃ (۲۰)
۲۹	آہستہ آہستہ (کرنا)	روید۔ رخاء۔ عرف۔ یسر۔ استدراج۔ دلّی (۶)
	الف مقصورہ	
۱	ابلنا۔ جوش مارنا	غلی۔ نضخ۔ فار (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ابھار	کَعْبَ - حَدْبَ - اَمْتَ - نَجْدَ - سَمْكَ (۵)
۳	ابھارنا	حَرَّضَ - حَضَّ - حَثَّ - اَزَّ - جَرَمَ - (۵)
۴	آتارنا - اترنا	نَزَلَ - نَزَّلَ اَنْزَلَ - تَنَزَّلَ - حَلَّ اور اَحَلَّ - هَبَطَ - وَضَعَ خَلَعَ - (۵)
۵	اِترانا - تکبر کرنا	فَرِحَ - بَطِرَ - مَرَحًا - اِخْتَالَ (خيل) فَخَرَ - اَشَرَ تَمَطّٰى - تَكَبَّرَ - فَرِهَ - (۹)
۶	اٹکل پچو، من گھڑت باتیں کرنا	خَرَصَ - اِخْتَلَقَ - اِفْتَرَاءَ - تَقَوَّلَ - (۴)
۷	اٹھانا	حَمَلَ - نَاءَ (نوء) وَزَرَ - اَثَارَ (ثور) اَقَلَّ - بَعَثَ - اَنْشَرَ اَنْشَزَ - لَقَطَ اور لَقَحَ (۱۰)
۸	اٹھنا	اِنْبَعَثَ - نَشَرَ - نَشَزَ - قَامَ (۴)
۹	اجازت لینا - دینا	استاذن اور اَذِنَ - اِسْتَاْنَسَ (۲)
۱۰	اجڈ	عُتُلّ - فَظّ - اَعْرَاب (۳)
۱۱	اچانک	اِذْ اور اِذَا - بَغْتَةً (۲)
۱۲	اچھا - خوب - بہتر	نِعْمَ - خَيْرٌ - حَسَنَ - اَمْثَلُ اور مُثْلٰى - جَمِيْلٌ - (۵)
۱۳	اچنبھا (اجنبی) ہونا	نُكُرَ - عَجَبَ - جُنُب (۳)
۱۴	احسان کرنا	فَضَّلَ - مَنَّ - اَنْعَمَ - اَحْسَنَ (۴)
۱۵	اختیار (رکھنا)	خِيَرَة - مَلَكَ - وَلَايَة - اَمْكَنَ (۴)
۱۶	اختیار کرنا	اِسْتَحَبَّ - تَحَرّٰى (حرو) (۲)
۱۷	ادھار	قَرْض - دَيْن - (۲)
۱۸	ارادہ کرنا (قصد کرنا)	اَرَادَ - عَزَمَ - اَبْرَمَ - هَمَّ - اَمَّ - تَيَمَّمَ (يمم) تَحَرّٰى (۷)
۱۹	اَڑنا	اَصَرَّ - مَرَدَ - لَجَّ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۰	اڑنا - اڑانا	طَارَ اور استطار - اَذْرٰى - نَسَفَ (۴)
۲۱	اشارہ کرنا	اَشَارَ - رَمَزَ - تَغَامَزَ - عَرَّضَ (۴)
۲۲	اطاعت و تابعداری پیروی فرمانبرداری	تَبِعَ - اِقْتَدَاء - اُسْوَة - اَطَاعَ - اِسْتَجَابَ - اَسْلَمَ - قَنَتَ - اَذْعَنَ (۸)
۲۳	اعتدال	قَصْد - وَسَط - تَقْوِيْم (۳)
۲۴	اعمال نامہ	طَائِر - قِطّ - كِتَاب - صُحُف (۴)
۲۵	افسوس	وَيْل - لَيْتَ - اَسَفٰى - اَسٰى (۴)
۲۶	اقتدار بخشنا	مَكَّنَ - اِسْتَخْلَفَ (۲)
۲۷	اقرار کرنا	اَقَرَّ - اِعْتَرَفَ - شَهِدَ (۳)
۲۸	اکٹھا کرنا	جَمَعَ - اِجْتَمَعَ - حَشَرَ - اِدَّخَرَ - خَزَنَ - وَسَقَ اور اِتَّسَقَ - كَفَتَ - لَمَّ - حَصَّلَ - مَثَابَةً (۱۰)
		اکڑنا ــــ دیکھیے اترانا
		اکسانا ــــ دیکھیے ابھارنا
۲۹	اکھاڑنا - اکھڑنا	اِجْتَثَّ - اِنْقَعَرَ (۲)
۳۰	اکیلا	اَحَد - وَحِيْد - فَرْد - فُرَادٰى (۴)
۳۱	اگر	اِنْ - اِمَّا - لَوْ (۳)
۳۲	الٹ دینا، اوندھا کرنا، ہونا	اَرْكَسَ - اِئْتَفَكَ - جَثَمَ - كَبَّ - كَبْكَبَ - قَلَبَ اور تَقَلَّبَ - نَكَسَ اور نَكَّسَ (۷)
	الٹ پلٹ کرنا	کے لیے دیکھیے "آزمائش کرنا" اور "الٹ دینا"
۳۳	الگ (جدا یا علیحدہ) کرنا	فَرَقَ - فَتَقَ - عَزَلَ - جَنَبَ - مَازَ (ميز) زَيَّلَ (۶)
۳۴	الگ ہونا	تَفَرَّقَ - اِعْتَزَلَ - تَجَنَّبَ - اِمْتَازَ - تَزَيَّلَ - خَلَا - خَلَصَ - فَصَلَ - اِنْتَبَذَ - تَجَافٰى (جفو) (۱۰)
۳۵	امید لگانا	اَمَلَ - مَنّٰى - رَجَا (رجو) (۳)
	انبار - انبوہ	کے لیے دیکھیے "وافر - بہت"
	انتخاب کرنا	" " "چن لینا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳۶	انتڑیاں	حَوَایَا ۔ اَمْعَاء (۲)
۳۷	انتظار کرنا	اِنْتَظَرَ ۔ اِرْتَقَبَ ۔ تَرَبَّصَ (۳)
۳۸	انجام (کار)	مُنْتَہٰی ۔ عَاقِبَۃ ۔ مَصِیْر (۳)
۳۹	اندازہ لگانا	خَرَصَ ۔ قَدَّرَ (۲)
۴۰	اندر	خِلَال ۔ جَوْف ۔ بَاطِن اور بطائن ۔ (۳)
۴۱	اندھا	اَعْمٰی ۔ اَکْمَہ اور عَمِہ (۳)
۴۲	انصاف (کرنا)	قِسْط اور عَدْل (۲)
۴۳	انکار کرنا	اَبٰی ۔ اَنْکَرَ ۔ جَحَدَ ۔ کَفَرَ (۴)
۴۴	انگلیاں	اَصَابِع ۔ اَنَامِل (۲)
۴۵	اوڑھنا	اِسْتَغْشٰی ۔ اِدَّثَرَ ۔ اِزَّمَّلَ (۳)
۴۶	اولاد	اولاد ۔ ذرّیّۃ ۔ اسباط ۔ عَقِب نسل ۔ حفدۃ ۔ آل ۔ اَھْل (۸)
۴۷	اون	صُوْف ۔ عِھْن (۲)
۴۸	اونٹ	اِبِل ۔ بعیر ۔ جَمَل ۔ ھِیم ۔ رکاب ۔ ناقۃ ۔ ضامر ۔ عِشار بُدْن ۔ بحیرۃ ۔ وصیلہ ۔ سائبۃ ۔ حام (۱۳)
	اونچا کرنا	دیکھیے "بلند کرنا"
	اوندھا کرنا	" "الٹ دینا"
۴۹	اونگھ	نُعَاس ۔ سِنَۃ (۲)
۵۰	ایندھن	حَطَب ۔ حَصَب ۔ وَقُوْد (۳)
۵۱	اے (حرفِ ندا)	یا ۔ اَیُّہ اور یَااَیُّھَا (۳)
	ب	
۱	باپ	وَالِد ۔ اَب (۲)
۲	بابرکت ہونا	تَبَارَکَ اور مُبَارَک ۔ اَیْمَن ۔ طُوْبٰی (۳)
۳	بات	قول ۔ حدیث ۔ کَلِمَۃ (۳)
۴	بات کرنا	کَلَّمَ ۔ حَاوَرَ ۔ خَاطَبَ (۳)
۵	بادشاہی	سُلْطَان ۔ مُلْک اور ملکوت (۲)
۶	بادل	سحاب ۔ غمام ۔ عارض ۔ مُعْصِرَات ۔ مُزْن ۔ صَیِّب (۶)
۷	بار (دفعہ ۔ مرتبہ)	مَرَّۃ ۔ کَرَّۃ ۔ تَارَۃ (۳)
۸	بارش	مَطَر ۔ ماء ۔ طَل ۔ وَدْق ۔ غَیْث مِدْرَار ۔ غَدَق ۔ صَیِّب ۔ وَابِل (۹)
۹	باز آنا	اِنْتَہٰی ۔ اِنْفَکَّ (۲)
۱۰	بازو	جَنَاح ۔ عَضُد ۔ ذِرَاع (۳)
۱۱	باغ	جَنَّۃ ۔ حَدِیْقَۃ ۔ رَوْضَۃ (۳)
۱۲	باقی چھوڑنا	اَبْقٰی ۔ اَثْبَتَ ۔ غَادَرَ (۳)
۱۳	بال	شَعْر ۔ وَبَر ۔ صُوْف (۳)
۱۴	بانجھ	عَاقِر ۔ عَقِیْم (۲)
۱۵	باندھنا	رَبَطَ ۔ شَدَّ ۔ غَلَّ (۳)
۱۶	بُت	صَنَم ۔ نُصُب ۔ اَوْثَان ۔ جِبْت طَاغُوْت (۵)
	بتلانا	دیکھیے "آگاہ کرنا"
۱۷	بجلی	بَرْق ۔ رَعْد ۔ صَاعِقَۃ (۳)
۱۸	بچانا	وَقٰی ۔ مَنَعَ ۔ حَجَزَ ۔ اَحْصَنَ جَنَّبَ ۔ عَصَمَ (۶)
۱۹	بچنا	اِتَّقٰی ۔ تَحَصَّنَ ۔ اِجْتَنَبَ ۔ اِسْتَعْصَمَ ۔ حَذِرَ ۔ تَعَفَّفَ (۶)
۲۰	بچہ (لڑکا)	اَجِنَّۃ ۔ وَلِیْد ، مولود ، وَلَد طِفْل ۔ صَبِی ۔ غلام (۵)
۲۱	بچھانا	دَحٰی ۔ طَحٰی ۔ سَطَحَ ۔ فَرَشَ ۔ مَھَدَ ۔ (۵)
۲۲	بچھونا	مِھَاد ۔ فِرَاش ۔ مَضَاجِع (۳)
	بخشنا	دیکھیے "دینا اور معاف کرنا"
۲۳	بخل کرنا	بَخِلَ ۔ اَمْسَکَ ۔ اَدْعٰی ۔ اَکْدٰی ۔ اَقْتَرَ ۔ ضَنَّ ۔ شُحّ ۔ غُلّ (۸)
۲۴	بدبختی	شِقْوَۃ ۔ نَحُوْسَۃ ۔ طَائِر ۔ شُؤم

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		حُسُوم (۵)
۲۵	بددعا دینا	لَعَنَ۔ سَحَقَ۔ بُعْدَ۔ اِبْتَهَلَ (۴)
۲۶	بدصورت بنانا، ہونا	مَسَخَ۔ کَلَحَ۔ قَبُحَ (۳)
	بدفالی اور بدشگونی	دیکھیے "بدبختی" اور "نامبارک"
۲۷	بدکاری۔ بدکار	زنا۔ بغاء۔ فاحشۃ۔ سفح (۴)
۲۸	بدل دینا	بَدَّلَ۔ حَوَّلَ۔ غَيَّرَ۔ حَرَّفَ
		اور تحَرَّفَ۔ نَكَّرَ۔ داوَلَ (۶)
۲۹	بدلہ	بَدَل۔ ب۔ عَدْل۔ اجر۔ جزاء
		ثواب۔ عِقاب۔ وبال۔ کفارۃ
		قِصاص۔ دِيَۃ۔ فِدْيَۃ (۱۲)
۳۰	بدلہ دینا	جَزَى۔ ثَوَّبَ اور آثاب۔ عَذَّبَ
		دَانَ (۴)
۳۱	بدلہ لینا	عَاقَبَ۔ اِنْتَصَرَ۔ اِنْتَقَمَ (۳)
۳۲	بدمست ہونا	نَزَفَ۔ غال (غول) سکر (۳)
	برانگیختہ کرنا	دیکھیے "ابھارنا"
۳۳	برا۔ برائی	بِئْسَ۔ شر اور شریر۔ ساء۔
		سُوء۔ سَيِّئَۃ۔ سَيِّئ۔ قَبُحَ (۴)
۳۴	برا بھلا کہنا	ذَمَّ۔ عَتَبَ۔ لَامَ۔ ثَرَّبَ (۴)
۳۵	برا لگنا	نَقَمَ۔ نكر (۲)
۳۶	برابر ہونا، کرنا	عدل۔ سواء۔ سَوّٰی اور استوی (۴)
۳۷	برباد ہونا۔ کرنا	ضَلَّ اور اَضَلَّ۔ حَبِطَ اور اَحْبَطَ
	ضائع ہونا۔ کرنا	بطل اور اَبْطَلَ۔ اَضَاعَ (۴)
۳۸	برداشت کرنا	حِلْم۔ صَبْر۔ كَظَمَ (۳)
۳۹	بڑا۔ (بزرگ)	کبیر اور اکبر۔ عظیم اور اعظم
		جلیل اور ذوالجلال۔ مجید (۴)
۴۰	بڑائی	کِبْر۔ جَلال۔ جَدّ (۳)
۴۱	بڑھنا۔ بڑھانا	زَادَ اور ازداد۔ کَثُرَ اور کَثَّرَ۔
		عَفَا۔ ضَاعَفَ۔ تَطَوَّعَ۔
		نَفَلَ۔ اَرْبٰی (۷)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۴۲	بستی۔ بستی والے	قَرْيَۃ۔ بَدْو۔ اَعْرَاب (۳)
۴۳	بکری	غَنَم۔ مَعْز (۲)
۴۴	بکھرنا (پراگندہ ہونا)	اِنْبَثَّ۔ اِنْتَشَرَ۔ اِنْتَثَرَ (نثر)
		اِنْفَضَّ۔ اِسْتَطَارَ (طیر) (۵)
	بکھیرنا	دیکھیے "پھیلانا" اور "اڑانا"
	بگاڑ	" "خرابی"
	بگاڑنا	" "خراب کرنا"
	بلانا	" "پکارنا"
۴۵	بلند کرنا	رَفَعَ اور اَنْشَاَ
۴۶	بلند ہونا	عَلَا۔ بَسَقَ۔ شَمَخَ
۴۷	بنانا	جَعَلَ۔ بَنٰى۔ صَنَعَ۔ اِتَّخَذَ (۴)
۴۸	بند کرنا	غَلَّقَ۔ وَصَدَ۔ قَصَرَ۔ قَبَضَ (۴)
۴۹	بُننا	حَبَكَ۔ وَضَنَ (۲)
۵۰	بوجھ	ثِقْل۔ حَمْل اور حِمْل۔ وَقْر
		اور وِقْر۔ وِزْر۔ اِصْر۔ کَلّ
		وَزَن اور مَوَازِين (۷)
۵۱	بوجھل (گراں ہونا)	ثَقُلَ۔ كَلَّ۔ اَدَّ۔ كَبُرَ اور
		كَبِيرَۃ۔ (۴)
	بوجھ اٹھانا	دیکھیے "اٹھانا"
۵۲	بوڑھا	شَيْخ۔ شَيْب۔ کَہْل۔ عَجُوز
		مُعَمَّر۔ عوان۔ فارض (۷)
۵۳	بوسیدہ ہونا	بَلِيَ۔ وَهِيَ۔ رَمَّ۔ رَفَتَ۔
		نَخِرَ (۵)
۵۴	بولنا	لَفَظَ۔ نَطَقَ۔ نَصَحَ۔ اَعْرَبَ
		اَعْجَمَ۔ تَكَلَّمَ اور لَحْن (۷)
۵۵	بہانا اور بہنا	سَالَ اور اَسَالَ۔ اَفَاضَ۔ سَكَبَ
		سَفَكَ۔ سَفَحَ۔ فَجَرَ اور جَرٰی (۷)
۵۶	بہانہ۔ بہانہ بنانا	عَذَرَ۔ عَذَّرَ۔ اِعْتَذَرَ۔ فِتْنَۃ (۴)
۵۷	بہتان	بُهْتَان۔ اِفْك۔ افْتِرَاء (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۵۸	بھٹکنا اور بھٹکانا	ضَلَّ اور اَضَلَّ۔ غوٰی اور اَغْوٰی۔ تَاہَ (۳)
۵۹	بھاگنا۔بھگانا	فَرَّ۔ اَبَقَ۔ زَھَقَ۔ ھَرَبَ۔ اِسْتَنْفَرَ۔ شَرَّدَ (۶)
۶۰	بھائی	اِخْوَۃ۔ اِخْوَان (۲)
	بھاری ہونا	دیکھیے "بوجھل ہونا"
	بھٹکنا	" "بہکنا"
۶۱	بھر جانا	مَلَأَ اور اِمْتَلَأَ۔ دَھَقَ۔ شَحَنَ (۳)
۶۲	بھوک	جُوْع۔ مَسْغَبَۃ۔ مَخْمَصَۃ۔ خَصَاصَۃ (۴)
۶۳	بھولنا۔بھلانا	نَسِیَ اور اَنْسٰی۔ سَھَا۔ ضَلَّ۔ ذَھَلَ (۴)
۶۴	بھوننا	شَوٰی۔ حَنَذَ (۲)
۶۵	بھیجنا	اَرْسَلَ۔ بَعَثَ (۲)
۶۶	بیان کرنا	وَصَفَ۔ قَصَّ۔ ضَرَبَ۔ حَدَّثَ۔ اَبَانَ اور بَیَّنَ۔ صَرَّفَ۔ فَصَّلَ۔ فَسَّرَ (۸)
۶۷	بیٹا۔ بیٹی	ولد۔ولید۔ مولود۔ ابن اور بنت (۲)
۶۸	بیٹھنا	قَعَدَ۔ جَلَسَ۔ جَثَا (۳)
۶۹	بیمار	مریض۔ سقیم۔ حَرَضَ (۳)
۷۰	بیوی	زَوْج۔ حَلَائِل۔ اِمْرَاَۃ۔ صَاحِبَۃ۔ نِسَاء اور اَھْل (۶)
۷۱	بے انصافی کرنا	عَدَلَ۔ قَسَطَ۔ ظَلَمَ۔ حَافَ۔ عَالَ۔ ضَارَ (ضیز) (۶)
	بے خبر ہونا	دیکھیے "غافل ہونا"
۷۲	بے رغبتی کرنا	رَغِبَ عَنْ۔ حُصُوْر۔ زَاھِد (۳)
۷۳	بیزار ہونا	تَبَرَّأَ۔ قَلٰی۔ مَقَتَ (۳)
۷۴	بیشک	اِنَّ۔ اَنَّ۔ لَاجَرَمَ۔ قَدْ (۴)
	بے عزتی کرنا	دیکھیے "برا بھلا کہنا"
۷۵	بے قرار ہونا (کرنا)	فَزِعَ۔ جَزِعَ۔ فَزِعَ۔ کَرَبَ۔ ھَلَعَ۔ اِضْطَرَّ۔ اِسْتَفَزَّ (۷)
۷۶	بے کار ہونا	فَرَغَ۔ عَطَّلَ (۲)
۷۷	بے نصیب	محروم۔ شقی (۲)
	بے نور ہونا	دیکھیے "دھندلانا"
۷۸	بے نیاز	غنی۔ صمد (۲)
	بے وفائی کرنا	دیکھیے "دھوکا دینا"
	بے وقوف	" "نادان"
۷۹	بے ہودہ کلام	لَغْو اور لَاغِیَۃ۔ ھَزْل۔ نَزْغ۔ (۳)
۸۰	بے ہوش ہونا	صَعِقَ۔ سَکَرَ۔ غَمَرَ۔ صَرَعَ۔ غشی (۵)

پ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	پاس	عِنْدَ۔ لَدٰی اور لَدُنْ۔ حَوْلَ۔ تِلْقَاء (۴)
۲	پاک (ستھرا)	سُبْحَان۔ قُدُّوس۔ زَکِیَّۃ۔ طَھُوْر۔ طَیِّب (۵)
۳	پاک کرنا	مَحَّصَ۔ زَکّٰی۔ طَھَّرَ۔ صَفَا۔ بَرَّاَ (۵)
۴	پاکیزگی بیان کرنا	دیکھیے "تسبیح و تقدیس"
۴	پانا	وَجَدَ۔ ثَقِفَ۔ اَلْفٰی۔ اَدْرَکَ (۴)
۵	پانی اور اس کی اقسام	ماء۔ حمیم۔ غساق۔ اٰنٍ اور اٰنِیَۃ۔ غور۔ معین۔ عذب۔ فرات۔ اُجاج (۹)
۶	پانی کے رستے اور ذخیرے	اودیۃ۔ عین۔ انہار۔ سری۔ یم۔ بحر (۶)
۷	پانی مانگنا	اِسْتَسْقٰی۔ اِسْتَغَاثَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۸	پاؤں (پیر)	رِجل۔ قدم (نیز دیکھیے "قدم") (۲)
۹	پتھر	حَجَر اور حِجارۃ۔ حَصَب سِجّیل۔ (۳)
۱۰	پچھلا	آخِر۔ خَلف (۲)
۱۱	پچھتانا	نَدِم۔ حَسَر۔ سُقِطَ فِی یَدِہٖ (۳)
	پراگندہ ہونا	دیکھیے "بکھرنا"
۱۲	پرانا ہونا	بَلِیَ۔ قَدِیم۔ عَتِیق (۳)
۱۳	پردہ	غِطَاء۔ غِشَاوَۃ۔ غُلُف۔ اَکِمَام۔ اَکِنَّۃ۔ سِتر۔ حِجَاب عَورَۃ۔ سُرَادِق (۹)
۱۴	پردہ کرنا	استتر۔ حجب۔ (۲)
۱۵	پرورش کرنا	انشأ۔ اَنبَتَ۔ رَبَا۔ رَبّی کَفَّلَ (۵)
۱۶	پڑھنا۔ پڑھانا	قَرَأ اور اَقرَأ۔ تَلی۔ رَتَّلَ دَرَسَ اور دِرَاسۃ۔ اَملی (۵)
	پسند آنا	دیکھیے "خوش ہونا"
۱۷	پسند کرنا	حَبَّ۔ وَدَّ۔ اِرتَضٰی۔ تَخَیَّرَ (۴)
۱۸	پکارنا	دَعَا۔ نَادٰی۔ اَذَّنَ۔ اِبتَہَلَ جَھَرَ۔ (۵)
۱۹	پکڑنا	اَخَذَ۔ بَطَشَ۔ تَنَاوَشَ۔ قَبَضَ خَطِفَ۔ سَطَا۔ اِعتَصَمَ۔ اِستَمسَکَ۔ دَرَکَ (۹)
	پلٹنا	دیکھیے "پھرنا" اور "لوٹنا"
۲۰	پناہ۔ پناہ گاہ	وَزَر۔ مَوئِل۔ اَکنَان۔ مَلجَأ مَفَازَۃ۔ مَحِیص۔ مُلتَحَد (۷)
۲۱	پناہ مانگنا۔ دینا	اجار اور اِستجار۔ اعاذ اور استعاذ (۲)
۲۲	پوچھنا	سَاَلَ۔ اِستَفتَا۔ اِستَنبَأ (۳)
۲۳	پورا (سارا سب)	کل۔ کامل۔ کَافَّۃ۔ سَلم (۴)
۲۴	پورا کرنا۔ ہونا	تَمَّ اور اَتَمَّ۔ اَکمَلَ۔ اَوفٰی۔ قَضٰی۔ اَسبَغَ (۵)
	پوشیدہ ہونا	دیکھیے "چھپنا"
۲۵	پوشاک	لباس۔ کِسوَۃ (۲)
۲۶	پہاڑ	جَبَل۔ رَوَاسِی۔ طَود۔ صَخرَۃ اَعلام (۵)
۲۷	پہچاننا	عَرَفَ۔ تَوَسَّمَ (۲)
۲۸	پہلا۔ پہل۔ پہلے	اَوَّل اور اُولٰی۔ سَابِق۔ قَبل (۳)
۲۹	پہلو (کروٹ)	جَنب۔ جَنَاح۔ عِطف (۳)
۳۰	پہنچنا	بَلَغَ۔ اَصَابَ۔ افضٰی۔ نال تناوش۔ تعاطی (عطو) وصل مَسَّ۔ وَرَدَ (۹)
۳۱	پہنچانا	اَبلَغَ اور بَلَّغَ۔ اَورَدَ۔ جبا (جبو) اَدلٰی (دلو) (۴)
۳۲	پھاڑنا	خَرَقَ۔ قَدَّ۔ فَطَرَ۔ فَجَرَ۔ مَخَرَ شَقَّ۔ فَلَقَ۔ فَرَقَ۔ مَزَّقَ (۹)
۳۳	پھٹنا	اِنفَطَرَ اور تَفَطَّرَ۔ شَقَّقَ اور اِنشَقَّ اِنفَلَقَ۔ تَصَدَّعَ۔ تَمَیَّزَ (۵)
۳۴	پھرنا	دَارَ۔ طَافَ۔ حَارَ۔ تَقَلَّبَ اور اِنقَلَبَ۔ نَکَصَ۔ اِنصَرَفَ۔ وَلّٰی اور تَوَلّٰی۔ اِرتَدَّ۔ اَدبَرَ (۹)
۳۵	پھیرنا	اَقلَبَ اور قَلَّبَ۔ صرف۔ دَلّٰی رَدَّ۔ لَفَتَ۔ اَفَکَ (نیز دیکھیے منہ پھیرنا۔) (۶)
۳۶	پھسلنا اور پھسلانا	زَلَقَ اور اَزلَقَ۔ زَلَّ اور اَزَلَّ دَحَضَ اور اَدحَضَ۔ ھَالَ۔ زَاوَدَ (۵)
۳۷	پھل	ثَمَر۔ فَاکِھَۃ۔ جَنٰی۔ اُکُل (۴)
۳۸	پھل پکنا	یَنَعَ اور جَنٰی (۲)
	پھوٹنا	دیکھیے "چشمہ پھوٹنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳۹	پھونک مارنا	نَفَخَ - نَقَرَ - نَفَثَ - اَطْفَأَ (۴)
	پھیلنا	دیکھیے بکھرنا
۴۰	پھیلانا	ذَرَاَ - مَدَّ - دَحٰی اور طَحٰی - نَشَرَ - بَسَطَ - بَثَّ (۶)
۴۱	پھینکنا	نَبَذَ - طَرَحَ - رَجَمَ - رمی - قَذَفَ - جَفَأَ (۶)
۴۲	پیاسا	ظمآن - ورد - ھیم - لھث (۴)
۴۳	پیالہ	اکواب - کاس - سقایۃ - صواع (۴)
۴۴	پیپ	غسلین - غساق - صدید (۳)
۴۵	پیٹھ - پشت	ظُھر - دُبر - صُلب (۳)
۴۶	پیچھا کرنا	اِبتغاء - قَصَّ - اَتبَعَ (۳)
۴۷	پیچھے	بَعْدَ - اِدبار - خلف - وراء (۴)
۴۸	پیچھے آنا	خَلَفَ اور خِلْفَۃ - اَرْدَفَ - تَلٰی (۳)
۴۹	پچھوڑنا	اَخَّرَ - خَلَّفَ (۲)
۵۰	پیچھے رہنا	تَاَخَّرَ - خَالَفَ - غَبَرَ (۳)
۵۱	پیچھے کرنا یا ڈالنا	اَخَّرَ - اَرجاء - اَرجَہ - نَسَأَ (۴)
۵۲	،، لگانا۔ لگنا	اَتْبَعَ - تَفٰی اور قَفّٰی - اَغْوٰی (۳)
۵۳	پیچھے کے دوسرے مشتقات	خَنَسَ - اِتَّبَعَ - اِلْتَفَتَ (۳)
۵۴	پیدا کرنا	بَرَأَ - بَدَعَ - فَطَرَ - خَلَقَ - اَنْشَأَ - ذَرَاَ - (۶)
	پیروی کرنا	دیکھیے اطاعت کرنا
۵۵	پیش کرنا	عَرَضَ - اَحْضَرَ (۲)
۵۶	پیشانی	جبین - جبہ - ناصیۃ (۳)
۵۷	پیغمبر	نبی - رسول - ملائکۃ (۳)
۵۸	پیغمبروں کے حریف	ساحر - کاھن - شاعر - مجنون (۴)
۵۹	پینا	شَرِبَ - جَرَعَ - سَاغَ (۳)

ت

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	تابع کرنا	دیکھیے "مسخر کرنا"
	تابعداری کرنا	دیکھیے "اطاعت کرنا"
۱	تارا (اقسام)	نَجْم - کَوَاکِب - خُنَّس - جَوَارِ - کُنَّس (۵)
۲	تاریکی چھانا	عَسْعَسَ - غَسَقَ - غَطَشَ - وَقَبَ - سَجٰی - اَظْلَمَ (۶)
۳	تازہ	طری - رطب - نَضْرَۃ - ناعمۃ (۴)
۴	تاکہ - تاکہ نہ	لِ - کَیْ - ان - کَیْلَا - لِکَیْلَا - لِئَلَّا (۶)
۵	تانبا	قِطْر - مُھْل (۲)
۶	تخت	عرش - ارائک - سریر (۳)
۷	تختہ	دُسُر - اَلْوَاح (۲)
۸	تدبیر - تدبیر کرنا	دَبَّرَ - کَادَ (کید) مَکَرَ - حِیْلَۃ (۴)
۹	ترازو	میزان - قسطاس (۲)
۱۰	تراشنا	نَحَتَ - جَابَ (۲)
	ترغیب دینا	دیکھیے "ابھارنا"
۱۱	ترکاری	قَضْب - بَقْل (۲)
۱۲	تسبیح و تقدیس	سَبَّحَ - قَدَّسَ - حَاشَا (۳)
۱۳	تسکین - تسلّی	سَکِیْنَۃ - اِطْمِیْنَان (۲)
۱۴	تعبیر بتلانا	عَبَرَ - اَوَّلَ - اَفْتٰی (۳)
۱۵	تعریف کرنا	حَمِدَ - شَکَرَ (۲)
۱۶	تعظیم کرنا	عَظَّمَ - وَقَّرَ (۲)
	تقویت دینا	دیکھیے "قوت دینا"
۱۷	تک	اِلٰی - حَتّٰی (۲)
	تکبر کرنا	دیکھیے "اترانا"
۱۸	تکلیف	ضَرّ - ضُرّ - ضَرَّاء - کُرْہًا - اَذًی - مَعَرَّۃ (۶)
۱۹	تکلیف دینا / اٹھانا	ضَرَّ - اَذٰی - کَلَّفَ - شَقَّ - اَکْرَہَ - عَنَتَ اور اَعْنَتَ - سَامَ (۴)
	تلاش کرنا	دیکھیے "ڈھونڈنا"
۲۰	تندرست کرنا - ہونا	شَفٰی - اَبْرَأَ - اَفَاقَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۱	تنگدستی	فقر۔ مَسکنۃ۔ عَیلۃ۔ اَملاق قتر۔ بأساء۔ مَتربۃ (۷)
۲۲	تنگی	عُسر۔ حَرج۔ ضَنک۔ ضِیق۔ حَاجۃ۔ (۵)
۲۳	تنگ کرنا۔ ہونا	ضَاقَ۔ قَدرَ۔ قَبضَ۔ حَصرَ۔ حَفا (۵)
۲۴	توڑنا	نَکثَ۔ نَقضَ۔ اَنقضَ۔ فَقرَ۔ جَذَّ (۵)
۲۵	توفیق دینا	وَفّقَ۔ اَوزَعَ (۲)
	تہمت لگانا	دیکھیے "پھینکنا"
۲۶	تہ بہ تہ	طِباق۔ مَرکوم اور رُکام۔ مُتراکِب۔ نَضِید اور مَنضُود۔ کِسَف۔ (۵)
۲۷	تھکنا	سَئمَ۔ نَصبَ۔ عَیَّ۔ لَغبَ۔ حَسَرَ۔ اَدَّ (۶)
۲۸	تھمنا (رکنا)	سَکنَ۔ سَکتَ۔ رَھواً (۳)
۲۹	تھوڑا	قَلِیل۔ فَتِیل۔ نَقِیر۔ قِطمِیر۔ فَواق (۵)
۳۰	تیار کرنا	ھیّأ۔ اَعدّ۔ اَعتدَ۔ جَھزَ (۴)
۳۱	تیر	سھم۔ زلم (۲)
۳۲	تیز	حَدِید اور حِداد۔ سَلقَ (۲)
۳۳	تیل	زیت۔ دُھن اور دِھان (۲)
۳۴	تیوری چڑھانا	عَبسَ۔ کَلحَ۔ بَسرَ (۳)

ٹ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	ٹکڑا	جُزء۔ قِطع۔ بُقعۃ۔ کِسفہ۔ زُبُر۔ اَنکاث۔ عِضِین۔ جُذاذ۔ فِرق۔ بَعض (۱۰)
۲	ٹوٹنا	تَبّتَ۔ اِنفصمَ۔ تَقطّعَ۔ اِنقضّ (۴)
	ٹھٹھا کرنا	دیکھیے "مذاق اڑانا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳	ٹھنڈا ہونا۔ کرنا	بَردَ اور قرَّ (۲)
۴	ٹھہرنا (رکنا)	سَکنَ۔ رَکدَ۔ جَمدَ۔ رَھواً۔ قَرّ۔ وَقفَ (۶)
۵	ٹھہرنا (آباد ہونا)	لَبِثَ۔ مَکثَ۔ عَکفَ (۳)
	نیز دیکھیے	آباد ہونا
۶	ٹیلہ اور اس کی اقسام	رَبوۃ۔ اَمت حَدب۔ رِیع اَحقاف۔ نَجد (۶)
	ٹیڑھ	عِوج۔ زَیغ۔ زَاغ اور اَزاغ
۷	ٹیڑھا ہونا	اَلحدَ۔ جَار۔ نَکبَ (۵)
۸	ٹیک لگانا	اِتکأ۔ اِرتفق (۲)

ث

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	ثابت ہونا	حَقّ۔ حَصحصَ (۲)
۲	ثابت قدم رہنا رکھنا	ثبت اور اَثبتَ۔ استقام۔ اِصطَبرَ۔ رابط (۴)

ج

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	جاسوسی کرنا	تَجسّسَ۔ سَمعَ (۲)
	جانچنا	دیکھیے "آزمائش کرنا"
۲	جاننا	عَلِمَ۔ اَدریٰ۔ اَحسّ (۳)
۳	جانب (سمت)	جَانِب۔ طَرف۔ وِجھۃ۔ شَطر۔ تِلقاء۔ قِبل (۶)
۴	جب	اِذ۔ اِذا۔ اِذاً۔ لَمّا۔ کُلّما (۴)
	جتلانا	دیکھیے "آگاہ کرنا اور خبر دینا"
	جدا ہونا۔ کرنا	" "الگ ہونا۔ کرنا"
۵	جڑھ	اَصل۔ دَابِر۔ اعجاز (۳)
۶	جسم	جِسم۔ جَسد۔ بَدن (۳)
۷	جکڑنا	اَوثقَ۔ قَرنَ (۲)
۸	جگہ	مقام۔ مکان۔ مُراغم (۳)
۹	جلاوطنی	جلاء۔ نفی (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۰	جلدی کرنا	س اور سوف - سَرِعَ - عَجِلَ اور استعجل - بدر - فور (۵)
	جلنا - جلانا	دیکھیے "آگ"
۱۱	جماعت	جمع اور جمیع - رهط - شرذمة - عصبة - طائفة - فئة - فرقة - ثلة - زمرة - عزین - حزب - معشر - ثقلان - امة (۱۴)
۱۲	جماعت (جانوروں کی)	رکب - خیل - غنم - ابابیل (۴)
۱۳	جن	جن اور جنة - شیطان - مارد - خناس - عفریت (۵)
۱۴	جنت اور اس کے مختلف نام	جنة - جنت عدن - جنة الفردوس - جنة النعیم (۴)
۱۵	جنگ	حرب - قتال - زحف - باس - جهاد - غزی (۶)
۱۶	جننا	وضع - ولد (۲)
۱۷	جواب دینا	اجاب - رجع - افتی (۳)
۱۸	جوانی	حلم - اشد (۲)
۱۹	جوڑا	زوج - شفع (۲)
۲۰	جوڑنا	وصل - خصف - رص (۳)
	جوش مارنا	دیکھیے "ابلنا"
۲۱	جہاں جہاں کہیں	حیث - حیثما - اینما (۳)
۲۲	جھڑکنا	زجر اور ازدجر - نهر (۲)
۲۳	جھکنا (مائل ہونا)	مال - جنح - عنا - صغا - رکن - ماد - خشع - ذل - عال - دنی - جنف - صبا (۱۲)
۲۴	جھکانا	خفض - غض - رکع - نکس (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۵	جھگڑنا	شجر - تنازع - حاج - جدل - مار - خصم - لد - تشاکس (۸)
۲۶	جھوٹ	کذب - باطل - زور - افك (۴)
۲۷	جھوٹ بولنا یا بنانا	کذب - افك - تقول (۳)
۲۸	جھٹلانا	کذب - ابطل (۲)
	جینا	دیکھیے زندہ ہونا - رہنا

چ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	چابی (کنجی)	مقالید - مفاتح (۲)
۲	چادر	خمر - جلابیب (۲)
۳	چارہ	مرعی - اب - عصف (۳)
۴	چاند	قمر - هلال (۲)
۵	چاہنا	شاء - اراد - اشتهی - بغی اور ابتغی - رغب (۵)
۶	چپ ہونا، رہنا	سکت - صمت - انصت (۳)
۷	چراغ	مصباح - سراج (۲)
۸	چرانا	رعی - اسام (۲)
۹	چڑھنا	عرج - رقی - صعد - ظهر - رهق - تسور (۶)
۱۰	چشمہ	عین - ینبوع - سری (۳)
۱۱	چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا	فار - نضخ - انبجس - انفجر اور تفجر - سال - جری - فاض (۸)
۱۲	چلنا	مشی - دب - انطلق - سلك - سرب - سری - داب - مضی - نقب - سار - قفی - رحل (۱۲)
۱۳	چلانا	ساق - حرك - ازجی - سلك - سیر - اسری (۶)
۱۴	چلانا (چیخنا)	نعق - صد - جئر - اصطرخ - صرة (۵)
۱۵	چمٹنا	الحف - لزب - لزم (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۶	چمک۔ چمکنا	بَزَغَ۔ اَشْرَقَ۔ ثَقَبَ۔ سَنَا۔ دُرِّیٌّ (۵)
۱۷	چند	مَعْدُودَۃ۔ بِضْع۔ نَفَر (۳)
۱۸	چن لینا	اِخْتَارَ۔ اِصْطَفٰی۔ اِجْتَبٰی۔ اِسْتَخْلَصَ۔ اِصْطَنَعَ (۵)
۱۹	چوپائے	وحوش۔ بہائم۔ انعام۔ دوّاب (۴)
۲۰	چورہ چورہ (ریزہ ریزہ) کرنا	ھَشِیْم۔ حُطَام۔ غُثَاء۔ ھَبَاء۔ رُفَات۔ بَسَّ۔ دَکَّاءً (۷)
۲۱	چوری کرنا	سَرَقَ۔ غَلَّ (۲)
۲۲	چوکیدار	حَرَس۔ رَصَد۔ مُعَقِّب (۳)
۲۳	چھپنا (غائب ہونا)	غَابَ۔ اَفَلَ۔ غَرَبَ۔ عَزَبَ۔ وَقَبَ۔ بَطَنَ۔ تَوَارٰی یَخْفٰی کَنَّ (۹)
۲۴	چھپانا	کَتَمَ۔ وَارٰی۔ اَکَنَّ۔ اَخْفٰی۔ اَسَرَّ۔ خَبَأَ (۶)
۲۵	چھت	عَرْش۔ سَقْف۔ بِنَاء (۳)
۲۶	چھوڑنا	تَرَکَ۔ ھَجَرَ۔ عَطَّلَ۔ خَلّٰی۔ یَذَرُ۔ وَدَعَ۔ غَادَرَ (۷)
۲۷	چھڑانا	فَکَّ۔ نَقَذَ اور اِسْتَنْقَذَ (۲)
۲۸	چھونا	مَسَّ۔ لَمَسَ اور طَمَثَ (۳) نیز دیکھیے مجامعت کرنا
۲۹	چھیننا	سلب۔ غَصَبَ۔ نَالَ۔ خَطَفَ (۴)
	چیخنا	دیکھیے "چلانا" اور آواز
	چیرنا	قَدَّ۔ مَخَرَ۔ فَطَرَ دیکھیے "پھاڑنا"
	ح	
۱	حاجت	حاجت۔ مآرب اور اِربۃ۔ وَطَر (۲)
۲	حاضر	حاضر۔ شہید۔ عتید (۳)
۳	حال۔ حالت	بال۔ خَطْب۔ دَأْب۔ طَور (۴)
۴	حاکم	حاکم۔ اولی الامر۔ قوّام (۳)
۵	حد سے بڑھنا (زیادتی کرنا)	جَاوَزَ۔ اَسْرَفَ۔ بَغٰی۔ عَدٰی۔ فَرَطَ۔ سَلَقَ۔ غَلَا۔ شَطَطَ (۸)
۶	حد سے کم کرنا	فَرَّطَ۔ قَصَرَ (۲)
۷	حرام	حَرَام۔ سُحْت (۲)
۸	حصّہ	جُزْء۔ زُلَف۔ حَظّ۔ خَلَاق۔ نَصِیْب۔ کِفْل۔ بَعْض (۷)
۹	حفاظت کرنا	حَفِظَ۔ رَعٰی۔ اَحْصَنَ۔ کَلَأَ (۴)
۱۰	حقدار	اَحَقّ۔ اَوْلٰی (۲)
۱۱	حق مہر	صدقۃ۔ اجر۔ فریضۃ (۳)
	حقیر	دیکھیے "ذلیل"
۱۲	حکم۔ حکم دینا	اَمَرَ۔ حَکَمَ، اَذِنَ۔ اوصٰی (۴)
	حلق	دیکھیے، گلا
۱۳	حملہ کرنا	سَطَا۔ اَغَارَ (۲)
۱۴	حیران ہونا	حَیْرَانَ۔ بُہِتَ۔ عَجِبَ (۳)
۱۵	حیض	محیض۔ قروء (۲)
	خ	
۱	خاوند	بَعْل۔ زَوْج۔ سَیِّد (۳)
۲	خبر	خَبَر۔ خُبْر۔ نبا (۲)
	خبر دینا	دیکھیے "بتلانا"
۳	ختم ہونا	نَفِدَ۔ خَتَمَ (۲)
۴	خدمتگار	غُلَام۔ فَتٰی۔ سُخْرِیًّا (۳)
۵	خرابی	خَبَالًا۔ مَعَرَّۃٌ۔ فَسَاد (۳)
۶	خراب کرنا / ہونا	خَرَبَ اور اَخْرَبَ۔ فَسَدَ اور اَفْسَدَ۔ اَعَابَ۔ سَنَّ۔ اَسَنَ۔ سَنِہَ (۶)
۷	خرچ کرنا	اَنْفَقَ۔ بَخِلَ۔ اِقْتَرَ۔ اَسْرَفَ۔ اَسْرَفَ۔ بَذَّرَ۔ اَھْلَکَ (۶)
۸	خرید و فروخت کرنا	بَاعَ اور تَبَایَعَ۔ شَرٰی اور اِشْتَرٰی۔ تَجَرَ (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۹	خزانہ	کَنز۔ قِنطَار۔ خَزَائِن (۳)
۱۰	خشک ہونا	یَبِسَ۔ هَاجَ۔ هَمَدَ۔ جَفَّ۔ غَاضَ (۵)
۱۱	خلاصی چھٹکارا پانا	نَجَات۔ مَنَاص۔ نَقَذَ (۳) نیز دیکھیے "نجات پانا"
۱۲	خلقت مخلوق	بَرِیَّۃ۔ اَنَام۔ جِبِلّاً (۳)
۱۳	خواب	مَنَام۔ رُؤیا۔ اَحلام (۳)
۱۴	خواہش	اَمَل۔ اُمنِیَہ۔ هَوٰی۔ شَهوَۃ۔ وَطَر (۵)
۱۵	خوبصورت	بَهِیج۔ نَاضِرَۃ۔ حِسَان (۳)
۱۶	خوراک لانا	قُوت۔ رِزق۔ مَارَ (میرا) (۳)
۱۷	خوش ہونا۔ کرنا لگنا	رَضِیَ۔ اَسَرَّ۔ بَهِجَ۔ حَبَرَ۔ اِستَبشَرَ۔ طَابَ۔ فَرِحَ۔ فَکِهَ۔ شَمِتَ۔ اَعجَبَ (۱۰)
۱۸	خوشحالی	سَرَّاء۔ نَعمَاء۔ طُوبٰی (۳)
۱۹	خوشے	طَلع۔ قُطُوف۔ قِنوَانٌ (۳)
	خون بہانا	دیکھیے "قتل کرنا"
۲۰	خیانت کرنا	خَانَ اور غَلَّ (۲)
۲۱	خیمہ۔ سائبان	خِیَام۔ ظُلَّۃ۔ سُرَادِق (۳)
	د	
۱	داخل ہونا۔ کرنا	دَخَلَ اور اَدخَلَ۔ وَلَجَ اور اَولَجَ۔ صَلَیٰ اور صَلّٰی۔ سَلَکَ (۴)
۲	داروغہ	خَزَنَۃ۔ مُصَیطِر (۲)
۳	داغ دینا	وَسَمَ۔ کَوٰی۔ شِیَۃ (۳)
۴	دُبلا	عِجَاف۔ ضَامِر (۲)
۵	دراز ہونا۔ کرنا	طَالَ اور تطاول۔ مَدَّ اور مَدَّدَ۔ بَاعَدَ (۳)
۶	درپے ہونا	تَصَدّٰی اور حَفَا (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۷	درخت اور پودے	شَجَرَۃ اور شَجَر۔ نَجم۔ اَثل۔ یَقطِین۔ ضَرِیع۔ زَقُّوم (۶)
۸	درست ٹھیک	صَوَاب۔ حَقّ (۲)
۹	درست کرنا	اَصلَحَ۔ سَوّٰی (۲)
	درگزر کرنا	دیکھیے "معاف کرنا"
۱۰	درمیان	بَین۔ سواء۔ وسط۔ خِلال۔ قَصد (۵)
۱۱	دشمن۔ دشمنی	عدو۔ بغضاء۔ شانئ (۳)
۱۲	دعا دینا۔ کرنا	دَعَا۔ سَلَّمَ۔ حَیَّ۔ صَلّٰی (۴) دفع کرنا دیکھیے "ہٹانا"
۱۳	دل	قلب۔ فواد۔ صدر۔ نفس (۴)
۱۴	دل میں بات ڈالنا	وحی۔ الھام۔ القاء۔ وسواس۔ همزات (۵)
۱۵	دلیل	دَلِیل۔ حُجَّت۔ بَیِّنَہ۔ بُرهَان۔ سُلطَان (۵)
۱۶	دن اور اس کے اوقات	نَهَار۔ یَوم۔ اَلیَوم۔ یَومَئِذٍ (۴)
۱۷	دنیا کے مختلف نام	دُنیَا۔ اَدنٰی۔ عَاجِلَۃ۔ اُولٰی (۴)
۱۸	دُور	بَعِید۔ سَحِیق۔ عَمِیق۔ قَصِیًّا (۴)
۱۹	دور کرنا۔ ہونا	بَعُدَ اور بَاعَدَ۔ قَصَا۔ نَأیٰ۔ کَفَّرَ۔ قَضٰی (۵)
۲۰	دوڑنا	سَرَعَ۔ سَعٰی۔ زَفَّ۔ رَکَضَ۔ جَمَحَ۔ هَرَعَ۔ نَسَلَ۔ وَفَضَ۔ هَطَعَ۔ ضَبَحَ۔ سَبَقَ اور اِستَبَقَ (۱۱)
۲۱	دوڑانا	اَوضَعَ۔ اَوجَفَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۲	دوزخ اور اسکے مختلف نام	النّار۔ جَهَنَّم۔ جَحِيم۔ سَقَر۔ سَعِير۔ هَاوِيَة۔ غَيّ۔ حُطَمَة (۸)
۲۳	دوزخ کے فرشتے	خَزَنَة۔ زَبَانِيَة۔ مالِك (۳)
۲۴	دوست	قرین۔ رفیق۔ صدیق اور صدیق۔ ولی اور موالی۔ خلیل۔ حمیم۔ ولیجة۔ بطانة۔ خذول۔ اخدان (۱۱)
۲۵	دھتکارنا	زَجَرَ۔ خَسَأَ۔ دَحَرَ (۳)
۲۶	دھندلانا	اِبْيَضَّ۔ اِنْكَدَرَ۔ عَمِيَ اور عُمِّيَتْ (۴)
۲۷	دھواں	دُخَان۔ نُحَاس۔ يَحْمُوم (۳)
۲۸	دھوپ	شَمْس۔ ضُحَى۔ حَرّ۔ حَرُور (۴)
۲۹	دھوکہ دینا	غَرَّ۔ خَدَعَ۔ خَانَ۔ خَذَلَ۔ رَاغَ۔ خَتَرَ (۶)
	دھونا	دیکھیے "نہانا دھونا"
۳۰	دیکھنا	رَأَى۔ نَظَرَ۔ بَصُرَ اور بَصَّرَ۔ آنَسَ۔ رَأَءَ (۵)
۳۱	دیکھنا (کیفیتِ نظر)	شَخَصَ۔ لَمَحَ۔ قَطَعَ۔ عَشَا۔ اَغْمَضَ۔ زَاغَ۔ بَرِقَ (۷)
۳۲	دکھلانا	اَرَى اور اَرَاى۔ بَصَّرَ۔ تَبَرَّجَ (۳)
۳۳	دین	دِين۔ شَرِيعَة۔ مِلَّة (۳)
۳۴	دینا	اٰتَى۔ اَعْطَى۔ اَثَابَ۔ اَدَّى۔ دِيَة۔ وَهَبَ۔ رَفَدَ۔ دَفَعَ اِلَى۔ هدية۔ نِحْلَة (۱۰)
۳۵	دیوار	جِدَار۔ سَدّ۔ رَدْم۔ سُور۔ بُنْيَان (۵)
۳۶	دیوانہ۔ دیوانگی	مَجْنُون۔ خَبَطَ۔ مَفْتُون۔ سُعُر (۴)
	ڈ	
۱	ڈالنا	اَلْقَى۔ سَلَكَ۔ نَبَذَ۔ قَذَفَ۔ اَنْزَعَ۔ اَوْقَعَ (۶)
۲	ڈبونا	اَغْرَقَ۔ صَبَغَ (۲)
۳	ڈرنا	خَافَ۔ خَشِيَ۔ خَشَعَ۔ اِتَّقَى۔ رَاعَ۔ حَذِرَ۔ اَوْجَسَ۔ وَجَفَ۔ وَجِلَ۔ رَهِبَ۔ رَعَبَ۔ اَشْفَقَ (۱۲)
۴	ڈرانا	خَوَّفَ۔ حَذَّرَ۔ اَرْهَبَ۔ اَنْذَرَ۔ اَوْعَدَ (۵)
۵	ڈول	دَلْو۔ ذَنُوب (۲)
۶	ڈھال	جُنَّة۔ عُرْضَة (۲)
۷	ڈھانکنا	جَنَّ۔ غَشِيَ۔ اَغْشَى وغیرہ۔ اَرْهَقَ (۳)
۸	ڈھلنا	زَالَ۔ دَلَكَ (۲)
۹	ڈھونڈنا	طَلَبَ۔ اِبْتَغَى۔ تَجَسَّسَ۔ اِلْتَمَسَ۔ جَاسَ۔ نَقَّبَ۔ تَحَرَّى (۸)
۱۰	ڈھیر ڈھیر لگانا	دیکھیے "وافر، بہت"
	ذ	
	ذائقہ	دیکھیے "مزا"
۱	ذبح کرنا	ذَبَحَ۔ ذَكَّى۔ نَحَرَ (۳)
۲	ذریعہ	سَبَب۔ وَسِيلَة (۲)
۳	ذلت	ذِلَّة۔ صَغَار۔ هُون۔ خِزْي (۴)
۴	ذلیل	اَذِلَّة۔ مَهِين۔ صَاغِر۔ دَاخِر۔ اَرَاذِل۔ اَسْفَل۔ خَاسِئ (۷)
۵	ذلیل کرنا	اَذَلَّ۔ اَهَانَ۔ اَخْزَى۔ فَضَحَ۔ اِزْدَرَى۔ كَبَتَ (۶)
۶	ذمہ داری	ذِمَّة۔ نَحْب (۲)
	ر	
۱	رات	لَيْل۔ بَيَات (۲)
۲	رات کے کام	بَاتَ۔ بَيَّتَ۔ اَسْرَى۔ طَرَقَ۔ نَفَشَ۔ هَجَدَ (۶)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳	راہ۔ راستہ	صِراط۔ طریق۔ سبیل۔ فجّ۔ اِمام۔ ھُدی۔ نجد۔ سبب (۸)
۴	راہ ڈالنا۔ رائج کرنا	سَنّ۔ شرع۔ اِبتدع (۳)
۵	راضی کرنا۔ ہونا	رضی۔ طوّع۔ اعتب (۳)
	راندہ ہوا	دیکھیے "دھتکارنا"
۶	رتبہ پانا	درجۃ۔ زُلفیٰ۔ قرّب۔ مکّن (۴)
	رجوع کرنا	دیکھیے "لوٹنا"
۷	رُخ کرنا	توجّہ۔ اقبل (۲)
	رخصت کرنا	دیکھیے "آزاد کرنا" اور "چھوڑنا" (سرّح۔ طلّق اور ودّع)
۸	ردی۔ ناکارہ	نکد۔ خمط۔ داحضۃ۔ ناقص۔ بخس۔ خبیث۔ ادنیٰ۔ مزجٰۃ (۸)
	رسوائی۔ رسوا کرنا	دیکھیے ذلت۔ ذلیل کرنا"
۹	رسی	حبل۔ سبب (۲)
۱۰	رشتہ دار	اقربون۔ نسب۔ صِھر۔ اِلّ (۴)
۱۱	رضامندی (خوشنودی)	رِضوان اور مرضاۃ۔ وجہ (۳)
۱۲	رغبت کرنا	رغب۔ تنافس (۲)
۱۳	رکھنا	وضع۔ الْقٰی (۲)
۱۴	رنگ	لون۔ صِبغۃ (۲)
	روانہ ہونا	دیکھیے "سفر کرنا"
۱۵	روشنی، روشن کرنا، ہونا	انار اور نور۔ اضاء اور ضیاء۔ نار۔ جلّی اور تجلّی۔ وھج۔ اشرق۔ اسفر۔ ابصر اور مبصرۃ (۸)
۱۶	روزہ دار	صائم۔ سائح (۲)
۱۷	رکنا	منع۔ نہی۔ عوّق۔ عضل۔ امسک۔ صدّ۔ احصر۔ حظر۔ عکف۔ کفّ۔ ثبّط۔ ذاد۔ وزع۔ حبس۔ حجر (۱۵)
۱۸	رُکنا	اِنتہیٰ۔ اکدیٰ۔ اِشمأزّ۔ قلع (۴)
۱۹	روندنا	حطم اور وطأ (۲)
۲۰	رونق	زھرۃ۔ نضرۃ۔ بھجۃ (۳)
	رہنا	دیکھیے "آباد ہونا" اور "ٹھہرنا"
۲۱	ریت	سراب۔ کثیب۔ احقاف (۳)
	ریزہ ریزہ	دیکھیے "چورا چورا"

ز

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	زائد	عفو۔ نافلۃ۔ ضعف (۳)
۲	زبردستی کرنا	اکرہ۔ جبر۔ قہر۔ سخّر۔ رھق (۵)
۳	زخم	قرح۔ جرح (۲)
	زلزلہ	دیکھیے "کانپنا"
۴	زمانہ	دھر۔ عصر۔ قرن۔ حقبۃ۔ ریب المنون (۵)
۵	زمین اور اس کی اقسام	ارض۔ برّ۔ بحر۔ جرز۔ سھول۔ ساھرۃ۔ صعید۔ قیعۃ۔ صفصف۔ عراء۔ زلق۔ صفوان۔ صلد۔ فجوۃ۔ ساحۃ۔ ربوۃ۔ نجد۔ ریع۔ وادی۔ مواطن۔ جدد (۲۱)
۶	زمین بوس ہونا۔ کرنا	دکّ۔ دمدم (۲)
۷	زنجیریں	سلاسل۔ اغلال۔ انکال۔ اصفاد (۴)
۸	زندہ کرنا	احیا۔ بعث۔ انشر (۳)
۹	زندہ ہونا۔ رہنا	حیّ۔ اِستحیاء۔ عاش (۳)
	زیادہ	دیکھیے "وافر۔ بہت"
	زیادہ ہونا۔ کرنا	" "بڑھنا۔ بڑھانا"
	زیادتی کرنا	" "حد سے بڑھنا"
۱۰	زینت	زینۃ۔ زخرف۔ ریش

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
		زُھرۃ - جَمال (۵)
	زینت دینا	دیکھیے "مزین کرنا"
	زینہ	" "سیڑھی"
	س	
۱	ساتھ	مَعَ - بِ (۲)
۲	ساتھی	صاحِب - عشِیر - قرِین - ازواج (۴)
	ساکن ہونا	دیکھیے "تھمنا"
۳	سال	عام - سَنَۃٌ - حَول - حِجَج (۴)
۴	سامان	عَرض - متاع - اثاث - رَحل - وِعاء - جِہاز - زاد - أسلِحۃ - عُدّۃ - نِعمۃ - رِیش - بِضاعۃ - ماعُون - جِذر - مَعایِش (۱۵)
۵	سامنے آنا	أقبَلَ - بَرَزَ (۲)
۶	سانپ	حَیّۃ - جَانّ - ثُعبان (۳)
۷	سب - سارے	کُلّ - کافّۃ - اجمعون (۳)
۸	سپرد (حوالے) کرنا	أکفَلَ اور کَفَّلَ - وَکَّلَ - دَفَعَ إلیٰ - سَلَّمَ - فَوَّضَ - اِستَودَعَ (۶)
	ستارا	دیکھیے "تارا"
۹	سچ	حَقّ - صِدق (۲)
۱۰	سخت	أشَقّ - أشَدّ - أدھیٰ - رابِیۃ - عَصِیب - قَمطَرِیر - قاسِیۃ - غَلِیظ - عَرِم (۹)
۱۱	سختی	قَسوۃ - غِلظۃ - بأساء - کَبَد (۴)
۱۲	سراٹھانا	أقمَحَ - أقنَعَ - عَلا (۳)
۱۲	سردار	سیِّد - مَلَأ - رَھط - أئِمّۃ - نَقِیب (۵)
۱۴	سردی	شِتاء - صِرّ - صَرصَر - نَفحۃ - زَمھرِیر (۵)

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
۱۵	سرکشی کرنا	طَغیٰ - عَتا - عَلا - مَرَدَ (۴)
	سرگردان پھرنا	دیکھیے "آوارہ پھرنا"
۱۶	سرگوشی کرنا	تَخافَتَ - تَناجیٰ اور نجویٰ (۲)
۱۷	سرنگ	نَفَق - سَرَب (۲)
	سزادینا	دیکھیے "عذاب دینا"
	سزاوار	" "لائق ہونا"
۱۸	سستی کرنا	کَسِلَ - وَھَنَ - وَنیٰ - اِستَحسَرَ - بَطَّأ (۵)
۱۹	سفرکرنا	سَفَرَ - سَاحَ - ظَعَنَ - نَفَرَ - ضَرَبَ فِی الأرض (۵)
	سکڑنا	دیکھیے "خشک ہونا"
	سمت	" "جانب"
۲۰	سمجھنا - سمجھانا	شَعَرَ - فَھِمَ - فَقِہَ اور تَفَقَّہَ - عَقَلَ (۴)
	سمیٹنا	دیکھیے "اکٹھا کرنا"
	سنبھالنا	حفاظت کرنا
۲۱	سننا	سَمِعَ - سَمّاع - أسمَعَ - استمع - أذِنَ اور أذُن (۶)
۲۲	سنوارنا	أصلَحَ - زَکّیٰ (۲)
۲۳	سوار ہونا - کرنا	رَکِبَ - اِستَویٰ - حَمَلَ (۳)
۲۴	سوائے	إلّا - دُون - غَیر - وَرَاء - اِستِثناء (۵)
	سوچنا	دیکھیے "غور کرنا"
۲۵	سونا	نَامَ - ھَجَعَ - رَقَدَ - قَالَ (قِیل) ضَجَعَ - تَھَجَّدَ (۶)
۲۶	سیاہ - سیاہی	أسوَد - غَرابِیب - أحویٰ - مُدھامَّتان - قَتَرۃ - مِداد (۶)
۲۷	سیدھا - سیدھی	مُستَقِیم - سَواء اور سویّ - قَصد - سدِید (۴)

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
	سیر کرنا	دیکھیے "چلنا" اور "سفر کرنا"
۲۸	سیر کرانا	سَیَّرَ - اَسْرٰی (۲)
۲۹	سیڑھی	سُلَّم اور مَعَارِج (۲)
۳۰	سیکھنا سکھلانا	عَلَّمَ اور تَعَلَّمَ - تَلَقّٰی - کَلَّبَ (۲)
	ش	
۱	شاخ	فرع - شعب - اَفنان (۳)
۲	شام	رواح - اصیل - عشیا - مسا (۴)
۳	شاید	لَعَلَّ - عَسٰی (۲)
۴	شراب	خَمْر - مَعِیْن - رَحِیْق (۳)
۵	شرمانا	اِستِحیاء - اِستنکف (۲)
	شرمندگی	دیکھیے "پچھتانا"
۶	شروع کرنا	بَدَاَ - طَفِقَ
۷	شرمگاہ	فرج - سَوْءَة (۲)
۸	شریک	خلیط - شریك - نِدّ (۳)
۹	شعلہ	لَهب - شُواظ - نُحاس - ملهج - شهب (۵)
۱۰	شک و شبہ	شك - شُبه - مریة - مَرِیْج - لَبْس - رَیْب (۶)
۱۱	شکل و صورت	هیئة - شکل - صورة - تمثال (۴)
۱۲	شکل و صورت بنانا	صَوَّرَ - خَلَقَ - تَمَثَّلَ (۳)
۱۳	شگاف	فُطُور - فُرُوج (۲)
۱۴	شہر	مدینة - مِصر - بَلَد - دِیار - قَرْیة (۵)
۱۵	شیشہ	زُجاجة - قوارِیر (۲)
	شیطان	دیکھیے "جن"
	ص	
۱	صاف کرنا	مَحَّصَ - طَهَّرَ - صَفَا - مَسَحَ (۴)

نمبر شمار	مضمون	الفاظ متعلقہ
۲	صبح	اسحار - فجر - صبح - اشراق - بُکْرة - غَدَاة - ضُحٰی (۷)
۳	صبح کرنا	اَصْبَحَ - غَدَا (۲)
۴	صبر کرنا	صَبَرَ - قَنَعَ (۲)
۵	صلح	صُلح - سَلَم (۲)
	ض	
۱	ضامن	زعیم - کفیل (۲)
	ضائع کرنا	دیکھیے "برباد کرنا"
	ضد کرنا	" "اڑنا اور مخالفت کرنا"
	ط	
۱	طاقت	طاقة - قوة - مِرّة - رُکن - مَحَل (۵)
۲	طاقت رکھنا	اطاق - استطاع (۲)
	طرف	دیکھیے "جانب"
۳	طریقہ - دستور	طریقة - سُنّة - اُمّة - شریعة - مِنهاج - مَنسَك - شاکِلة - معروف - خُلُق (۹)
۴	طعنہ دینا	طَعَنَ - لَمَزَ - هَمَزَ (۳)
	طلاق دینا	دیکھیے "آزاد کرنا"
	طلب کرنا	" "مانگنا اور چاہنا"
۵	طوق ڈالنا	طوق اور غلّ (۲)
۶	طمع رکھنا	طَمِعَ - حَرَصَ - شَحَّ (۳)
۷	طے کرنا	عَبَرَ - قَطَعَ (۲)
	ظ	
۱	ظاہر ہونا	ظَهَرَ - جَهَرَ - بَدَا - عَثَرَ - تَبَیَّنَ اور اِستَبَانَ - حَصْحَصَ - تَجَلّٰی - شُرَّعًا (۸)
۲	ظاہر کرنا	اَظهَرَ - اَبدَا - اَعثَرَ - جَهَرَ - اَعلَنَ (۵)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	ظلم کرنا	دیکھیے "بے انصافی کرنا"
	ع	
۱	عاجز آنا	عَجَزَ - عَيَّ - اِسْتَكَانَ (۳)
۲	عاجزی کرنا	اَخْبَتَ - خَشَعَ - خَضَعَ - تَضَرَّعَ (۴)
۳	عالم	عَالِم - اَحْبَار - قِسِّيْسِيْن (۳)
۴	عبادت گاہیں	صَوَامِع - بِيَع - صَلَوَات - مَسَاجِد (۴)
۵	عذاب سزا	عذاب - عِقَاب - بأس - نكير - نكال - وبال - مثلت (۷)
۶	عذاب دینا	عذّب - نكّل (۲)
۷	عذاب کی اقسام	حُسْبَان - حَاصِب - صَيْحَة - رَجْفَة - رِجْز - خَسْف (۶)
۸	عزت بخشنا	اَعَزَّ - اَكْرَمَ - كَرَّمَ (۳)
۹	عزت والا - معزز	اَكْرَم - مُكْرَم - حرام اور مُحَرَّم - وَجِيه (۴)
۱۰	عقل - عقلمند	حِجْر - عَقَل - حُلُم - اُولِي الْاَلْبَاب - اُولِي الْاَبْصَار - اُولِي النُّهٰى (۶)
۱۱	عقل کھو دینا	اِسْتَفَزَّ - اِسْتَخَفَّ (۲)
۱۲	عورت	اُنْثٰى - اِمْرَاَة - نِسَاء - نِسْوَة (۴)
۱۳	عہد - وعدہ	وعده - وعيد - موعدة اور ميعاد - عهد - ذمّة - اِصْر - ميثاق - عقود (۶)
	غ	
۱	غار	غار اور مغارات - كهف (۲)
۲	غافل ہونا کرنا	غفل اور اغفل - سَهَا - سَمَدَ - اَلْهٰى (۴)
۳	غالب آنا، ہونا کرنا	ظَهَرَ - عَزَّ - غلب - اِسْتَعْلٰى - قَهَر (۵)
	غائب ہونا	دیکھیے "چھپنا"
۴	غبار	غَبَرَة - نَقْع - هَبَاء (۳)
	غروب ہونا	دیکھیے "چھپنا"
	غرور کرنا	" "اترانا"
۵	غصہ	سَخَط - غَيْظ - غَضَب - حرد (۴)
۶	غصہ دلانا	اَسْخَطَ - غَاضَ - اٰسَفَ (۳)
۷	غم	غَمّ - حُزْن - بَثّ (۳)
۸	غمگین ہونا	حَزِنَ - اَسِيَ - اَبْلَسَ - اِسْتَيْئَسَ (۴)
۹	غور کرنا	تَفَكَّرَ - تَدَبَّرَ - تَفَقَّهَ - اِدَّكَرَ - اِسْتَنْبَطَ (۵)
	ف	
۱	فائدہ دینا	نَفَعَ - مَتَّعَ - رَبِحَ - مآرب (۴)
۲	فتح ہونا - دینا	فَتَحَ - اَظْفَرَ (۲)
	فخر کرنا	دیکھیے "اترانا"
۳	فراخی - آسودگی	مَيْسَرَة - طَوْل - بَسْطَة - سَعَة (۴)
۴	فراخ ہونا - کرنا	رَحُبَ - وَسِعَ - تَفَسَّحَ (۳)
۵	فرشتہ	مَلَك - رُوح (۲)
۶	فرق	بُعْد - تفاوت (۲)
۷	فرقہ - گروہ	فِرْقَة - فريق - طائفة - زُمَر - شيعة - اُناس (۶)
	فرمانبرداری کرنا	دیکھیے "اطاعت کرنا"
۸	فریاد رسی	اِسْتَجَابَ - اَصْرَخَ (۲)
۹	فریاد کرنا	استصرخ - استغاث (۲)
۱۰	فساد کرنا - ڈالنا	اَفْسَدَ - عَثَا - نَزَغَ (۳)
۱۱	فضول باتیں کرنا	اَلْغٰى - خَاضَ - فَكِهَ - سَمَرَ - هَجَرَ (۵)
۱۲	فضول خرچی کرنا	اَسْرَفَ - بَذَّرَ (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
١٣	فضیلت دینا	فَضَّلَ - كَرَّمَ (٢)
١٤	فیصلہ کرنا	فَتَحَ - فَصَلَ - حَكَمَ - قَضٰى - حَتَمَ (٥)
	ق	
١	قابو پانا	قَدَرَ - اَقْرَنَ - اِسْتَحْوَذَ - اِحْتَنَكَ (٤)
٢	قافلہ	سَيَّارَة - عِيْر - رَكْب (٣)
٣	قبر	قبر - مرقد - جَدَث (٣)
٤	قبول کرنا	قبل اور تقبل - اجاب اور استجاب (٢)
٥	قبیلہ - خاندان	شعوب - قبائل فصیلة - رهط عشیرة - اسباط (٦)
٦	قتل کرنا	قَتَلَ - سَفَكَ - حَسَّ - اَثْخَنَ (٤)
٧	قدم	قدم - خطوة - اثر (٣)
٨	قرار پکڑنا	قَرَّ - استوٰی (علی)
٩	قرآن کے مختلف نام	قرآن - فرقان - ذکر اور تذکرة کتاب مبین - حدیث (٥)
١٠	قربانی کا جانور	بُدْن - نُسُك - هَدْی - قَلَائِد (٤)
	قرض	دیکھیے "ادھار"
	قریب ہونا - کرنا	" " نزدیک ہونا - کرنا
١١	قسم اٹھانا	وَ - تَ - قسم - یمین - حلف - اَلِيَّة - ایلاء (٧)
١٢	قسم توڑنا	نکث - نقض - حنث (٣)
١٣	قلعہ	حصون - صیاصی - بروج - محاریب (٤)
	قوت	دیکھیے "طاقت"
١٤	قوت دینا	اَيَّدَ - اَزَرَ - عَزَّزَ (٣)
١٥	قمیص	قمیص - سرابیل (٢)
١٦	قیامت اور اس کے مختلف نام	قیامت - الساعة - یوم الدین یوم الخروج - یوم الحساب یوم الفصل

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		غاشیة - حاقة - صاخة - آزفة - قارعة - طامة الکبریٰ (١٢)
	قیام کرنا	دیکھیے "آباد ہونا اور ٹھہرنا"
١٧	قید خانہ	سِجْن - حَصِير (٢)
١٨	قید کرنا - قیدی بنانا	حَبَسَ - اَثْبَتَ - اَسَرَ - اَسْجَنَ (٤)
	ک	
١	کاٹنا	حَصَدَ - صَرَمَ - قطع - قَطَّعَ - بَتَرَ - بَتَكَ - عَضَّ - خَضَدَ - جَذَّ - عَقَرَ (١٠)
٢	کٹنا	تَقَطَّعَ - مَنَّ (٢)
٣	کاغذ	رَقّ - قِرطاس (٢)
٤	کافی ہونا	كَفٰى - حَسْب (٢)
	کالا	دیکھیے "سیاہ"
٥	کام آنا	جَزٰى - اَغْنٰى (٢)
٦	کام - کام کرنا	فِعْل اور فَعَلَ - عَمَل اور عَمِلَ - صَنَعَ - صَدَعَ - جَرَحَ اور اِجْتَرَحَ - تَعَمَّدَ - اَمْر - شَاْن (٨)
٧	کامیاب ہونا	اَفْلَحَ - فَازَ (٢)
٨	کان	اُذُن - سَمْع (٢)
٩	کانپنا	زَلْزَلَ - مَارَ - رَجَّ - رَجَفَ (٤)
١٠	کب	اَيَّان - مَتٰى (٢)
١١	کتاب	کتاب - اسفار - سجل - نسخة - زبر - صحف (٦)
١٢	کترا جانا - بچ کر نکل جانا	زَاوَرَ - قَرَضَ - حَادَ (٣)
١٣	کتنا - کتنے	كَمْ - كَاَيِّنْ یا كَاَيِّنْ (٢)
	کجی	دیکھیے "ٹیڑھ - ٹیڑھا ہونا"
	کروٹ	" "پہلو"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱۴	کریدنا	بَحَثَ ۔ بَعثَرَ (۲)
۱۵	کڑوا	اَمَرّ ۔ اُجاج ۔ خَمط (۳)
۱۶	کسان	زُرّاع ۔ کُفّار (۲)
۱۷	کشتی۔ جہاز	جاریۃ ۔ سفینہ ۔ فُلک (۳)
۱۸	کعبہ اور اس کے مختلف نام	کعبۃ ۔ البیت ۔ البیت العتیق ۔ حرم ۔ بیت الحرام ۔ بیت المحرم ۔ مسجد الحرام (۷)
۱۹	کل	اَمسِ ۔ غَد (۲)
۲۰	کم کرنا، کمی کرنا، گھٹانا	ظَلَمَ ۔ اَلاَ ۔ قَصَرَ ۔ اَلَتَ ۔ هَضَمَ ۔ فَتَرَ ۔ قَلَّ ۔ طَفَّفَ ۔ نَقَصَ ۔ خَسِرَ ۔ بَخَسَ ۔ فَرَّطَ ۔ وَتَرَ (۱۳)
۲۱	کمانا یا کمائی کرنا	عَمِلَ ۔ کَسَبَ اور اِکتَسَبَ ۔ اِقتَرَفَ ۔ جَرَحَ اور اِجتَرَحَ (۵)
۲۲	کمرہ	حُجرَۃ ۔ غُرفَۃ (۲)
۲۳	کمزور	ضَعِیف ۔ وَاهِیَۃ ۔ اَوهَنَ ۔ اَذِلَّۃ (۴)
۲۴	کنارہ	طَرَف ۔ حَدّ ۔ حَرف ۔ اُفُق ۔ اَقطار ۔ اَرجاء ۔ شَفا ۔ مَعزِل ۔ شاطی ۔ ساحل ۔ اقصا ۔ عُدوۃ ۔ صَدَف (۱۳)
۲۵	کنواں	بِئر ۔ جُبّ ۔ رَسّ (۳)
۲۶	کوڑا	سَوط ۔ جَلدہ (۲)
۲۷	کوشش کرنا	سَعٰی ۔ جَهد ۔ کَدَحَ (۳)
۲۸	کون	مَن ۔ اَیّ (۲)
۲۹	کوئی	اَحَد ۔ مَن اور مِن (۲)
۳۰	کہ۔ گویا کہ	اَنّ ۔ کَاَن ۔ کَاَنَّ ۔ کَاَنَّمَا ۔ اَلاَّ (۳)
۳۱	کہاں	اَینَ اور اَینَمَا ۔ اَنّٰی (۲)
۳۲	کہانیاں، واقعات	اساطیر ۔ احادیث ۔ قصص (۳)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۳۳	کھال	جِلد ۔ شَوٰی (۲)
۳۴	کھال اتارنا	سَلَخَ ۔ کَشَطَ (۲)
۳۵	کھانا	اَکَلَ ۔ طَعِمَ ۔ رَتَعَ (۳)
۳۶	کھلانا	اَطعَمَ ۔ رَزَقَ (۲)
۳۷	کھجور	نخلۃ ۔ نخل اور نخیل ۔ لینۃ ۔ رطب (۳)
۳۸	کھڑا ہونا، کرنا	قامَ اور اقامَ ۔ وَقَفَ ۔ نَتَقَ ۔ نَشَزَ (۴)
	کھلا میدان	دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"
۳۹	کھولنا	اَنٰی ۔ غَلٰی (۲)
۴۰	کھولنا	بَسَطَ ۔ فَتَحَ ۔ حَلَّ ۔ شَرَحَ ۔ کَشَفَ ۔ نَشَطَ ۔ فَرَجَ (۷)
۴۱	کھیتی	حَرث ۔ زرع (۲)
۴۲	کھینچنا	مَدَّ ۔ جَرَّ ۔ اِضطَرَّ ۔ سَلَخَ ۔ نَزَعَ ۔ سَفَعَ (۶)
۴۳	کھیلنا	لَعِبَ ۔ لَهٰی ۔ عَبَثَ (۳)
۴۴	کیا	ءَ ۔ هَل ۔ ما ۔ ماذا (۴)
۴۵	کیسے	کَیفَ ۔ اَنّٰی (۲)
۴۶	کیوں ۔ کیونکر	لِمَ ۔ لَولاَ ۔ لوما (۳)

گ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	گاڑنا	نَصَبَ ۔ اَرسٰی ۔ دَسّ ۔ وَاَدَ (۴)
	گرد و غبار	دیکھیے "غبار"
۲	گردشِ ایام	رَیبَ المَنُون ۔ دَائِرَۃ ۔ دَولۃ اور دُولۃ (۳)
۳	گردن	عُنُق ۔ جِید ۔ رَقَبَۃ ۔ وَتِین (۴)
۴	گرفت کرنا	اَخَذَ ۔ ثَرَّبَ ۔ لَامَ (۳)
۵	گرمی۔ گرم کرنا، ہونا	صَیف ۔ حَرّ ۔ حَمّ ۔ حَمِی ۔ سقر ۔ سَمُوم (۶)
۶	گرمی حاصل کرنا	دِفء ۔ اِصطَلٰی (۲)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۷	گرنا / گرانا	سقط - خرّ - ھدم - ھدّ - اِنقضّ - ھبط - وقع - ھار - ھوٰی - خوٰی - وجب - ردی - صرع - تلّ - تعس - اِدّارک - اِنھمر - صبّ - سکب (۱۹)
۸	گروی رکھنا	رھن - اَبسل (۲)
۹	گڑھا	حُفرۃ - جُرف - اُخدود - غائط (۴)
۱۰	گزرنا	سبق - خلا - سلف - مرّ - مضٰی - اِنسلخ (۶)
	گفتگو کرنا	"بات کرنا"
۱۱	گلا	حُلقوم - حناجر (۲)
۱۲	گم ہونا	فات - فقد - ضلّ (۳)
۱۳	گمان کرنا	ظنّ - زعم - حسب (۳)
	گمراہ ہونا	دیکھیے "بھٹکنا اور بہکانا"
۱۴	گناہ	ذنب - خطا اور خِطأ - حُوب - حِنث - اِثم - اجرام - جُناح - لمم (۸)
۱۵	گنہگار	اٰثم اور اثیم - خاطئ مجرم - فاسق - فاجر (۵)
۱۶	گندگی نجاست	تفث - رِجز اور رُجز - رِجس (۳)
۱۷	گننا	عدّ - حسب - اَحصٰی (۳)
۱۸	گود	مھد - حُجور (۲)
۱۹	گہرا - گہرائی	لُجّۃ - غور - عمیق (۳)
۲۰	گھاٹ	مشرب - وِرد (۲)
۲۱	گھاٹی	نجد - عقبۃ (۲)
	گھبرانا	دیکھیے "بے قرار ہونا"
۲۲	گھر	بیت - مسکن - دار - اھل (۴)
۲۳	گھڑی	ساعۃ - اَناء - زُلف (۳)
۲۴	گھسنا	ولج - جاس (۲)
۲۵	گھسیٹنا	جرّ - سحب - عتل (۳)
۲۶	گھوڑا	خیل - صافنات - جیاد - عادیات (۴)
	گھومنا	دیکھیے "پھرنا"
۲۷	گھیرنا	حفّ - اَحاط - اَحصر - حاق (۴)

ل

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	لاٹھی	عصا - منسأۃ (۲)
	لالچ	دیکھیے "طمع رکھنا"
۲	لانا	جاء ب - اٰتی ب - ھلمّ - ھاتوا - اَجاء - اَجلب (۶)
۳	لائق ہونا	ینبغی - اَجدر - اَولٰی - حقّ (۴)
۴	لپیٹنا۔ لپٹنا	طوٰی - لفّ - کوّر (۳)
۵	لٹکنا۔ لٹکانا	اَدلٰی اور تدلّٰی - علق - تردّد - ذبذب (۴)
۶	لحاظ رکھنا	رعٰی - راقب (۲)
	لرزنا	دیکھیے "کانپنا"
	لڑکا	" "بچہ"
	لڑائی کرنا	" "جنگ"
۷	لشکر	جُند - فوج - حِزب - نفیر - فِئۃ - ثُبات (۶)
۸	لکڑی	حطب - خشب (۲)
۹	لکھنا	خطّ - سطر - رقم - کتب (۴)
۱۰	لکھوانا	اِستنسخ - اَملّ - اِکتتب (۳)
۱۱	لکھنے والا	کاتِب - سفرۃ (۲)
۱۲	لگاتار / پے درپے	تتری - علٰی فترۃ - حُسوم - ردف - داب - متتابع - وصّل (۷)
۱۳	لوٹانا - لوٹنا / رجوع کرنا	رجع - اَب - تاب - اَناب - باء - فاء - صدر اور اَصدر -

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		صَارَ - رَدَّ اور اِرْتَدَّ (۹)
۱۴	لوح محفوظ اور	لَوْحٌ محفوظ - اُمّ الکتاب -
	اسکے مختلف نام	امام مبین - کتاب مکنون (۴)
۱۵	لونڈی - غلام	عَبْد - اَمَۃ - رقبۃ - ملك یمین (۴)
	لیٹنا	دیکھیے "سونا"
۱۶	لینا	اَخَذَ - تلقّٰی - هاؤم (۲)
۱۷	لین دین کرنا	تَدَایَنَ - آدَارَ (۲)

م

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	مارنا	ضَرَبَ - وَكَزَ - صَكَّ - دَعَّ -
		دَمَغَ - رَجَمَ - وَقَذَ - نَطَحَ -
		اَجْلَدَ (۹)
۲	مار ڈالنا - مرنا	مات اور امات - قَتَلَ اور قَتَّلَ
		هَلَكَ اور اَهْلَكَ - صَلَبَ اور
		صَلَّبَ - ذَبَحَ - رجم - اِنْخَنَقَ -
		تَوَفّٰی - شهادت (۹)
۳	مال و دولت	مال - دولت - رزق - خیر
		فَیْءٌ (اَفَاءَ) مغانم - اَنْفَال (۷)
۴	مالک	مالك - رَبّ - اَهْل (۳)
۵	ماں	والدة - اُمّ
۶	مانگنا	طَلَبَ - سَاَلَ - اِدَّعَ - حَفَا -
		اِعْتَرَّ (۵)
	مائل ہونا	دیکھیے "جھکنا"
	مایوس ہونا	" " ناامید ہونا"
۷	مٹانا	طَمَسَ - مَحَقَ - مَحَا - نَسَخَ (۴)
۸	مٹی اور اس کی	تراب - طِین - لازب - حما
	مختلف حالتیں	صلصال - سُلَالَة - فَخَّار -
		ثَرٰی - صعید (۹)
۹	مجامعت کرنا	بَاشَرَ - قَضٰی وَطَرًا - تَغَشّٰی - رَفَثَ
		مَسَّ - لَمَسَ - طَمَثَ (۷)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	مجبور کرنا	دیکھیے "زبردستی کرنا"
	مجبور ہونا	" " بے قرار ہونا"
۱۰	مجلس	مَجْلِس - نادِی (۲)
۱۱	مچھلی	حُوْت - نُوْن
۱۲	محبت کرنا	حَبَّ اور محبّۃ - وَدَّ اور وُدّ -
		اَلِفَ - شَغَفَ - عُرُبًا (۵)
	محتاج - محتاجی	دیکھیے "تنگدستی"
۱۳	محل	قَصْر - صَرْح (۲)
۱۴	محنت کرنا - مشقت اٹھانا	عَمِلَ - جَهَدَ - نَصَبَ - كَلَّفَ -
		كَدَحَ - كُرْهٌ - شِقّ - شِقَّةٌ (۸)
۱۵	مخالفت کرنا	خَالَفَ - ضَدَّ - شَاقَّ - حَادَّ - تَعَاسَ
		عَنَدَ (۶)
۱۶	مختلف	مُخْتَلِف - شَتّٰی - اَزْواج (۳)
۱۷	مدت	مُدّت - اَمَد - عِدّت - اُمّة -
		مَلِيًّا - مَهَل - عُمُر (نیز دیکھیے وقت) (۷)
۱۸	مدد دینا - کرنا -	اَعَانَ اور اِسْتَعَانَ - نصر اور استنصر
	چاہنا	اَيَّدَ - عَزَّرَ - عَزَّزَ - ظَاهَرَ -
		رِدْاً - اَمَدَّ (۹)
۱۹	مددگار	ناصر - نصیر اور انصار - حواری -
		ولی اور مولیٰ - شهید - ظهیر -
		وزیر - عضد (۷)
۲۰	مذاق اڑانا	اِسْتَهْزَاَ - سَخِرَ اور فَنَّدَ (۳)
	مراد پانا	دیکھیے "کامیاب ہونا"
۲۱	مرد	رَجُل - اِمْرَءٌ اور مَرْءٌ - ذَكَرٌ (۲)
	مردود	دیکھیے "دھتکارنا"
	مرنا	" " مارنا - مرنا"
۲۲	مزا	ذائقة - طعم - لذة (۴)
۲۳	مزین کرنا	زَيَّنَ - زُخْرُف - سَوَّلَ (۳)
۲۴	مسافر	ابن السبیل - عابری سبیل -

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
		مُقوِین۔ سَیّارَۃ (۴)
۲۵	مسخر کرنا	سَخَّرَ۔ ذَلَّلَ اور ذَلُول (۲)
۲۶	مسلط کرنا	سَلَّطَ۔ قَیَّضَ (۲)
۲۷	مشغول ہونا	شَغَلَ۔ خَاضَ۔ اَفَاضَ۔ سَبَحَ
	مشقت	دیکھیے "محنت مشقت"
۲۸	مشقت میں ڈالنا	اَعْنَتَ۔ اِقْتَحَمَ (۲)
	مشکل	دیکھیے "بوجھل ہونا"
۲۹	مشورہ کرنا	شَاوَرَ۔ بَیَّتَ۔ تَنَاجٰی۔ اِئْتَمَرَ (۴)
۳۰	مشہور کرنا	شَاعَ۔ اَذَاعَ۔ اَرْجَفَ۔ اَھَلَّ (۴)
۳۱	مضبوط	ثابت۔ راسخ۔ متین۔ مُحکم۔ قیّمہ۔ وُثقیٰ (۶)
۳۲	مضبوط بنانا کرنا	ثَبَّتَ۔ اَحْکَمَ۔ اَوْثَقَ۔ شَدَّ۔ اَتْقَنَ۔ رَبَطَ۔ اَزَرَ۔ عَقَّدَ۔ وَكَّدَ۔ سَنَّدَ۔ رَصَّ۔ شَیَّدَ (۱۲)
۳۳	معاف کرنا (بخشنا، درگزر کرنا)	عَفَا۔ اَصْفَحَ۔ غَفَرَ۔ تصدّق۔ تَجَاوَزَ۔ کَفَّرَ۔ حِطّۃٌ (۷)
۳۴	معبود	اِلٰہ۔ اَللّٰہ (۲)
۳۵	مقدور حیثیت	وُجْد۔ سَعَۃ۔ قَدَر (۳)
۳۶	مقرر کرنا	فَرَضَ۔ وَکَّلَ۔ اَجَّلَ (۳)
۳۷	مکھی	ذُبَاب۔ نَحْل (۲)
۳۸	ملنا	لَقِیَ۔ لَحِقَ۔ وَلِیَ۔ اَصْنَا۔ اِخْتَلَطَ۔ تَجَاوَرَ۔ رَتَقَ۔ تَحَیَّزَ۔ اِشْتَمَلَ (۹)
۳۹	ملانا	خَلَطَ۔ اَلْحَقَ۔ وَصَلَ۔ اَلَّفَ۔ لَبَسَ۔ رَكَّبَ۔ ضَمَّ۔ مَشَجَ۔ مَزَجَ۔ مَرَجَ۔ شَابَ۔ ضَغَثَ (۱۲)
	منت ماننا	دیکھیے "نذر و نیاز"
	منتشر ہونا	؍؍ "بکھرنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	منع کرنا	دیکھیے "روکنا"
	من گھڑت	؍؍ "اٹکل پچو"
۴۰	منہ پھیرنا	اَعْرَضَ۔ تَوَلّٰی۔ صَدَفَ (۳)
۴۱	موافقت کرنا	رَفَقَ۔ وَطَأَ (۲)
۴۲	موڑنا	ثنی۔ لوی
۴۳	مہربان	رحمان۔ رحیم۔ رءوف۔ لطیف۔ حنان (۵)
۴۴	مہر لگانا	طَبَعَ۔ خَتَمَ (۲)
۴۵	مہلت دینا	اَمْهَلَ اور مَهَّلَ۔ اَمْلٰی۔ نَظِرَۃ (۳)
۴۶	مہمان	ضَیف۔ وفد (۲)
۴۷	مہینے	شُهُور۔ اَشْهُر (۲)
۴۸	میخ	دُسُر۔ اوتاد (۲)
	میدان	دیکھیے "زمین اور اس کی اقسام"
	میوے	؍؍ "پھل"

ن

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	ناامید ہونا	یئیس اور استیئس۔ قنط۔ اَبْلَسَ (۳)
	ناانصافی	دیکھیے "بے انصافی"
۲	ناپاک	رِجْس۔ خَبِیْث۔ نَجَس (۳)
۳	ناپسندیدہ	مکروہ۔ اِدّ۔ مُنکر۔ اِمْر۔ مذموم اور مذءوم۔ اُفّ (۶)
۴	نادان	جاھل۔ سُفَهَاء (۲)
	ناراض کرنا	دیکھیے "غصہ دلانا"
۵	ناراضگی	سَخَطَ۔ ضِغْن۔ غِلّ (۳)
۶	ناشکرا	کَفُوْر۔ کَنُوْد (۲)
۷	نافرمانی کرنا	عَصٰی۔ فَسَقَ۔ فَجَرَ (۳)
	ناقص	دیکھیے "ردی"
۸	ناک	انف۔ خُرطوم
	ناگوار	دیکھیے "برا لگنا"

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	ناگہاں	دیکھیے "اچانک"
۹	نام رکھنا	اِسم اور سَمّٰی - لَقَبَ - نَبَزَ اور فلان (۴)
۱۰	نامبارک	مشئمۃ - نَحس - حُسُوم (۳)
	نامبارک سمجھنا	دیکھیے "بدبختی"
۱۱	نجات پانا	نَجٰی - فَازَ (۲)
۱۲	نذرونیاز	نَذر - قُربان (۲)
۱۳	نرم ہونا کرنا	لَانَ اور اَلَانَ - اَدْهَنَ - اٰہَ (اوہ) تَلَطَّفَ (۴)
۱۴	نزدیک ہونا کرنا	کَادَ - قَرُبَ - دَنٰی - اَزِفَ - زَلَفَ - قَابَ - اِقْتَرَنَ (۷)
۱۵	نشانی	اثر - علامت - اٰیۃ - مُبصرۃ شَرط - نَصب - سیما - شعائر (۸)
۱۶	نشان لگانا	سَوَّمَ - وَسَمَ (۲)
۱۷	نصیحت کرنا	نَصَحَ - ذَکَّرَ - وَعَظَ - وَصّٰی
	حاصل کرنا	اِعْتَبَرَ اور عبرۃ (۵)
۱۸	نعمت	نِعمَۃ - نَعمَۃ - اٰلاء (۳)
۱۹	نعمت عطا کرنا	اَنْعَمَ - خَوَّلَ - اَتْرَفَ - اَغْنٰی - اَقْنٰی (۵)
۲۰	نقصان ہونا اٹھانا	ضَرَّ اور ضَیْر - خَسِرَ - کَسَدَ - بَخَسَ - بَارَ اور بَوار - غَرِمَ (۶)
۲۱	نکاح کرنا کرانا	نَکَحَ اور اَنْکَحَ - زَوَّجَ (۲)
۲۲	نکلنا	خَرَجَ - بَرَزَ - نَفَرَ - غزی - زَهَقَ - نَفَذَ - سَلَّلَ - لِوَاذًا دَفَقَ - شَرَقَ - طَلَعَ (۱۱)
۲۳	نکالنا	اَخْرَجَ - بَرَّزَ - طَرَدَ (۳)
۲۴	نگاہ	طَرْف - بَصَر (۲)
۲۵	نگہبان	حافظ اور حفیظ - رقیب - مقیت (قوۃ) حَرَس - مُهَیْمِن (۵)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲۶	نگلنا	بَلَعَ - مَرَأَ - اَسَاغَ - غَصَّ - لَقِفَ اِلْتَقَمَ (۶)
۲۷	نہانا دھونا	غَسَلَ اور اِغْتَسَلَ - طَهَّرَ اور اِطَّهَّرَ (۲)
۲۸	نہیں	لَیْسَ - لَا - لَمْ - لَنْ - اِنْ - مَا - هَلْ (۷) لَا - لَمَّا - بَلٰی - کَلَّا - مَا - اِنَّمَا - لَاتَ (۷)
۲۹	نیا - نیا ہونا	حَدَثَ - جَدَّ - بَدَعَ (۳)
۳۰	نیچے	تَحْتَ - اَسْفَل، سَافِل، سُفْلٰی (۲)
۳۱	نیچے (پست) کرنا	خَفَضَ - غَضَّ - قَصَرَ - خَشَعَ (۴)
۳۲	نیک - نیک بخت	صالح - ابرار - بَرَرَۃ - رشید - سعید - مُتَّقِیْن - رَبَّانِیُّوْن (۷)
۳۳	نیکی - نیک کام	عُرف اور مَعْرُوف - حَسَنَۃ - خَیر - بِرّ (۴)
	نیکی کرنا	اَحْسَنَ - اَنْعَمَ دیکھیے "احسان کرنا"

و

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
	واضح کرنا ہونا	دیکھیے بیان کرنا کے تحت بَیَّنَ -
۱	وافر - بہت	کثیر اور کوثر جمّ - مرکوم - لُبَد اور لِبَد - رَغَد - غَدَق - ثجاج - موفور (۸)
	واقعات	دیکھیے "کہانیاں"
۲	والا - والے	اَصْحَاب - اٰل - اَهْل - ذُو - اولو (۵)
	وحی	"دل میں بات ڈالنا"
۳	وراثت	ولایت - تُراث (۲)
	وسوسہ	"دل میں بات ڈالنا"
	وعدہ	"عہد، وعدہ"
۴	وقت	وَقْت اور مِیْقَات - حِیْن اور حِیْنَئِذٍ - اٰن - اٰنِفًا - اَجَل (۵)

ہ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	ہاتھ	ید - یمین - شمال - ذراع (۴)

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۲	ہاں	نعم - اِی - بلیٰ (۳)
۳	ہانپنا	ضبح - لہث (۲)
۴	ہٹانا	رفع - جنّب - زحزح - درء - دعّ - دحر - خسأ (۷)
۵	ہدایت دینا/پانا	ھدی اور اِھتدی - رشد (۲)
۶	ہلاکت	تبّ - تعس - قُتِل - ثبو - اولیٰ - ویلٌ (۶)
۷	ہلاک ہونا/کرنا	ھلک اور اھلک - باد - ردی - اور تردّی - بخع - دمّر - دمدم - تبّب - تبر - بار - اسحت - اوبق - قصم - فنی (۱۳)
۸	ہلکا ہونا/کرنا	خفّ - خفّف - اِستخفّ - فتّر - قصد (۳)
۹	ہلنا - ہلانا	حرّک - ھزّ - ھشّ - لوّی - نغض (۵)
۱۰	ہم آہنگی ہونا	قرین - اتراب - سمیّ - کفو - صنو - ضاھی (۶)
۱۱	ہمت ہارنا	فشِل - اِستکان (۲)
۱۲	ہموار کرنا	سطح - دکّ - مرد (۳)
۱۳	ہمیشہ	سرمد - ابد (۲)
۱۴	ہمیشہ ہونا - رہنا	خلد - وصب - ظلّ - اِستمرّ - دام - زال - ابرح - فتأ (۸)
۱۵	ہنسنا	ضحک - تبسّم (۲)
۱۶	ہوا اور اس کی اقسام	ریح - روح - ریحان - مبشّرات - لواقح - عاصف - قاصف - حاصب - سموم - اِعصار - حسبان - نفحۃ - صرصر - ریح عقیم (۱۴)
۱۷	ہونا	کان - اصبح - صدر اور اصدر - وقع (۴)

ی

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ
۱	یا	او - ام - اِمّا (۳)
۲	یاد کرنا - آنا - رکھنا	ذکر اور اِدّکر - حفظ - وعی (۳)
۳	یقین کرنا	ایقن اور استیقن - ظنّ (۲)
۴	یکسو ہونا	حنف - تبتّل (۲)

ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱ اسمائے معرفہ

نمبر شمار	عنوان	الفاظ متعلقہ	صفحہ نمبر
۱	انبیاء و رسل	قرآن میں مذکور ۲۷ انبیاء و رسل کے مختصر حالات زندگی، مرکز تبلیغ، زمانہ اور سلسلۂ نسب۔ (۲۷)	۹۰۵
۲	فرشتے	جبریل - میکائیل - ہاروت - ماروت - (۴)	۹۱۴
۳	کتب سماوی	تورات - زبور - انجیل - قرآن - صحف اولیٰ - (۵)	۹۱۵
۴	اسمائے ابرار	ذوالقرنین - زید - طالوت - لقمان - مریم - (۵)	۹۱۶
۵	اسمائے اشرار و کفار	ابولہب - جالوت - سامری - فرعون - قارون - ہامان - (۶)	۹۱۷
۶	معبودان باطل	ودّ - سواع - یغوث - یعوق - نسر - بعل - لات - عزّیٰ - منات - شمس - قمر - شعریٰ - عجل - بحیرہ - سائبہ - وصیلہ - حام (۱۷)	۹۱۸
۷	ملک، شہر اور علاقے	مکّہ اور بکّہ - مدینہ اور یثرب - مصر - مدین - روم - بابل - احقاف - حجر - سبا - (۹)	۹۲۱
۸	پہاڑ - وادیاں - اماکن	صفا - مروہ - جودی - سیناء - طور - طویٰ - عرفات - مشعر الحرام - بدر - حنین - مسجد الاقصیٰ - سدرۃ المنتہیٰ - کوثر - سلسبیل - تسنیم (۱۵)	۹۲۵

فہرست عربی الفاظ اور مادّے بہ ترتیب حروفِ تہجّی

قرآن کریم کی مختصر اور جامع ڈکشنری

یہ فہرست ابتداءً اس غرض کے تحت مرتب کی گئی تھی کہ کوئی ایک عربی زبان کا مادہ اردو کے کون کونسے عنوانات کے تحت اس کتاب میں استعمال ہوا ہے۔ اسی لیے اس فہرست کو بہ ترتیب حروف تہجی مرتب کیا گیا۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کے سب الفاظ مترادفات کے ذیل میں نہیں لائے جا سکتے۔ قرآن میں کچھ اسمائے معرفہ بھی استعمال ہوئے ہیں جن کا کوئی مترادف ہوتا ہی نہیں۔ پھر کچھ اسمائے نکرہ بھی ہیں جن کا کوئی مترادف لفظ نہیں ہے یا کم از کم قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ مثلاً لَحم بمعنی گوشت عَدَس بمعنی مسور کی دال یا کَلب بمعنی کتا وغیرہ۔ علاوہ ازیں کچھ الفاظ و حروف ایسے بھی ہیں جن کا مادہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے حروف یک حرفی بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ءَ بمعنی کیا، ب بمعنی ساتھ اور دو حرفی بھی مثلاً اَنْ بمعنی یہ کہ۔ اِنْ بمعنی اگر وغیرہ۔ یہ کسی مادہ کے تحت نہیں لائے جا سکتے۔ کیونکہ ہر مادہ کا کم از کم تین حروف پر مشتمل ہونا ضروری ہے لیکن ان الفاظ کے مترادفات موجود ہیں۔ لہٰذا ایسے حروف و الفاظ کا اندراج بھی اس کتاب اور اسی طرح اس فہرست میں ضروری تھا۔ اور یہ بات پہلے مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ اسمائے معرفہ اور ایسے اسمائے نکرہ جن کے مترادف لفظ نہیں ہیں۔ ان سب کو ہم نے ضمیمہ جات کی شکل کی کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے۔ علاوہ ازیں چند دیگر مفید ضمیمہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ان سب امور کی طرف اشارہ آپ کو اس فہرست میں مل جائے گا۔ البتہ اس فہرست سے مکمل استفادہ کے لیے درج ذیل امور کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

۱۔ بعض الفاظ کے آگے ان کے معانی ایسے درج ہیں جو اُن کے اصلی معنی نہیں ہیں۔ مثلاً صخر مادہ کے سامنے لفظ صَخرَۃ کے سامنے پہاڑ لکھا ہوا ہے حالانکہ اس کا اصل معنی چٹان ہے۔ اور طلّ کے سامنے بارش لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کا معنی شبنم یا پھوار یا ہلکی ہلکی بوندا باندی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صخرہ کے معنی کی تفصیل آپ کو پہاڑ کے عنوان کے تحت اور طلّ کی بارش کے عنوان کے تحت ملے گی۔ کیونکہ پہاڑ اور بارش کی مختلف اقسام کے لیے قرآن میں اور بھی بہت سے الفاظ مترادف استعمال ہوئے ہیں۔

۲۔ بعض الفاظ کے سامنے ایک کے بجائے دو دو، تین تین، چار چار بلکہ کہیں زیادہ بھی عنوانات درج ہیں مثلاً لفظ امت (جو مادہ امّ کے تحت درج ہے) کے سامنے جماعت، طریقہ، مدّت لکھا ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ان سب معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کی تفصیل آپ کو مندرجہ عنوانات کے تحت ملے گی۔

۳۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ ایک مادہ سے مشتق ہونے والے وہ تمام اسماء و افعال، جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں، سب کے سب ان فہرست میں درج ہو جائیں اور کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ الّا ماشاء اللہ۔ البتہ یہ اہتمام ضرور کیا گیا ہے کہ جو الفاظ بطور مترادف کسی عنوان کے تحت نہیں آ سکے انہیں قوسین (بریکٹوں) میں

درج کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک مادہ حَلّ ہے۔ اس کی تفصیل آپ کو اس فہرست میں اس طرح لکھی ہوئی ملے گی۔

حَلّ۔ اترنا۔ کھولنا (احرام کھولنا ۵/۲)

اَحَلَّ۔ اتارنا۔ کھولنا (حلال کرنا ۵/۴) حَلِیْلَۃ بیوی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حَلّ کا لفظ اترنا اور کھولنا کے تحت تو اس کتاب میں زیر بحث آیا ہے مگر احرام کھولنا کے عنوان کے تحت نہیں آیا۔ جبکہ یہ قرآن کی پانچویں سورۃ (المائدۃ) کی دوسری آیت میں ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اَحَلَّ اتارنا اور کھولنا کے زیر بحث آیا ہے حالانکہ اس کا ایک معنی حلال کرنا بھی ہے جو پانچویں سورہ (المائدۃ) کی چوتھی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ پھر اس سے مادہ مشتق اسم حلیلۃ بھی ہے جو بیوی کے تحت آیا ہے۔ نیز یہ کہ ان کے علاوہ اس مادہ سے مشتق کوئی دوسرا اسم یا فعل (ابواب مزید فیہ وغیرہ کا) قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔

۴۔ جو الفاظ ضمیمہ جات میں استعمال ہوئے ہیں اُن کے آگے ضمیمہ کا نمبر اور اس کے ذیلی عنوان کا نمبر بھی بریکٹوں میں دے دیا گیا ہے۔ مثلاً مادہ ذئب کے آگے یوں لکھا ہے (ذئب بھیڑیا ض ۱/۲) بریکٹوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ اصل کتاب میں زیر بحث نہیں آیا۔ اس کی تشریح آپ کو ضمیمہ ۲ (اسمائے نکرہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) کے تحت ملے گی۔

اسی طرح ایک مادہ فرش ہے۔ اس کے آگے یوں لکھا ہے:

فَرَشَ بچھانا۔ فِرَاش بچھونا (فَرَاش پتنگے ض ۱/۲، ۵/د) جس کا مطلب یہ ہے کہ:

ا۔ مادہ فرش سے ان تین الفاظ سے علاوہ کوئی لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ پہلا لفظ فعل (ثلاثی مجرد) ہے اور باقی دونوں اسم۔

ب۔ فَرَشَ اور فِرَاش تو مذکورہ عنوانات کے تحت زیر بحث آ گئے ہیں مگر فَرَاش کا لفظ آپ کو ضمیمہ جات میں دو مقامات پر ملے گا۔ ایک ضمیمہ ۲ (اسمائے نکرہ) کے ذیلی عنوان ۱ (جانور) میں اور دوسرے ضمیمہ د (متفرقات) کے ذیلی عنوان ۵ (ف کلمہ میں حرکت کی تبدیلی سے عجیب فرق) میں ملے گا۔

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	الف	ابی	اَبیٰ۔ انکار کرنا		(اَثَّمَ۔ تاثیماً گناہ میں ڈالنا
ا	ءَ کیا	اتی	اَتیٰ۔ آنا اَتیٰ بِ لانا		(۵۲/۲۴)
ابّ	اَبٌّ، چارہ۔		اٰتیٰ دینا	اجّ	اُجَاج۔ پانی کی اقسام۔ کڑوا
ابد	اَبَدًا، ہمیشہ (کبھی)	اثّ	اَثاث۔ سامان		یاجوج۔ ماجوج (ض ۱/۹)
ابق	اَبَقَ بھاگنا	اثر	اَثَر قدم۔ نشانی	اجر	اَجْر بدلہ۔ حق مہر (مزدوری)
ابل	اِبل۔ اونٹ ابابیل		(اٰثَرَ۔ ترجیح دینا (۱۲/۹۱)		(اَجَرَ مزدوری کرنا (۲۸/۲۶) استاجر
	جماعت (جانوروں کی)	اثل	اَثْل درخت		مزدوری پر رکھنا (۲۸/۲۶)
ابو	اَبٌ باپ	اثم	اِثْم گناہ۔ اَثِم اور اَثیم گنہگار	اجل	اَجَل مدت۔ وقت

مادہ	الفاظ اور عنوان
	(اَجَل ۔ وجہ ۔ سبب (۵/۳۲)
	اَجَّلَ مقرر کرنا
احد	اکیلا ۔ کوئی (ص ۱/۱۳)
اخذ	اَخَذَ ۔ پکڑنا ۔ لینا
	اٰخَذَ ۔ گرفت کرنا اِتَّخَذَ بنانا
اخر	اٰخِرَت ۔ آخرت ۔
	اٰخِر پچھلا
	اَخَّرَ پیچھے ڈال کرنا ۔ چھوڑنا
	تَاَخَّرَ اور اِسْتَاخَرَ پیچھے رہنا
اخو	اَخ بھائی اخت بہن
ادّ	اِدّ ناپسندیدہ
ادم	اٰدم ۔ آدمی (ص ۱/۱)
ادی	اَدَاء دینا (ادّی ادا کرنا)
اذ	اِذْ ۔ اِذَا ۔ اِذًا جب ماذا کیا
اذن	اُذُن کان
	اَذِنَ اجازت دینا ۔ حکم دینا ۔ سننا
	اَذَّنَ پکارنا (اذان دینا ۔ اذان پکار)
	اٰذَنَ سنانا
	(تَاَذَّنَ ۔ اعلان کرنا (۲۲/۲۷)
	اِسْتَاذَنَ اجازت لینا
اذی	اَذًی تکلیف (گندگی)
	اٰذٰی تکلیف دینا
ارب	اربۃ خواہش مارب حاجت ۔ فائدہ
ارض	اَرْض ۔ زمین
ارك	اَرَائِك تخت
ارم	اِرَم (ص ۱/۹)
ازر	اِزْر کمر (ص ۲/۳)
	اٰزَرَ قوت دینا ۔ مضبوط کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
ازر	آزَرَ ابھارنا
ازف	آزِفَ نزدیک ہونا اٰزِفَة قیامت
اسر	اَسَرَ قیدی بنانا
اسس	(اَسَّسَ بنیاد رکھنا (۹/۱۱۹)
اسف	اَسَفٰی افسوس ۔ یُوسُفَ (ص ۱/۱)
	اٰسَفَ غصّہ دلانا
اسن	اٰسِنَ خراب ہونا
اسو	اُسْوَة اطاعت کرنا
اسی	اَسٰی ۔ افسوس ۔ غمگین ہونا
اشر	اَشِرَ اترانا
اصر	اِصْر بوجھ ۔ عہد
اصل	اَصْل جڑ ۔ اَصِیْل شام
اتّ	اُفّ ناپسندیدہ
افق	اُفُق کنارا
افك	اِفْك بہتان ۔ جھوٹ
	اَفَكَ پھرنا ۔ جھوٹ بنانا ۔
	۔ اِئْتَفَكَ الٹ دینا
افل	اَفَلَ چھپنا
اكل	اَكَلَ کھانا ۔ اُكُل پھل
الت	اَلَتَ کم کرنا
الس	اِلیَاس ۔ اِلیَاسِیْن (ص ۱/۱)
الف	اَلْف ہزار (۹۷/۲)
	اَلَّفَ ملانا ۔ محبت کرنا
الّ	اِلّ رشتہ داری اَلَّذِیْ جو ، وہ جو
الم	اَلِمَ تکلیف اٹھانا
اله	اِلٰه ۔ اَللّٰه ۔ اَللّٰهُمَّ معبود
	اٰلِهَة (ص ۱/۹)
الو	الا (یالو) کمی کرنا
	اَلَا (اِیْلَاء) اور اِئْتَلَى قسم کھانا

مادہ	الفاظ اور عنوان
الی	اِلٰی ۔ یک آلاء نعمت
ام	اَمْ یا
امت	اَمْت اُبھار ٹیلہ
امد	اَمَد مدت اور فاصلہ
امر	اَمْر حکم کام اولو الامر حاکم
	اِمْر ناپسندیدہ
	اَمَرَ حکم کرنا ائتمر مشورہ کرنا
امس	اَمْس کل
امل	آرزو ۔ امید ۔ خواہش
امّ	اُمّ ماں ۔ امام ۔ سردار ۔ راستہ
	اُمّ الکتاب اور امام مبین
	لوح محفوظ
	اُمَّة طریقہ ۔ جماعت ۔ مدت
	اَمَّ ارادہ کرنا
	اِمَّا ۔ یا ۔ اگر اَمَّا جو کوئی
امن	(اَمِنَ امانت رکھنا (۲/۷۵)
	(اٰمِنَ اعتبار کرنا ۲/۲۸۳ نڈر ہونا (۹۷/۴)
	اٰمَنَ ایمان لانا (ص ۱/۱۱)
	(بے خوف کرنا ۔ امان دینا (۱۰۶/۴)
	اِئْتَمَنَ امین بنانا (۲/۲۸۳)
امو	اَمَة ۔ لونڈی غلام
ان	اِنْ اگر اَنْ کہ اِنَّ ۔ اَنَّ بیشک
انث	اُنْثٰی ۔ عورت (مادہ)
انجیل	(ص ۱/۳)
انس	انس ۔ انسان ۔ آدمی یونس (ص ۱/۱)
	اٰنَسَ دیکھنا اِسْتَانَسَ اجازت لینا
انف	اَنْف ناک اٰنِف وقت
انم	اَنَام خلقت
انی	اَنّٰی ۔ کیسے ۔ کب انی (ج اٰناء)

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	گھڑی، وقت	بثّ	بَثَّ غم بَثَّ پھیلانا		نیک بخت (ص ۵/۴)
	اٰنیة برتن (ص ۴/۴)		اِنْبَثَّ بکھرنا		بِرّ نیکی
	اٰنِیَ یان (پانی) کھولنا (وقت آنا ۵/۱۹)	بجس	اَنْبَجَسَ چشمہ پھوٹنا	برز	بَرَزَ سامنے آنا نکلنا (ص ۲/۴)
او	اَوْ۔ یا	بحث	بَحَثَ کریدنا		بَرَّزَ نکالنا
اوب	اَبَ، اَوَّبَ لوٹنا اَیُّوْبُ (ص ۱/۲)	بحر	بَحْر پانی کے ذخیرے زمین کی اقسام	برزخ	بَرْزَخ آڑ
اود	اٰدَ (یَئُوْدُ) تھکنا۔ بوجھل ہونا		بَحِیْرَۃ اونٹ	برص	اَبْرَص کوڑھی (ص ۲/۴)
اول	اٰلُ والا۔ والے۔ اولاد	بخس	بَخَسَ کم کرنا بَخْس ردی نقصان	برق	بَرْق بجلی اِسْتَبْرَق ریشمی کپڑا (ص ۲/۴)
	اَوَّل پہلا اُولیٰ دنیا	بخع	بَخَعَ ہلاک کرنا		اِبْرِیْق لوٹا جگ (ص ۲/۴)
	اَوَّلَ تعبیر بتلانا	بخل	بَخِلَ بخل کرنا۔ خرچ کرنا		بَرِقَ دیکھنا (کیفیت نظر)
اوہ	اَوَّہَ نرم ہونا	بدء	بَدَءَ شروع کرنا اَبْدَاَ پہلی بار کرنا	برك	بَارَكَ بڑھانا
اوی	اَوَی (پناہ لینا) اٰوٰی آباد کرنا	بدر	بَدْر میدان (ص ۲/۱) بَادَرَ جلدی کرنا		تَبَارَكَ بابرکت ہونا
اھل	اولاد۔ بیوی۔ گھر۔ مالک۔ والا، والے	بدع	پیدا کرنا۔ نیا ہونا	برم	اَبْرَمَ ارادہ کرنا
اید	اَیَّدَ۔ قوت دینا۔ مدد دینا		اِبْتَدَعَ، راہ ڈالنا، رائج کرنا۔	برھن	بُرْھَان دلیل
ایك	اَیْکَة (ص ۱/۱)	بدل	بَدَّلَ۔ بدلہ بَدَّلَ بدل دینا	بزغ	بَزَغَ چمکنا
ایم	اَیِّم رانڈ یا رنڈوا (ص ۵/۱)		(تَبَدَّلَ۔ ادل بدل کرنا (۲/۱۰۸)	بسر	بَسَرَ تیوری چڑھانا
این	اَیْنَ کہاں اَیْنَمَا جہاں کہیں		(اِسْتَبْدَلَ تبدیلی چاہنا ۴/۲)	بسّ	بَسَّ چورا چورا ہونا
ای	اَیُّ کون کَاَیٍّ یا کَاَیِّنْ کتنے	بدن	بَدَن جسم۔ بُدْن اونٹ قربانی	بسط	بَسَطَ پھیلانا۔ کھولنا بَسْط
	اَیُّہَا یا اَیَّتُہَا اے اٰیۃ نشانی		کا جانور		فراخی
	ب	بدو	بَدْو بستی بَدَا آباد ہونا ظاہر ہونا	بسق	بَسَقَ بلند ہونا
ب	بِ ساتھ۔ قسم		اَبْدَا (یُبْدِیْ) ظاہر کرنا	بسل	اَبْسَلَ گروی رکھنا
بابل	شہر کا نام (ص ۲/۱)	بذر	بَذَّرَ فضول خرچی کرنا	بسم	تَبَسَّمَ ہنسنا
بأر	بِئْر کنواں	برء	بَرَءَ پیدا کرنا بَرِیَّة خلقت	بشر	بَشَر آدمی
بأس	بَأْس۔ بَاْسَاء تنگدستی۔ جنگ۔		اَبْرَءَ تندرست کرنا بَرَّاَ پاک کرنا		اَبْشَرَ۔ بَشَّرَ خوشخبری دینا بشارت ۲/۱۲
	سختی۔ عذاب		تَبَرَّءَ بیزار ہونا		بَاشَرَ مجامعت کرنا
	بِئْسَ برا	برج	بُرْج (ج بروج) قلعہ		اِسْتَبْشَرَ خوش ہونا
	اِبْتَئَسَ غمگین ہونا		تَبَرَّجَ دکھلانا	بصر	بَصَر آنکھ عقل۔ نگاہ بَصَرَ
بتر	بَتَرَ کاٹنا } ص (۲/۲)	برح	بَرِحَ ہمیشہ کرنا نیز (ص ۲/۴)		دیکھنا اَبْصَرَ دکھلانا۔ روشن کرنا
بتك	بَتَّكَ	برد	بَرَدَ ٹھنڈا ہونا (بَرَد اولے)		مُبْصِرَۃ نشانی بَصَّرَ دکھلانا
بتل	بَتَّلَ اور تَبَتَّلَ یکسو ہونا	برّ	بَرّ زمین (خشکی) بَرّ (ج ابرار)		(اِسْتَبْصَرَ ہوشیار و چالاک ہونا ۲۹/۳۸)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بصل	(بَصَل پیاز ص ۲/۲)
بضع	بِضْع چند بِضَاعَۃ سامان
بَطَأَ	بَطَأَ سستی کرنا
بطر	بَطِرَ اترانا
بطش	بَطَش پکڑنا
بطل	بَطَلَ برباد ہونا بَاطِل جھوٹ
	اَبْطَلَ برباد کرنا۔ جھٹلانا
بطن	بَطَنَ اندر (پیٹ ص ۲/۲)
	بطانۃ دوست بَطَنَ چھپنا
بعث	بَعَثَ اٹھانا۔ بھیجنا۔ زندہ کرنا
	یوم البعث آخرت
	اِنْبَعَثَ اٹھنا
بعثر	کریدنا۔ ڈھونڈنا
بعد	بُعْد پیچھے بُعْد دوری۔ فرق
	بعید۔ دور بَعُدَ بد دعا دینا اَبْعَدَ
	دور کرنا، رکھنا بَاعَدَ دراز کرنا
بعر	بعیر اونٹ
بعض	بَعْض حصہ۔ ٹکڑا (بعوضۃ مچھر ص ۲/۱)
بعل	بَعْل خاوند۔ بت ص ۱/۲)
بغتۃ	بَغْتَۃً اچانک
بغض	بَغْضَاء دشمنی۔ ناراضگی
بغل	بِغَال خچر (ص ۲/۲)
بغی	بَغٰی چاہنا۔ حد سے بڑھنا۔
	بِغَاء بدکاری
	اِبْتَغٰی پیچھا کرنا۔ ڈھونڈنا
	اِنْبَغٰی (یَنْبَغِی) لائق ہونا
بقر	بَقَر گائے۔ بیل (ص ۲/۱، ۵/۱)
بقع	بُقْعَۃ ٹکڑا
بقل	بَقْل ترکاری (ص ۲/۲)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بقی	بَقِیَ باقی رہنا اَبْقٰی باقی چھوڑنا
بکر	بِکْر کنوارا یا کنواری (ص ۵/۱) ج اَبکار
	بُکْرَۃ صبح۔ صبح کا وقت
بکک	بَکَّۃ۔ مکہ (ص ۱/۲)
بکم	بُکْم۔ ابکم۔ گونگا (ص ۲/۲)
بکی	(بَکٰی رونا ۱۲/۱۶، اَبْکٰی رلانا ۵۳/۴۳)
بلد	بَلَد شہر
بلس	اَبْلَسَ غمگین ہونا۔ نا امید ہونا
بلع	بَلَعَ نگلنا۔
بلغ	بَلَغَ پہنچنا اَبْلَغَ اور بَلَّغَ پہنچانا
بلو	بَلٰی۔ اَبْلٰی۔ اِبْتَلٰی آزمائش کرنا
بلی	بَلٰی۔ ہاں۔ نہیں
	بَلِیَ بوسیدہ ہونا۔ پرانا ہونا
بنن	(بنان پورے ص ۲/۲)
بنو	ابن۔ ابنۃ۔ بِنْت بیٹا۔ بیٹی
بنی	بَنٰی بنانا بِنَاء چھت بنیان دیوار
بوء	بَاءَ لوٹنا بَوَّاَ آباد ہونا۔
	تَبَوَّاَ آباد کرنا۔
بوب	(باب۔ دروازہ ص ۲/۴)
بور	بَارَ ہلاک ہونا بوار ہلاکت نقصان
بول	بال۔ حال۔
بہت	بَہَتَ حیران ہونا۔ بہتان
بہج	بَہَجَ خوش لگنا۔ بَہْجَۃ رونق
	بَہِیْج خوبصورت
بہل	اِبْتَہَلَ بددعا دینا۔ پکارنا
بہم	بہیمۃ (ج بہائم) چوپائے
بیت	بَیْت گھر بیات رات
	بَاتَ رات کے کام
	بَیَّتَ مشورہ کرنا (شبخون مارنا)

مادہ	الفاظ اور عنوان
بید	بَادَ ہلاک ہونا
بیض	بَیْض انڈے (ص ۲/۲) بِیض سفید
	(ص ۲/۶)
	اِبْیَضَّ (سفید ہونا) دھندلانا
بیع	بِیَعٌ عبادت گاہیں
	بَاعَ۔ تَبَایَعَ خرید و فروخت کرنا
	ص ۲/۱)
	(بَایَعَ بیعت کرنا ۴۸/۱۰)
بین	بَیْن درمیان اَبَان بیان کرنا
	بَیَّنَ بیان کرنا بَیِّنَۃ دلیل۔
	تَبَیَّنَ۔ اِسْتَبَانَ ظاہر ہونا

ت

مادہ	الفاظ اور عنوان
تبّ	ٹوٹنا۔ ہلاکت ہونا۔ ہلاکت
	تَتَبَّبَ، ہلاک کرنا۔ ہلاکت۔
تبت	(تابوت۔ صندوق ص ۲/۴)
تبر	تَبَرَ ہلاک ہونا تَبَّرَ ہلاک کرنا
تبع	تُبَّع قوم (ص ۱۱/۹)
	تَبِعَ پیچھے آنا۔ پیچھا کرنا اَتْبَعَ پیچھے لگانا
	اِتَّبَعَ۔ اطاعت کرنا۔ پیچھے چلنا
	تَتَابَعَ لگاتار
تجر	تجارۃ خرید و فروخت کرنا
تحت	تَحْت نیچے
ترب	تُرَاب مٹی متربۃ تنگدستی ص ۲/۱
	اَتْرَاب ہم آہنگی ترائب پسلیاں ص ۲/۲
ترف	اَتْرَفَ نعمت عطا کرنا (ص ۲/۲)
ترک	تَرَکَ، چھوڑنا۔
تسع	تِسْع۔ تِسْعَۃ نو (ص ۱۷/۱۰۱)
تعس	تَعَس گرنا۔ ہلاکت
تفث	تَفَث گندگی

مادہ	الفاظ اور عنوان
تقن	اَتْقَنَ مضبوط کرنا
تلك	تِلْكَ وہ (اشارہ بعید) (ص ۱/۱۴)
تلّ	تَلَّ گرانا
تلو تلی	تَلٰی پڑھنا۔ پیچھے آنا
تمّ	تَمَّ پورا ہونا اَتَمَّ پورا کرنا
تنر	تَنُّوْر (ص ۲/۱۴)
تور	تَارَۃ بار۔ دفعہ (تورات ص ۱/۱۴)
تین	(تِیْن انجیر ص ۲/۱۴)
تیہ	تَاہَ آوارہ پھرنا۔ بھٹکنا
	ث
ثبت	ثَابِت مضبوط ثُبات لشکر
	ثَبَتَ ثابت قدم رہنا
	اَثْبَتَ قیدی بنانا۔ باقی چھوڑنا
	ثَبَّتَ ثابت قدم رکھنا مضبوط کرنا
ثبر	ثبور ہلاکت
ثبط	ثَبَّطَ روکنا
ثجّ	ثَجَّاج وافر۔ بہت
ثخن	اَثْخَنَ قتل کرنا
ثرب	ثَرَّبَ برا بھلا کہنا۔ گرفت کرنا
	(یثرب۔ مدینۃ النبی ص ۱/۷)
ثعب	ثُعْبَان سانپ
ثقب	ثَقَبَ چمکنا
ثقف	ثَقِفَ پانا
ثقل	ثِقْل بوجھ ثَقِیْل بوجھل ثقلان
	جماعت ثَقُلَ بھاری ہونا اَثْقَلَ بوجھل ہونا
	اِثَّاقَلَ بتکلف بھاری بننا ۹/۲۸
ثلث	(ثلث ثَلٰثَۃ تین ص ۱/۱۴)
ثلّ	ثُلَّۃ جماعت
ثمد	(ثمود۔ ص ۱/۷ ہود کے تحت ۱/۱۲)

مادہ	الفاظ اور عنوان
ثمر	ثَمَر پھل اَثْمَرَ پھل دینا
ثَمّ	ثَمَّ وہاں وہیں
	ثُمَّ پھر (۲/۲۸)
ثمن	(ثَمَن قیمت ۲/۱۴) ثمان۔ ثمانیۃ
	آٹھ (ص ۱/۱۴)
ثنی	ثَانِی۔ اِثْنَان۔ اِثْنَیْن
	(ص ۱/۱۴)
	اِسْتِثْنَاء سوائے
ثوب	(ثَوْب کپڑا ص ۱/۱۴) ثواب۔
	مثوبۃ بدلہ مَثَابَۃ اکٹھا ہونا
	اَثَابَ۔ ثَوَّبَ بدلہ دینا۔ دینا
ثور	اَثَارَ اٹھانا
ثوی	آباد ہونا (ص ۳/۱)
ثیب	ثَیِّب شوہر دیدہ (ص ۵/۱)
	ج
جأر	جَئَرَ چلانا
جبّ	جُبّ کنواں
جبت	جِبْت بُت
جبر	جَبَرَ زبردستی کرنا (جبرئیل ص ۱/۷)
جبل	جَبَل پہاڑ جِبِلَّۃ خلقت
جبن	جبین۔ پیشانی
جبہ	جَبْھَۃ پیشانی
ج۔ب	(جِیْ جواب۔ تالاب ص ۵/۱۴)
	جَبٰی پہنچانا اِجْتَبٰی چن لینا
جث	اِجْتَثَّ اکھڑنا
جثم	جَثَمَ الٹ دینا۔
جثو	جَثَا بیٹھنا
جحد	جَحَدَ انکار کرنا
جحم	جَحِیْم دوزخ

مادہ	الفاظ اور عنوان
جدث	جَدَث قبر
جدّ	جَدّ بڑائی۔ بزرگی جُدَد زمین کی
	اقسام جدید نیا
جدر	جِدَار دیوار اَجْدَرُ لائق ہونا
جدل	جَدَلَ، جَادَلَ جھگڑا کرنا
جذّ	جَذَّ کاٹنا جُذَاذ ٹکڑا
جذع	(جُذُوع تنا ص ۲/۱)
جذو	جُذْوَۃ آگ کا انگارا
جرح	جَرْح زخم (جوارح شکاری جانور ص ۲/۱)
جرد	(جَرَاد ٹڈی ص ۲/۱)
جرّ	جَرَّ کھینچنا۔ گھسیٹنا
جرز	جُرُز زمین اور اس کی اقسام
جرع	تَجَرَّعَ پینا
جرف	جُرُف گڑھا
جرم	جَرَمَ ابھارنا لَاجَرَمَ بیشک
	اَجْرَمَ گناہ کرنا
جری	جَرٰی چشمہ کا بہنا جاریۃ کشتی
جزء	جزء ٹکڑا۔ حصہ
جزع	جَزَعَ بے قرار ہونا
جزی	جَزٰی جَازٰی بدلہ دینا۔ کام آنا
	جزاء بدلہ
جسد	جَسَد جسم
جسس	تَجَسَّسَ جاسوسی کرنا۔ ڈھونڈنا
جسم	جِسْم جسم
جعل	جَعَلَ بنانا
جفأ	جُفَاء پھینکنا۔ خشک ہونا
جفن	(جِفَان لگن بڑا پیالہ ص ۲/۱۴)
جفو	تَجَافٰی الگ ہونا
جلب	اَجْلَبَ لانا جلباب چادر

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
جلت	(جالوت-کافر بادشاہ ص ۱/۵)	جوب	جَابَ تراشنا		اِسْتَحَبَّ اختیار کرنا
جلد	جِلْد کھال (ص ۱/۲) جَلْدَۃ کوڑا		اَجَابَ جواب دینا-فریادرسی-	حبر	حَبَرَ خوش کرنا اَحْبَار عالم
	جَلَدَ مارنا		قبول کرنا	حبس	حَبَسَ قید کرنا-روکنا
جلس	جَلَسَ بیٹھنا مجلس مجلس		استجاب-اطاعت کرنا-	حبط	حَبِطَ برباد ہونا اَحْبَطَ برباد کرنا
جلّ	ذوالجلال-جلیل بڑا بزرگ)		فریادرسی-قبول کرنا	حبك	حُبُك بُننا
جلو	جِلا جلاوطنی جَلی روشن کرنا	جود	جودی-پہاڑ ص ۵/۱۱ جِیاد گھوڑا	حبل	حَبْل رسی (حبل الورید ص ۲/۴)
	تَجَلّی روشن ہونا۔ ظاہر ہونا۔ کرنا	جور	(جار ہمسایہ ۵/۴ جاوَرَ ہمسایہ	حتم	حَتْم فیصلہ کرنا
جمح	جَمَحَ دوڑنا		ہونا ۳۳/۴۳) جائر ٹیڑھا جوار تارا	حتی	حَتّٰی تک-یہاں تک
جمد	جَامِدَۃ ٹھہرنا		کشتی ص ۵/۳	حثّ	حَثَّ ابھارنا
جمع	جَمْع-جمیع جمات سب جمعہ ص ۱/۱۲		اَجَارَ پناہ دینا اِسْتَجَارَ پناہ مانگنا	حجب	حَجَبَ پردہ کرنا حِجاب پردہ
	جَمَعَ اکٹھا کرنا اِجْتَمَعَ اکٹھا ہونا	جوز	جَاوَزَ حد سے بڑھنا	حجّ	حَجّ اور حِجّ عبادت (ص ۱/۱۱)
	اَجْمَعَ (علی الامر) کسی بات پر اتفاق کرنا ۱۲/۱۵		تجاوز (عن) معاف کرنا		حَجّ (حج کرنا) حِجَج سال
جمل	جَمَل اونٹ جَمِیْل اچھا جمال زینت	جوس	جَاسَ ڈھونڈنا-گھسنا		حاجّ اور حاجّ جھگڑا کرنا-
جمّ	جَمّ وافر-بہت	جوع	جُوْع بھوک		حُجَّۃ دلیل
جنب	جَنْب پہلو-جانب ص ۵/۵	جوف	جَوْف اندر	حجر	حَجَر پتھر حِجْر آڑ-عقل-گود
	جُنُب اچنبھا (اجنبی-جنبی)	جوّ	(جوّ فضا-ہوا ۱۶/۷۹)		ایک مقام کا نام (ص ۱/۲)
	جَنَبَ دور رکھنا	جھد	جَاهَدَ کوشش کرنا محنت کرنا		حُجْرَۃ کمرہ حَجَرَ روکنا
	جَنَّبَ الگ کرنا-بچانا-ہٹانا		جُهْد محنت مشقت جِہاد جنگ	حجز	حَجَزَ بچانا-حَاجِز آڑ
	تَجَنَّبَ الگ ہونا اِجْتَنَبَ بچنا	جھر	جَهَرَ پکارنا-ظاہر کرنا	حدب	حَدَب اُبھار-ٹیلہ
جنح	جَنَحَ جھکنا جُناح گناہ جَناح	جھز	جَهَّزَ تیار کرنا جِہاز سامان	حدث	حدیث بات-قرآن-کہانیاں-نیا
	بازو-پہلو-پرندہ کا پر ص ۲/۲	جھل	جَاهِل نادان		حَدَّثَ آگاہ کرنا-بیان کرنا
جند	جُنْد لشکر	جھنم	جَہَنَّم-دوزخ		اَحْدَثَ (کسی امر کا واقع ہونا)
جنف	جَنَفَ جھکنا (ص ۲/۲) تَجَانُف	جیٔ	جَاءَ آنا جَاءَ بِ اور اَجَاءَ لانا	حدّ	حَدّ آڑ-کنارا (حدید لوہا ص ۲/۵)
	جھکنا۔	جیب	جَیْب گریبان ص ۲/۲		حَدِیْد اور حِدَاد تیز
جنّ	جَنَّ ڈھکنا جِنّ اور جِنَّۃ-	جید	جِیْد گردن		حَادَّ مخالفت کرنا
	جِنّ دیوانگی جَنَّۃ باغ بہشت		ح	حدق	حدیقۃ باغ
	جُنَّۃ ڈھال جَانّ سانپ	حبّ	حَبّ اور حَبَّۃ دانہ ص ۲/۲	حذر	حِذْر آلات جنگ-سامان
	جَنِیْن بچہ		حُبّ اور مَحَبَّۃ محبت		حَذِرَ ڈرنا-بچنا-حَذَّرَ ڈرانا-
جنی	جَنَی پھل-پھل پکنا		اَحَبَّ، حَبَّبَ پسند کرنا محبت کرنا	حرب	حَرْب جنگ محراب قلعہ مسجد محراب

مادہ	الفاظ اور عنوان
	حَارَبَ لڑنا
حرث	حَرْثٌ کھیتی
	حَرَثَ کھیتی باڑی کرنا (56/63)
حرج	حَرَجٌ تنگی
حرد	حَرْدٌ غصہ
حرّ	حَرٌّ اور حرور دھوپ۔گرمی
	حُرٌّ آزاد (حریر ریشم۔ض 2/4)
	حَرَّرَ آزاد کرنا۔
حرس	حَرَسٌ چوکیدار۔نگہبان
حرص	حَرَصَ طمع رکھنا
حرض	حَرَضٌ بیمار حَرَّضَ ابھارنا
حرف	حَرْفٌ کنارا
	حَرَّفَ۔تَحَرَّفَ بدل دینا
حرق	حَرَّقَ آگ کا جلا دینا
	اِحْتَرَقَ آگ میں جل جانا
حرک	حَرَّكَ چلانا۔ہلانا
حرم	حَرَمٌ بیت الحرام بیت المحرم کعبہ
	حَرَّمَ عزت کرنا۔احرام باندھنا (2/142)
	(حرام کرنا 5/4) (حُرُمٌ احرام باندھے (5/1)
	حَرَامٌ حرام مَحْرُوْمٌ بےنصیب
حرو	تحرّی اختیار کرنا۔ارادہ کرنا۔
	ڈھونڈھنا۔
حزب	حِزْبٌ جماعت۔لشکر
حزن	حَزِنَ غمگین ہونا حُزْنٌ غم
حسب	حَسْبٌ کافی حُسْبَانٌ عذاب ہوا
	حَسِبَ۔گمان کرنا
	حَسَبَ۔حِسَابًا گننا } ض 4
	(حَاسَبَ حساب لینا (18/4)
	(اِحْتَسَبَ خیال میں لانا (65/3)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حسد	حَسَدَ حسد کرنا (112/4)
حسر	حَسَرَ تھکنا حَسْرَۃٌ پچھتانا
	اِسْتَحْسَرَ سستی کرنا
حسّ	حَسَّ قتل کرنا حَسِیْسٌ آواز
	اَحَسَّ جاننا تَحَسَّسَ ڈھونڈنا
حسم	حُسُوْمٌ بدبختی۔لگاتار۔نامبارک
حسن	حُسْنٌ خوبصورتی حِسَانٌ خوبصورت
	حَسُنَ اچھا ہونا حَسَنَۃٌ نیکی
	اَحْسَنَ احسان کرنا۔
حشر	حَشَرَ اکٹھا کرنا (زندہ کرنا) (6/111)
حصب	حَصَبٌ ایندھن۔پتھر
	حَاصِبٌ عذاب۔ہوا
حصحص	حَصْحَصَ ثابت ہونا۔ظاہر ہونا
حصد	حَصَدَ کاٹنا
حصر	حَصِیْرٌ قیدخانہ (چٹائی ض 2/4)
	حَصِرَ تنگ ہونا۔رکنا
	حَصُوْرٌ بےرغبت
	اَحْصَرَ روکنا۔گھیرنا
حصل	حَصَّلَ اکٹھا کرنا
حصن	حُصُوْنٌ قلعہ
	اَحْصَنَ بچانا۔حفاظت کرنا
	مُحْصِنٌ۔مُحْصَنٰتٌ آزاد
	(شادی شدہ۔ض 5/4)
	(حَصَّنَ کسی جگہ کو محفوظ بنانا (5/12)
	تَحَصَّنَ بچنا (پاکدامن رہنا)
حصی	اَحْصٰی گننا
حضر	حَضَرَ آباد ہونا۔حاضر ہونا
	اَحْضَرَ پیش کرنا
	اِحْتَضَرَ حاضر رہنا (54/28)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حضّ	حَضَّ ابھارنا
	(تَحَاضَّ ایک دوسرے کو
	ترغیب دینا 89/12)
حطب	حَطَبٌ ایندھن۔لکڑی
حطّ	حِطَّۃٌ معاف کرنا
حطم	حَطَمَ چوراچورا۔روندنا
	حُطَمَۃٌ دوزخ
حظر	حَظَرَ روکنا (اِحْتَظَرَ باڑ بنانا 54/31)
حظّ	حَظٌّ حصہ
حفد	حَفَدَۃٌ اولاد
حفر	حُفْرَۃٌ گڑھا (حافرۃ ابتدائی
	حالت ض 5/4)
حفظ	حَفِظَ حفاظت کرنا۔یاد رکھنا
	حَافِظٌ، حَفِیْظٌ نگہبان
	(حَافَظَ خبردار رہنا 2/238)
	(اِسْتَحْفَظَ نگہبان بنانا 5/44)
حفّ	حَفَّ گھیرنا
حفو	حَفَا تنگ کرنا۔درپے ہونا۔مانگنا
حقب	اَحْقَابٌ زمانہ
حقف	اَحْقَافٌ ٹیلہ۔ریت ض 1/8)
حق	حَقَّ ثابت ہونا حَقٌّ سچ درست
	حَاقَّۃٌ قیامت
	اَحَقَّ ثابت کرنا۔لائق ہونا حقدار
	(اِسْتَحَقَّ کسی کا حق دبانا 5/107)
حکم	حَکَمَ حکم کرنا۔فیصلہ کرنا۔
	(حَکَمٌ منصف)
	اَحْکَمَ مضبوط بنانا
	حَکَّمَ (منصف بنانا) (65/4)
	(تَحَاکَمَ جھگڑا فیصلہ کے لیے جانا (60/4)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حلف	حَلْفٌ قسم حَلَفَ قسم اٹھانا
حلق	(حَلَقَ، حَلَّقَ سر منڈانا ۲/۱۹۶)،
	۴۸/۲۷ حُلْقُوم گلا
حلّ	حَلَّ اترنا۔ کھولنا احرام کھولنا ۵/۲)
	اَحَلَّ اتارنا۔ کھولنا (حلال کرنا ۵/۴)
	حلیلۃ بیوی
حلم	حِلْم عقل حُلُم جوانی۔ خواب
	حَلُمَ برداشت کرنا۔ جوبن پر آنا
حلی	(حِلّی۔ زیور پہنانا حلیۃ زیور
	ص ۲/۴)
حمأ	مٹی اور اس کی مختلف حالتیں
حمد	حَمِدَ تعریف کرنا (محمدؐ، احمدؐ۔
	ص ۱/۱)
حمر	(اَحْمَر۔ سرخ ص ۲/۶)
	(حِمَار گدھا ص ۲/۱)
حمل	حَمْل۔ حِمْل بوجھ (ص ۵/۵)
	حَمَلَ (بوجھ) اٹھانا۔ سوار کرنا
	(حَمَلَ عَلٰی بوجھ لادنا ۲/۲۸۶)
	(حَمَّلَ بوجھ اٹھوانا ‹‹)
	احتمل بوجھ اٹھانا اور صبر کرنا (۴/۱۱۲)
حمّ	حمیم۔ پانی۔ دوست۔ گرمی
	یحموم۔ دھواں
حمی	گرمی (گرم کرنا)
حنث	حِنْث گناہ حَنِثَ قسم توڑنا
حنجر	حَنَاجِر گلا
حنذ	حَنَذَ بھوننا
حنف	حَنَفَ یکسو ہونا (ص ۴/۲)
حنك	اِحْتَنَكَ قابو پانا
حنّ	حنان مہربان (حُنَیْن ص ۱/۸)

مادہ	الفاظ اور عنوان
حوب	حُوْب گناہ
حوت	حُوْت مچھلی (ص ۱/۱۰، ۲/۱)
حوج	حَاجَۃ حاجت۔ تنگی
حوذ	اِسْتَحْوَذَ قابو پانا
حور	حُوْر آنکھ حَوَارِی مددگار
	حَارَ پھرنا حَاوَرَ بات کرنا
	(تَحَاوَرَ سوال وجواب کرنا ۵۸/۱)
حوز	تَحَیَّزَ ملنا (ص ۳/۱)
حوش	حَاشَا تسبیح وتقدیس
حوط	اَحَاطَ گھیرنا
حول	حَوْل۔ سال۔ پاس
	(حَوَّلَ بدل دینا حَالَ حائل ہونا ۸/۲۴)
حوم	حام اونٹ (ص ۱/۶، ۲/۵)
حوی	اَحْوٰی سیاہ حوایا انتڑیاں
حیث	حَیْثُ۔ حَیْثُمَا جہاں
حید	حَادَ کتراجانا
حیر	حَیْرَان حیران ہونا۔
حیص	مَحِیْص پناہ
حیض	محیض حیض (حاضت۔
	حیض آنا ۶۵/۴)
حیف	حَافَ بے انصافی کرنا
حیق	حَاقَ گھیرنا
حیل	حِیْلَۃ تدبیر کرنا
حین	حین۔ حِیْنَئِذٍ وقت
حیّ	حَیَّۃ سانپ حیاۃ زندگی
	حَیِیَ زندہ رہنا یَحْیٰی ص ۱/۱)
	اَحْیَا زندہ کرنا حَیِّیَ دعا دینا
	اِسْتَحْیَاء زندہ رکھنا۔ شرمانا

خ

مادہ	الفاظ اور عنوان
خبأ	خَبَأَ چھپنا۔ چھپانا
خبت	اَخْبَتَ عاجزی کرنا
خبث	خبیث ناپاک۔ ردّی
	خَبُثَ (گندہ یا ناکارہ ہونا)
خبر	خبیر آگاہ ہونا۔ خبر دینا
خبز	خُبْز (ص ۲/۴)
خبط	تَخَبَّطَ آسیب زدہ کرنا
خبل	خَبَال خرابی
خبو	خَبَا آگ کا بجھنا
ختر	خَتَرَ دھوکا دینا
ختم	خَتَمَ مہر لگانا (خاتم مہر) ختم ہونا۔
خدّ	خَدّ رخسار ص ۲/۴) اخدود گڑھا
	(اصحب الاخدود ص ۱/۱۰)
خدع	خَدَعَ۔ خَادَعَ دھوکا دینا
خدن	اَخْدَان دوست ص ۵/۱)
خذل	دھوکا دینا۔ دوست
خرب	خراب خرابی۔ خراب ہونا
	اَخْرَبَ خراب کرنا
خرج	(خَرْج خراج۔ محصول چندہ (۱۸/۹۴)
	خَرَجَ نکلنا۔ اَخْرَجَ نکالنا
	(اِسْتَخْرَجَ کوشش سے نکالنا (۱۸/۸۲)
خردل	(خَرْدَل رائی ص ۲/۴)
خرّ	خَرَّ گرنا
خرص	خَرَصَ اٹکل پچو۔ اندازہ لگانا
خرطم	خُرْطُوْم ناک
خرق	خَرَقَ پھاڑنا
خزن	خَزَنَ اکٹھا کرنا خزائن خزانہ
خَزَنَۃ	داروغہ۔ دوزخ کا فرشتہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
خزی	خزی ذلت ۔ ذلیل ہونا
	اَخزیٰ ذلیل کرنا
خسأ	خسأ دھتکارنا ۔ ہٹانا خاسئ ذلیل
خسر	خسر نقصان اٹھانا اخسر کمی کرنا
	(خسر) تخسیر نقصان
خسف	خسف (زمین میں دھنسانا) عذاب
	(خسف چاند گرہن لگنا (۵/۸)
خشب	خشب لکڑی
خشع	خشع جھکنا ڈرنا ۔ عاجزی کرنا ۔ نیچے ہونا
خشی	ڈرنا
خص	خصاصۃ بھوک
	(اختص خاص کر لینا (۲/۱۰۵)
خصف	خصف جوڑنا
خصم	خصم ۔ اختصم جھگڑا کرنا
	(خصم مدعی (خصیم اور خصیم جھگڑالو) (تخاصم ایک دوسرے سے جھگڑنا (۳۸/۱۴)
خضد	خضد کاٹنا
خضر	(اخضر سبز ص ۲) (خضر ۶/۹۹)
خضع	خضع عاجزی کرنا
خطأ	خطاء ، خطأ خطأ ۔ خطیئۃ گناہ (اخطأ ۔ غلطی سے گناہ کرنا (۲/۲۸۶)
خطب	خطب حال (خطبۃ منگنی (۲/۲۳۶) خاطب بات کرنا
خط	خط لکھنا
خطف	خطف ، تخطف چھیننا
خطو	خطوات قدم

مادہ	الفاظ اور عنوان
خفت	خافت ۔ تخافت سرگوشی کرنا
خفض	خفض جھکانا ۔ نیچے کرنا
خف	خف ہلکا ہونا خفف ہلکا کرنا
	استخف عقل کھو دینا ۔ ہلکا بنا دینا
خفی	خفی چھپنا اخفی چھپانا ص ۲
	(استخفی پوشیدہ ہونا (۴/۱۰۸)
خلد	خلد آباد ہونا ۔ ہمیشہ ہونا
خلص	خلص الگ ہونا
	استخلص چن لینا ص ۲
خلط	خلط ، خالط ملانا ص ۲
	خلطاء شریک اختلط ملنا
خلع	خلع اتارنا ۔
خلف	خلف پیچھے آنا خلف پچھلا پیچھے
	(خلف جانشین خلیفہ نائب
	(اخلف خلاف کرنا (۳/۹)
	خلف پیچھے چھوڑنا تخلف پیچھے رہنا
	خالف مخالفت کرنا ۔ پیچھے رہنا
	اختلف (اختلاف کرنا) مختلف
	استخلف اقتدار بخشنا (خلیفہ بنانا)
خلق	خلق شکل و صورت خلق طریقہ
	خلاق حصہ
	خلق پیدا کرنا خلق شکل و صورت بنانا
	اختلق اٹکل پچو باتیں بنانا
خلل	خلال دوستی ۔ درمیان ۔ اندر
	خلۃ دوستی خلیل دوست
خلو	خلا ۔ الگ ہونا ۔ گزرنا
	خلی چھوڑنا تخلی خالی ہونا (۴/۸۴)
خمد	خمد آگ کا بجھنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
خمر	خمر شراب خمر چادر
خمس	خمس ۔ خمسۃ پانچ ص ۱/۱۳
خمص	مخمصۃ بھوک
خمط	ردی ۔ کڑوا
خنزر	(خنزیر سور ص ۲/۱)
خنس	خنس پیچھے ہٹنا خنس تارا
	خناس جن
خنق	انخنق مرنا
خور	خوار آواز
خوض	خاض فضول باتیں کرنا مشغول ہونا
خوف	خاف ڈرنا (تخوف ڈرنا (۱۶/۴۷)
	خوف ڈرانا
خول	(خال ۔ خالۃ ماموں خالہ ص ۲)
	خول نعمت عطا کرنا
خون	خان ۔ اختان خیانت کرنا ۔ دھوکہ دینا
خوی	خوی گرنا
خیب	(خاب نامراد ہونا (۱۴/۱۵)
خیر	خیر اچھا ۔ مال و دولت ۔ نیکی
	خیرۃ اختیار (خیرات ص ۲)
	تخیر پسند کرنا اختار چن لینا
خیط	(خیط دھاگا خیاط سوئی ص ۴)
خیل	خیل گھوڑا جماعت جانوروں کی ص ۵/۱
	(خیل خیال میں لانا (۲۰/۶۶)
	اختال اترانا
خیم	خیام ۔ خیمۃ
د	
دأب	حال ۔ لگاتار
دبب	دابۃ چوپائے دب چلنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
دبر	دُبُر پیٹھ۔ دَابِر جڑ
	اَدْبَرَ پھرنا اِدْبَار پیچھے
	دَبَّرَ تدبیر کرنا تَدَبَّرَ غور کرنا
دثر	اِدَّثَّرَ اوڑھنا
دحر	دَحَرَ دھتکارنا۔ ہٹانا
دحض	اَدْحَضَ پھسلانا دَاحِضَۃ رَدّی
دحی	دَحٰی بچھانا۔ پھیلانا
دخر	دَاخِر ذلیل
دخل	دَخَلَ داخل ہونا اَدْخَلَ داخل کرنا
	اِدَّخَلَ سر گھسانا (۹/۵۷)
دخن	دُخَان دھواں
درء	دَرَءَ ہٹانا
	(تَدَارَأَ ایک دوسرے پر
	جھگڑے میں الزام دھرنا ۲/۷۲)
درج	درجۃ۔ رُتبہ (ض ۲/۳)
	اِسْتَدْرَجَ آہستہ آہستہ (کوئی کام کرنا)
درر	مِدْرَار بارش دُرِّیّ چمکدار
درس	دَرَسَ پڑھنا اِدْرِیْسُ ض ۱/۱
درک	دَرَکَ پکڑنا اَدْرَکَ ض ۲/۳ —
	اَدْرَکَ پانا اِدَّارَکَ گر پڑنا
	(تَدَارَکَ سنبھالنا (۱۱/۶۸)
درھم	(دِرْھَم سکہ ض ۲/۳
دری	دَرٰی جاننا اَدْرٰی آگاہ کرنا
دسر	دُسُر میخ
دسس	دَسَّ۔ دَسّٰی گاڑنا
دعع	دَعَّ مارنا۔ ہٹانا
دعو	دَعَا پکارنا۔ دُعَا دینا دَعٰی مانگنا
	اَدْعِیَاء بے پالک متبنّٰی
دفء	دِفْءٌ گرمی حاصل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
دفع	دَفَعَ دینا۔ سپرد کرنا۔ ہٹانا
	دَافِع ہٹانا۔
دفق	دَفَقَ نکلنا
دکّ	دَکَّ چورا چورا۔ زمین بوس کرنا
	ہموار کرنا
دلک	دُلُوک ڈھلنا
دلّ	دَلَّ آگاہ کرنا دلیل دلیل
دلو	دَلْو ڈول
دلّی	آہستہ آہستہ (کوئی کام کرنا)
اَدْلٰی	لٹکانا۔ پہنچانا تَدَلّٰی لٹکنا
دمدم	دَمْدَمَ ہلاک کرنا۔ زمین بوس کرنا
دمر	دَمَّرَ ہلاک کرنا
دمع	دَمْع آنسو (ض ۲/۳)
دمغ	دَمَغَ مارنا
دمو	(دم خون ض ۲/۳
دنر	(دِینَار۔ سکہ ض ۲/۳
دنو	اَدْنٰی دنیا۔ ردی کم (۵۵/۲)
	دَنٰی جھکنا۔ نزدیک ہونا
	اَدْنٰی (یُدْنِیْ) نزدیک کرنا
دود	(دَاوٗد ض ۱/۱
دور	دَار شہر۔ گھر دَائِرَۃ گردش ایام
	(ض ۲/۳
	دَارَ پھرنا اَدَارَ لین دین کرنا
دول	دُوْلَۃ گردش ایام مال و دولت
	(ض ۲/۳
	دَاوَلَ بدلنا
دوم	دَامَ ہمیشہ رہنا
دون	دُوْنَ سوائے (کمتر ض ۲/۳
دھر	دَھْر زمانہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
دھق	دِھَاق بھرنا
دھم	اَدْھَمَ سیاہ ہونا
دھن	دُھْن تیل اَدْھَنَ نرم کرنا
دھی	اَدْھٰی سخت
دین	دَیْن ادھار دِیْن قیامت۔
	دِیْن (ض ۲/۱
	دَانَ بدلہ دینا تَدَایَنَ لین دین کرنا
	ذ
ذئب	(ذِئْب بھیڑیا ض ۲/۱
ذءم	مذءوم ناپسندیدہ
ذبّ	ذُبَاب مکھی ذَبْذَبَ لٹکنا
ذبح	ذَبَحَ ذبح کرنا ذَبَّحَ مار ڈالنا
ذخر	اِدَّخَرَ اکٹھا کرنا
ذرء	پھیلانا۔ پیدا کرنا
ذرّ	ذُرِّیَّۃ اولاد
ذرع	ذِرَاع بازو۔ ہاتھ
ذرو	ذَرَا اڑانا
ذعن	ذَعَنَ اطاعت کرنا
ذقن	(اذقان ٹھوڑی ض ۲/۳
ذکر	ذِکْر۔ تَذْکِرَۃ قرآن نصیحت
	ذَکَر مرد (ض ۲/۳
	ذَکَرَ یاد کرنا ذَکَّرَ یاد دلانا نصیحت کرنا
	تَذَکَّرَ نصیحت قبول کرنا
	اِدَّکَرَ یاد آنا۔ غور کرنا
ذکو	ذَکّٰی ذبح کرنا
ذلّ	ذِلَّۃ ذلت اَذِلَّۃ کمزور
	ذَلَّ جھکنا۔ ذلیل ہونا
	اَذَلَّ ذلیل کرنا ذَلَّلَ مسخر کرنا
	جھکانا۔

مادہ	الفاظ اور عنوان
ذمم	ذِمَّۃ ذمہ داری۔ عہد
	مذموم ناپسندیدہ
	ذَمّ بُرا بھلا کہنا
ذنب	ذنب (ج ذنوب) گناہ۔
	ذَنُوب ڈول
ذود	ذَادَ روکنا
ذوق	ذَاقَ (چکھنا) ذائقۃ مزا
	(اذاق چکھانا (۱۶/۱۱۴)
ذھب	(ذَھَب سونا (دھات) ض ۲/۵)
	ذَھَبَ جانا اَذْھَبَ (لے) جانا
ذھل	ذَھَلَ بھولنا۔
ذی	ذُو۔ والا، والے۔
ذیع	اَذَاعَ مشہور کرنا۔
	ر
رأس	رَأس سر ض ۲/۴)
رأف	رءوف مہربان (رافتہ ترس کھانا)
رأی	رُؤیا خواب
	رَاٰی دیکھنا اَرَاٰی دکھلانا
	اَرٰی دکھلانا (ریاء نمائش)
ربب	رَبّ پروردگار۔ مالک
	رَبّانی نیک بخت
	رَبَّ پرورش کرنا
	(ربائب پچھلگ اولاد (ض ۲/۴)
ربح	رَبِحَ فائدہ ہونا
ربص	تَرَبَّصَ انتظار کرنا
ربط	رَبَطَ باندھنا۔ مضبوط کرنا
	(ربط علی القلب ض ۵/۹)
	رَابَطَ ثابت قدم رہنا
ربو	رِبَا سود ربوۃ ٹیلہ۔ زمین

مادہ	الفاظ اور عنوان
	رابیۃ سخت
	رَبٰی رَبّٰی پرورش کرنا اَرْبٰی بڑھانا
رتع	رَتَعَ کھانا
رتق	رَتَقَ ملنا (ض ۲/۴)
رتل	رَتَّلَ پڑھنا
رجج	رَجّ کانپنا
رجز	رُجْز گندگی رِجْز گندگی عذاب
رجس	رِجْس گندگی۔ عذاب۔ ناپاک
رجع	رَجَعَ لوٹنا۔ جواب دینا
	اَرْجَعَ لوٹانا
	(تَرَاجَعَ ایک دوسرے کی طرف
	لوٹنا (۲/۲۳۰)
رجف	رَجَفَ کانپنا۔ عذاب۔
	(رجفۃ زلزلہ)
	اَرْجَفَ مشہور کرنا
رجل	رِجْل پاؤں رَجُل مرد
	رَجِل (پیدل) چلنا
رجم	رَجَمَ پھینکنا۔ مارنا۔ دھتکارنا
رجو	رَجُو (ج ارجاء) کنارا۔ رجا
	امید لگانا اَرْجٰی پیچھے کرنا
رجء	اَرْجَءَ پیچھے ڈالنا
رحب	رَحُبَ فراخ ہونا مرحبا کہنا (۵/۲۵)
رحق	رحیق شراب
رحل	رَحْل سامان رَحَل سفر کرنا
رحم	رَحْمٰن۔ رَحِیْم مہربان
	(رَحْم، رحم۔ (ج ارحام)
	بطن مادر) ض ۲/۴)
رخو	رُخَاء آہستہ آہستہ
ردأ	رِدْأ مدد دینا

مادہ	الفاظ اور عنوان
ردد	رَدّ پھیرنا۔ لوٹانا اِرْتَدَّ پھرنا۔ لوٹنا
	تَرَدَّدَ۔ لٹکنا
ردف	رِدِف پیچھے آنا۔ اَرْدَفَ
	پیچھے لگانا۔ لگاتار
ردم	رَدْم دیوار
ردی	ردی۔ تَرَدّٰی ہلاک ہونا۔ گرنا
	اَرْدٰی ہلاک کرنا۔ گرانا
رذل	اَرَاذِل ذلیل
رزق	رِزْق خوراک۔ مال و دولت
	رَزَقَ کھلانا۔ مال و دولت دینا
رسخ	رَاسِخ مضبوط
رسس	رَسّ کنواں (اصحٰب الرس ض ۱/۱)
رسو	اَرْسٰی گاڑنا رَوَاسِی پہاڑ
رشد	رَشَدَ ہدایت پانا اَرْشَدَ ہدایت
	دینا رَشِیْد نیک بخت
رصد	رَصَدَ (گھات لگانا) چوکیدار
رصص	رَصَّ جوڑنا۔ مضبوط بنانا
رضع	(رَضَعَ دودھ پلانا
	رضاعۃ دودھ پلانے کی مدت
	اِسْتَرْضَعَ دودھ پلوانا ض ۲/۴) (۲/۲۳۳)
رضو	رِضْوَان۔ مرضاۃ رضامندی
رضی	رَضِیَ خوش ہونا۔ راضی ہونا
	اَرْضٰی خوش کرنا
	تَرَاضٰی آپس میں راضی ہونا
	اِرْتَضٰی پسند کرنا
رطب	رَطْب تازہ (ہرا) رُطَب
	(تازہ) کھجور
رعب	رَعَبَ ڈرنا
رعد	رَعْد بجلی

مادہ	الفاظ اور عنوان
رعی	رَعٰی چرانا۔ حفاظت کرنا۔ لحاظ رکھنا
	مَرْعٰی چارہ
رغب	رَغَبَ چاہنا۔ رغبت کرنا۔
	بے رغبتی کرنا
رغد	رَغَدًا وافر۔ بہت
رغم	مُرَاغَم جگہ
رفت	رُفَات بوسیدہ۔ چورا چورا
رفث	رَفَثَ مجامعت کرنا
رفد	رَفَدَ دینا۔ مدد دینا
رفرف	(رَفْرَف قالین صن ۲/۴)
رفع	رَفَعَ بلند کرنا
رفق	رَفِیْق دوست (مرفق کہنی صن)
	رَفَقَ۔ اِرْتَفَقَ آرام کرنا۔ ٹیک لگانا
رقب	رَقَبَۃ گردن۔ لونڈی۔ غلام
	(صن ۵/۴) رَقِیْب نگہبان
	رَقَبَ لحاظ کرنا
	تَرَقَّبَ۔ اِرْتَقَبَ انتظار کرنا
رقد	رَقَدَ سونا مَرْقَد خوابگاہ۔ قبر
رق	رَقّ کاغذ
رقم	رَقَمَ لکھنا
رقی	رَقِیَ چڑھنا (جھاڑ پھونک کرنا ۵/۴)
	(تَرَاقِی ہنسلی کی ہڈی صن ۲/۴)
	(اِرْتَقٰی درجہ بدرجہ چڑھتے جانا ۳۸/۱۲)
رکب	رَکْب اونٹ۔ اونٹوں کی جماعت۔
	قافلہ صن ۵/۴ رِکَاب اونٹ
	رَکِبَ سوار ہونا رَکَّبَ ملانا
	تَرَاکَبَ تہ بتہ (ایک دوسرے کے اوپر ہونا)
رکد	رَکَدَ ٹھہرنا
رکز	رِکْز آواز

مادہ	الفاظ اور عنوان
رکس	اَرْکَسَ الٹ دینا
رکض	رَکَضَ دوڑنا
رکع	(رَکَعَ جھکنا صن ۱/۱۲)
رکم	رَکَام۔ مَرْکُوْم تہ بتہ۔
	وافر۔ بہت
رکن	رَکَنَ جھکنا رُکْن طاقت
رمح	(رُمْح (ج رِمَاح) نیزہ (صن ۲/۴)
رمد	(رَمَاد راکھ صن ۲/۴)
رمز	رَمَزَ اشارہ کرنا
رمض	رَمَضَان نواں ماہ قمری۔
	ماہِ صیام ۲/۸۵)
رمم	رَمِیْم بوسیدہ
رمن	(رُمَّان انار صن ۲/۴)
رمی	رَمٰی پھینکنا
روح	رُوْح فرشتہ (رُوح صن ۲/۴)
	رَوْح۔ رِیْح ہوا رَوَاح شام
	پچھلا پہر (اَرَاحَ پچھلے پہر یا شام
	کو کوئی کام کرنا ۱۶/۶)
رود	رُوَیْد آہستہ آہستہ
	اَرَادَ ارادہ کرنا۔ چاہنا
	رَاوَدَ پھسلانا
روض	رَوْضَۃ باغ
روع	رَاعَ ڈرنا
روغ	رَاغَ دھوکہ دینا
روم	رُوْم (صن ۱/۲)
رھب	رَهِبَ ڈرنا (رُهْبَان درویش ۵/۱۲)
	اَرْهَبَ اِسْتَرْهَبَ ڈرانا
رھط	رَهْط جماعت۔ سردار۔ قبیلہ یا خاندان
رھق	رَهِقَ چڑھنا۔ ڈھانکنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اَرْهَقَ زبردستی کرنا
رھن	رَهَنَ گروی رکھنا
رھو	رَهَا تھمنا۔ ٹھہرنا
ریب	رَیْب شک و شبہ۔ رَیْبَ الْمَنُوْن
	زمانہ اور اس کی سختیاں گردش ایام
	اَرَابَ شک میں ڈالنا ۱۱/۲۵
	اِرْتَابَ شک میں پڑنا ۲۹/۴۸
ریش	رِیْش زینت۔ سامان
ریع	رِیْع ٹیلہ۔ زمین اور اس کی اقسام
رین	رَانَ زنگ لگنا ۸۳/۱۲
	ز
زبد	(زَبَد جھاگ ۱۳/۱۷)
زبر	زُبَر ٹکڑا۔ تختہ۔ کتاب زبور صن ۱/۴
زبن	زَبَانِیَۃ دوزخ کا فرشتہ
زجج	زُجَاج شیشہ
زجر	زَجَرَ۔ اِزْدَجَرَ جھڑکنا
زجو	اَزْجٰی چلانا مُزْجَاۃ ردی
زحزح	زَحْزَحَ ہٹانا
زحف	زَحْف جنگ
زخرف	زُخْرُف زینت۔ مزین کرنا
زرب	(زَرَابِی غالیچے (صن ۲/۴)
زرع	زَرْع کھیتی زُرَّاع کسان
	زَرَعَ کھیتی باڑی کرنا
زرق	(زُرْق نیلا صن ۲/۶)
زری	اِزْدَرٰی ذلیل سمجھنا
زعم	زَعِیْم ضامن زَعَمَ گمان کرنا
زفر	زَفِیْر آواز
زفف	زَفَّ دوڑنا
زقم	زَقُّوْم درخت

مادہ	الفاظ اور عنوان
زکر	(زکریا (ص 1/1)
زکی	زکیّا۔ زکیّۃ پاکیزہ زکوٰۃ ص 1/11
	زکی۔ تزکّی پاک ہونا
	زکّی پاک کرنا۔ سنوارنا
زلزل	زلزل کانپنا زلزلہ بھونچال 22/1
زلف	زُلف حصہ۔ گھڑی زُلفی رتبہ
	زلف نزدیک ہونا
	ازلف نزدیک کرنا
زلق	زلق زمین اور اس کی اقسام
	ازلق پھسلانا
زلّ	زلّ پھسلنا ازلّ۔ استزلّ پھسلانا
زلم	زلم (ج ازلام) تیر
زمر	زُمر جماعت۔ فرقہ
زمل	اِزّمّل اوڑھنا
زمھر	زمھریر سردی
	(زنجبیل سونٹھ 46/19
زنم	(زنیم۔ بدنام 68/13)
زنی	ازنی بدکاری کرنا زِنا بدکاری
زھد	زھد بے رغبتی کرنا
زھر	زَھرۃ رونق۔ زینت
زھق	زھق بھاگنا۔ نکلنا
زوج	زوج بیوی، جوڑا۔ خاوند ساتھی۔ مختلف (ص 4/1)
	زوّج نکاح کردینا
زود	زاد سامان
	(تزوّد زادِ راہ لینا 2/197
زور	زُور جھوٹ
	زار دیکھنا تزاور۔ زمین
زول	زال ڈھلنا لا یز

مادہ	الفاظ اور عنوان
زیت	زیت تیل (زیتون ص 1/2)
زید	زید ص 1/5)
	زاد۔ ازداد بڑھنا۔ بڑھانا
زیغ	زیغ ٹیڑھ
	زاغ ٹیڑھا ہونا زاغ البصر دیکھنا
	ازاغ ٹیڑھا کرنا
زیل	زیّل الگ کرنا تزیّل الگ ہونا
زین	زیّن مزین کرنا ازّیّن مزین ہونا
	زینۃ زینت
	س
س	جلدی
سأل	پوچھنا۔ مانگنا
	(تساءل ایک دوسرے سے پوچھنا 78/1)
سام	سام تھکنا
سبا	(سبا قوم۔ علاقہ ص 1/2)
سب	سبّ برا بھلا کہنا سبب ذریعہ
	رستہ۔ رسّی
سبت	سبت آرام کرنا ہفتہ منانا
سبح	سُبحان پاک
	سبح مشغول ہونا سبّح تسبیح و تقدیس
سبط	اسباط اولاد۔ قبیلہ
سبغ	(سابغات کھلی زرہیں ص 1/4)
	اسبغ پورا کرنا
سبق	سابق پہلا
	سبق آگے بڑھنا۔ گزرنا
	استبق دوڑنا
	سابق ایک دوسرے سے آگے بڑھنا
سبل	سبیل رستہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
	ابن السبیل۔ عابر السبیل مسافر
ست	(ستّ۔ ستّۃ چھ ص 1/12
ستر	ستر پردہ استتر پردہ کرنا
سجد	سجد سجدہ کرنا مسجد عبادتگاہ
	مسجد الحرام کعبہ مسجد الاقصیٰ ص 1/1
سجر	سجر۔ سجّر آگ جلانا
سجل	سجل کتاب سجّیل پتھر
سجن	سجن قیدخانہ سجن قید میں ڈالنا
	(سجّین ص 1/8)
سجی	سجی تاریکی چھانا
سحب	سحب گھسیٹنا سحاب بادل
سحت	سُحت حرام اسحت ہلاک کرنا
سحر	سحر صبح (سحر جادو) — سحر جادو کرنا) ساحر پیغمبر کے حریف
سحق	سحیق دور سُحق بددعا دینا
	(اسحاق ص 1/2)
سحل	ساحل کنارہ
سخر	سخر اور استسخر مذاق اڑانا
	سخّر مسخر کرنا۔ زبردستی کرنا
	سُخریّا غلام
سخط	سخط ناراض ہونا سخط غصہ
	اسخط ناراض کرنا۔ غصہ دلانا
سدّ	سدّ دیوار سدید سیدھا
سدر	(سدر بیری کا درخت اور پھل ص 1/2
	(سدرۃ المنتہیٰ ص 1/8
سدی	سُدی آزاد
سرب	سرب چلنا سرب سرنگ
	سراب ریت ص 1/2)
سربل	سرابیل قمیص

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
سرج	سِرَاج چراغ	سَفَرَة	کاتب لکھنے والا۔ سَفَر۔		اِنْسَلَخ، گزرنا۔
سرح	سَرَّحَ آزاد کرنا (سَرَحَ صبح کو		سفر کرنا اسفَرَ روشن ہونا		سلسبیل (جنت میں ایک چشمہ کا نام ص)
	مویشیوں کے چرنے کے لیے کھول کے جانا	سفع	سَفَعَ کھینچنا	سلط	سُلْطَان بادشاہی۔ دلیل
سرد	سَرْد زرہ۔ زرہ کی کڑیاں ص	سفك	سَفَكَ بہانا۔ قتل کرنا۔		سَلَّطَ مُسَلَّط کرنا
سردق	سُرَادِق خیمہ۔ پردہ	سفل	سَفَلَ نیچے ہونا	سلف	سَلَفَ گزرنا اَسْلَفَ آگے بھیجنا
سر	سَرَّ یَسُرُّ خوش لگنا	سفن	سَفِیْنَة کشتی	سلق	سَلَقَ حد سے بڑھنا۔ تیز
	(سُرُوْر خوش دلی)	سفه	سَفِیْه نادان	سلك	سَلَكَ چلنا۔ چلانا۔ داخل کرنا ڈالنا
	سَرَّاء خوشحالی سَرِیْر تخت		سَفِهَ (سَفَهًا۔ سفاهة) (احمق بنانا)	سل	سِلْسِلَة زنجیر سُلَالَة مٹی کی قسم
	اَسَرَّ یُسِرُّ چھپانا سِرّ بھید	سقر	سَقَر دوزخ۔ گرمی		تَسَلَّلَ نکلنا
	ظاہر کرنا (ص)	سقط	سَقَطَ گرنا (ص) فی یده پچھتانا	سلم	سَلَمَ پورا۔ صلح (سِلْم اسلام)
سرع	سَرُعَ جلدی کرنا سَارَعَ دوڑنا		(ص)		سُلَّم سیڑھی سلام۔ سلامتی
سرف	اَسْرَفَ حد سے بڑھنا۔ فضول خرچی کرنا		اَسْقَطَ۔ سَاقَطَ گرانا		اَسْلَمَ اطاعت کرنا۔ اسلام لانا (ص)
سرق	سَرَقَ۔ اِسْتَرَقَ چوری کرنا	سقف	سَقْف چھت		سَلَّمَ سپرد کرنا۔ دعا دینا
سرمد	سَرْمَد ہمیشہ	سقم	سَقِیْم بیمار		اِسْتَسْلَمَ فرمانبردار ہونا
سری	سَرِیّ چشمہ۔ پانی کے ذخیرے اور راستے	سقی	(سَقٰی۔ اَسْقٰی پانی پلانا)	سلو	سلوٰی کھانا۔ (طعام)
	سَرٰی چلنا		سِقَایَة پیالہ	سمد	سَمَدَ غافل ہونا
	اسریٰ چلانا۔ رات کے کام۔ سیر کرنا		اِسْتَسْقٰی پانی مانگنا	سمر	سَمَرَ فضول باتیں کرنا سامری ص
سطح	سَطَحَ بچھانا۔ ہموار کرنا	سکب	سَکَبَ بہانا۔ گرانا	سمع	سَمِعَ جاسوسی کرنا۔ سننا سَمْع کان
سطر	سَطَرَ۔ اِسْتَطَرَ لکھنا	سکت	سَکَتَ تھمنا۔ چپ ہونا		اَسْمَعَ سنانا اِسْتَمَعَ غور سے سننا
	اَسَاطِیْر کہانیاں مُسَیْطِر داروغہ	سکر	سُکَارٰی بدمست	سمعل	(اسمٰعیل ص)
سطو	سَطَا پکڑنا۔ حملہ کرنا		سَکَرَ بدمست کرنا۔ بیہوش کرنا	سمك	سَمْك ابھار
سعد	سَعِیْد نیک بخت	سکن	سَکِیْنَة تسکین	سم	(سَمّ سوئی کا ناکہ) سموم ہوا گرم
سعر	سَعِیْر دوزخ سُعُر دیوانگی		(سِکِّیْن چھری ص)	سمن	سِمَان موٹا
	سَعَّرَ آگ جلانا		مَسْکَن گھر مَسْکَنَة تنگدستی		اَسْمَنَ موٹا کرنا } ص
سعی	سَعٰی دوڑنا۔ کوشش کرنا		سَکَنَ آباد ہونا۔ آرام کرنا تھمنا ٹھہرنا	سمو	سماء آسمان اسم نام۔
سغب	مَسْغَبَة بھوک		اَسْکَنَ آباد کرنا		سَمِیّ ہم آہنگی تَسْمِیَة نام رکھنا
سفح	سَفَحَ بہانا سَافَحَ بدکاری کرنا	سلب	سَلَبَ چھیننا	سُنبل	(سنبل ج سنابل۔ سنبلات)
سفر	سَفَر سِفْر کتاب	سلح	اَسْلِحَة آلات جنگ سامان		بالی ص
	(دونوں کی جمع اسفار) (ص)	سلخ	سَلَخَ کھینچنا۔ کھال اتارنا۔	سند	سَنَّدَ مضبوط کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
سندس	(سندس باریک ریشم ص ۲/۴)		اِسْتَوٰی برابر ہونا۔ سوار ہونا۔ قرار پکڑنا	شرد	شَرَدَ بھگانا
سنم	(تسنیم جنت میں ایک چشمہ ص ۱/۸)	سہر	سَاھِرَۃ زمین اور اس کی اقسام	شرذم	شِرْذِمَۃ جماعت
سنّ	(سِنّ دانت ص ۲/۴) سُنَّۃ طریقہ	سہل	سَھُوْل ″ ″ ″	شرّ	شَرّ برائی تکلیف شریر برا
	سَنَّ خراب ہونا۔ راہ ڈالنا	سہم	سَھْم تیر (سَاھَمَ قرعہ ڈالنا)	شرر	شَرَر شعلہ
سنہ	تَسَنَّہَ خراب ہونا	سہو	سہا بھولنا۔ غافل ہونا	شرط	شَرْط (ج اشراط) نشانی
سنو / سنی	سَنَۃ سال سَنَا چمکنا	سیب	سائبۃ اونٹ (ص ۱/۸)	شرع	شَرَعَ راہ ڈالنا شِرْعَۃ طریقہ
سوء	سُوْء برا مُسِیْئ بدکار	سیح	سَاحَ سفر کرنا سَائِح روزہ دار		شَرِیْعَۃ دین شُرَّعًا ظاہر
	سَاءَ برا ہونا سُوْء برائی۔ بدی	سیر	سَارَ چلنا سَیَّرَ چلانا۔ سیر کرانا	شرق	اَشْرَقَ چمکنا۔ روشن ہونا۔ نکلنا
	سَیِّئَۃ برائی سَوْءَۃ شرمگاہ (لاش ۵/۶)		سَیَّارَۃ، قافلہ۔ مسافر		اِشْرَاق صبح (مَشْرِق مُشْرِق
	(اَسَاءَ برا بنانا۔ بگاڑنا ۱/۴)	سیل	سَالَ بہنا چشمہ بہنا اسال بہانا		صبح کے وقت مشرق طلوع ہونے
سوح	ساحۃ زمین اور اس کی اقسام	سین	سیناء پہاڑ کا نام (ص ۱/۸)		کی جگہ)
سود	سَیِّد خاوند۔ سردار		**ش**	شرک	شَرِیْک شریک اشرک شرک کرنا ص ۱/۴
	اِسْوَدَّ سیاہ ہونا اَسْوَد سیاہ	شام	شَأَمَ بدبختی۔ نامبارک سمجھنا		(شَارَکَ اور اِشْتَرَکَ حصہ دار بنا ۱/۴۴)
سور	سُوْر دیوار (اَسْوِرَۃ کنگن ص ۲/۴)	شأن	شَأْن کام	شری	شَرٰی خرید و فروخت کرنا (ص ۲/۱)
	تَسَوَّرَ چڑھنا	شبہ	شَبَہ شک و شبہ		اشترٰی خریدنا
سوط	سَوْط کوڑا		(شَبَّہَ شک میں ڈالنا ۲/۵۶	شطأ	(شَطْأ کونپل ص ۱/۴) شَاطِئ کنارا
سوع	ساعۃ گھڑی۔ قیامت		تَشَابَہَ متشابہ ہونا ۶/۴)	شطر	شَطْر جانب
سوغ	سَاغَ پینا اساغ نگلنا	شتّ	شَتّٰی مختلف	شطّ	شَطَط حد سے بڑھنا
سوف	سَوْفَ جلدی	شتو	شِتَاء سردی	شطن	شَیْطَان جن
سوق	سَاقَ چلانا (ساق پنڈلی ص ۲/۴)	شجر	شَجَر درخت شَجَرَ جھگڑا کرنا	شعب	شَعْب شاخ۔ قبیلہ (شُعَیْب ص ۱/۱)
	پودے کا ڈنٹھل (ص ۲/۴)	شحّ	بخل کرنا۔ طمع کرنا	شعر	شَعْر بال شِعْرٰی تارا ص ۱/۴)
	سُوْق بازار ص ۵/۴)	شحم	(چربی ص ۲/۴)		شَاعِر پیغمبر کے حریف
سول	سَوَّلَ مزین کرنا	شحن	شَحَنَ بھرنا		شَعَرَ آگاہ ہونا / سمجھنا } اَشْعَرَ آگاہ کرنا
سوم	سِیْمَا نشانی	شخص	شَخَصَ دیکھنا (کیفیت)	شعل	(اِشْتَعَلَ شعلہ مارنا بالوں کا سفید ہونا ۱۹/۴)
	سَامَ تکلیف دینا اَسَامَ چرانا	شدّ	شَدَّ باندھنا۔ مضبوط کرنا		
	سَوَّمَ نشان زد کرنا		اَشَدّ شدید سخت اَشُدّ جوانی	شغف	شَغَفَ محبت کرنا
سوی	سواء برابر درمیان۔ سیدھا		(اِشْتَدَّ زور پکڑنا ۱۴/۱۸)	شغل	شَغَلَ مشغول ہونا
	(سَوِیًّا پورا اور تندرست ۱۹/۱۹)	شرب	شَرِبَ پینا مَشْرَب گھاٹ	شفع	شَفْع جوڑا
	سَوّٰی۔ سَاوٰی برابر کرنا۔ درست کرنا	شرح	شَرَحَ کھولنا	شفق	(شَفَق شام کی سرخی ۸۴/۶) اَشْفَقَ ڈرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
شفہ	(شَفَۃٌ ہونٹ ص ۲/۴)
شفی	شَفٰی یَشْفِی تندرست کرنا
	(شِفَاءٌ صحت) شَفَا کنارا ص ۴/۲
شق	شَقَّ پھاڑنا۔ تکلیف دینا۔
	محنت مشقت کرنا
	شِقٌّ اور شُقَّۃٌ محنت مشقت۔
	اَشَقُّ سخت
	شَاقَّ مخالفت کرنا (شِقَاقٌ ضد)
	تَشَقَّقَ۔ اِنْشَقَّ پھٹنا
شقو / شقی	شَقِیٌّ بُرا۔ بے نصیب
	شِقْوَۃٌ بدبختی
شکر	شَکَرَ تعریف کرنا
شکس	تَشَاکَسَ جھگڑنا
شک	شَکَّ شک وشبہ
شکل	شَکْلٌ شکل وصورت شَاکِلَۃٌ طریقہ
شکو	اِشْتَکٰی شکایت کرنا [illegible]
	(مِشْکٰوۃٌ طاق ص ۲/۴)
شمت	اَشْمَتَ خوش کرنا
شمخ	شَمَخَ بلند ہونا
شمز	اِشْمَأَزَّ رُکنا
شمس	شَمْسٌ دھوپ (سورج ص ۱/۴)
شمل	شِمَالٌ جانب۔ ہاتھ
	اِشْتَمَلَ ملنا
شنأ	شَنَآنٌ دشمنی شَانِئٌ دشمن
شوب	شَابَ (شَوْبًا) ملانا
شور	اَشَارَ اشارہ کرنا شَاوَرَ مشورہ کرنا
	(تَشَاوُرٌ باہمی مشورہ اور رضا ۲/۲۲۲)
شوظ	شُوَاظٌ شعلہ
شوک	شَوْکَۃٌ آلاتِ جنگ۔ کانٹا ص [illegible]

مادہ	الفاظ اور عنوان
شوی	شَوٰی کھال
	شَوٰی یَشْوِی آگ کا جلانا۔ بھوننا
شہب	شِہَابٌ آگ کا انگارا
شہد	شَہِدَ اقرار کرنا۔ حاضر ہونا مرنا
	شَہِیْدٌ حاضر۔ مددگار
	(اَشْہَدَ گواہ بنانا ۲/۲۸۲)
	(اِسْتَشْہَدَ گواہ طلب کرنا ۴/۱۵)
شہر	شُہُوْرٌ۔ اَشْہُرٌ مہینے
شہق	شَہِیْقٌ آواز
شہو / شہی	شَہْوَۃٌ خواہش اِشْتَہٰی چاہنا
شیٔ	شَاءَ چاہنا (شَیْءٌ چیز)
شیب	شَیْبٌ بوڑھا
شیخ	شَیْخٌ بوڑھا
شید	شَادَ۔ شَیَّدَ مضبوط بنانا
شیع	شَاعَ مشہور کرنا شِیْعَۃٌ فرقہ
	ص
صبأ	(صَابِئٌ ایک فرقہ۔ ص ۱/۱۱)
صبب	صَبَّ گرانا
صبح	صُبْحٌ صبح مِصْبَاحٌ چراغ
	اَصْبَحَ ہونا۔ صبح کرنا صَبَّحَ صبح کرنا
صبر	صَبَرَ برداشت کرنا
	صَابَرَ۔ اِصْطَبَرَ ثابت قدم رہنا
صبع	اَصَابِعُ انگلیاں (ص ۲/۴)
صبغ	صَبَغَ ڈبونا صِبْغَۃٌ رنگ
صبو	صَبَا جھکنا صَبِیٌّ بچہ
صحب	صَاحِبٌ ساتھی۔ والے صَاحِبَۃٌ بیوی
	(اَصْحَبَ ساتھی بنانا صَاحَبَ ساتھ رہنا)
صحف	صُحُفٌ اعمال نامہ۔ کتاب
صخ	صَاخَّۃٌ آواز۔ قیامت

مادہ	الفاظ اور عنوان
صخر	صَخْرَۃٌ پہاڑ
صدد	صَدَّ روکنا۔ رُکنا صَدَّ چلانا
	صَدِیْدٌ پیپ صَدٌّ آواز
صدر	صَدْرٌ دل (سینہ ص ۲/۴)
	صَدَرَ ہو جانا اَصْدَرَ لوٹنا
صدع	صَدَعَ کام کرنا تَصَدَّعَ پھٹنا
	(صُدِّعَ سر درد ہونا ۵۶/۱۹)
صدف	صَدَفٌ کنارا صَدَفَ منہ پھیرنا
صدق	صِدِّیْقٌ اور صَدِیْقٌ دوست
	صَدُقَاتٌ حق مہر
	صَدَقَۃٌ زکوٰۃ وخیرات
	صَدَقَ سچ بولنا سچ کر دکھانا ۴۸/۲۹
	صَدَّقَ تصدیق کرنا تَصَدَّقَ معاف کرنا
صدی	صَدًی (تَصْدِیَۃٌ) آواز
	تَصَدّٰی درپے ہونا
صرح	صَرْحٌ محل
صرخ	صَرِیْخٌ آواز۔ فریاد
	اَصْرَخَ فریاد رسی کرنا
	اِصْطَرَخَ چلانا
	اِسْتَصْرَخَ فریاد چاہنا
صرر	صِرٌّ سردی صَرْصَرٌ ہوا
	صَرَّۃٌ چلانا اَصَرَّ اڑنا
صرط	صِرَاطٌ راستہ
صرع	بے ہوش ہونا۔ گرنا
صرف	صَرَفَ پھیرنا صَرَّفَ بیان کرنا۔
	پھیرنا اِنْصَرَفَ پھرنا
صرم	صَرَمَ کاٹنا
صعد	صَعِدَ چڑھنا صَعِیْدٌ زمین
	(اَصْعَدَ اور تَصَعَّدَ دشواری سے اوپر چڑھنا)

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
صعر	صَعَّرَ اِترانا	صمد	صَمَد بے نیاز		(ضَحٰی یَضحٰی دھوپ لگنا ۲۰/۱۱۹)
صعق	صَعِقَ بے ہوش ہونا صاعقہ بجلی	صمع	صَوَامِع عبادت گاہ	ضدّ	ضِدّ مخالفت ض ۴/۱)
	اَصعَقَ کڑک کا کسی کو بیہوش کرنا ۵۲/۴۵)	صمّ	(اَصَمّ۔ صُمّ بہرہ ض ۲/۴)	ضرب	ضَرَبَ بیان کرنا سفر کرنا۔ مارنا
صغر	صِغَار ذلت صاغر ذلیل		(صَمَّ بہرہ ہونا ۵/۱۷۰ اَصَمَّ بہرہ کرنا ۴۷/۲۲	ضرر	ضَرّ۔ ضُرّ۔ ضِرار تکلیف نقصان
	(صغیر اور اصغر چھوٹا)	صنع	صَنَعَ کام کرنا اِصطَنَعَ چن لینا		(ضَرَّاء تکالیف کا دور)
صغو	صَغَا جھکنا		(صنعۃ کاریگری صُنع خوبصورت		ضَرَّ۔ ضَارّ تکلیف دینا پہنچانا
صفح	صَفَحَ معاف کرنا		کام ۲۷/۸۸)		اِضطَرَّ بے قرار ہونا کھینچنا
صفد	اَصفَاد زنجیریں	صنم	اَصنَام بُت	ضرع	ضریع درخت تَضَرَّعَ عاجزی کرنا
صفر	(صُفر۔ صفراء زرد ض ۲/۹)	صنو	صِنوَان ملنا	ضعف	ضَعُفَ (کمزور ہونا) ضعیف کمزور
صفّ	صَفَّ ہم آہنگی صَفصَف زمین	صوب	صَیِّب بادل۔ بارش		اَضعَفَ دگنا پانا (۳۰/۳۹)
صفن	صَافِن گھوڑا		صَوَاب درست اصاب پہنچنا		ضِعف دگنا ضُعف کمزوری ض ۵/۴)
صفو	(صَفَا پہاڑی ض ۱/۸ صفوان زمین	صوت	صَوت آواز		ضَاعَفَ بڑھانا۔ زائد
	اَصفٰی پسند کرنا	صور	(صُور بگل ۲/۱۰۲) صورۃ شکل وصورت		اِستَضعَفَ کمزور کرنا، بنانا
	صَفّٰی پاک وصاف کرنا		صَوَّرَ شکل وصورت بنانا	ضغث	ضَغَثَ ملانا (ضِغث جھاڑو ض ۲/۴)
	اِصطَفٰی چن لینا	صوع	صُوَاع پیالہ	ضغن	اَضغَان ناراضگی
صكّ	صَكَّ مارنا	صوف	اَصوَاف بال۔ اون	ضفدع	(ضفادع مینڈک ض ۲/۱)
صلب	صُلب پیٹھ	صوم	صَامَ روزہ رکھنا ض ۱/۱۱ صائم روزہ دار	ضلّ	ضَلَّ برباد ہونا۔ بہکنا۔ بھولنا۔ گم ہونا
	صَلَبَ، صَلَّبَ مارڈالنا	صہر	صِہر رشتہ دار صَہَرَ آگ کا جلانا		اَضَلَّ برباد کرنا۔ بہکانا
صلح	صُلح۔ صلح صالح نیکبخت	صیح	صیحہ آواز۔ عذاب		(ضَلَّلَ (تَضلِیلاً) گم کر دینا ۵/۲)
	(صَلَحَ نیک ہونا اَصلَحَ سنوارنا)	صید	(صَید شکار ۵/۲ اِصطَادَ شکار کرنا ۵/۲	ضمر	ضَامِر اُونٹ۔ دُبلا
صلد	صَلد زمین اور اس کی اقسام	صیر	صَارَ لوٹنا مَصِیر انجام	ضمّ	ضَمَّ ملانا
صلّ	صلصال آواز۔ مٹی	صیص	صیاصی قلعہ	ضنك	ضَنك تنگی
صلو	صَلَوات اور مُصَلّٰی عبادتگاہ	صیف	صَیف، گرمی۔	ضنّ	ضَنَّ بخل کرنا ضَنِین بخیل)
	(صلوٰۃ۔ نماز)		**ض**	ضوء	اَضَاءَ روشن کرنا ضیاء روشنی
	صلّی دُعا دینا۔ نماز پڑھنا۔	ضأن	ضَأن بھیڑ (ض ۲/۱)	ضہی	ضَاہِیَ ہم آہنگی
	رحمت بھیجنا ض ۵/۱)	ضبح	ضَبَحَ آواز۔ ہانپنا۔ دوڑنا	ضیر	ضَیر نقصان
صلی	صَلَیٰ داخل ہونا اَصلٰی داخل کرنا	ضجع	ضَجَعَ سونا مضجع بچھونا۔ خوابگاہ	ضیز	ضِیزٰی بے انصافی
	اِصطَلٰی گرمی حاصل کرنا	ضحك	ضَحِكَ ہنسنا اَضحَكَ ہنسانا	ضیع	اَضَاعَ برباد کرنا
صمت	صَمَتَ چُپ رہنا	ضحی	ضُحٰی صبح۔ دھوپ	ضیف	ضَیف مہمان ضَیَّفَ مہمانی کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
ضیق	ضَاقَ تنگ ہونا ضِیْق تنگی
	(ضَیَّقَ تنگ کردینا ۱۵/۶)
ط	
طبع	طَبَعَ مہر لگانا
طبق	طَبِقَ (موافق ہونا) طِبَاقًا تہ بتہ
طحو طحی	طَحَیٰ بچھانا - پھیلانا
طرح	طَرَحَ پھینکنا
طرد	طَرَدَ نکالنا
طرف	طَرْف کنارا - نگاہ
طرق	طَرِیْق راستہ - طریقہ
	طَرَقَ رات کے کام
طرو طری	طَرِیّ تازہ
طعم	طَعِمَ مزا - کھانا (طعام)
	طَعَمَ کھانا اَطْعَمَ کھلانا
	(اِسْتَطْعَمَ کھانا مانگنا ۱۸/۷۷)
طعن	طَعَنَ طعنہ دینا
طغو طغی	طَغَیٰ سرکشی کرنا طَاغُوْت بت
	(اَطْغَیٰ سرکش بنانا ۲۷/۵۰)
طفأ	اَطْفَأَ آگ بجھانا - پھونک مارنا
طفف	طَفَّفَ کم کرنا
طفق	طَفِقَ شروع ہونا
طفل	طِفْل بچہ
طلب	طَلَبَ مانگنا - ڈھونڈنا
طلت	(طالوت ایک بادشاہ ص ۱/۵)
طلح	(طَلْح کیلا ص ۲/۱)
طلع	طَلَعَ نکلنا طَلْع خوشے
	اَطْلَعَ آگاہ کرنا (اِطَّلَعَ اطلاع پانا)
طلق	طَلَاق اور طَلَّقَ آزاد کرنا
	اِنْطَلَقَ چلنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
طلّ	طَلّ بارش
طمث	طَمَثَ چھونا - مجامعت کرنا
طمس	طَمَسَ مٹانا
طمع	طَمَعَ طمع رکھنا
طمّ	طَامَّۃ قیامت
طمأن	اِطْمَأَنَّ تسلّی -
طود	طَوْد پہاڑ
طور	طَوْر حالت (طُوْر پہاڑ ص ۱/۱)
طوع	(طَاعَ خوشی سے کرنا ۴۱/۱۱)
	اَطَاعَ اطاعت کرنا طَوْعًا راضی کرنا
	تَطَوَّعَ زیادہ کرنا اِسْتَطَاعَ طاقت رکھنا
طوف	طَافَ پھرنا
	طائف ہوا طائفۃ جماعت فرقہ
	(تَطَوَّفَ طواف کرنا ص ۱/۱۱)
	(اَطَافَ پھرانا ۴۶/۳۵)
طوق	اَطَاقَ طاقت رکھنا
	طَوَّقَ طوق ڈالنا
طول	طَالَ - تَطَاوَلَ دراز ہونا
	طَوْل فراخی
طوی	طَوَی لپیٹنا (طُوًی میدان ص ۱۲)
طہر	طَہُرَ پاک ہونا طَہُوْر پاک
	طَہَّرَ پاک کرنا - نہانا - دھونا
	تَطَہَّرَ پاک رہنا
	اِطَّہَّرَ نہانا دھونا
طیب	طَابَ خوش لگنا - بابرکت ہونا
	طَیِّب پاک طُوْبیٰ خوشحالی
طیر	طَارَ اُڑنا (طائر پرندہ ص ۴/۱)
	طَائِر اعمال نامہ - بدبختی
	تَطَیَّرَ بدبختی (بدشگونی لینا)

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اِسْتَطَارَ اُڑنا - بکھرنا
طین	طِیْن مٹی
ظ	
ظعن	ظَعَنَ سفر کرنا
ظفر	اَظْفَرَ فتح دینا
	(ظُفُر ناخن ص ۲/۱)
ظلل	(ظِلّ سایہ ظَلَّلَ سایہ کرنا ۲/۱۵)
	ظُلَّۃ خیمہ - سائبان
	ظَلَّ ہمیشہ ہونا - رہنا
ظلم	ظَلَمَ بے انصافی کرنا - کم کرنا
	اَظْلَمَ تاریکی چھانا (ظُلْمَۃ اندھیرا)
ظمأ	ظَمْآن پیاسا اَظْمَأَ پیاسا ہونا
ظنّ	ظَنَّ گمان کرنا - یقین کرنا
ظہر	ظَہْر پیٹھ ظَہِیْرَۃ دن کے اوقات
	ظَہَرَ آگاہ ہونا - چڑھنا -
	ظاہر ہونا - غالب ہونا
	اَظْہَرَ آگاہ کرنا - ظاہر کرنا -
	غالب کرنا (دوپہر کرنا ۳۰/۱۸)
	ظَاہَرَ مدد دینا - اظہار کرنا ۲۶/۹
	(تَظَاہَرَ چڑھائی کرنا ۲/۸۵)
ع	
عبأ	(عَبَأَ پرواہ کرنا ۲۵/۷۷)
عبث	عَبَثَ کھیلنا
عبد	عَبْد لونڈی - غلام
	عَبَّدَ غلام بنانا ۲۳/۲۶
	(عَبَدَ عبادت کرنا ص ۱/۱۱)
عبر	عَبَرَ تعبیر بتلانا - طے کرنا
	عِبْرَۃ نصیحت عَابِرُ السَّبِیْل مسافر
	اِعْتَبَرَ نصیحت حاصل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
عبس	عَبَسَ تیوری چڑھانا	عدس	(عَدَس مسور ص ۱/۲)		(تعارف ایک دوسرے کو پہچاننا ۱/۴۷)
عبقر	(عبقری بچھونے ص ۲/۴)	عدل	عَدَل برابر۔ بدلہ۔ انصاف	عرم	عَرِم سخت
عتب	اِعْتَبَ برا بھلا کہنا راضی کرنا (ص ۴/۱)		انصاف کرنا } ص ۳/۱)	عرو	عراء زمین کی قسم (عُروۃ کڑا ص ۲/۴)
	(اِسْتَعْتَبَ ناراضگی دور کرنے کی		بے انصافی		اِعْتَرٰی آسیب زدہ کرنا
	کوشش کرنا ۴۱/۲۶)	عدن	عَدْن بہشت	عری	عَرِیَ ننگا ہونا
عتد	اَعْتَدَ تیار کرنا عَتِید حاضر	عدو	عَدُو دشمن عَدَاوَۃ دشمنی	عزب	عَزَبَ چھپنا
عتق	عَتِیق پرانا کعبہ۔		عُدْوَۃ کنارا عَادِیَات گھوڑا	عزر	(عزیر ص ۱/۱)
عتل	عُتُلّ اُجڈ اِعْتَلَ گھسیٹنا		عَدٰی (عدوان) تعدّی حد سے بڑھنا		عَزَّرَ مدد کرنا
عتو	عتا سرکشی کرنا		(عَادٰی دشمنی کرنا ۱/۸) اعتدٰی زیادتی کرنا	عزز	عِزَّۃ، عزّت (غرور ۲/۱۴۱)
عثر	عَثَرَ آگاہ ہونا۔ ظاہر ہونا	عذب	عَذْب پانی عَذَاب عذاب		(عُزّٰی ص ۱/۱)
	اَعْثَرَ ظاہر کرنا		عَذَّبَ بدلہ دینا۔ عذاب دینا		عَزَّ غالب ہونا اَعَزَّ عزت دینا
عثو	عَثَا فساد کرنا	عذر	عُذْر۔ مَعْذِرَۃ بہانہ		عَزَّزَ مدد دینا۔ قوت دینا
عجب	عَجِبَ اچنبھا ہونا۔ حیران ہونا		عَذَرَ، عَذَّرَ بہانہ بنانا	عزل	عَزَلَ الگ کرنا اِعْتَزَلَ الگ ہونا
	اَعْجَبَ خوش لگنا		اِعْتَذَرَ بہانہ پیش کرنا		مَعْزِل کنارا
عجز	عَجُوز بڑھیا اَعْجَاز جڑیں	عرب	اَعْرَاب اُجڈ بستی والے	عزم	عَزَمَ ارادہ کرنا
	عَجَزَ عاجز ہونا اَعْجَزَ عاجز کرنا		عُرُب محبت کرنا اَعْرَبَ بولنا	عزو	عِزِین جماعت
	(عَاجز شکست دینا) (۶/۱۴۴)	عرج	عَرَجَ چڑھنا (اَعْرَج لنگڑا ص ۴/۳)	عسر	عُسْر۔ عُسْرَۃ تنگی
عجف	عِجَاف دبلا		معراج سیڑھی ص ۴		تَعَاسَرَ مخالفت کرنا
عجل	(عِجْل بچھڑا ص ۲/۱) عاجلۃ دنیا	عرجن	عُرْجُون کھجور کی ٹہنی ص ۲/۲)	عسعس	عَسْعَسَ تاریکی چھانا
	عَجِلَ تَعَجَّلَ جلدی کرنا	عرّ	اَعْتَرَّ مانگنا مَعَرَّۃ تکلیف	عسل	(عَسَل شہد ص ۲/۴)
	(اَعْجَلَ جلدی پر ابھارنا ۱۵/۸۹)	عرش	عَرْش تخت۔ چھت	عسی	عَسٰی شاید
	عَجَّلَ جلدی دینا		(عَرَّشَ ٹٹیاں باندھنا ۶/۱۳۷)	عشر	(عَشَرَ دس ص ۱/۴) عَشِیر ساتھی
	استعجل جلدی چاہنا	عرض	عَرَض سامان عُرْضَۃ ڈھال		عَشِیرَۃ قبیلہ مَعْشَر جماعت
عجم	اَعْجَمَ بولنا		عارِض بادل (عَرْض چوڑائی ۴/۲۱)		عِشَار اونٹ
عدد	عِدَّت مدت۔ گنتی		عَرَضَ پیش کرنا اَعْرَضَ منہ پھیرنا		عَاشَرَ آباد کرنا
	عُدَّۃ سامان معدودۃ چند		عَرَّضَ اشارہ کرنا	عشو	عِشَاء۔ عَشِیًّا۔ عَشِیَّۃ شام
	عَدَّ گننا اَعَدَّ تیار کرنا	عرف	عُرْف آہستہ آہستہ۔ طریقہ۔ نیکی		عَشٰی یَعْشُو دیکھنا (کیفیت نظر)
	عَدَّدَ گن گن کر رکھنا		(عرفات ص ۱/۸) عَرَفَ پہچاننا	عصب	عُصْبَۃ جماعت عَصِیب سخت
	(اِعْتَدَّ گنتی پوری کرنا ۲۲/۴۹)		عَرَّفَ آگاہ کرنا اِعْتَرَفَ اقرار کرنا	عصر	عَصْر زمانہ اعصار ہوا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
	مُعْصِرات بادل		عَقَّبَ (مڑنا۔ پیچھے لگنا)	عمہ	عَمِہَ اندھا ہونا
	(عَصَرَ نچوڑنا) (۱۲/۲۹)		مُعَقِّب چوکیدار عَاقَبَ بدلہ لینا	عمی	اَعْمٰی عُمْی اندھا (ص ۲/۳)
عصف	عَصْف چارہ عاصِف ہَوا	عقد	عَقْد عہد، وعدہ (عُقْدَۃ گرہ)		عَمِیَ اندھا ہونا عَمٰی دھندلاہٹ
	(عَصَفَ آندھی چلنا)		عَقَّدَ مضبوط بنانا		(اَعْمٰی اندھا کرنا عَمِّیَ مخفی رکھنا ۱۱/۲۸)
عصم	عَصَمَ بچانا	عقر	عَقَرَ کاٹنا عَاقِر بانجھ	عنب	عِنَب انگور (ص ۲/۱)
	(عصمۃ اور عصمت ناموس)	عقل	عَقَلَ سمجھنا	عنت	عَنَتَ تکلیف اٹھانا
	اِعْتَصَمَ پکڑنا اِسْتَعْصَمَ بچنا	عقم	عَقِیم بانجھ۔ ہوا		اَعْنَتَ مشقت میں ڈالنا
عصو	عَصَا لاٹھی	عکف	عَکَفَ رکنا۔ ٹھہرنا اِعْتِکَاف (ص ۲/۱۸)	عند	عِنْدَ پاس عَنِید مخالف
عصی	عَصٰی نافرمانی کرنا	علق	عَلَّقَ لٹکنا۔ لٹکانا	عنق	عُنُق گردن
عضد	عَضُد بازو۔ مددگار		(عَلَقَۃ جما ہوا خون ص ۲/۳)	عنکبو	(عَنْکَبُوت مکڑی ص ۲/۱)
عضّ	عَضَّ کاٹنا	علم	(عالَم جہان ۱/۱) اَعْلام پہاڑ	عنو	عَنَا جھکنا
عضل	عَضَلَ روکنا		علامۃ نشانی	عوج	عِوَج ٹیڑھ
عضو	عُضْو (ج عِضِین) ٹکڑا		عَلِمَ آگاہ ہونا۔ جاننا۔ عالِم	عود	عَادَ دوبارہ کرنا اَعَادَ دوہرانا
عطف	عِطْف پہلو		عَلَّمَ آگاہ کرنا سکھلانا	عوذ	عاذ پناہ لینا اَعَاذَ پناہ میں دینا
عطل	عَطَّلَ چھوڑنا مُعَطَّلَۃ بیکار		تَعَلَّمَ سیکھنا		اِسْتَعَاذَ پناہ چاہنا
عطو	عَطٰی اَعْطٰی (عطاء) دینا	علن	اَعْلَنَ ظاہر کرنا علانیۃ ظاہر	عور	عَوْرَۃ پردہ
	تَعاطٰی پہنچنا	علو	عَلَا (یَعْلُو) بلند ہونا۔ سر اٹھانا	عوق	عَوَّقَ روکنا
عظم	عَظْم ہڈی عَظِیم بڑا بزرگ		سرکشی کرنا۔	عول	عَالَ بے انصافی کرنا۔ جھکنا
	(اَعْظَمَ بڑا کرنا زیادہ دینا ۵/۶۵)		تعالٰی آنا تعالٰی بلند ہونا۔	عوم	عام سال
	عَظَّمَ تعظیم کرنا		اِسْتَعْلٰی غالب آنا	عون	عَوَان بوڑھا
عفر	عِفْرِیت جن	عمد	(عَمَدَ ج عِمَاد ستون ص ۲/۱۳)		اَعَانَ مدد کرنا اِسْتَعَانَ مدد چاہنا
عفّ	تَعَفُّف بچنا		تَعَمَّدَ (دیدہ دانستہ) کام کرنا		تَعَاوَنَ ایک دوسرے کی مدد کرنا
	(استعفف بچے رہنا)	عمر	عُمُر مدت معمّر بوڑھا	عہد	عَہِدَ عہد کرنا عَاهَدَ معاہدہ کرنا
عفو	عَفْو زائد		عَمَّرَ آباد کرنا (عَمَّرَ لمبی عمر دینا ۲/۹۶)	عہن	عِہْن اون
	عَفَا بڑھانا۔ معاف کرنا		(اِعْتَمَرَ عمرہ کرنا ص ۱/۱۱)	عیب	اَعَابَ خراب کرنا
عقب	عَاقِبَۃ انجام عَقِب اولاد		(اِسْتَعْمَرَ دیر تک بسانا ۱۱/۶۱)	عیس	(عِیسٰی ص ۱/۱)
	ایڑی ص ۲/۳)	عمق	عُمْق گہرائی عَمِیق دُور	عیش	عَاشَ زندہ رہنا
	عُقْبَۃ گھاٹی عِقَاب بدلہ۔ عذاب	عمل	عمل کام کرنا۔ کمانا۔ محنت کرنا		مَعِیشَۃ ج مَعَایِش سامان
	اَعْقَبَ پیچھے لگانا یعقوبؑ (ص ۱/۱)	عمّ	(عَمّ چچا عَمَّۃ پھوپھی ص ۲/۱)	عیل	عَیْلَۃ تنگدستی

مادہ	الفاظ اور عنوان
عین	عَیْنٌ آنکھ۔ چشمہ
عیّ	عَیَّ تھکنا۔ عاجز آنا
	غ
غبر	غَبَرَۃٌ غبار
غبر	باقی چھوڑنا۔ پیچھے رہنا
غبن	یوم التغابن آخرت
غثو	غُثَاءٌ چورا چورا
غدر	غَادَرَ باقی چھوڑنا۔ چھوڑنا
غدق	بارش۔ وافر۔ بہت
غدو	غَدٌ کل غَدُوٌّ۔ غَدَاۃٌ صبح
	غَدَا یَغْدُو صبح کرنا
غرب	غَرَبَ چھپنا (غُرَاب کوا من ۵)
	غَرَابِیْبُ سیاہ
غرّ	غَرَّ دھوکا دینا
غرف	غُرْفَۃٌ کمرہ چُلّو ص ۲/۴)
	(اِغْتَرَفَ چُلّو بھر لینا ۲/۲۴۹)
غرق	غَرِقَ (ڈوبنا) اَغْرَقَ ڈبونا
غرم	غَرَامٌ۔ مَغْرَمٌ نقصان
	(غُرْمٌ تاوان بھرنا)
غری	اَغْرٰی پیچھے لگانا
غزل	(غَزْلٌ سوت ص ۲/۴)
غزو	غُزًّی نکلنا۔ جنگ
غسق	غَسَّاقٌ پانی۔ پیپ
	غَسَقٌ تاریکی چھانا
غسل	غِسْلِیْنٌ پیپ (دھوون)
	غَسَلَ۔ اِغْتَسَلَ نہانا دھونا
غشی	غِشَاوَۃٌ پردہ غَاشِیَۃٌ قیامت
	غَشِیَ ڈھانپنا۔ بیہوش ہونا
	اَغْشٰی ڈھانپ دینا غَشّٰی ڈھانپ لینا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	تَغَشّٰی مجامعت کرنا
	اِسْتَغْشٰی اوڑھنا
غصب	غَصَبَ چھیننا
غصّ	غَصَّ نگلنا
غضب	غَضَبٌ غصہ غَاضِبٌ غضبناک ہونا
غضّ	غَضَّ جھکانا۔ نیچے کرنا
غطش	اَغْطَشَ تاریکی چھانا
غطو	غِطَاءٌ پردہ
غفر	غَفَرَ معاف کرنا
	اِسْتَغْفَرَ معافی چاہنا
	(مغفرت۔ غفران بخشش
	غافر۔ غفور۔ غفّار بخشنے والا)
غفل	غَفَلَ غافل ہونا اَغْفَلَ غافل کرنا
غلب	غَلَبَ غالب آنا غُلِبَ شکست کھانا
غلظ	غِلْظَۃٌ سختی
	(اِسْتَغْلَظَ سخت ہونا ۴۸/۲۹)
غلف	غُلْفٌ پردہ
غلق	غَلَّقَ بند کرنا
غلّ	غِلٌّ ناراضگی۔ اَغْلَالٌ زنجیریں
غلّ	باندھنا۔ بخل کرنا۔ چوری کرنا۔
	خیانت کرنا۔ طوق ڈالنا
غلم	غُلَامٌ بچہ۔ خدمتگار
غلو	غَلَا حد سے بڑھنا
غلی	غَلٰی اُبلنا۔ کھولنا
غمر	غَمْرَۃٌ بے ہوش ہونا
غمز	تَغَامَزَ اشارہ کرنا
غمض	غَمَّضَ دیکھنا (کیفیت نظر)
غمّ	غَمٌّ۔ غَمَامٌ بادل
	غُمَّۃٌ دھندلاہٹ

مادہ	الفاظ اور عنوان
غنم	غَنَمٌ بکری۔ جماعت (جانوروں کی)
	مَغَانِمُ مال و دولت
	(غَنِمَ مفت میں کچھ مل جانا)
غنی	غَنِیٌّ بے نیاز
	غَنِیَ یَغْنٰی آباد ہونا
	اَغْنٰی کام آنا نعمت عطا کرنا
	(اِسْتَغْنٰی بے پرواہ ہونا ۱۰/۶)
غوث	استغاث فریاد کرنا (یغوث ص ۱/۹)
غور	غَوْرٌ پانی۔ گہرا مَغَارَاتٌ غار
غوص	اغاص غوطہ لگانا ۲۱/۸۲)
غوط	غَائِطٌ گڑھا
غول	غَوْلٌ بدمست ہونا
غوی	غَوٰی بہکنا اَغْوٰی بہکانا
	غَیًّا دوزخ
غیب	غَابَ چھپنا اِغْتَابَ گلہ کرنا ۴۹/۱۲)
غیث	غَیْثٌ بارش (اَغَاثَ پانی دینا)
	اِسْتَغَاثَ فریاد کرنا۔ پانی مانگنا
غیر	غَیْرٌ سوائے اَغَارَ حملہ کرنا
	غَیَّرَ بدل دینا (تَغَیَّرَ تبدیل ہونا)
غیض	غَاضَ خشک ہونا
غیظ	غَیْظٌ غصہ غَاظَ غصہ دلانا
	تَغَیُّظٌ آواز
	ف
فأد	فُؤَادٌ دل
فأی	فِئَۃٌ جماعت۔ لشکر
فتأ	ہمیشہ کرنا
فتح	فَتَحَ فتح پانا۔ فیصلہ کرنا۔ کھولنا
	فَتَّحَ کھولنا مِفْتَاحٌ چابی
	(اِسْتَفْتَحَ فتح مانگنا۔ فیصلہ چاہنا ۸/۲)

مادہ	الفاظ اور عنوان
فتر	فَتَرَ کمی ہونا فَتَّرَ کمی کرنا۔ ہلکا کرنا
فتق	فَتَقَ الگ کرنا ص (۳/۲)
فتل	فَتِیْلًا تھوڑا
فتن	فِتْنَةٌ آزمائش۔ بہانہ
	مَفْتُوْن دیوانہ فَتَنَ آزمائش کرنا
فتو	فتی ج فِتْیَة خدمتگار (مونث فتیان)
	اَفْتٰی تعبیر بتلانا۔ جواب دینا
	اِسْتَفْتٰی پوچھنا
فجّ	فَجّ راستہ
فجر	فَجَرَ بُرا ہونا۔ بہانا۔ نافرمانی کرنا
	فَجْر صبح فَاجِر گنہگار
	فَجَّرَ پھاڑنا } چشمہ کا پھوٹنا
	تَفَجَّرَ پھٹنا } اور بہنا
	اِنْفَجَرَ پھوٹ نکلنا
فجو	فَجْوَة زمین اور اس کی اقسام
فحش	فَاحِشَةٌ۔ فَوَاحِش۔ فَحْشَاء
	بدکاری (بے حیائی)
فخر	فَخَرَ اترانا فَخَّار مٹی کی قسم
	(تَفَاخَرَ ایکدوسرے پر فخر کرنا ۵/۲۰)
فدی	فِدْیَة۔ فِدَاء بدلہ
	(اَفْدٰی بدلہ میں دینا)
	(فَادٰی بدلہ میں لینا ۲/۸۵)
	(اِفْتَدٰی بدلہ کی ادائیگی کرنا ۲/۹۱)
فرت	فُرَات پانی
فرث	(فَرْث ص ۲/۴)
فرج	فَرْج شگاف۔ شرمگاہ۔
	فَرَجَ کھولنا
فرح	فَرِحَ اترانا۔ خوش ہونا
فرد	فَرْد۔ فُرَادٰی اکیلا

مادہ	الفاظ اور عنوان
فردوس	فِرْدَوْس جنّت کے نام
فرّ	فَرَّ بھاگنا
فرش	فَرَشَ بچھانا فِرَاش بچھونا
	(فَرَاش پتنگے ص ۲/۱، ۵)
فرض	فَارِض بوڑھا فَرِیْضَة حق مہر
	فَرَضَ مقرر کرنا
فرط	فَرَطَ زیادتی کرنا۔ کمی کرنا (ص ۳/۱)
	اَفْرَطَ حد سے بڑھنا
	فَرَّطَ حد سے کم کرنا۔ کم کرنا
فرع	فَرْع شاخ
فرعن	(فِرْعَوْن ص ۱/۵)
فرغ	فَرَغَ بے کار ہونا
	فَارِغ بے قرار اَفْرَغَ ڈالنا
فرق	فِرْقَة۔ فَرِیْق۔ فِرْقَة جماعت
	فِرْق ٹکڑا فُرْقَان قرآن
	فَرَقَ الگ کرنا۔ پھاڑنا۔
	فَرَّقَ پھوٹ ڈالنا
	تَفَرَّقَ الگ ہونا
فره	فَرِهَ اترانا
فری	فَرِیًّا بہتان اِفْتَرَاءً اٹکل پچو
فزّ	اِسْتَفَزَّ بیقرار کرنا۔ عقل کھو دینا
فزع	فَزِعَ بے قرار ہونا
	(فَزَّعَ گھبراہٹ میں پڑنا ۳۴/۲۲)
فسح	فَسَحَ فراخ ہونا تَفَسَّحَ کھل کر بیٹھنا
فسد	فَسَدَ خراب ہونا فَسَاد خرابی
	اَفْسَدَ فساد کرنا۔ خراب کرنا
فسر	فَسَّرَ بیان کرنا
فسق	فَسَقَ نافرمانی کرنا فَاسِق گنہگار
فشل	فَشَلَ ہمت ہارنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
فصح	فَصَحَ بولنا
فصل	(فِصَال: دودھ چھڑانا ص ۲/۴)
	فَصِیْلَة قبیلہ فَصَلَ الگ ہونا۔
	فیصلہ کرنا (فَصْل۔ فیصلہ)
	فَصَّلَ بیان کرنا
فصم	اِنْفِصَام ٹوٹنا
فضح	فَضَحَ ذلیل کرنا
فضّ	فِضَّة چاندی ص (۲/۵)
	اِنْفَضَّ بکھرنا
فضل	فَضَّلَ احسان کرنا۔ فضیلت دینا
	تَفَضَّلَ فضیلت حاصل کرنا (۲۳/۲۴)
فضی	اَفْضٰی پہنچنا
فطر	فَطَرَ پیدا کرنا۔ پھاڑنا
	فُطُوْر شگاف
	(تَفَطَّرَ اِنْفَطَرَ پھٹ پڑنا)
فظّ	فَظّ اُجڈ
فعل	فَعَلَ کام کرنا فِعْل کام
فقد	فَقَدَ گم پانا
	(تَفَقَّدَ گمشدہ کی تلاش کرنا ۲/۲۰)
فقر	فَقَرَ توڑنا فَقْر تنگدستی
فقع	(فَاقِع گہرا زرد رنگ ص ۲/۴)
فقه	فَقِهَ سمجھنا تَفَقَّهَ غور کرنا۔ سمجھنا
فکر	فَکَّرَ۔ تَفَکَّرَ غور کرنا
فك	فَكَّ چھڑانا اِنْفَكَّ باز آنا
فکه	فَاکِهَة پھل
	فَکِهَ خوش ہونا
	تَفَکَّهَ فضول باتیں بنانا
فلح	اَفْلَحَ کامیاب ہونا
فلق	فَلَقَ پھاڑنا اِنْفَلَقَ پھٹنا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
فلك	فَلَكَ آسمان فُلْكُ کشتی	قبل	قَبْل پہلے قِبَل جانب (مقابلہ 24/24)	قذف	قَذَفَ پھینکنا - ڈالنا
فلن	فلان نام، رکھنا		قُبُل سامنے قَبِيلَة قبیلہ	قرء	قُرْآن قرآن قُرُوْء حیض
فند	فَنَّدَ مذاق اڑانا		(قِبْلَة قبلہ) قَبِلَ تَقَبَّلَ قبول کرنا		قَرَءَ پڑھنا اَقْرَأَ پڑھانا
فنن	اَفْنَان شاخ		اَقْبَلَ آگے بڑھنا - رُخ کرنا سامنے آنا	قرب	قُرْبَان نذر و نیاز قُرْبٰی رشتہ دار
فنی	فَنِیَ ہلاک ہونا		(تَقَابَلَ آمنے سامنے ہونا 15/47)		قَرُبَ نزدیک آنا - مجامعت کرنا
فوت	فَاتَ گم ہونا تَفَاوُت فرق		(اِسْتَقْبَلَ سامنے سے آنا 46/24)		قَرَّبَ نزدیک کرنا - نذر ماننا - رتبہ پانا
فوج	فَوْج لشکر	قتر	قَتَرَة سیاہی قَتُوْر بخیل		(اِقْتَرَبَ قریب آجانا)
فور	فَوْر جلدی فَارَ ابلنا چشمہ پھوٹنا		قَتَرَ تنگ دست ہونا	قرح	قَرْح زخم
فوز	فَازَ کامیاب ہونا - نجات پانا		اِقْتَرَ بخل کرنا - خرچ کرنا	قرد	(قِرَدَة بندر ص 2/2)
	(ص 1/2) مَفَازَة پناہ	قتل	قَتَلَ قتل کرنا - مارنا - ہلاکت	قرر	قوارير شیشہ
فوض	فَوَّضَ سپرد کرنا		قِتَال جنگ قَتَّلَ (بری طرح مارنا)	قرّ	ٹھہرنا - ٹھنڈا ہونا - قرار پکڑنا
فوق	فَوَاق تھوڑا فوق اوپر (12/66)		قَاتَلَ لڑنا - ہلاک کرنا		اَقَرَّ - اقرار کرنا
اَفَاقَ	تندرست ہونا		(اِقْتَتَلَ لڑ پڑنا 49/9)		(اِسْتَقَرَّ قائم رہنا 7/142
فوم	(فُوْم گندم ص 2/2)	قثأ	(قِثَّاء ککڑی ص 2/2)	قرش	(قُرَيْش قوم ص 1/4)
فوه	(فاہ - فم منہ ص 2/2)	قحم	اِقْتَحَمَ مشقت میں ڈالنا	قرض	قَرَضَ کترا جانا
فهم	فَهَّمَ سمجھانا	قد	قَدْ بیشک		اَقْرَضَ ادھار دینا قَرْض اُدھار
فیء	فَاءَ لوٹنا فَیْءٌ مال و دولت	قدح	قَدَحَ آگ جلانا	قرطس	قِرْطَاس کاغذ
	اَفَاءَ مال و دولت دینا - لوٹانا	قدّ	قَدَّ پھاڑنا	قرع	قَارِعَة قیامت - آواز
	(تَفَیَّأَ سایہ کا ڈھلنا 16/48)	قدر	قَدْر - قَدَر - مِقْدَار اندازہ تنگی	قرف	اِقْتَرَفَ کمانا
فیض	فَاضَ بہنا چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا		(قِدْر (ج قدور) ہنڈیا ص 2/4)	قرن	قَرْن زمانہ قَرِین دوست۔
	اَفَاضَ بہانا مشغول ہونا - لوٹنا		قَدَرَ تنگ کرنا - قابو پانا		ساتھی - ہم آہنگی
فیل	(فِیْل ہاتھی ص 2/1)		قَدَّرَ اندازہ لگانا (اِقْتَدَرَ قادر ہونا 42/22)		ذوالقرنین ص 1/1) (قارون ص 1/5)
	ق	قدس	قُدُس - قُدُّوس پاک		اَقْرَنَ قابو پانا قَرَنَ جکڑنا
قبح	قَبُحَ برا ہونا		قَدَّسَ تسبیح و تقدیس کرنا		اِقْتَرَنَ نزدیک ہونا
قبر	قَبْر قبر اَقْبَرَ قبر میں رکھوانا (22/21)	قدم	قَدَم پاؤں قدم قدیم پرانا	قری	قَرْیَة شہر بستی
قبس	قَبَسَ آگ جلانا قَبَس انگارا		قَدِمَ آگے پہنچنا قَدَّمَ آگے بھیجنا	قسر	(قَسْوَرَة شیر ببر ص 2/1)
	(اِقْتَبَسَ آگ سے آگ لینا)		تَقَدَّمَ آگے بڑھنا	قس	قِسِّيْسِيْن عالم
قبض	(قَبْضَة مٹھی ص 2/2)		(اِسْتَقْدَمَ آگے بڑھنے کی خواہش کرنا 49/34)	قسط	قَسَطَ انصاف کرنا بے انصافی کرنا (ص 2/1)
	قَبَضَ بند کرنا - پکڑنا - تنگی کرنا	قدو	اِقْتَدَاء اطاعت کرنا		اَقْسَطَ انصاف کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
قسط	قِسْطَاس ترازو
قسم	(قَسَمَ تَسَّمَ۔ اِقْتَسَمَ
	بانٹنا ۱۵/۹۰ ۔ ۵/۴)
	اَقْسَمَ۔ قَاسَمَ قسم کھانا
	تَقَاسَمَ آپس میں قسمیں کھانا
	اِسْتَقْسَمَ تقسیم چاہنا
قسو	قَسَا سخت ہونا قَسْوَہ سختی
	قَاسِیَۃ سخت
قشعر	(اِقْشَعَرَّ رونگٹے کھڑے ہونا ۲۹/۲۲)
قصد	قَصْد اعتدال۔ سیدھا۔ ہلکا
	(قَصَدَ اور اِقْتَصَدَ درمیانی راہ
	اختیار کرنا)
قصر	قَصْر محل
	قَصَرَ بند ہونا۔ حد سے کم کرنا۔
	کم کرنا۔ نیچے رکھنا
	اَقْصَرَ کمی کرنا (قَصَّرَ چھوٹا کرنا۔ کترنا)
قصّ	قَصَص کہانیاں قِصَاص بدلہ
	قَصَّ بیان کرنا۔ چلنا پیچھا کرنا ۵/۱۰
قصف	قَاصِف ہوا
قصم	قَصَمَ ہلاک کرنا
قصو	اَقْصَا کنارا۔ اَقْصٰی قَصِیًّا دور
قضب	قَضْب ترکاری
قضّ	اِنْقَضَّ گرنا
قضی	قَضٰی پورا کرنا۔ دور کرنا۔ فیصلہ کرنا
قطر	قِطْر تانبا قُطْر کنارا
	قَطِرَان گندھک (ض ۱/۵)
قطّ	قِطّ اعمالنامہ
قطع	قَطَعَ کاٹنا۔ طے کرنا قِطْعَۃ ٹکڑا
	قَطَّعَ کاٹنا تَقَطَّعَ ٹوٹنا۔ کٹنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
قطف	قَطْف (ج قُطُوف) خوشے
قطمر	قِطْمِیْر تھوڑا
قطن	یَقْطِیْن درخت
قعد	قَعَدَ بیٹھنا
قعر	اِنْقَعَرَ اکھڑنا
قفل	(قفل ج اقفال) تالا ض ۲/۴)
قفو	قَفّٰی پیچھے پڑنا قَفّٰی پیچھے لگانا
قلب	قَلْب دل اَقْلَبَ پھرنا
	قَلَّبَ الٹ دینا۔ پھیرنا
تَقَلَّبَ	پھیرنا۔ لوٹانا
	اِنْقَلَبَ پھرنا
قلد	قلائد قربانی کا جانور۔
	مَقَالِیْد چابی
قلع	اَقْلَعَ رکنا
قلل	قَلِیْل تھوڑا قَلَّ کم کرنا۔ کم ہونا
	اَقَلَّ اٹھانا قَلَّلَ تھوڑا دکھلانا ۴۴/۵
قلم	(قَلَم قلم ض ۲/۴)
قلی	قَلٰی بیزار ہونا
قمح	اَقْمَحَ سر اٹھانا
قمر	قَمَر چاند (ض ۱/۱)
قمص	قَمِیْص
قمطر	قَمْطَرِیر سخت
قمع	(مَقَامِع ہتھوڑا ض ۲/۴)
قمل	(قُمَّل جوئیں ض ۲/۱)
قنت	قَنَتَ اطاعت کرنا
قنط	قَنَطَ ناامید ہونا
قنطر	قِنْطَار خزانہ
قنع	قَنَعَ صبر کرنا اَقْنَعَ سر اٹھانا
قنو	قِنْوَان خوشہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
قنی	اَقْنٰی نعمت عطا کرنا (ض ۲/۱)
قوب	قَابَ نزدیک ہونا
قوت	قُوْت خوراک مُقْوِیْن مسافر
مُقِیْت	نگہبان
قوس	(قَوْس کمان ض ۲/۴)
قوع	قِیْعَۃ زمین اور اس کی اقسام
قوّل	قَالَ کہنا قَوْل بات
تَقَوَّلَ	اٹکل پچو۔ جھوٹ بنانا
قوم	قَوْم مُقَام جگہ قیامت قیامت
	قَوَّام حاکم قَیِّمَۃ مضبوط
	قَامَ اٹھنا کھڑا ہونا اقام سیدھا کھڑا ہونا
	قَوَّمَ (تقویم) اعتدال
	استقام ثابت قدم رہنا مستقیم سیدھا
قوّ	قُوَّۃ طاقت
	(اَقْوٰی طاقت دینا کمزور کرنا ض ۳/۱)
قہر	قَہَرَ زبردستی کرنا۔ غالب آنا۔ جھڑکنا
قیض	قَیَّضَ مسلط کرنا
قیل	قَالَ سونا

ک

مادہ	الفاظ اور عنوان
کأس	پیالہ
کبّ	کَبَّ الٹ دینا
کبت	کَبَتَ ذلیل کرنا
کبد	کَبَد سختی (کبد جگر ض ۳/۲)
کبر	کَبُرَ بڑا ہونا کبیر اور اکبر بڑا اور بزرگ
	کَبِیْرَۃ بوجھل
	(اَکْبَرَ بڑا سمجھنا ۲/۳۱ کَبَّرَ تکبیر کہنا ۱/۱۱۱)
	تَکَبَّرَ اترانا
	(اِسْتَکْبَرَ بڑا بننا ۲/۳۴)
کبکب	کُبْکِبَ الٹ دینا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
كتب	كَتَبَ لکھنا كِتَاب اعمالنامہ	كسو	كِسْوَة پوشاک كَسَا پہنانا	كمم	(ج اَكْمَام) پردہ
	كِتَابٌ مَكْنُون لوحِ محفوظ كاتب لکھنے والا	كشط	كَشَطَ کھال اُتارنا	كمه	اَكْمَهَ اندھا
	كَاتَبَ لکھ کر دینا اكتتب لکھوانا	كشف	كَشَفَ کھولنا	كند	كَنُود ناشکرا
كتم	كَتَمَ چھپانا	كظم	كَظَمَ برداشت کرنا	كنز	كَنْز خزانہ (كَنَزَ مال سمیٹنا)
كثب	كَثِيب ریت	كعب	ابھار (تحفہ ص ۲/۳) کعبۃ کعبہ	كنس	كُنَّس تارا
كثر	كَثِير وافر۔ بہت	كفت	كَفَتَ اکٹھا کرنا	كنن	كَنَّ چھپنا اَكَنَّ چھپانا
	(كوثر جنت کا چشمہ ص ۱/۱)	كفر	كَفَّارَة بدلہ		اَكِنَّة پردہ اكنان پناہ
	كَثُرَ زیادہ ہونا كَثَّرَ بڑھانا		كُفَّار کسان (کافور ۴۶/۲۶)	كوب	كُوب (ج اكواب) پیالہ
	اَكْثَرَ زیادہ کرنا بڑھنا۔ بڑھانا		كَفُور ناشکرا كفور كفران ناشکری	كود	كَادَ نزدیک ہونا
	(تكاثر بہتات ہونا ۵۷/۲)		كَفَرَ انکار کرنا کفر کرنا ص ۱/۱)	كور	كَوَّرَ لپیٹنا
	(اِسْتَكْثَرَ زیادہ حاصل کرنا ۱/۲)		كَفَّرَ دُور کرنا۔ معاف کرنا	كوكب	كَوْكَب تارا
كدح	كَدَحَ کوشش کرنا محنت مشقت	كفف	كَافَّة پورا۔ سب اَكُفّ ہتھیلی ص ۲/۲	كون	مَكَان جگہ كَانَ ہونا
كدر	اِنْكَدَرَ دھندلانا		كَفَّ روکنا		اِسْتَكَانَ عاجز آنا۔ ہمت ہارنا
كدى	اَكْدٰى بخل کرنا۔ رُکنا	كفل	كِفْل حصہ كفيل ضامن	كوى	كَوٰى داغ دینا
كذب	كَذَبَ جھوٹ بولنا		(ذا الكفل ص ۱/۱)	كهف	كَهْف غار
	كِذَّاب جھوٹ كَذَّبَ جھٹلانا		كَفَلَ پرورش میں لینا	كهل	كَهْل بوڑھا
كرب	كَرْب بے قراری		اَكْفَلَ كَفَّلَ سپرد کرنا	كهن	كَاهِن پیغمبر کے حریف
كرة	كَرَّة بار (دفعہ)	كفو	كُفُو ہم آہنگی	كى	كَىْ تاکہ
كرسى	(كُرْسِىّ کرسی ص ۲/۲)	كفى	كَفٰى کافی ہونا	كيد	كَادَ تدبیر کرنا كَيْد تدبیر
كرم	كَرِيم بڑا (بزرگ) عزت والا	كلأ	كَلَأَ حفاظت کرنا	كيف	كَيْفَ کیسے
	اَكْرَمَ عزت دینا	كلب	(كَلْب کتا ص ۱/۲) كَلَّبَ سکھلانا	كيل	(كَالَ پیمانہ سے دینا ۸۳/۱)
	كَرَّمَ عزت دینا۔ فضیلت دینا	كلح	كَلَحَ بدصورت ہونا۔ تیوری چڑھانا		(اِكْتَالَ پیمانہ سے لینا ۸۳/۲)
كره	كُرْه تکلیف۔ مشقت۔ ناپسندیدہ	كلف	كَلَّفَ تکلیف دینا۔ محنت اٹھانا		مِكْيَال پیمانہ (۱/۱۲) كَيْل بھرتی (۱۲/۱)
	اَكْرَهَ زبردستی کرنا	كلل	كَلّ بوجھ كُلّ پورا۔ سب۔ سارے		**ل**
	(كَرِهَ نفرت ڈالنا ۴۹/۷)		(كلالة لاولد ص ۱/۲) كَلَّا نہیں	لا	نہیں
كسب	كَسَبَ۔ اِكْتَسَبَ کمانا	كلم	كَلِمَة بات (حکم۔ قوانینِ فطرت)	لات	لَاتَ نہیں (ایک دیوی ص ۱/۱)
كسد	كَسَاد۔ نقصان		كَلَّمَ بات کرنا تَكَلَّمَ بولنا	لأك	مَلَك۔ ملائکۃ پیغمبر۔ فرشتہ
كسف	كِسَف تہ بہ تہ ٹکڑا	كم	كَمْ کتنے	لؤلؤ	(لُؤْلُؤ موتی ص ۱/۲)
كسل	كُسَالٰى سست۔ بوجھل ہونا	كمل	كَامِلَة پورا اَكْمَلَ پورا کرنا	لب	اولو الالباب عقلمند

مادہ	الفاظ اور عنوان
لبث	لَبِثَ ٹھہرنا تَلَبَّثَ ٹھہرے رہنا (۲۳/۱۵)
لبد	لِبَد، لُبَد۔ وافر بہت
لبس	لَبِسَ پہننا لِبَاس پوشاک / لَبَسَ ملانا لَبْس شک و شبہ (ص ۵)
لبن	(لَبَن دودھ ص ۲)
لجأ	مَلْجَأ پناہ
لجّ	لَجَّ اڑنا لُجَّۃ گہرائی
لحد	اَلْحَدَ ٹیڑھا ہونا الحاد ٹیڑھ
	مُلْتَحَد پناہ
لحف	اَلْحَفَ چمٹنا
لحق	لَحِقَ ملنا اَلْحَقَ ملانا
لحم	(لَحْم گوشت ص ۲)
لحن	لَحْن بولنا (کیفیت)
لحی	(لِحْیَۃ داڑھی ص ۲)
لدّ	لَدَّ جھگڑا کرنا اَلَدّ۔ لُدّ جھگڑالو
لدن / لدی	لَدُنْ۔ لَدٰی پاس
لذّ	لَذَّۃ مزا
لزب	لَزَبَ چمٹنا لازب مٹی کی قسم
لزم	لَزِمَ چمٹنا اَلْزَمَ لازم کرنا۔ چمٹانا (۲۳/۱۴)
لسن	لِسَان زبان ص ۲ (بولی ۱۶/۱۰۳)
لطف	لطیف مہربان تَلَطَّفَ نرم ہونا
لظی	لظی آگ تَلَظّٰی آگ جلانا
لعب	لَعِبَ کھیلنا
لعل	لَعَلَّ شاید
لعن	لَعَنَ بددعا دینا
لغب	لَغَبَ تھکنا لُغُوب تھکاوٹ
لغو	لَغْو بے ہودہ کلام
	اَلْغٰی فضول باتیں بنانا
لفت	لَفَتَ پھیرنا اِلْتَفَتَ پیچھے دیکھنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
لفح	لَفَحَ آگ کا جلانا
لفظ	لَفَظَ بولنا
لفّ	لَفَّ لپیٹنا اِلْتَفَّ لپٹنا
لفو	اَلْفٰی پانا
لقب	لَقَب (ج اَلْقَاب) نام رکھنا
لقح	لَقَحَ اٹھانا ہوا۔
لقط	اِلْتَقَطَ اٹھانا (ص ۳)
لقف	لَقِفَ نگلنا
لقم	اِلْتَقَمَ نگلنا (لقمانؑ ص ۱)
لقی	لَقِیَ ملنا لِقَاء۔ تلاق ملاقات
	تِلْقَاء جانب۔ پاس
	اَلْقٰی ڈالنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ رکھنا
	لَقّٰی۔ اِلْتَقٰی ملنا تَلَقّٰی سیکھنا۔ لینا
	لَاقٰی ایک دوسرے سے ملنا
لم	لَمْ نہیں لِمَ کیوں
لمح	لمح دیکھنا (کیفیتِ نظر)
لمز	لَمَزَ طعنہ دینا
لمس	لَمَسَ چھونا لَامَسَ مجامعت کرنا
	اِلْتَمَسَ۔ ڈھونڈنا۔
لمّ	لَمَم گناہ لَمًّا اکٹھا ہونا
	لَمَّا۔ کُلَّمَا۔ جب۔
لو	لَوْ اگر لَوْلَا۔ لَوْمَا کیوں نہ
لوح	لَوْح تختہ لوح محفوظ لوحِ محفوظ
	لَاحَ آگ کا جلانا۔
لوذ	لِوَاذًا نکلنا
لوط	(لوطؑ ص ۱)
لوم	لَامَ برا بھلا کہنا۔ گرفت کرنا
	(اَلَامَ ملامت کرنا ۲۷/۱۴۲)
	(تَلَاوَمَ ایک دوسرے کو ملامت کرنا ۶۸/۳۰)

مادہ	الفاظ اور عنوان
لون	لَوْن رنگ
لوی	لَوٰی موڑنا لَوّٰی ہلانا
لہب	لَہَب شعلہ (ابولہب ص ۱)
لہث	لَہَثَ آواز۔ پیاسا۔ ہانپنا
لہم	اَلْہَمَ دل میں بات ڈالنا
لہو	لَہْو کھیلنا اَلْہٰی غافل کرنا
	(تَلَہّٰی غفلت برتنا ۸۰/۱۰)
لیت	لَیْتَ افسوس
لیس	لَیْسَ نہیں
لیل	لَیْل رات اور اس کے اوقات
لین	لِیْنَۃ کھجور
	لَانَ نرم ہونا اَلَانَ نرم کرنا
	م
ما	مَا جو۔ کچھ۔ کیا۔ مَاذَا کیا
مائۃ	(مِائَۃ سو ص ۱۲/۱)
متع	مَتَّعَ فائدہ دینا متاع فائدہ۔ سامان
	تَمَتَّعَ فائدہ اٹھانا اِسْتَمْتَعَ فائدہ چاہنا
متن	متین مضبوط
متی	مَتٰی کب
مثل	اَمْثَل۔ مُثْلٰی اچھا (مثالی)
	مَثُلَات عذاب
	تَمَثَّلَ شکل و صورت بنانا
مجد	مجید بڑا (بزرگ)
مجس	(مجوس آتش پرست ص ۱)
محص	مَحَّصَ پاک کرنا
محق	مَحَقَ مٹانا
محل	مِحَال طاقت
محن	اِمْتَحَنَ آزمائش کرنا
محو	مَحَا مٹانا

مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان	مادہ	الفاظ اور عنوان
مخر	مَخَرَ پھاڑنا	مسد	(مَسَد مونج کی رسی ص ۱/۴)		مَلَک بادشاہ مَلَک فرشتہ
مخض	(مَخَاض دردِ زہ ص ۱/۴)	مسّ	چھونا ۔ پہنچنا تَمَاسّ مجامعت کرنا		مُلْک اختیار
مدّ	مُدَّت مُدّت ۔ مِدَاد سیاہی	مسک	(مِسْک کستوری ص ۱/۲)		مَالِک دوزخ کا فرشتہ ۔ مالک
	مَدّ پھیلانا کھینچنا اَمَدَّ مدد دینا		اَمْسَکَ بخل کرنا ۔ روکنا		مَلَکَ اختیار رکھنا
	مَدَّدَ دراز کرنا ۔ کھینچنا		تَمَسَّکَ اِسْتَمْسَکَ پکڑنا	ملّ	مِلَّۃ دین اَمَلَّ لکھوانا
مدن	مَدِیْنَۃ شہر (مدینۃ النبی ص ۱/۲)	مسو	مَسَا شام اَمْسٰی شام کرنا	ملی	مَلِیًّا مدت اَمْلٰی پڑھنا مہلت دینا
مرء	مَرْءُ ۔ اِمْرَءُ مرد	مشج	مَشَجَ ملنا	من	مَنْ جو کوئی ۔ کون
	مَرْاَۃُ ۔ اِمْرَاَۃ بیوی عورت	مشی	مَشٰی چلنا	منع	مَنَعَ بچانا ۔ روکنا
	مَرِیءَ نگلنا	مصر	مِصْر شہر (ایک ملک ص ۱/۲)	منّ	مَنّ و سلوٰی کھانا (طعام)
مرت	(مَارُوت فرشتہ ص ۱/۲)	مضغ	(مُضْغَۃ لوتھڑا ص ۱/۲)		مَنَّ احسان کرنا ۔ روکنا
مرج	مَارِج شعلہ مَرِیج شک و شبہ	مضی	مَضٰی جانا ۔ چلنا ۔ گزرنا	منو	(مَنَات بت ص ۱/۲)
	مَرَجَ ملانا (مَرْجَان ص ۱/۵)	مطر	مَطَر بارش اَمْطَرَ بارش برسانا	منی	(مَنِیّ نطفہ ص ۱/۲) اُمْنِیَۃ خواہش
مرح	مَرَحَ اترانا	مطو	تَمَطّٰی اترانا		ریب المنون گردش ایام
مرد	مَارِد جن مَرِیْد سرکش	معز	مَعْز بکری		اَمْنٰی منی ٹپکانا (مَنّٰی امید لگانا ۱۱۹/۴)
	مَرَدَ اڑنا ۔ سرکشی کرنا	معن	مَاعُون ۔ سامان مَعِین پانی بہتا		تَمَنّٰی آرزو کرنا
	مَرَّدَ ہموار کرنا	معی	اَمْعَاء انتڑیاں	موت	مَاتَ مرنا اَمَاتَ مارنا
مرّ	مَرَّۃَ بار، دفعہ مِرَّۃ طاقت	مقت	مَقَتَ بیزار ہونا مَقْت بیزاری	موج	(مَاجَ لہریں اٹھنا ۹۹) موج لہر ۴۳/۱۱
	اَمَرّ کڑوا	مکث	مَکَثَ ٹھہرنا	مور	مَارَ کانپنا
	مَرّ گزرنا اِسْتَمَرَّ ہمیشہ رہنا	مکر	مَکَرَ تدبیر کرنا	موسی	(مُوْسٰی ص ۱/۲)
مرض	مَرِضَ بیمار ہونا مریض بیمار	مکّ	(مَکَّۃ شہر ص ۱/۲)	مول	مَال ۔ مال و دولت
مرو	(مَرْوَۃ پہاڑی (ص ۱/۲)	مکن	مکان جگہ مَکِیْن رتبہ والا	موہ	مَاء (ج میاہ) پانی ۔ بارش
مری	مِرْیَۃ شک و شبہ مَارِی جھگڑا کرنا		اَمْکَنَ اختیار دینا قابو کرنا	مہد	مَہْد گود مِہَاد بچھونا
	تَمَارٰی ۔ اِمْتَرٰی شک کرنا		مَکَّنَ اختیار بخشنا		مَہَدَ بچھانا (مَہَّدَ بھلائی مہیا کرنا ۴۴/۳۰)
مریم	(مَرْیَم ص ۱/۴)	مکو	مُکَاء آواز	مہل	مُہْل تانبا مَہْل مدت
مزج	مِزَاج ملانا	ملأ	مَلَأُ سردار مَلَأَ بھرنا		اَمْہَلَ ۔ مَہَّلَ مہلت دینا
مزق	مَزَّقَ پھاڑنا		اِمْتَلَأَ بھر جانا	مہما	مَہْمَا جو کچھ
مزن	مُزْن بادل	ملح	مِلْحٌ پانی کی اقسام	مہن	مَہِیْن ذلیل
مسح	مَسَحَ جھاڑنا	ملق	اِمْلَاق تنگدستی	مید	مَادَ جھکنا مَائِدَۃ کھانا (طعام)
مسخ	مَسَخَ بدصورت بنانا	ملک	مُلْک مَلَکُوت بادشاہی	میر	مَارَ خوراک لانا

مادہ	الفاظ اور عنوان
میز	مَازَ الگ کرنا تَمَیَّزَ پھٹ پڑنا
	اِمْتَازَ الگ ہونا
میل	مَالَ جھکنا
	ن
نأی	نَأیٰ دُور ہونا
نبأ	نَبَأٌ خبر نبی پیغمبر (نبوۃ پیغمبری)
	أَنْبَأَ خبر دینا نَبَّأَ آگاہ کرنا
	اِسْتَنْبَأَ پوچھنا
نبت	أَنْبَتَ پرورش کرنا نبات کھیتی
نبذ	نَبَذَ پھینکنا۔ ڈالنا اِنْتَبَذَ الگ ہونا
نبز	تَنَابَزَ نام رکھنا
نبط	اِسْتَنْبَطَ غور کرنا
نبع	یَنْبُوْعٌ چشمہ
نتق	نَتَقَ کھڑا کرنا
نثر	نَثَرَ بکھیرنا اِنْتَثَرَ بکھرنا
نجد	ابھار۔ ٹیلہ۔ زمین۔ راستہ۔ گھاٹی
نجس	نَجَسٌ ناپاک
نجم	نَجْمٌ تارا۔ درخت
نجو	نَجٰی نجات پانا۔ خلاصی پانا
	أَنْجٰی۔ نَجّٰی نجات دینا
	نَاجٰی سرگوشی کرنا
	تَنَاجٰی مشورہ کرنا نَجْویٰ مشورہ
نحب	نَحْبٌ ذمہ داری
نحت	نَحَتَ تراشنا
نحر	نَحَرَ ذبح کرنا
نحس	نَحْسٌ نامبارک۔ بدبختی
	نُحَاسٌ دھواں۔ شعلہ
نحل	نَحْلٌ مکھی نَحَلَ (نِحْلَۃً) دینا
نخر	نَخِرَ بوسیدہ ہونا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نخل	نَخْلٌ نخلۃ۔ نخیل کھجور
ندّ	نِدٌّ شریک یَوْمُ التَّنَادِ قیامت
ندم	نَدِمَ پچھتانا
ندو	نَادٰی پکارنا نِدَاءٌ پکار
	(تَنَادٰی ایک دوسرے کو پکارنا ۲۴/۲۱)
نذر	نَذَرَ نذر و نیاز دینا نَذْرٌ۔ نذور نیاز
	أَنْذَرَ ڈرانا نَذِیْرٌ ڈرانے والا
نزع	نَزَعَ کھینچنا تَنَازَعَ جھگڑنا
نزغ	نَزَغَ فساد ڈالنا
نزل	نَزَلَ اترنا نُزُلاً مہمانی
	أَنْزَلَ نَزَّلَ اتارنا تَنَزَّلَ اترنا
نسأ	نَسِیَ پیچھے ڈالنا۔ کرنا
	مِنْسَأَۃٌ لاٹھی
نسب	نَسَبٌ رشتہ داری
نسخ	نَسَخَ مٹانا اِسْتَنْسَخَ لکھوانا
	نُسْخَۃٌ کتاب
نسر	(نَسْرٌ بُت ص ۱/۹)
نسف	نَسَفَ اُڑانا
نسک	نُسُکٌ قربانی کا جانور منسک طریقہ
نسل	نَسَلَ دوڑنا نَسْلٌ اولاد
نسو	نِسْوَۃٌ۔ نِسَاءٌ بیوی۔ عورت
نسی	نَسِیَ بھولنا أَنْسٰی بھلانا
نشأ	أَنْشَأَ اٹھانا۔ بلند کرنا پرورش
	کرنا۔ پیدا کرنا
	نَشْأَۃٌ۔ نَاشِئَۃٌ اٹھان اُٹھنا
	نَشَّأَ پرورش کرنا
نشر	نَشَرَ اُٹھنا۔ پھیلنا۔ زندہ ہونا
	أَنْشَرَ اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ زندہ کرنا
	نَشَّرَ پھیلانا اِنْتَشَرَ بکھرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
نشز	نَشَزَ اٹھنا۔ کھڑا ہونا أَنْشَزَ اٹھانا
نشط	نَشَطَ کھولنا (ص ۲/۱)
نصب	نَصِبَ تھکنا محنت اٹھانا۔ گاڑنا
	نَصَبٌ بُت نُصُبٌ نشانی نصیب حصہ
نصت	أَنْصَتَ چپ رہنا
نصر	نَصَرَ مدد کرنا نَاصِرٌ نَصِیْرٌ مددگار
	(نصارٰی عیسائی ص ۱/۱۰)
	نَاصَرَ ایک دوسرے کی مدد کرنا
	اِنْتَصَرَ بدلہ لینا اِسْتَنْصَرَ مدد چاہنا
نصف	نِصْفٌ ف ۱/۲
نصو	نَاصِیَۃٌ پیشانی
نضج	نَضِجَ آگ کا جلانا
نضخ	نَضَخَ ابلنا۔ چشمہ پھوٹنا
نضد	نَضِیْدٌ۔ مَنْضُوْدٌ تہ بہ تہ
نضر	نَاضِرَۃٌ تازہ۔ خوبصورت
	نَضْرَۃٌ رونق
نطح	نَطَحَ مارنا
نطف	(نُطْفَۃٌ ص ۲/۲)
نطق	نَطَقَ بولنا أَنْطَقَ بُلانا
نظر	نَظَرَ دیکھنا أَنْظَرَ مہلت دینا
	اِنْتَظَرَ انتظار کرنا نَظِرَۃٌ مہلت
نعج	(نعجۃ دُنبی ص ۲/۱)
نعس	نُعَاسٌ اونگھ
نعق	نَعَقَ چلانا
نعل	(نَعْلٌ جوتی ص ۲/۴)
نعم	نِعْمَ۔ نِعِمَّا اچھا نَعَمْ ہاں
	أَنْعَامٌ چوپائے نِعْمَۃٌ سامان
	نَعْمَاءُ خوشحالی نِعْمَۃٌ نعمت
	أَنْعَمَ۔ نَعَّمَ احسان کرنا نعمت عطا کرنا

ماده	الفاظ اور عنوان	ماده	الفاظ اور عنوان	ماده	الفاظ اور عنوان
نغض	نَغَضَ ہلانا	نکب	نَکَبَ ٹیڑھا ہونا (مَنکِب کندھا صٓ ۲)	نوص	مَنَاص خلاصی
نفث	نَفَثَ پھونکنا	نکث	نَکَثَ توڑنا قسم توڑنا نِکث ٹکڑا	نوق	نَاقَۃ اونٹ
نفح	نَفحَۃ سردی۔ ہوا	نکح	نَکَحَ۔ اِستَنکَحَ نکاح میں لانا	نوم	نَامَ سونا منام خواب
نفخ	نَفَخَ پھونکنا		اَنکَحَ نکاح میں دینا	نون	نُون مچھلی
نفد	نَفِدَ ختم ہونا	نکد	نَکِد رذی	نوی	(نَوٰی گٹھلی صٓ ۲)
نفذ	نَفَذَ نکلنا	نکر	نُکر۔ مُنکَر ناپسندیدہ نَکِیر عذاب	نیل	نَالَ۔ پہنچنا۔ چھیننا
نفر	نَفَر چند نَفِیر لشکر نُفُور دور رہنا صٓ ۲		نَکِرَ اجنبیا ہونا۔ بُرا لگنا		**و**
	نَفَرَ نکلنا۔ سفر کرنا		اَنکَرَ انکار کرنا نَکَّرَ بدلنا	وأد	وَأَدَ گاڑنا
	اِستَنفَرَ بھاگنا۔	نکس	نَکَسَ جھکانا نَکَّسَ اوندھا کرنا	وأل	مَوئِل پناہ
نفس	نَفس دل تَنَفَّسَ سانس لینا	نکص	نَکَصَ پھرنا	وبر	اَوبَار بال
	تَنَافَسَ رغبت کرنا	نکف	اِستَنکَفَ شرمانا	وبق	اَوبَقَ ہلاک کرنا
نفش	نَفَشَ رات کے کام	نکل	اَنکَال زنجیریں	وبل	وبال بدلہ وابل بارش
نفع	نَفَعَ فائدہ دینا		نَکَّلَ سزا دینا نکال عبرتناک سزا		وَبِیل عذاب
نفق	نَفَقًا سرنگ	نمرق	(نَمَارِق غالیچے صٓ ۲)	وتد	اَوتَاد میخ
	اَنفَقَ خرچ کرنا نَفَقَۃ خرچ	نمل	(نَملَۃ چیونٹی نملۃ اَنَامِل انگلیاں)	وتر	وَتَرَ کم کرنا (وَتر جوڑا)
	(نافق (نفاق منافق ہونا صٓ ۱)	نمم	(نمیم چغلی ۶۸/۱۱)		تَترًا لگاتار
نفل	نَفَلَ بڑھانا نَافِلَۃ زائد	نہج	مِنہَاج طریقہ	وتن	وَتِین گردن
	اَنفَال مال و دولت	نہر	نَہَر پانی کے راستے نَہَار دن	وثق	اَوثَقَ جکڑنا مضبوط کرنا
نفو نفی	نَفَی جلا وطن کرنا		نَہَرَ جھڑکنا		مِیثَاق عہد وُثقٰی مضبوط
نقب	(نَقَبَ دیوار میں سوراخ کرنا ۹۸/۱۸)	نہی	نَہَی روکنا نُہٰی عقل		(وَاثَقَ مضبوط عہد لینا ۵/۲)
	نَقَّبَ چلنا نقیب سردار		(تَنَاھَی ایکدوسرے کو روکنا)	وثن	وَثَن (ج اوثان) بت
نقذ	اَنقَذَ چھڑانا۔ خلاصی		اِنتَہٰی باز آنا۔ رکنا مُنتَہٰی انجام	وجب	وَجَبَ گرنا
	اِستَنقَذَ چھڑانے کی کوشش کرنا	نوء	نَاءَ اٹھانا	وجد	وَجَدَ پانا وُجد مقدور
نقر	نَقَرَ پھونکنا نَقِیر تھوڑا	نوب	اَنَابَ لوٹنا	وجس	اَوجَسَ ڈرنا
	نَاقُور بگل ۷۴/۸	نوح	(نوح صٓ ۱)	وجف	وَجَفَ ڈرنا اَوجَفَ دوڑانا
نقص	نَقَصَ کم کرنا نَاقِص رذی	نور	نُور روشنی نَار آگ۔ دوزخ	وجل	وَجِلَ ڈرنا
نقض	توڑنا۔ قسم توڑنا اَنقَضَ توڑنا		اَنَارَ روشن کرنا مُنِیر روشن	وجہ	وَجہ رضامندی (چہرہ صٓ ۲)
نقع	نَقع غبار	نوس	نَاس آدمی اُنَاس فرقہ		وِجہَۃ جانب وَجِیہ عزت والا
نقم	نَقَمَ برا لگنا اِنتَقَمَ بدلہ لینا	نوش	تَنَاوُش پکڑنا۔ پہنچنا		وَجَّہَ۔ تَوَجَّہَ رخ کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
وحد	وَاحِد ایک ص ½ وَحِید اکیلا
وحش	وُحُوش چوپائے
وحی	اَوْحٰی دل میں بات ڈالنا
ودّ	وَدَّ آرزو کرنا۔ پسند کرنا
	وَادَّ محبت کرنا وُدّ محبت ص ½
ودع	وَدَعَ وَدَّعَ چھوڑنا
	اِسْتَوْدَعَ سپرد کرنا
ودق	وَدْق بارش
ودی	دِیَۃ بدلہ۔ دینا وادی زمین کی قسم
	پانی کے راستے
وذر	یَذَرُ چھوڑنا
ورء	وَرَاءَ پیچھے سوائے (ص ³⁄₁)
ورث	تُرَاث وراثت اَوْرَثَ وارث بنانا
ورد	وِرْد پیاسا گھاٹ مَوْرُود گھاٹ
	(وَرْدَۃ گلابی رنگ ص ½)
	وَرَدَ پہنچنا اَوْرَدَ پہنچانا
ورق	(اَوْرَاق پتہ ص ½) (روپیہ سکہ ص ½)
وری	اَوْرٰی آگ جلانا۔
	وَارٰی چھپانا تَوَارٰی چھپنا
وزر	وِزْر اٹھانا وِزْر بوجھ۔ وزیر مددگار
	وَزَرَ پناہ اَوْزَار آلاتِ جنگ
وزع	وَزَعَ روکنا اَوْزَعَ توفیق دینا
وزن	وَزَنَ تولنا وَزْن بوجھ۔
	مِیزَان ترازو مَوَازِین تول
	مَوْزُوْن مناسب ¹⁵⁄₁₉
وسط	وَسَط درمیان وَسَطاً اعتدال
	(اَوْسَط مونث وُسْطٰی درمیانی ⁹⁶⁄₂₈)
	(وَسَطَ درمیان تک جانا ½)
وسع	وَسِعَ فراخ ہونا وُسْع مقدور

مادہ	الفاظ اور عنوان
	اَوْسَعَ فراخ کرنا مقدور رکھنا ½
وسق	وَسَقَ۔ اِتَّسَقَ اکٹھا کرنا۔ ہونا
وسل	وَسِیْلَۃ ذریعہ
وسم	داغ دینا نشان لگانا۔ تَوَسَّمَ پہچاننا۔
وسن	سِنَۃ اونگھ
وسوس	وَسْوَسَ دل میں بات ڈالنا
وشی	شِیَۃ داغ
وصب	وَصَبَ ہمیشہ رہنا
وصد	وَصَدَ بند کرنا وَصِیْد چوکھٹ ص
وصف	وَصَفَ بیان کرنا
وصل	وَصِیْلَۃ اونٹ
	وَصَلَ پہنچنا۔ جوڑنا۔ ملانا
	وَصَّلَ لگاتار ملانا
وصی	وَصِیَّۃ حکم نصیحت
	اَوْصٰی حکم دینا وَصّٰی نصیحت کرنا
	(تَوَاصٰی ایکدوسرے کو تاکید کرنا ½)
وضع	وَضَعَ اتارنا۔ جننا۔ رکھنا
	اَوْضَعَ دوڑانا
وضن	وَضَنَ بننا
وطأ	وَطِئَ روندنا وَاطَأَ موافقت کرنا
وطر	وَطَر حاجت۔ خواہش
وطن	مواطن زمین اور اس کی اقسام
وعد	وَعَدَ۔ میعاد۔ موعدۃ۔
	عہد وعدہ وَعَدَ وعدہ کرنا۔
	اَوْعَدَ ڈرانا
	(وَاعَدَ تَوَاعَدَ ایکدوسرے کو وعدہ دینا)
وعظ	وَعَظَ نصیحت کرنا مَوْعِظَۃ نصیحت
وعی	وَعٰی یاد رکھنا اَوْعٰی بخل کرنا

مادہ	الفاظ اور عنوان
	وِعَاء سامان
وفد	وَفْد مہمان
وفر	موفور وافر۔ بہت
وفض	اَوْفَضَ دوڑنا
وفق	وَفَّقَ توفیق دینا وَافَقَ موافقت کرنا
وفی	اَوْفٰی وَفّٰی پورا کرنا
	تَوَفّٰی پورا کرنا۔ مارنا اِسْتَوْفٰی پورا لینا
وقب	وَقَبَ تاریکی چھانا۔ چھپنا
وقت	وَقْت۔ میقات۔ وقت یا
	اُقِّتَ وقت مقرر کرنا
وقد	وَقُود۔ ایندھن
	اَوْقَدَ۔ اِسْتَوْقَدَ آگ جلانا
وقذ	وَقَذَ مارنا
وقر	وَقْر وِقْر بوجھ
	وَقَّرَ تعظیم کرنا وَقَار عزت
وقع	گرنا۔ ہونا وَاقِعَۃ قیامت
	اَوْقَعَ ڈالنا وَاقَعَ گر پڑنا
وقف	وَقَفَ ٹھہرنا۔ کھڑا ہونا، کرنا
وقی	وَقٰی بچانا اِتَّقٰی بچنا۔ ڈرنا
	مُتَّقِی نیک بخت
وکأ	اِتَّکَأَ ٹیک لگانا
وکد	وَکَّدَ۔ مضبوط کرنا
وکز	وَکَزَ مارنا
وکل	وَکَّلَ سپرد کرنا مقرر کرنا (وکیل کارساز)
	(تَوَکَّلَ بھروسہ کرنا ⁸⁄₈₈)
ولج	وَلَجَ داخل ہونا وَلِیْجَۃ دوست
	اَوْلَجَ داخل کرنا
ولد	وَلَدَ جننا وَالِد باپ وَالِدَۃ ماں
	وَلَد بیٹا وِلْد۔ وَلِیْد مَوْلُود بچہ

مادہ	الفاظ اور عنوان
ولی	وَلِیَ یَلِی ملنا وَلّٰی پھرنا
	تَوَلّٰی پھرنا۔ دوست بنانا منہ پھیرنا
	وِلَایَۃ اختیار۔ وراثت۔ دوستی
	وَلِی مولیٰ دوست مددگار اَوْلیٰ حقدار
ونی	وَنٰی سستی کرنا
وھب	وَھَبَ دینا
وھج	وَھَجَ روشن ہونا
وھن	وَھَنَ سستی کرنا اَوْھَنُ کمزور
وھی	وَاھِیَۃ بوسیدہ۔ کمزور
ویل	وَیْلٌ افسوس۔ ہلاکت
	ھ
ھاوم	ھَاؤُمُ لینا (ہامان ض ۱/۵)
ھبط	ھَبَطَ اترنا۔ گرنا
ھبو	ھَبَاءٌ چوراچورا۔ غبار
ھجد	تَھَجَّدَ رات کے کام (سونا اور جاگنا ض ۲/۱)
ھجر	ھَجَرَ چھوڑنا۔ فضول باتیں کرنا
	ھَاجَرَ چھوڑنا
ھجع	ھَجَعَ سونا
ھدّ	ھَدَّ گرنا ھُدْھُدٌ پرندہ ض ۲/۱
ھدم	ھَدَمَ گرنا
ھدی	ھَدٰی ہدایت دینا
	اِھْتَدٰی ہدایت پانا
	ھُدٰی راستہ ھَدْیٌ قربانی کا جانور
	ھَدِیَّۃٌ تحفہ (دینا)
ھرب	ھَرَبَ دوڑنا
ھرت	(ھَارُوت ض ۱/۴)
ھرع	ھَرَعَ دوڑنا
ھرن	(ھَارُون ض ۱/۴)
ھزء	اِسْتِھْزَاء مذاق اڑانا ھُزُوًا مذاق
ھزّ	ھَزَّ ہلانا اِھْتَزَّ ہلنا
ھزل	ھَزْل بے ہودہ کلام
ھزم	شکست دینا
ھش	ھَشَّ ہلانا
ھشم	ھَشِیْمٌ چوراچورا
ھضم	ھَضْمٌ کم کرنا
ھطع	ھَطَعَ دوڑنا۔ دیکھنا (کیفیتِ نظر)
ھل	ھَلْ کیا۔ نہیں
ھلع	ھَلَعَ بے قرار ہونا
ھلك	ھلك مرنا۔ ہلاک ہونا
	اَھْلَكَ مارنا۔ ہلاک کرنا۔ خرچ کرنا
ھلّ	اَھَلَّ شور کرنا اَھِلَّۃ چاند
ھلم	ھَلُمَّ آنا۔ لانا
ھمد	ھَمَدَ خشک ہونا
ھمر	اِنْھَمَرَ گرنا
ھمز	ھَمَزَ طعنہ دینا۔ دل میں بات ڈالنا
ھمس	ھَمْسٌ آواز
ھمّ	ھَمَّ ارادہ کرنا
ھمن	مُھَیْمِنٌ نگہبان
ھنأ	ھَنِیْئًا مزا
ھود	ھَادَ لوٹنا۔ یہودی ہونا
	(ھُوْدٌ ض ۱/۱)
ھور	ھَارَ۔ اِنْھَارَ گرنا
ھون	اَھَانَ ذلیل کرنا
	ھَیِّنٌ۔ اَھْوَنُ آسان
ھوی	ھَوٰی خواہش کرنا۔ گرنا
	اَھْوٰی خواہش ھَاوِیَۃ دوزخ
	اَھْوٰی گرانا اِسْتَھْوٰی اپنی مرضی
	پر لگا لینا (۲/۴۱)
ھیأ	ھَیْئَۃ شکل وصورت ھَیِّئْ مہیا کرنا
ھیت	ھَیْتَ آنا۔ لانا
ھیج	ھَاجَ خشک ہونا۔ جوبن پر آنا
ھیل	ھَالَ پھسلنا
ھیم	ھَامَ آوارہ پھرنا
	ھِیْمٌ اونٹ۔ پیاسا
	ی
یئس	یَئِسَ ناامید ہونا
	اِسْتَیْئَسَ ناامید ہونا۔ غمگین ہونا
یبس	یَبَسَ خشک ہونا
یتم	(یتیم ض ۲/۲)
یدی	یَدٌ ہاتھ بَیْنَ اَیْدِی آگے
یسر	یُسْرٌ آسانی مَیْسَرَۃ فراخی۔
	یَسَّرَ آسان ہونا یَسَّرَ آسان کرنا
	(تَیَسَّرَ میسر آنا۔ آسان ہونا ۴۳/۲۰)
	اِسْتَیْسَرَ " " (۲/۱۹۶)
یسع	(یَسَعَ ض ۱/۱)
یعقوب	(یعقوبُ ض ۱/۱)
	یعوق۔ یغوث دیکھیے ض ۱/۲)
یقت	(یاقوت ۲/۳)
یقظ	(اَیْقَاظ جاگنا ۱۸/۱۸)
یقن	اَیْقَنَ یقین کرنا
	اِسْتَیْقَنَ یقین آنا
یمّ	یَمٌّ پانی کے ذخیرے
	تَیَمَّمَ ارادہ کرنا۔ تیمم کرنا ۴/۴۳
یمن	یمین قسم۔ ہاتھ اَیْمَن بابرکت
	مِلْكُ یمین لونڈی۔ غلام
ینع	یَنْعَ پھل پکنا
یوم	یَوْمٌ دن

۱۔ آباد ہونا (بسنا) رہنا

کے لیے سَکَنَ، تَبَوَّأَ (بوء)، ثَوٰی، بَدَا، حَضَرَ، خَلَدَ، عَاشَرَ اور غَنِیَ کے الفاظ قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ سَکَنَ: سکون کا لفظ اضطرار اور حرکت کی ضد ہے (م۔ل) لہٰذا آباد ہونا کے مفہوم میں جب سَکَنَ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے "کسی دوسرے مقام سے آکر رہائش پذیر ہونا" اور جو قرآن کریم میں ہے:

یٰآدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ (۲/۳۵) اے آدمؑ! تم اور تمہاری بیوی جنت میں آباد ہو جاؤ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی پیدائش الجنۃ کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر ہوئی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو لا بسایا تو فرمایا:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (۱۴/۳۷) اور ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد لا بسائی ہے۔

۲۔ تَبَوَّأَ کا مادہ (بوء) ہے۔ اس کے مفہوم میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع الی الشیٔ اور (۲) برابر سرابر ہونا۔ (م۔ل) اور اس لفظ کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کسی رہائشی مقام کی فضا اور ماحول رہنے والے کی طبیعت کے موافق اور سازگار ہو (مف) یا کوئی شخص جس مقصد کے لیے کسی رہائشی جگہ کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کے لیے موافق اور سازگار ہو۔ مثلاً:

وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ۔ (۱۲/۵۶) اور اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا، وہ جہاں چاہتے رہائش اختیار کر لیتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حضور اکرمؐ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِکَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱) اور جب آپ صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر (موقع بہ موقع) متعین کر رہے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جنگ کے موقع و محل کے لحاظ سے ہر ایک کو مخصوص مقامات پر متعین فرماتے تھے۔

۳۔ ثَوٰی: بمعنی دفن کیا جانا۔ کسی جگہ ٹھہرنا، آباد ہونا۔ ثَوَی الرَّجُلُ، آدمی کا مرنا (منجد) (لغت اضداد) اور بمعنی۔ کسی جگہ کو مستقل طور پر اقامت گاہ بنا لینا (مف) آباء و اجداد سے کسی ایک مقام پر ہی رہائش اختیار کیے رکھنا۔ اللہ تعالیٰ حضور اکرمؐ کو ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (۲۸/۴۵) — اور آپ تو مدین میں رہنے والوں میں سے نہ تھے کہ انہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے۔

۴۔ خَلَدَ: کسی جگہ پر ایک طویل عرصہ تک رہنا جہاں تغیر و فساد واقع نہ ہو (مف) اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۲/۲۵) — اور وہاں اُن کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وُہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے

۵-۶ حَضَرَ / بَدَا: کسی شہر میں مقیم ہونا۔ شہری رہائش اختیار کرنا اور حَضَرٌ کی ضد بَدْوٌ ہے (م ل) بَدَا (یَبْدُوا بَدَاوَۃٌ) کے معنی کسی گاؤں یا دُور اُفتادہ جگہ کا باشندہ ہونا۔ بَدَا کے لغوی معنی (ظاہر ہونا) بھی ہے اور اس سے ایسا مقام رہائش مراد ہوتا ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہے (مف) اسی سے بادیۃ بمعنی صحرا، بَادِیْ بمعنی صحرانشین اور بَدَوِیٌّ بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔ اب ان کی قرآن کریم سے مثالیں دیکھئے:

(۱) ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۹۶) — یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مکہ میں نہ رہتے ہوں۔

اور یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(۲) وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) — اور اُس (اللہ) نے مجھ پر بہت سے احسان کیے ہیں جبکہ مجھے جیل خانہ سے نکالا اور آپ (سب گھر والوں) کو گاؤں سے یہاں لایا۔

۷۔ عَاشَرَ: اس کا مادہ عشر ہے جس کے دو بنیادی معنی ہیں ۱۔ دس کا عدد اور ۲۔ مخالطت اور مداخلت (م ل) یعنی آپس میں مل جل کر رہنا۔ اسی سے لفظ عشیرۃ مشتق ہے جس کے معنی قبیلہ کے ہیں اور عَاشَرَ کے معنی ایک کنبہ کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ قرآن کریم میں ایسے مردوں کو جنھیں اپنی بیویوں پر کچھ شکایات ہوں حکم دیا گیا ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴/۱۹) — اور اُن عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔

۸۔ غَنِيَ بِالْمَكَانِ: بمعنی کسی مقام پر طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنا۔ گویا وُہ دوسری جگہوں سے بے نیاز ہے (مف) قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا (۷/۹۲) — جنھوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی ایسے برباد ہوئے کہ گویا وُہ ان میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔

ماحصل:

۱۔ سَكَنَ: کسی دوسرے مقام سے آکر آباد ہونے کیلئے	۵۔ حَضَرَ: کسی شہر میں رہنے کے لیے
۲۔ تَبَوَّأَ: موافق اور سازگار ماحول میں آباد ہونے کے لیے	۶۔ بَدَا: کسی دیہات یا جنگل میں رہنے کے لیے
۳۔ ثَوٰی: موروثی طور پر کسی جگہ آباد ہونے کے لیے	۷۔ عَاشَرَ: اپنے خاندان میں مل جل کر رہنے کے لیے
۴۔ خَلَدَ: طویل عرصہ کے لیے جس میں تغیر و فساد نہ ہو	۸۔ غَنِيَ: طویل مدت تک آرام و اطمینان سے رہنے کیلئے استعمال ہوتا ہے

۲۔ آباد کرنا ـــ بسانا

یہ مصدر آباد ہونا سے متعدی ہے۔ لہٰذا سَکَنَ سے اَسْکَن اور بوءَ سے بَوَّا بھی قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اور عَمَرَ اور اٰویٰ (اوی) کے الفاظ بھی آئے ہیں:

۱۔ اَسْکَنَ: کسی ایک مقام سے دوسرے مقام پرلے جاکر آباد کرنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (۱۴/۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی (جہاں بعد میں شہر مکہ آباد ہوا) میں لا بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی نہیں۔

۲۔ بَوَّاَ: کسی کو اس کی طبیعت اور پسند کے موافق جگہ پر آباد کرنا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (۱۰/۹۳)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔

۳۔ عَمَرَ: کا لفظ مکان بنانے، رونق بڑھانے اور بنجر زمین کو آباد کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ابن الفارس کے نزدیک اس کے مفہوم میں بقاء اور طویل مدت بھی شامل ہے (م۔ل) اور عُمر وہ مدت ہے جب تک روح جسم کے ساتھ آباد رہے۔ عَمَرَ کی ضد خَرِبَ ہے جس کے معنی مکانوں یا کھیتوں کو برباد کرنا، اجاڑنا اور بے آباد کرنا اور بے رونق بنانا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی جو علامات بتلائیں تو ان میں ایک یہ بھی ہے:

مَسَاجِدُھَا عَامِرَۃٌ وَّھِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْھُدٰی اس وقت مسجدیں آباد تو ہونگی مگر ہدایت کے لحاظ سے اجڑی ہونگی

اور قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (۹/۱۸)

خدا کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

کَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّۃً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْھَآ اَکْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْھَا۔ (۳۰/۹)

وہ (ان سے پہلی قومیں) ان سے زور و قوت میں کہیں زیادہ تھے، انہوں نے زمین کو جوتا اور اس کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جتنا انہوں نے آباد کیا ہے۔

۴۔ اٰوٰی: کسی کو اپنے ہاں رہائش کے لیے جگہ دینا، پناہ دینا۔ اس کا مادہ اوی ہے جس کے معنی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا (مف) کے ہیں۔ تاکہ کسی خطرہ وغیرہ سے پناہ حاصل ہو جیسا کہ قرآن میں اصحاب کہف کا قصہ مذکور ہے کہ وہ مشرک حکومت کے ڈر سے پہاڑ کی ایک کھوہ میں جا بیٹھے تھے۔ فرمایا:

اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ (۱۸/۱۰)

جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ پکڑی۔

اور جب نوح ؑ نے اپنے کافر بیٹے کو اسلام لانے اور کشتی میں سوار ہونے کو کہا کہ وہ طوفان سے ہلاک ہونے سے بچ جائے تو اس نے کہا:

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (۱۱/۴۳) میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وُہ مجھے پانی سے بچا لے گا

اور افعال کے باب میں ایواء کا معنی کسی کو اپنے ہاں جگہ دینا، ٹھہرانا سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ (۸/۷۲) جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنھوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور مدد کی وُہ آپس میں ایک دُوسرے کے رفیق ہیں۔

ماحصل: ۱۔ اَسْکَنَ: کسی دوسرے مقام پر آباد کرنے کیلیے بڑھانے کے لیے۔

۲۔ بَوَّا: مناسب ماحول میں آباد کرنے کے لیے

۳۔ عَمَرَ: زمین آباد کرنے، مکان تعمیر اور آباد کرنے اور رونق

۴۔ آوٰی: کسی کو اپنے ہاں بطور پناہ رہائش دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ آخرت

کے لیے آخِرۃ، دارالآخرۃ، یومِ الآخر، دارالقرار اور الیوم البعث کے الفاظ آئے ہیں۔ جو آخرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز یوم التغابن، یوم التناد، یوم الدین، یوم الفصل، یوم الجمع۔ یوم النشور کے لیے دیکھیے زیرِ عنوان "قیامت"

۱۔ آخرۃ کا معنی دارالبقاہے (م، م۔ منجد) یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جہان میں جو دائمی زندگی حاصل ہو گی اور اس زندگی میں رُوح اور جسم دونوں کا کلی طور پر اتصال ہو گا اور نیک اور بدکار لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (۲/۴) اور (ایماندار لوگ) آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں آخرت سے مراد اسی قسم کی زندگی ہے۔ اسی لحاظ سے آخرت کی ضد عاجلۃ، دنیا، ادنیٰ اُولیٰ سب قرآن میں مستعمل ہیں۔

۲۔ دارالآخرت۔ دار کا معنی رہائش گاہ ہے اور دار (جمع دیار، دُور) کا اطلاق بہت وسیع مفہوم پر ہوتا ہے۔ دار بمعنی گھر، حویلی، علاقہ، وطن، ملک، حتیٰ کہ یہ پُوری دُنیا بھی انسانوں کی رہائش گاہ ہونے کے لحاظ سے دارالدنیا ہے اور اس کی ضد دارالآخرت ہے۔ البتہ اس اخروی زندگی میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق دار عطا کیا جائے گا۔ قرآن میں ہے وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ (۱۶/۳۰) پرہیزگاروں کے لیے دار (جنت) کیسا اچھا ٹھکانہ ہے اور کافروں کے لیے یہی ٹھکانہ سُوْٓءُ الدَّارِ (۱۳/۲۵) اور دَارُ الْبَوَارِ (۱۴/۲۸) ثابت ہو گا اور دونوں سے مراد دوزخ ہے۔

۳۔ دارالقرار: قرار بمعنی کسی جگہ جم کر رہنا ہے۔ چونکہ یہ زندگی ابدی اور دائمی ہو گی اس لحاظ سے اسے دارالقرار کہا گیا۔ تاہم دارالقرار کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دارالقرار سے مراد نیک لوگوں کا ٹھکانا

یعنی جنت ہوگا۔ کافروں کے لیے اسی زمانہ کی طوالت اور خلود کے لیے قرآن نے بئس القرار (مراد دوزخ) (۲۹/۱۴) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۔ الیوم الآخر: یوم سے مراد اس دُنیا کا معروف دن نہیں جو ۲۴ گھنٹے کا ہوتا ہے یا جو رات کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے آخرت کی زندگی کا طویل دور مراد ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	بیشک تمہارا پروردگار وُہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور
وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (۵۴/۷)	اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔

اور یہ تو واضح ہے۔ زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پہلے موجودہ دن، جو سورج کے وجود سے پیدا ہوتا ہے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۔ یوم البعث: بعث سے مراد قبروں سے زندہ ہو کر کسی خاص مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ہے چونکہ آخرت کے اس طویل دور کا آغاز اسی "بعث" سے ہوگا لہٰذا اسے یوم البعث بھی کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ	بیشک تم اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک
الْبَعْثِ (۵۶/۳۰)	قبروں میں ٹھہرے رہے۔

۴۔ آدمی (انسان)

کے لیے انس اور اس کے مشتقات مثلاً انسان، انسیًّا۔ ناس، اناسی، وغیرہ کے علاوہ آدم اور بشر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غریب القرآن میں اِنس کے بہت سے معنی درج ہیں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ انسان کو انس اس لیے کہتے ہیں کہ وُہ ظاہر ہے اور آنکھوں سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے اور دلیل قرآن کریم کی اس آیت سے لاتے ہیں:

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (۲۹/۲۹)	میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور اس لحاظ سے انس کی ضد جن ہے۔ جس کے معنی استتار یا پوشیدگی کے ہیں اور آنکھ ان کا ادراک نہیں کرسکتی اور یہ اس لحاظ سے قرین قیاس بھی ہے کہ انہیں دو مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے ثقلان کہا ہے اور ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا	اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ
لِيَعْبُدُوْنِ (۵۶/۵۱)	میری عبادت کریں۔

۲۔ ابن عباسؓ سے یُوں روایت ہے کہ انسان کو انسان یا (انسیًّا) اس لیے کہا گیا ہے کہ لِاَنَّهٗ عُهِدَ اِلَيْهِ فَنَسِيَ۔ یعنی اس سے ایک عہد کیا گیا تھا جسے وُہ بھول گیا۔ (غ ق) گویا اس لحاظ سے انسان یا انسیًّا کا مادہ نسی ہوا۔

۳۔ امام راغبؒ اسے اُنس سے مشتق بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایسی مخلوق جو آپس میں اُنس و موانست سے باہم معاشرتی زندگی

گزارنے کے لیے پیدا کی گئی۔ جو مانوس ہو اور ایک دوسرے سے جان پہچان رکھتی ہو۔ اس لحاظ سے اس کی ضد وحشی ہو گی۔ (مف)

۴۔ اور ابن الفارس نے یہ دونوں چیزیں پیش کر دی ہیں۔ (۱) ظاہر ہونا (۲) ہر وُہ شے جو جنگلی اور وحشی طور طریقہ سے مختلف ہو۔ (م۔ل)

اِنس اسم جنس ہے یعنی انس سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور تمام بنی نوع انسان بھی۔ یہی کیفیت لفظ انسان کی بھی ہے لیکن یہ لفظ بول کر عموماً تمام بنی نوع انسان ہی مراد لی جاتی ہے۔ اس کا واحد اِنسِیّ ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔	پھر (اے مریم) اگر تجھے کوئی آدمی دیکھ پائے تو کہدے کہ میں نے اللہ کے لیے روزہ کی منت مانی تھی۔ سو آج میں کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

اور اس کی جمع ناس، اناس اور اناسی آتی ہے۔

ناس کے لفظ میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ اگر یایھا الناس کہا جائے تو اس سے مراد موجودہ دور یعنی حال اور مستقبل کے سب انسان مخاطب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (۲/۲۱)	اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

۱۔ اُناس: انسانوں کے ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو تقسیم کار یا قبیلہ یا کسی دوسری وجہ سے دوسرے سے مختلف ہو۔ جیسے فرمایا:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ (۲/۶۰)	ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ (پینے کی جگہ) پہچان لیا۔

اور اَنَاسِیّ: انسانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو کہا جاتا ہے جیسے:

خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا (۲۵/۴۹)	ہم نے چوپائے اور بیشمار انسان پیدا کیے۔

۲۔ آدم: کا مادہ ادم ہے جس کے بنیادی معنی "موافقت اور ملائمت" کے ہیں (م۔ل) اور ادام ہر موافق اور ملائم چیز کو کہتے ہیں (منجد) اور اس پر دلیل حضور اکرم کا وُہ ارشاد ہے جو آپؐ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ایک عورت کو پیغام نکاح کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

لَوْ نَظَرْتَ اِلَیْھَا، فَاِنَّهٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَكُمَا۔ (ترمذی، نسائی)	اگر تو اسے (اپنی منگیتر کو) ایک نظر دیکھ لے تو اس سے تمہارے درمیان الفت اور خوشگواری پیدا ہونے کا زیادہ امکان ہے!

اس توجیہ کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات بیان کی جاتی ہیں لیکن راجح یہی مذکورہ توجیہ ہے کیونکہ اس کی تائید حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔

آدم: ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ تاہم افرادِ جنس پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے (منجد)

اور جب بنی آدم کہا جائے تو اس سے تمام نوعِ انسانی مراد ہوتی ہے۔
اور آدم یا بنی آدم کا استعمال جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ انسان کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً آدم کی مٹی سے پیدائش، عہد الست، فرشتوں کا سجدہ کرنا۔ اس کا اشرف المخلوقات ہونا، شیطان کا آدم اور بنی آدم کو گمراہ کرنا اور اس کا خدا سے مکالمہ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ بشر: کے بنیادی معنی کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظہور ہے (م ل) جبکہ اُنس کے معنی محض ظہور کے ہیں۔ اَلْبَشَرَۃُ انسان کی جلد کی اُوپر کی سطح کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۹) دوزخ کی آگ جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

اور اس کی جمع بَشَرٌ اور اَبْشَارٌ آتی ہے اور انسان کو بشر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بمقابلہ دوسرے حیوانات کے اُون، پشم اور بالوں وغیرہ سے بہت حد تک پاک صاف ہوتی اور ظاہر دکھائی دیتی ہے۔ (مف)

بشر کا لفظ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ اس کی تثنیہ بَشَرَیْن ہے۔ جیسے فرمایا:

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا (۲۳/۴۷) کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟

اور بشر کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب انسان کے طبعی اور مادی پہلو اس کی جسمانی بناوٹ فطری حوائج اور کمزوریوں کا ذکر کرنا مقصود ہو۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔
اور بشر کے مقابلہ میں مَلَک (بمعنی فرشتہ) کا لفظ ہے جو مادی پہلو، یعنی ظاہری جسم اور فطری حوائج سے یکسر پاک ہوتا ہے۔ کفار کا ہمیشہ یہی اعتراض رہا کہ ہم اپنے ہی جیسے ایک بشر جو ہماری طرح ہی پیدا ہوتا اور مرتا ہے، کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا اور اپنی حاجات ہماری طرح ہی پوری کرتا ہے۔ تو اس میں آخر کیا فوقیت ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ ہاں اگر کوئی فرشتہ ہوتا، جو ان حوائج سے پاک ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ درج ذیل آیات میں خدا تعالیٰ نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا۔ (۱۷/۹۴-۹۵)	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کے بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر فرشتے زمین میں آباد ہوتے جو چلتے پھرتے اور آرام کرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتہ ہی پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

ماحصل: جب انسان کے معاشرتی پہلو کا تذکرہ مقصود ہو تو انس اور اس کے مشتقات اور جب تاریخی پہلو کا ذکر ہو تو آدم اور بنی آدم اور جب اس کے طبعی اور فطری حوائج کا ذکر مقصود ہو تو بشر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ آرام کرنا

کے لیے سَکَنَ، سَبَتَ اور اِرْتَفَقَ (رفق) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں؛

۱۔ سَکَنَ ؛ حرکت اور اضطراب کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں (م ل) اور سکون کا لفظ ظاہری و معنوی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے جسمانی تھکاوٹ کے بعد آرام کرنے کے لیے بھی، جیسے فرمایا،

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۔ (۲۸/۷۲) — اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو رات لاسکے جس میں تم آرام کرتے ہو۔

اور ذہنی تفکرات سے سکون حاصل کرنے کے لیے بھی۔ جیسے فرمایا،

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) — اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو کیونکہ تمہاری دُعا اُن کے لیے موجب تسکین ہے۔

۲۔ سَبَتَ ؛ اس کے بنیادی معنٰی راحت اور سکون ہے (م ل) یعنی ایسا آرام جس کے بعد راحت بھی حاصل ہو (مف) جیسے فرمایا؛

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۷۸/۹) — اور ہم نے نیند کو تمہارے لیے (موجب) آرام بنایا۔

اور طبی تحقیق یہ ہے کہ دن بھر کام کرنے سے جسم کے جو خلیے ختم ہو جاتے ہیں نیند کی حالت میں انکی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری نیند لینے کے بعد انسان جب بیدار ہوتا ہے تو تازہ دم اور مسرور ہوتا ہے اور یہی سبت کا مفہوم ہے۔

۳۔ اِرْتَفَقَ ؛ اس کا مادہ رفق ہے۔ درشتی اور سختی سے پاک باہم موافقت اور قرب کو رفق کہتے ہیں۔ بعد ازاں جو شے راحت اور موافقت کا سبب بنے اسے رفق کہا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے مِرفق کہنی کو کہتے ہیں کہ اس سے ٹیک لگائی جاتی ہے اور انسان آرام محسوس کرتا ہے اور مِرفقہ چھوٹے تکیہ کو کہتے ہیں اور ارتفاق ایسی رفاقت کو کہتے ہیں جو موجبِ راحت اور موافقت ہو۔ اور مُرتفق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں آرام بھی میسر ہو اور کوئی چیز خلل انداز نہ ہو۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۱۸/۳۱) — (وہ جنت کیا ہی) خوب بدلہ ہے اور (کیا) اچھی آرامگاہ ہے۔

ماحصل: ۱۔ سَکَنَ ؛ جسمانی اور ذہنی آرام کے لیے
۲۔ سَبَتَ ؛ آرام اور اس کے بعد راحت کے لیے
۳۔ ارتفق ؛ ایسے آرام کے لیے جس میں کوئی دوسری چیز حائل یا خلل انداز نہ ہو، استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ آرزو۔ آرزو کرنا

کے لیے اَمَلٌ، اُمْنِيَّةٌ (منی) اور وَدَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَمَلٌ (ج آمال) ایسی آرزو اور توقع جس کا پورا ہونا گو متوقع اور منتظر ہوتا ہے تاہم مشکل اور بعید ہوتا ہے چنانچہ ابن فارس نے اس کے معنٰی اَلتَّثَبُّتُ وَالْاِنْتِظَارُ درج فرمائے ہیں (م ل) یعنی کسی آرزو کی آس

لگائے رکھنا اور اس کی تکمیل کا منتظر رہنا، زندگی کی بہاریں دیکھنے کا آرزومند رہنا۔ جیسے کسی شاعر نے اپنے دوست سے وفا کی آرزو میں یہ مصرع کہہ دیا جو امل کے مفہوم کی صحیح ترجمانی کرتا ہے ؎

وسْ فریب ہے طولِ امل ہے، کچھ بھی نہیں!

ارشادِ باری ہے:

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ (۱۵/۳)

(اے پیغمبرؐ!) اُن کو اُن کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور (طول) امل ان کو (دنیا میں) مشغول کیے رہے، عنقریب اُن کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

۲۔ أُمْنِيَّة: (ج امانی) ایسی آرزو جس کی کوئی مضبوط بنیاد موجود نہ ہو۔ حسن ظن وتخمین پر کوئی خیال باندھنا پھر اس کی آرزو رکھنا (مف) گویا یہ لفظ باطل اور جھوٹی خواہشات اور توقعات لگانے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (۲/۱۱۱)

اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں۔ (اے پیغمبرؐ!) ان سے کہہ دیجیے، اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

اور بعض علماء نے درج ذیل آیت:

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ۔ (۲/۷۸)

اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں کہ اپنے خیالاتِ باطل کے سوا (خدا کی) کتابوں سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

میں امانی سے مراد وہ روایات لی ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے دین میں شامل کر لی تھیں یا تحریف کر لی تھی اور مجاہد نے إِلَّا أَمَانِيَّ کے معنی إِلَّا كَذِبًا یعنی جھوٹ کیا ہے اور بعض نے أَمَانِيَّ سے مراد بے سوچے سمجھے تلاوت کرنا مراد لیا ہے۔ (مف) جیسا کہ اس خیال کی تائید بعض دوسری آیات بھی کرتی ہیں اور تمنّیٰ بمعنی جھوٹی بات کرنا تمنّی الرجل یعنی اس نے جھوٹ بولا (م۔ق) قرآن میں ہے:

أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّىٰ (۵۳/۲۴)

کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا ہے وہ اسے مل جاتی ہے؟

۳۔ وَدّ: اس کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) کسی چیز سے محبت کرنا (۲) اس کے حصول کی آرزو کرنا۔ پھر یہ لفظ کبھی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے کبھی کسی ایک معنی میں۔ مثلاً درج ذیل آیت:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (۱۵/۲)

کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے۔

میں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ اور درج ذیل آیت:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے خدا ان کی محبت

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (۱۹/۹۶) (مخلوقات کے دل میں) ڈال دے گا۔

میں صرف پہلا مفہوم پایا جاتا ہے۔

ماحصل: اَمَل بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی آرزو۔ اُمْنِيَّة، باطل اور بے بنیاد آرزو کو کہتے ہیں (اور جس آرزو کی بنیاد موجود ہو وہ رجاء ہے۔ "امید لگانا" میں دیکھیے) اور وُدّ کسی بھی چیز کی محبت اور آرزو کو کہتے ہیں۔ نیز دیکھیے "خواہش"۔

۷۔ آڑ

کے لیے برزخ، حَجر، حِجز اور حدّ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ برزخ: دو چیزوں کے درمیان کوئی حائل چیز جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کافی وسعت[1] ہو تو یہ حائل چیز برزخ ہے (م۔ل) جیسے دُنیا اور آخرت کے درمیان یا مرنے سے لے کر قیامت تک کا درمیانی وقفہ برزخ کہلاتا ہے۔

لیکن ابن الفارس نے جو کافی وسعت کی قید لگائی ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم اس کی تائید نہیں کرتا ارشادِ باری ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ۔ (۵۵/۲۰) اُس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔

البتہ اگر "کافی کھلی جگہ" کے بجائے کافی فرق (خواص وغیرہ کا) ہوتا تو موزوں تر تھا۔

برزخ دراصل دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو آڑ کا کام بھی دیتی ہے مگر اس تیسری چیز یعنی برزخ میں دونوں چیزوں کے خواص بھی موجود ہوتے ہیں خواہ ایک چیز کے دوسری سے زیادہ ہوں یا برابر۔ عالم برزخ کی بھی یہی صورت ہے کہ مومن کے لیے راحت اور کافر کے لیے عذاب یہیں سے شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ اخروی راحت یا عذاب سے کم تر درجہ کا ہوتا ہے۔

اور دو دریاؤں کا درمیانی برزخ یُوں ہوتا ہے کہ سمندر میں ایک گرم رَو چل رہی ہے، دوسری سرد ہے تو اس برزخ کا پانی معتدل ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک طرف میٹھا پانی ہو اور دوسری طرف کڑوا اور کھاری تو اس برزخ کا پانی درمیانی کیفیت کا حامل ہوگا اور اس برزخ کی چند مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جن میں درمیانہ قسم کے خواص موجود ہوتے ہیں، مثلاً جنّت اور دوزخ کے درمیان اعراف کہ یہاں نہ عذاب ہوگا نہ راحت۔ انسان اور حیوان کے درمیان بن مانس، انسان اور مچھلی کے درمیان جل پری، حیوانات اور جمادات کے درمیان مرجان، ٹھوس اور مائع اشیاء کے درمیان پارہ وغیرہ وغیرہ!

۲۔ حجر۔ حِجارۃ کا عام معنی پتھر ہے جو سخت اور ٹھوس ہے۔ پھر حجر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سخت بھی ہو اور ایسی آڑ یا روک کا کام دے جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے الگ کر سکے (مف) ابن فارس کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے: المنع والاحاطۃ علی الشیٔ (م ل) گاؤں کی حفاظت کے لیے

---

[1] اصل الفاظ یہ ہیں: (البرزخ) الحائل بین الشیئین، کان بینھما براز ای مُتَّسِعًا۔

گاؤں کے گرد حصار کھینچ لینا، پتھروں سے احاطہ کرنا، کوٹ یا حویلی سے احاطہ کرنا۔ یہ سب کچھ حجر کے مفہوم میں شامل ہے، ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (۲۵/۲۲)

(۱) جس دن وہ گنہگار فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں ہو گی اور کہیں گے (خدا کرے) تم روک لیے اور بند کر دیے جاؤ۔ (جالندھری)

(۲) روک دی جاوے کوئی آڑ۔ (عثمانیؒ)

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کا لفظ اہل عرب کسی دشمن یا آفت کے نازل ہونے کے وقت مجازاً استعمال کرتے تھے جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے خدا کی پناہ" تو سننے والا اس کو عموماً کوئی تکلیف نہ پہنچاتا۔

پھر حجر کا لفظ ایسی عقل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو غلط اور باطل نظریات اور بیہودہ باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ گویا ایسی محتاط عقل کو بھی جو اپنا بچاؤ سوچ لے حجر کہتے ہیں ارشادِ باری ہے:

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۸۹/۵ — بیشک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے لائق ہیں

پھر حجر کا لفظ ممنوع، ناجائز اور حرام چیز کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ (۶/۱۳۸) — اور وہ اپنے خیال سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اس شخص کے سوا جسے ہم چاہتے ہیں کوئی نہ کھائے۔

۳۔ حجز دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جو دونوں کے درمیان حائل ہو جائے (الحول بین الشیئین۔ م ل) اور حاجز بمعنی اوٹ۔ پردہ۔ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا (۲۷/۶۱) — اور دو دریاؤں کے درمیان اوٹ (کس نے) بنائی؟

پھر حاجز کا لفظ درمیان میں حائل ہو کر کسی ایک چیز کو روک لینے یا دوسری کو بچا لینے کے معنی میں بھی آتا ہے

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ (۶۹/۴۷)

(۱) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (جالندھریؒ)

(۲) پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس سے بچا لے (عثمانیؒ)

۴۔ حَدّ: ہر چیز کی انتہا اور آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے الگ کر دے (م ل) گویا اس کے بنیادی معنی میں (۱) روک (۲) کنارا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا حد کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی وہ ایک ہی چیز کا آخری کنارا ہے جو اُسے دوسری چیزوں سے ملنے نہیں دیتا (مف) ہمارے ہاں حدود اربعہ کا لفظ عام مستعمل ہے جو اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا۔ (۴/۱۴) — اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں (آخری انتہا) سے آگے نکل جائے تو خدا اُسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ماحصل: (۱) بَرْزَخ: دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز جس میں دونوں کم و بیش یا برابر برابر خواص پائے جائیں اور روک کا کام دے (۲) حِجْر: ایسی روک جو کسی چیز کو دوسری چیزوں سے محفوظ رکھے۔

(۳) جن دو چیزوں کے درمیان ایسی روک جو ایک چیز کو دوسری چیز سے محفوظ اور بچائے رکھے۔ (۴) حَدّ : ایک ہی چیز کو آخری انتہا یا آخری کنارا جو اُسے دوسری چیزوں سے ملنے سے روک دے۔ نیز دیکھیے "پردہ" اور "دیوار"

۸۔ آزاد

کے لیے حُرّ، مُحْصِن اور مُحْصَنَات اور سُدًی کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں

۱۔ حرّ : بمعنی آزاد (ضد عبد یعنی غلام) یعنی ایسا شخص جو کسی کا غلام نہ ہو۔ قرآن میں ہے :

اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ (۲/۱۷۸) آزاد کے بدلے آزاد مارا جائے، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

۲۔ مُحْصِن : حصن کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں اور ابن الفارس کے نزدیک اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ حفاظت، احاطہ اور پناہ۔ اور احصان میں بھی بنیادی طور پر انہی باتوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ احصان بھی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ آزادی اور اس کا شرف غلامی کے مقابلے میں بذات خود ایک قلعہ کا کام دیتا ہے۔ دوسرے نکاح بھی فحاشی سے بچنے اور عفت وعصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے قلعہ کا کام دیتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ محصن یا محصنات اگر عفیف یا عفیفہ کے معنی میں ہو تو ص کو زبر اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور اگر محرمت کے بعد یہ لفظ آئے تو ص پر زبر ہی پڑھا جائے گا اور اس کا معنی صرف شادی شدہ ہو گا (مف) لونڈی اور غلام کے مقابلہ میں آزاد مرد اور عورت اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں بہت حد تک آزاد ہیں۔ ایک تو لونڈی غلام کو کام کاج کے لیے باہر جانا پڑتا ہے اور وہ معاشرہ میں کمتر درجہ رکھنے کے باعث فحاشی کے زیادہ مرتکب یا شکار ہو جاتے تھے۔ دوسرے اس وقت کا یہ دستور بھی تھا کہ مالک محض لالچ کی خاطر اپنی لونڈی سے پیشہ کرواتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مکروہ کاروبار سے بشدت منع فرما دیا۔ ارشاد باری ہے :

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۴/۳۳) اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو محض دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

نیز فرمایا :

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (۴/۲۵) اور جو شخص تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضہ میں آ گئی ہوں نکاح کر لے۔

اس آیت میں محصنٰت کا لفظ آزاد اور کنواری عورتوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ شادی شدہ عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کے اور بھی زیادہ مواقع میسر آتے ہیں۔ نکاح کے بعد شہوت کی تسکین اور مرد کی

غیرت عورت کو فحاشی سے بچانے کے لیے مضبوط قلعہ کا کام دیتی ہے۔ درج ذیل آیت میں محصنٰت کا لفظ صرف شادی شدہ عورت کا مفہوم واضح کر رہا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۲۴/۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ لونڈیاں جو تمہارے قبضہ میں آ جائیں۔

گویا اِحْصَان کا لفظ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت میں آزاد ہونے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

۳۔ سُدًی: سدی الناقۃ بمعنی اونٹنی نے اپنی چال میں فراخ قدم رکھا اور سادی اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو اپنی چال میں کھلے کھلے قدم رکھے (منجد) اور سُدًی بمعنی شتر بے مہار جس پر کوئی پابندی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۳۶/۷۵) — کیا انسان خیال کرتا ہے کہ چھوٹا رہے گا بے قید (عثمانی)

ماحصل: (۱) حُرّ: عبد کے مقابلہ میں آزاد (۳) سُدًی: شتر بے مہار
(۲) مُحْصَن: اپنی عصمت کی حفاظت کرنے میں آزاد

---

۹ آزاد کرنا

کے لیے تحریر، طلاق اور تسریح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ تحریر: اس کا اصل حُرّ ہے اور اس کے مادہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) آزاد ہونا (۲) عیب نقص سے پاک ہونا (م ل) حُرّ کی ضد "عبد" بمعنی غلام ہے۔ اور حَرَّرَ (تحریرًا) کے معنی غلام کو آزاد کرنا۔ گویا یہ لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ (۹۲/۴) — اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا بھی دے۔

۲۔ طَلَاق: اس کے مادہ "طلق" میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) تخلیہ (۲) ارسال (م ل)۔ گویا کسی ذی حیات کو، جو اپنے کنٹرول اور نگہداشت میں ہو، اس سے کنٹرول اٹھا لینا اور اپنے ہاں سے روانہ کر دینا اس کا معنی ہے اور اس لفظ کا استعمال بالعموم اپنی بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرنے اور رخصت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ دونوں باتیں ایک ساتھ ہی پائی جائیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (۲۲۹/۲) — طلاق دو بار ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ایک یا دو مرتبہ کی طلاق میں تخلیہ تو پایا جاتا ہے لیکن رخصتی نہیں ہے۔ اسی طرح قیدی کو آزاد کرنے کے لیے بھی طلاق کا لفظ استعمال ہوتا ہے (گو قرآن کریم میں اس کی مثال موجود نہیں) تو یہاں بھی تخلیہ یا اپنے حق سے دستبرداری کی شرط موجود ہے لیکن ارسال کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ شرط۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق میں اصل شرط تخلیہ کی ہے۔ اور ارسال کی شرط بعض اوقات

جیسے تیسری مرتبہ کی طلاق میں یہ شرط لازمی ہے اور بعض اوقات معدوم ہوتی ہے جیسے پہلی یا دوسری بار کی طلاق میں۔

۳۔ تسریح : سرح سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں مویشی کا چرنے کے لیے لے جانا اور اَسْرَحَ بمعنی اونٹ یا مویشیوں کو چرنے کے لیے بھیجنا (منجد) بعد میں اس کا اطلاق مویشیوں کو چراگاہوں میں کھلا چھوڑ دینے پر ہونے لگا (م ل) چنانچہ قرآن کریم میں ہے :

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ۔ (۱۶/۶)
اور شام کو جب ان مویشیوں کو (جنگل سے) لاتے ہو اور صبح کو جب (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت وشان ہے۔

گویا تسریح کا بنیادی معنی رخصت میں سہولت کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے اور اس میں بندھن کی گرفت ایسی مضبوط نہیں ہوتی جیسی طلاق کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ نیز تسریح کا لفظ عام ہے جبکہ طلاق کا لفظ قریباً عورت ہی سے مختص ہو کر رہ گیا ہے۔ البتہ یہ تسریح اگر عورت سے متعلق ہو (تسریح المراۃ) تو پھر اس کے معنی عورت کو طلاق دے کر رخصت میں آسانی ملحوظ رکھنا (م ل) ہوں گے۔ ارشاد باری ہے :

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (۲/۲۲۹)
طلاق (صرف) دو بار ہے۔ پھر یا تو بطریق حسنہ نکاح میں رہنے دیا جائے یا انہیں بھلائی سے رخصت کر دیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۳۳/۲۸)
اے نبیؐ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں!

ماحصل (۱) تحریر کا لفظ صرف غلام کو آزاد کرنے کے لیے مخصوص ہے۔
(۲) الطلاق اور تسریح دونوں لفظ عورت کی جدائی یا عام مفہوم میں "طلاق" کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ الطلاق میں تخلیہ ضروری اور ارسال جزوی شرط ہے جبکہ تسریح میں لازمی جزء ارسال ہے اور وہ بھی آسانی وسہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

۱۰۔ آزمائش کرنا

کے لیے اِمْتَحَنَ (محن) بلی اور ابتلٰی (بلو) اور فَتَنَ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ اِمْتَحَنَ : امتحان ایسی آزمائش کو کہتے ہیں جو سختی کے بجائے نرمی سے کی جائے اور اس میں کشائش کا پہلو بھی شامل ہو (م ل) اور بسا اوقات اس آزمائش سے پیشتر امتحان دہندہ کو زیر تعلیم و تربیت بھی رکھا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ
اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں

الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۔ (۶۰/۱۰) — وطن چھوڑ کر آئیں تو اُن کی آزمائش کر لو۔ (اور) خدا تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ سو اگر تمہیں معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو۔

۲۔ بَلٰی (یَبْلُو ۔ بَلَاءً) بلاء ایسی آزمائش ہے جس میں سختی اور شدت پائی جائے صاحب منتہی الارب اس کے معنی "سختی و در یافتن چیزے و کشف آں" بتلاتے ہیں (م ا) اور یہ آزمائش خیر و شر دونوں صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۷/۱۶۸) — اور ہم آسائشوں اور تکلیفوں (دونوں طرح) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔

تاہم آزمائش چونکہ عموماً تکلیف دہ ہوتی ہے اس لیے شر کے پہلو میں استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۲/۱۵۵) — اور ہم کسی قدر خوف، بھوک اور مال، جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔

اور ابتلی کے معنی کسی چیز کو اُلٹ پلٹ کرنا یا حالات کو دگرگوں کر کے جانچنا ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ (۷۶/۲) — ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا جسے ہم اُلٹتے پلٹتے رہے۔

پھر ابتلاء عموماً کسی اتفاقی حادثہ سے ہوتا ہے۔ ایسے واقعہ سے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ سکیں (مف) دیکھیے درج ذیل آیت:

وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (۲/۱۲۴) — اور جب حضرت ابراہیمؑ کی اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمائش کی تو وہ اُن میں پورے اترے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ باتیں ترک وطن، اولاد کو بے آب و گیاہ میدان میں بے آسرا چھوڑ دینا، بیٹے کی قربانی پر تیار ہو جانا، یا آگ میں داخل ہو جانا وغیرہ تھے۔ جنہیں دوسرے سب لوگ دیکھ سکتے تھے۔

۳۔ فَتَنَ: ابتلاء کی طرح اس آزمائش میں بھی سختی پائی جاتی ہے۔ فَتَنَ کے معنی سونا چاندی کو کٹھیالی میں ڈال کر تپانا گلانا اور کھوٹ معلوم کرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱/۱۳) — وہ اس دن آگ پر تپائے جائیں گے۔

اور فتنہ کا لفظ اکثر بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ فتنہ کے معنی آزمائش، دکھ، رنج، رسوائی، دیوانگی عبرت، عذاب، مرض ہیں (منجد) اسی طرح فتّان کے معنی شر انگیز انسان، چور، شیطان ہیں۔ (منجد) جبکہ ابتلاء میں انسان کی آزمائش ذاتی برائی اور خباثت کے سبب سے نہیں آتی۔ دورِ ابتلاء اور دورِ فتن میں جو فرق ہے وہ بالکل واضح ہے۔ ابتلاء میں بُرا پہلو عموماً قدرتی حوادث سے متعلق ہوتا ہے

جبکہ فتنہ میں بُرا پہلو بسا اوقات انسان کا اپنا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (۸/۷۳) — مسلمانو! اگر تم ایسا نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائیگا اور بڑا فساد مچے گا۔

ابتلاء اور فتنہ میں ما بہ الامتیاز فرق یہ ہے کہ فتنہ میں عام طور پر آزمائش ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان محبت کرتا ہے اور ان سے اس کا دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ (م ل) چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت،

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۸/۲۸) — اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد بہت بڑی آزمائش ہیں۔

اسی پر قوی دلیل ہے۔سورۂ بقرہ میں ہاروت اور ماروت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (۲/۱۰۲) — وہ دونوں اس وقت تک کسی کو جادو نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعۂ) آزمائش ہیں۔تم کفر میں نہ پڑو۔

اور یہ کفر جادو کی طلب تھی۔جس کی ہوس میں وُہ لوگ گرفتار تھے۔اسی ہوس کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا۔

ماحصل: (۱) امتحان: اس آزمائش میں سختی کے بجائے نرمی ہوتی ہے اور اس میں سابقہ تعلیم و تربیت کی آزمائش ہوتی ہے۔

(۲) بلاء اور ابتلاء: یہ آزمائش سخت قسم کی ہوتی ہے اور بالعموم ایسے واقعات سے ہوتی جسے دوسرے بھی دیکھ سکیں یعنی حوادث سے ہوتی ہے۔

(۳) فتنہ: بذاتِ خود سخت مگر دلکشی سے ہوتی ہے۔یعنی بالعموم ایسی چیزوں سے ہوتی ہے جن سے انسان کا دلی لگاؤ ہو۔دوسرے تو کیا بسا اوقات خود مفتون کو بھی اس آزمائش کا پتہ نہیں چلتا کہ وُہ اس میں مبتلا ہے۔

۱۱۔ آسان

کے لیے یسیر (یسر) اور ھَیِّن (ھون) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ یسیر: اس کے مادہ یُسر میں انفتاح اور خفیف ہونا داخل ہے (م ل) اور یسیر وُہ کام ہے جو آسانی اور سہولت کے ساتھ سرانجام پا جائے (ضد: عسیر)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (۴/۳۰) — اور جو تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا۔ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔

۲۔ ھَیِّن: اس کا مادہ ھون ہے۔جس میں آسانی کے علاوہ نرمی کا پہلو بھی شامل ہے (م ل) بشرطیکہ اس نرمی میں سُبکی نہ ہو۔بلکہ نرمی کے ساتھ ساتھ سکینت اور وقار شامل ہو اور یہ صفت قابلِ ستائش ہے، ارشادِ باری ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵/۶۳) — اور خدا کے بندے تو وُہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں۔

اور اگر یہ نرمی کسی کو کمتر کردے تو یہ ذلت اور رسوائی کی بات ہوتی ہے اور یہ مذموم فعل ہے اور اس کے لیے هُوْن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (۶/۹۳) سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہے۔

لہٰذا ھَیِّنٌ ایسا کام ہے جو کرنے والے کی طاقت اور قدرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو۔ کیونکہ اس کے مادہ کے مفہوم میں فروتنی کے ساتھ ساتھ کمتری و ذلت کا پہلو بھی شامل ہے۔ (بالکل معمولی اور حقیر بات)

سورۂ مریم میں ہے کہ جب فرشتے نے حضرت مریم کو بن باپ بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دی۔ تو وُہ حیران ہو کر بولیں:

اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا - قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَيِّنٌ۔ (۱۹/۲۰، ۲۱) یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو جبکہ مجھے کسی آدمی نے چھوا ہے اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ یونہی ہوگا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا: یہ چیز میرے لیے بہت آسان ہے۔

ماحصل: (۱) یسیر: بات یا کام جو فاعل سے بسہولت سرانجام پائے۔ (۲) ھَیِّنٌ: وُہ بات یا کام جو فاعل کی قوت و قدرت کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کا ہو۔

۱۲۔ آسمان

کے لیے سَمَاء (سمو) اور فلک کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ سماء۔ سمو اور سماء کے بنیادی معنی بلندی کے ہیں۔ لیکن اس بلندی کی کوئی حد نہیں۔ صاحب فقہ اللغۃ نے سماء کی تعریف ہی یہ کی ہے: ہر وُہ چیز جو ہمارے اوپر اور ہم پر سایہ فگن ہو (ف ل ۱۶) سماء ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۲/۲۲) اور اس (اللہ) نے آسمان سے پانی اتارا (مینہ برسایا)

یہاں سماء سے مراد بادل ہیں جو سطح زمین سے عموماً میل ڈیڑھ میل کی بلندی پر اڑتے پھرتے ہیں۔ اس معمولی سی بلندی کے لیے بھی سماء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور درج ذیل آیت میں:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ (۳۷/۶) بیشک ہم نے آسمان دُنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔

اتنی زیادہ بلندی مراد ہے جتنی دوری پر ستارے چمکتے ہیں خواہ وہ لاکھوں میلوں کی بلندی پر ہوں جیسے چاند یا کروڑوں میلوں پر جیسے سورج یا ارب ہا میل کی بلندی جیسے العقرب وغیرہ۔

سماء کا لفظ اسمائے نسبیہ میں سے ہے اور اس کی ضد "ارض" ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سماء اور وُہی چیز اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض بھی ہے (مف) گویا ایک ہی چیز اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے اور وہی اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض ہے۔ چنانچہ:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵/۱۲) — خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور ویسی ہی زمینیں پیدا کیں۔

اس آیت میں یہی معنی پائے جاتے ہیں۔

پھر جس طرح سماء، بلندی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ "ارض" بھی پستی کے معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً:

لَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ (۷/۱۷۶) — اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس کے (درجے) بلند کر دیتے۔ مگر وُہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔

۲۔ فلك، کا معنی عموماً آسمان ہی کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقتاً فضا میں سیاروں کے مدار یا اجرامِ فلکی کے گھومنے کے راستوں کو فلك کہتے ہیں (م ر م ل یعٓ)

ارشاد باری ہے:

هُوَالَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ (۲۱/۳۳) — اور وُہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا۔ یہ سب (یعنی سورج، چاند اور سیارے) آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں۔

اور ان راستوں کو فلک کہنے کی توجیہ یہ ہے کہ سیارے فضا میں پورے دائرہ کی شکل میں نہیں گھومتے بلکہ بعض قوانینِ حرکت کے تحت بیضوی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ پھر ان کے کشتی نما ہونے کی وجہ سے انہیں فلک کہا گیا ہے۔ ایسی کشتی کو عربی میں فُلک کہتے ہیں۔

ماحصل: (۱) سماء سے مراد محض بلندی بھی ہے اور وُہ مخصوص اجسام بھی جن کا قرآن و احادیث میں ذکر ہے (۲) فلك: فلک سے مراد سیاروں کے مدار ہیں۔

۱۳۔ آسیب زدہ کرنا

کے لیے قرآن میں تَخَبَّطَ اور اِعْتَرٰى (عری) کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ تَخَبَّطَ: خبط بمعنی کسی کو مار مار کر بدحواس کر دینا (مف) اور مخبوط بمعنی فاتر العقل۔ یعنی ایسا شخص جس کی عقل ٹھیک کام نہ کرتی ہو۔ اہل عرب کے خیال کے مطابق یہ کام جنّوں اور شیطانوں سے متعلق تھا۔ جیسے کہ وُہ دیوانہ کو بھی مجنون کہتے تھے۔ یعنی جس کو جن پڑ گئے ہوں اور اس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہو۔ مجنون اور مخبوط میں فرق صرف یہ تھا کہ جو شخص فتورِ عقل کے عارضہ سے بیمار ہوتا اسے مجنون کہہ دیتے تھے اور جسے وقتی اور عارضی طور پر یہ مرض لاحق ہوتا اُسے مخبوط کہتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲/۲۷۵) — جو لوگ سود کھاتے ہیں وُہ قبروں سے) اس طرح (بدحواس ہو کر) اٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

۲۔ اعترٰی: (عری۔ عرو) بمعنی ننگا ہونا اور اَعرٰی بمعنی کسی کے کپڑے اتار کر اسے ننگا کر دینا اور اعرٰی فلانا صدیقہ بمعنی کسی شخص کا اپنے دوست کی مدد نہ کرنا اور اسے چھوڑ کر دُور ہو جانا اور عُریٰ بمعنی بخار کی سردی لگنا اور خوف سے کپکپانا اور عُرَوا بمعنی بخار کی سردی (منجد) اور اعترٰی بمعنی کسی کو اس قسم کے عارضہ سے دوچار کر دینا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ (۱۱/۵۴) (قوم ہود نے کہا) ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے۔

ماحصل: عارضہ اگر عقل سے تعلق رکھتا ہو تو تخبّط اور اگر جسم سے متعلق ہو تو اعترٰی کا لفظ استعمال ہوگا۔

۱۴۔ آگ

آگ کے لیے قرآن کریم میں نار اور لظٰی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

نار: کا لفظ عام ہے۔ آگ چاہے بھڑک رہی ہو، تیزی میں ہو یا بجھنے والی ہو، اس میں شعلہ ہو یا نہ ہو سب پر لفظ نار کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ لظٰی ایسی شدید گرم اور بھڑکنے والی آگ کو کہتے ہیں۔ جس میں شعلہ نہ ہو (الخالص من اللہب ف ل ۵۶) قرآن میں ہے:

كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى ـ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى (۷۰/۱۵) وہ (دوزخ) بھڑکتی ہوئی آگ ہے، کھال ادھیڑ دینے والی

۱۵۔ آگ کا انگارہ

کے لیے شِهَابٌ، جَذْوَةٌ اور قَبَسٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شِہَاب: ایسے انگارہ کو کہتے ہیں جس میں چمک اور شعلہ موجود ہو، خواہ وہ آگ کا ہو یا فضا میں پایا جائے (مف) اور اس کی جمع شُہُب آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا۔ (۷۲/۸) (جنوں نے کہا) اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۲۔ جَذْوَة: ایسا انگارہ جس میں چمک ختم ہو چکی ہو اور اُوپر راکھ آ گئی ہو۔ (مف) قرآن میں ہے:

اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ (۲۸/۲۹) مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے (رستے کا) کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں۔

۳۔ قَبَس: مانگا ہوا آگ کا انگارہ یا شعلہ۔ تفصیل آگ جلانا میں دیکھیے۔

ماحصل: (۱) شِہاب: شعلہ والا چمکتا ہوا انگارہ (۲) جذوۃ: ایسا انگارہ جس پر راکھ آ رہی ہو اور چمک ختم ہو گئی ہو۔ (۳) قبس: مانگا ہوا آگ کا انگارہ یا شعلہ۔

۱۶۔ آگ کا جلنا۔ جلانا

کے لیے قرآن کریم میں قَدَحَ، اَوْرٰی (وری)، (اسْتَوْقَدَ اور اَوْقَدَ، قَبَسٌ، سَعَّرَ (سعر) سُجِّرَ اور تَلَظّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدَحَ بالزند بمعنی چقماق سے آگ نکالنے کا ارادہ کرنا (منجد) گویا قَدَحَ کا لفظ صرف آگ نکالنے کی کوشش اور ارادہ تک محدود ہے۔

۲۔ اوری (وری)، وری الزند محاورہ ہے یعنی چقماق سے آگ کا شعلہ نکالنا (مف) اور وَرٰی یَرِیْ کے معنی آگ کا شعلہ برآمد ہونا (ف ل ۲۸۸) چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت :

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (۲/۱۰۰) — پھر (ان گھوڑوں کی قسم) جو پتھر پر نعل مار کر آگ نکالتے ہیں

میں قدح سے مراد پتھر پر نعل مارنا (کہ اس سے شعلہ پیدا ہو) اور (آری سے مراد شعلہ پیدا ہونا ہے۔ بعد ازاں لفظ اوری آگ جلانے کے معنوں میں عام استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ نباتاتی ایندھن سے ہو یا کسی دوسری چیز سے۔ قرآن میں ہے :

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ۔ (۵۶/۷۱-۷۲) — بھلا دیکھو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟

۳۔ اوقد : وقد بمعنی آگ کا بھڑک اٹھنا (منجد) ابن فارس نے اس کے معنی کلمة تدل علی اشتعال النار بیان کیے ہیں (م ل)

اور اَوْقَدَ : آگ جلانے کے معنی میں آتا ہے جبکہ اس میں شعلے پیدا ہونے لگیں۔ جیسے :

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا (۲۸/۳۸) — (فرعون نے کہا) اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا) دو پھر ایک اونچا محل بنا دو۔

اَوْقَدَ : کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے :

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۵/۶۴) — جب کبھی یہ (یہود) لڑائی کے لیے آگ لگاتے ہیں تو خدا اُسے بجھا دیتا ہے۔

اور اِسْتَوْقَدَ کے معنی ایندھن وغیرہ اکٹھا کر کے بہ تکلف آگ یا چراغ روشن کرنے کے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے :

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) — ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (شب تاریک میں) آگ جلائی۔ جب آگ نے اردگرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی۔

۴۔ قَبَسٌ : بمعنی آگ کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے (مف) اور بمعنی آگ کو بصورت شعلہ لینا اور قَبَسٌ بمعنی آگ کا

وہ شعلہ جو بڑی آگ سے لیا جائے۔

اور قَابِس بمعنی آگ کا طالب اور قَبَسَهُ النَّار بمعنی کسی کے واسطے آگ لانا اور اَقْبَسَ فُلَانًا بمعنی کسی کو آگ دینا (منجد) ارشاد باری ہے:

اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى۔ (۲۰/۱۰) — میں نے آگ دیکھی ہے شاید اس میں سے تمہارے پاس انگاری لاؤں یا آگ جلانے والوں سے رستہ معلوم کرسکوں۔

اس آیت میں قبس کا لفظ "جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ" کے عوض آیا ہے اور مانگی ہوئی آگ کے لیے بھی۔

پھر قَبَسَ کا لفظ آگ کے علاوہ آگ سے آگ جلانے، بڑی روشنی سے روشنی حاصل کرنے اور بڑے علم والے سے علم حاصل کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ قَبَسَ الْعِلْمَ بمعنی علم حاصل کرنا۔ علم سے فائدہ اٹھانا اور اقتبس منه النار والنور والعلم بمعنی کسی سے آگ، روشنی یا علم حاصل کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (۵۷/۱۳) — اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف نظر (شفقت) کیجیے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔

اور ہمارے ہاں جو اقتباس کا لفظ مستعمل ہے تو اس کا معنی کسی کی علمی تحریر یا کتاب سے کوئی حصہ یا ٹکڑا لینا اور اس کو پیش کرنا ہے۔

۵۔ سعر۔ سَعَرَ کا معنی آگ کا جلنا بھڑکنا اور بلند ہونا ہے۔ (م ل) گویا یہ وَقَدَ سے اگلا درجہ ہے اور سَعَّرَ بمعنی آگ کو خوب بھڑکانا (منجد) اور سعیر بمعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔ قرآن کریم میں ہے:

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ (۸۱/۱۲) — اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

۶۔ سَجَرَ، سَجَرَ میں کسی چیز کے بھرے ہوئے ہونے اور اس میں مخالطت یا تلاطم کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) سَجَرَ التَّنُّوْرَ کے معنی تنور کو ایندھن سے بھر کر گرم کرنا (منجد) تاکہ آگ پوری شدت سے بھڑک سکے۔ نیز سَجر (مع) بادل کی گرج اور رعد کی آواز کو بھی کہتے ہیں (منجد) قرآن کریم کے الفاظ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (۵۲/۶) سے مراد ہے کہ سمندر بھرا ہوا بھی ہو اور جوشِ تلاطم سے ابل بھی رہا ہو اور سَجُور اس ایندھن کو کہتے ہیں جس سے تنور گرم کیا جائے (منجد) گویا ہر وہ چیز جو آگ میں شدت پیدا کرنے کے لیے تنور میں جھونک دی جائے وہ سَجُور ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ۔ (۴۰/۷۲) — یہ (کافر لوگ) پہلے کھولتے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

۷۔ تَلَظّٰی، لَظٰی میں ایسی آگ جو بھڑک رہی ہو مگر اس میں شعلہ نہ ہو (ف ل ۵۶) اور لَظَّى النَّارَ بمعنی آگ بھڑکانا اور تَلَظّٰی بمعنی آگ کا بھڑک اٹھنا۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی (۹۲/۱۴) — پھر میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا۔

ماحصل: (۱) قَدَحَ: آگ نکالنے کی ابتدائی کوشش (۲) اوری: شعلہ پیدا کرنا

(۳) اَوْقَدَ : ایندھن سے آگ جلانا۔
(۴) قَبَسَ : آگ سے آگ جلانا۔
(۵) سَعَّرَ : آگ کا بھڑکانا
(۶) مَسْجَرَ : اس بھڑک میں شدت پیدا کرنا
(۷) تَلَظّٰی : جب آگ میں بھڑک ہی بھڑک ہو شعلہ نہ ہو۔

۱۷۔ آگ کا دوسری چیزوں کو جلانا

۱۔ لَوَّحَ، لَفَحَ، شَوٰی صَهَرَ، نَضِجَ، حَرَّقَ اور اِحْتَرَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَوَّحَ : لاح سے مراد فقط جلد کی سیاہی مائل رنگت کی تبدیلی ہونا ہے۔ خواہ یہ آگ سے ہو یا حرارت سے، دھوپ سے ہو یا پیاس یا سفر سے (منجد) یعنی آگ یا حرارت کا کسی کو چھونا کہ اس سے رنگت سیاہی مائل ہو جائے اور لَوَّحَ کے معنی آگ سے کسی چیز کو گرم کرنا ہے (منجد) قرآن میں ہے :

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۹) (دوزخ کی آگ) جلد کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

۲۔ لَفَحَ : کے معنی آگ یا بادِ سموم کا چہرے یا جلد کو جھلس دینا (مف۔ منجد) ہے۔ جس سے حلیہ بگڑ جائے گویا یہ دُوسرا درجہ ہوا۔ قرآن میں ہے :

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳/۱۰۴) جہنم کی آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور وہ اس میں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

۳۔ شَوٰی (یشوی) : آگ میں (گوشت کو) بھُوننا اور بھُنے ہوئے گوشت کو شواء کہتے ہیں (منجد) (یہ تیسرا درجہ ہوا) قرآن میں ہے :

وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ (۱۸/۲۹) اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور چہروں کو بھُون ڈالے گا۔

۴۔ صَهَرَ : الصّهر بمعنی چربی وغیرہ کو گرم کر کے پگھلانا اور صہارۃ بمعنی پگھلائی ہوئی چیز۔ چربی کا ٹکڑا، ہڈی کا گودا اور صَهُور بمعنی پگھلانے والا۔ گوشت بھوننے والا (مف منجد) گویا صہر میں اتنی حرارت درکار ہے کہ جو پگھلنے والی اشیاء۔ بالخصوص چربی کے پگھلانے کے لیے اور گوشت کے گلنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ (۲۲/۲۰) اور ان کے سروں پر اوپر سے جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔

۵۔ نَضِجَ : شدتِ حرارت سے گوشت کا گل جانا (مف) اس طرح کہ اس کے اجزاء الگ ہونے لگیں۔ (یہ چوتھا درجہ ہوا) قرآن میں ہے :

سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (۴/۵۶) — ہم عنقریب انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب ان کی کھالیں گل اور جل جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے۔

۶۔ حَرَقَ، حَرَّقَ اور حَرَقَ (بالنار) آگ کا جلاڈالنا اور احترق بمعنی اس چیز کا جل کر راکھ ہو جانا ہے (مف) (یہ گویا آخری درجہ ہوا)

قرآن میں ہے:

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔ (۲۱/۶۸) — (تب وہ مشرک) کہنے لگے۔ اگر تمہیں (ابراہیمؑ سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو ابراہیمؑ کو جلاڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ — تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے۔

۱۸۔ آگ کا بجھنا اور بجھانا

کے لیے خَمَدَ اور خَبَا (خبو) اور طَفَأَ (طفا) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَمَدَ: آگ کے مدہم پڑ جانے کو کہتے ہیں جس سے شعلہ ختم ہو چکا ہو مگر انگارہ نہ بجھا ہو۔ اور خَمِدَتِ الْحُمّٰى کے معنی بخار کا زور ٹوٹ جانا اور خُمُوْد کوئلہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور بطور کنایہ موت کے معنی میں بھی (مف۔م۔ق) ارشاد باری ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (۳۶/۲۹) — تو وہ صرف ایک چنگھاڑ تھی سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔ (یا مر گئے)۔

۲۔ خَبَا بمعنی آگ کا شعلہ افسردہ ہو جانا اور کوئلہ یا انگارہ پر راکھ کا پردہ چڑھ جانا۔ (مف) ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (۱۷/۹۷) — جب اُس کی آگ بجھنے کو ہوگی تو ہم اس کو اور بھڑکا دیں گے

۳۔ اَطْفَأَ۔ طَفَأَ بمعنی آگ کا بالکل بجھ جانا، سرد پڑ جانا اور اَطْفَأَ بھی آگ کو بجھا دینا۔ پھونک مار کر چراغ کو گل کر دینا (مف، منجد) پھر اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے۔ جیسے اَطْفَأَ الْفِتْنَةَ اَوِالْحَرْبَ۔ بمعنی فتنہ کو یا لڑائی کو بجھا دیا۔ ٹھنڈا کر دیا (منجد) ارشاد باری ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (۹/۳۲) — کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے پھونک مار کر بجھا دیں۔

ماحصل: (۱) خَمَدَ: آگ کا شعلہ ختم ہونا (۲) خَبَا: شعلہ کا ختم ہونا اور انگارہ پر راکھ کا پردہ آجانا۔ یہ درمیانی صورت ہے

(۳) طَفَا، آگ کا بالکل بجھ جانا۔

۱۹ آگاہ ہونا

کے لیے شَعَرَ، ظَھَرَ، عَثَرَ، عَلِمَ، خَبَرَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ شَعَرَ، شَعْر بال کو کہتے ہیں لہٰذا شَعَرَ کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کرنا ہے (مف) کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھ لینا یا حالات وواقعات سے نتیجہ اخذ کرنا اور معاملہ کی تہ تک پہنچ جانے کو شعر کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ — دیکھو تو منافقین بلاشبہ خود مفسد ہیں لیکن انہیں سمجھ نہیں آتی۔

۲۔ ظَھَرَ، اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) قُوَّۃ (۲) عیاں ہونا (م ل) یہاں دوسرے مفہوم سے تعلق ہے جس کی ضد بطن ہے تو ظَھَرَ سے مراد ایسا علم ہے جو بالکل ظاہری حالات وواقعات سے حاصل ہو۔ قرآن میں ہے:

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) — یا ایسے لڑکوں سے (عورتوں کو پردہ کی ضرورت نہیں) جو ابھی عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔

۳۔ عَثَرَ: ایسی بات کی واقفیت جو بغیر ارادہ کے باتوں باتوں میں حاصل ہو جائے (مف) ارشاد باری ہے،

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا۔ (۵/۱۰۷) — پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے۔

۴۔ عَلِمَ، کسی چیز کی حقیقت کے متعلق واقفیت اگر یقین کی حد تک پہنچ جائے تو یہ واقفیت علم کہلائے گی اور اس کی ضد جَہْل ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ (۲/۱۰۲) — اور وہ جان گئے تھے کہ جو شخص ایسی چیزیں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا۔ اس کا آخرت میں کچھ حصّہ نہیں۔

۵۔ خَبَرَ: کسی چیز کی حقیقت وماہیت سے واقف اور باخبر ہونا اور اس کے دوسرے معنی خبر الشیئ، کسی چیز کو تجربہ سے جان لینا۔ تجربہ کرنا۔ آزمانا (منجد) ان سے واضح ہے کہ علم کے مقابلہ میں خبر میں واقفیت واضح تر ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۹/۱۸) — بیشک خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

ماحصل: (۱) شعر، کسی معاملہ کی باریکی اور لطافت کو سمجھنے پر (۲) ظَھَرَ، ظاہری واقعات و حالات سے واقفیت بہم پہنچنے پر (۳) عَثَرَ، باتوں باتوں میں کسی چیز کا پتہ چل جانے پر (۴) عَلِمَ، کسی چیز کی حقیقت کے متعلق یقین حاصل ہونے پر

(۵) خَبَّرَ : جب علم کے ساتھ اس کی جانچ بھی ہو چکی ہو۔ تب استعمال ہوتا ہے۔

۲۰۔ آگاہ کرنا (بتلانا)

یہ لفظ آگاہ ہونا سے متعدی ہے۔ لہٰذا شَعَرَ سے اَشْعَرَ، ظَهَرَ سے اَظْهَرَ اور عَلِمَ سے عَلَّمَ کے الفاظ آتے ہیں۔ پہلے ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اَشْعَرَ:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔ (۱۸/۱۹)

(اصحاب کہف طویل مدت کے بعد بیدار ہوئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے) کہ اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر بھیجو وُہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور (قول و فعل میں) نرمی اختیار کرے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتلائے (تمہارے حال سے کسی کو آگاہ نہ ہونے دے)

۲۔ اَظْهَرَ:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (۷۲/۲۶)

(وہی اللہ) غیب (کی باتوں کو) جاننے والا ہے اور پھر اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

۳۔ عَلَّمَ:

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ (۴۹/۱۶)

اے پیغمبرؐ! آپ ان سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو۔

ان کے علاوہ اس مفہوم میں اَدْرٰى، حَدَّثَ، عَرَّفَ اور اَطْلَعَ، اَنْبَاَ یا نَبَّاَ (نبی) اور دَلَّ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ اَدْرٰى (دری) بمعنی کسی حیلہ یا تدبیر یا کسی اور چیز کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم حاصل ہونا (مف) دری سے مصدر درایۃ ہے جو بکثرت مستعمل ہے۔ اَدْرٰى اس سے فعل متعدی ہے اس پر ہمیشہ کا، مَا یا اِنْ نافیہ، یا مَا استفہامیہ داخل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ۝ (۱۰۱/۱۰-۱۱)

اور تم کیا سمجھے کہ وُہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔

(مزید مثالیں "جاننا" میں دیکھیے)

۵۔ حَدَّثَ: حَدَثَ بمعنی کسی امر کا وقوع پذیر ہونا۔ نیا ہونا یا نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا ہے (منجد) اور ابن الفارس کے مطابق كَوْنُ الشَّيْءِ لَمْ يَكُنْ۔ پس ایسی چیز کا پیدا ہونا یا وجود میں آنا جو پہلے نہ تھی (م ل) اور حَدَّثَ کے معنی کسی کو ایسی بات بتلانا جو وُہ پہلے نہ جانتا ہو یا کم از کم بتلانے والا ایسا ہی گمان کرتا ہو۔

ارشاد باری ہے:

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ... (۲/۷۶)

اور یہ (یہود) جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جس وقت علیحدگی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں جو بات خدا نے تم پر ظاہر فرمائی ہے وہ تم ان کو اس لیے بتلاتے ہو کہ (قیامت کے دن) اس کے حوالے سے تمہارے پروردگار کے سامنے تم پر الزام دیں۔

۶- عَرَفَ: عَرَفَ کے معنی کسی چیز کے علامات و آثار پر غور و فکر کرکے اس کا ادراک کر لینا یا پہچاننا ہیں (مف) اور ظاہر ہے کہ پہچاننے میں انسان بعض دفعہ غلطی بھی کر سکتا ہے لہٰذا معرفت یا عرفان کا درجہ علم سے کمتر ہے اور عرفان کی ضد انکار ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ (۱۲/۵۸)

یوسفؑ نے تو انہیں (اپنے بھائیوں کو) پہچان لیا لیکن وہ آپؑ کو نہ پہچان سکے۔

پھر عَرَفَ کے معنی خوشبو لگانا اور عَرَّفَ کے معنی خوشبو سے معطر کرنا اور خوشبو چھوڑ دینا بھی۔ (مف، منجد)

جبکہ عَرَّفَ کا عام مفہوم واقف کرانا، تعارف کرانا یا مطلع کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ درج ذیل آیت:

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ (۴۷/۶)

اور ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس سے ان کو آشنا کر رکھا ہے۔

کا ترجمہ امام راغبؒ نے یوں کیا ہے: "اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کو خوشبو سے بسا دیا ہے (مف)

۷- أَطْلَعَ: طلع کے بنیادی معنی نمودار ہونا اور سامنے آنا ہے (م ل) اور طلع الکواکب بمعنی سیاروں سورج، چاند وغیرہ کا طلوع ہونا ہے اور أَطْلَعَ کے معنی کسی کو حقیقتِ حال سے واقف کرنا (منجد)۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ (۳/۱۷۹)

اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تم کو غیب کی باتوں سے مطلع کرے البتہ خدا اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

۸- أَنْبَأَ اور نَبَّأَ: نبا کے بنیادی معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا ہے اور سَیل نابی ایسے سیلاب کو کہتے ہیں جو ایک شہر سے دوسرے شہر تک جا پہنچے (م ل) پھر اسی بناء پر نبا کا لفظ خبر کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ صاحب منتہی الارب نے أَنْبَأَ کے معنی خبر دادن (آگاہ کردن) (م ل) لکھے ہیں۔

خبر اور نبا کا فرق یہ ہے۔ خبر عام ہے اور نبا کسی خاص واقعہ کی خبر کہتے ہیں جو سننے والے کیلیے مفید بھی ہو علاوہ ازیں نبا کا تعلق ماضی، حال، مستقبل حتیٰ کہ مابعد الطبیعات یعنی مرنے کے بعد اور دوبارہ زندگی کی خبروں سے بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کا دائرہ صرف ماضی اور حال تک محدود ہوتا ہے۔ گویا اہمیت، افادیت اور زمانہ کی وسعت تین چیزیں نبا کو عام خبر سے ممتاز کرتی ہیں۔ نبا میں چونکہ مستقبل کی خبر یا پیشین گوئی بھی شامل ہے۔ اسی بناء پر کافر انبیاء کو کاہن بھی کہتے رہے۔ امام راغبؒ نے نبا کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے

کہ اس میں کذب کا احتمال نہ ہو اور اس سے علم یا مفید ظن حاصل ہو جیسا کہ وحی الٰہی سے یا خبرِ متواتر وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن ہمارے خیال میں یہ قید درست نہیں۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا (۴۹/۶)	اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ فاسق کی نبا میں کذب کا احتمال موجود ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اسی طرح ہدہد پرندہ نے حضرت سلیمانؑ کو جو خبر (نبا) دی تھی اس سے انہیں بھی علم یا مفید ظن حاصل نہیں ہوا تھا (نیز دیکھیے خبر دینا)

۹۔ دَلَّ بمعنی راہنمائی کرنا، رستہ دکھانا۔ کسی چیز کا پتہ بتلانا اور دلالت بمعنی جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو جیسے الفاظ کا معانی پر دلالت کرنا۔ یا جیسے کوئی چیز حرکت کرنے لگے تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ یہ چیز کوئی زندہ جانور ہے۔ گویا اس کی حرکت جاندار کی زندگی پر دلالت کرتی ہے (مف) اور دَلَّ کا لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ (۲۰/۴۰)	اور (اے موسیٰ) تیری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کیا میں تمہیں ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جو اس کی کفالت کرے۔

دوسرے مقام پر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (۶۱/۱۰)	اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔

ماحصل: (۴) ادریٰ، کسی حیلہ اور تدبیر سے بات سمجھانا
(۵) حدّث، کوئی نئی بات بتلانا۔
(۶) عرّف، علامات اور نشانات سے بات سمجھانا۔
(۷) اطلع، کسی چیز کی حقیقت سے مطلع کرنا۔
(۸) نَبَّأَ اور اَنْبَأَ، کسی اہم واقعہ کی خبر دینا جس کا تعلق خبر لانے والے کی ذات سے ہو خواہ یہ ماضی سے متعلق ہو یا حال سے یا مستقبل سے اور اس پر متنبہ کرنا۔
(۹) دَلَّ: راہنمائی کرنا۔ کسی چیز سے دوسری کا پتہ بتلانا یا راہ سمجھانا۔

۲۱- آگے ـــ سامنے

کے لیے قُبُل۔ قِبَل اور بین ایدی کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ قُبُل۔ اور قُبْل (ضد دُبُر اور دُبْر) ہر چیز کا آگے کا حصہ جو پہلے نظر آئے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (۶/۱۱۱)	اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

اور قِبَل بمعنی طاقت اور قدرت بھی ہے (منجد) اور قِبَل کسی ایسی چیز کے سامنے آنے کو کہتے ہیں جس کے مقابلہ کی طاقت اور سکت نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (۵۷/۱۳) — اس دیوار کی اندرونی جانب رحمت ہے اور بیرونی جانب سامنے عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا (۹۲/۱۷) — یا تم اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔

۲۔ بَيْنَ يَدَيْ اور بَيْنَ اَيْدِيْ (لفظی معنی ہاتھوں کے درمیان) کنایۃً اور محاورۃً معنی آگے یا سامنے۔(ضد خلف) اس کا استعمال ظرف زمان اور مکان دونوں طرح ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں اس کا معنی اس وقت کے موجود لوگ یا اس دور کے لوگ ہوگا لیکن عام طور پر اس کا معنی اگلے کر لیا جاتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا۔ (۶۶/۲) — تو ہم نے اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

اور مکانی کی صورت میں اس کا معنی آگے یا آگے آگے ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۱/۱۳) — اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: قُبُل اور اس کے مشتقات میں دو چیزوں کا آمنے سامنے یا آگے اور سامنے ہونا) یا رُو در رُو ہونا ضروری ہے جبکہ بَيْنَ يَدَيْ خواہ زمانی ہو یا مکانی) میں چیزوں کا آمنے سامنے ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

۲۲- آگے بڑھنا

کے لیے قَدِمَ اور اِسْتَقْدَمَ، سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ، اَقْبَلَ اور اِسْتَقْبَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَدِمَ: کے معنی آگے چلنا، قدموں پر چلنا اور کسی کے آگے چلنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ (۹۸/۱۱) — (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا۔

اور اِسْتَقْدَمَ۔ آگے بڑھنے کا ارادہ رکھنا (مف) اور اس کی ضد اِسْتَاْخَرَ ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۴۹/۱۰) — جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔

۲۔ سَبَقَ: کے معنی آگے بڑھنا، پیش پیش ہونا، سبقت کرنا۔ اَلسَّبَقُ: شرط جو آگے نکل جانے پر رکھی جاتی ہے اور سابق بمعنی دوڑ سے جیتنے والا گھوڑا اور سَبَّقَ کے معنی شرط لینا دینا ہوتا ہے (منجد) گویا سبق میں مقابلۃً آگے نکل جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (۱۰/۵۹) — اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں (سب کے) گناہ معاف فرما۔

اور اِسْتَبَقَ: کے معنی جلد آگے بڑھنے کی کوشش کرنا (منجد) یا آگے بڑھنے کے لیے دوڑ لگانا (مف) کے

آتے ہیں، ارشادِ باری ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

۳۔ اَقْبَلَ: اِقْبَال اور اِسْتِقْبَال دونوں کے معنی کسی کے روبرو اور اس کی طرف متوجہ ہو جانے اور آگے بڑھنے کے ہیں (مف) یعنی کسی کی جانب آگے بڑھنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (۶۸/۳۰) — پھر لگے ایک دوسرے کو رُو در رُو ملامت کرنے۔ (جالندھری)

دوسرے مقام پر ہے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (۴۶/۲۴) — پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو دیکھا کہ بادل (کی صورت میں) ان کے میدانوں کی طرف بڑھ رہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔

ماحصل: قَدَمَ میں صرف آگے چلنے یا آگے بڑھنے، سَبَقَ میں دوسروں سے مقابلۃً آگے بڑھنے اور اَقْبَلَ میں کسی شخص یا کسی چیز کی طرف منہ کرنے اور آگے بڑھنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۲۳۔ آگے بھیجنا

کے لیے دو الفاظ قَدَّمَ اور اَسْلَفَ (سلف) آتے ہیں۔

۱۔ قَدِمَ کے اصل معنی (۱) آگے بڑھنا، آگے چلنا اور (۲) آگے نکل جانا (م۔ل) اور قَدَّمَ بمعنی "کوئی کام وقت ضرورت سے پہلے کرنا اور اس کی ضد اَخَّرَ یعنی کسی کام کو مناسب وقت پر نہ کرنا اور پیچھے ڈال دینا (مف) اور یہ مناسب وقت موت ہے یعنی موت سے پہلے اپنی زندگی میں جو اعمال انسان نے کیے وہ گویا سب اس نے اپنی اخروی زندگی کے لیے آگے بھیجے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (۲/۹۴) — اور ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ یہود کبھی موت کی آرزو نہ کریں گے۔

پھر کسی شخص کو کوئی کام کرنے سے بیشتر اس کے نتائج سے آگاہ کرنے کے لیے بھی قَدَّمَ کا لفظ آتا ہے۔ مثلاً:

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (۵۰/۲۸) — اللہ تعالیٰ (اہلِ دوزخ سے قیامت کے دن) فرمائے گا کہ ہمارے حضور ردّ وکد نہ کرو۔ ہم تمہارے پاس پہلے ہی (عذاب کی) وعید بھیج چکے تھے۔

۲۔ اَسْلَفَ: سَلَفَ کے معنی کسی چیز یا کام کا گزر جانا (م۔ا) بیع سلف وہ بیع ہے جس میں قیمت پیشگی ادا کر دی جاتی ہے اور اسلاف گزشتہ دور میں گزری ہوئی نسلوں کو کہتے ہیں۔ گزشتہ آباؤ اجداد (منجد) قرآن میں ہے اِلَّا

مَا قَدْ سَلَفَ (۴/۲۲) مگر جو ہو چکا سو ہو چکا)

پھر سَلَفَ کے دوسرے معنی "آگے بڑھنا" کے بھی آتے ہیں (م ل، منجد) سَلِیفٌ کے معنی آگے ہونے والا، آگے چلنے والا۔ اَسْلاف بمعنی جماعت متقدمین (منجد) اور اَسْلَفَ کے معنی زمانہ ماضی میں کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ۔ (۱۰/۳۰) (۱) وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کرے گا۔

(۲) وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا تھا (عثمانیؒ)

ماحصل: قَدَّمَ اور اَسْلَفَ میں وہی فرق ہے جو ارتفاع اور عمق میں ہے اگر نیچے کے کنارے پر ہوں تو اسی راسی فاصلہ کو بلندی کہتے ہیں اور اوپر کے کنارے پر کھڑے ہوں تو وہی فاصلہ گہرائی یا عمق کہلاتا ہے۔ وہی بات یا کام جو قدم کا مفہوم ہے موقع کے لحاظ سے وہی اسلف بن جاتا ہے۔ جیسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائیں گے،

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (۶۹/۲۴) جو (عمل) تم ایام گذشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔ اب اگر یہی مفہوم زمانہ حال میں ادا کرنا ہو بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ سے ادا ہو گا۔

۲۴ آلاتِ جنگ

کے لیے اَسْلِحَة، اَوْزَار، حِذْر اور شَوْكَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسْلِحَة: سلاح کی جمع ہے اور ہر وہ چیز سلاح ہے جس سے جنگ کی جا سکے (م ل) گویا یہ لفظ جنگی ہتھیاروں سے مخصوص ہے خواہ وہ چاقو اور نیزہ تک موقوف ہو یا رائفل اور میزائل تک۔

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ (۴/۱۰۲) کافر لوگ تو یہ آرزو کرتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ۔

۲۔ اَوْزَار: وِزْر کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ، ہتھیار اور آلہ کے ہیں۔ اور جب وِزْرُ الْحَرْب کا استعمال ہو تو یہ جنگی آلات سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ (مف)

تاہم صرف لفظ وِزْر سے بھی جنگی ہتھیار مراد لیا جاتا ہے (وکذا الوزر: السلاح والجمع اوزار۔ م ل) قرآن میں ہے:

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (۴۷/۴) یہاں تک کہ لڑائی (فریق مقابل) اپنے ہتھیار ڈال دے۔

۳۔ حِذْر: کے اصلی معنی بچاؤ کرنا، محتاط اور چوکنا رہنے کے ہیں (م ل) یہ لفظ عام ہے۔ اگر جنگ کے سلسلہ میں استعمال ہو تو اس کا مطلب دفاعی سامانِ جنگ ہو گا۔ اس سے جہاں بچاؤ کی جگہ مراد لی جا سکتی ہے جیسے مورچے وغیرہ، بعینہٖ اسی طرح ڈھال سے لے کر ریڈار تک بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یعنی ہر وہ چیز اور ہر وہ تدبیر جس سے بچاؤ اور مدافعت کی جا سکے وہ حِذْر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ۔ (۴/۱۰۲)	اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار۔ اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ۔ (عثمانیؒ)

اس آیت میں خُذُوْا کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں حذر سے مراد صرف ہوشیار رہنا نہیں (جیسا کہ فتح محمد صاحب نے لکھا ہے) بلکہ دفاعی سامان ہر حالت میں اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن نہتا دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

۴: شَوْکَۃ : شَوْکٌ بمعنی کانٹا (مع) درشَاکَ بمعنی کانٹا چبھونا اور شوکۃ بمعنی ایک کانٹا (ج اشواک) بچھو کا ڈنگ۔ ہتھیار، تیزی۔ قوت۔ لڑائی۔ دبدبہ اور ذو شوکۃ بمعنی باہتھیار مسلح اور شوک سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے جارحانہ ہتھیار مراد ہیں جن سے حملہ کیا جا سکے۔ (منجد) قرآن میں ہے:

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (۸/۷)	اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے ہتھیار ہے وہ تمہارے ہاتھ آ جائے۔

ماحصل: (۱) اَسْلِحَۃ۔ ہر قسم کا جنگی سامان جنگی سامان کے لیے مخصوص لفظ۔ (۲) اوزار، بمعنی ہتھیار۔ اگر جنگ سے نسبت ہو تو آلاتِ جنگ ہیں ورنہ نہیں۔ (۳) حِذْر : دفاعی جنگ اور ہتھیار (۴) شَوْکَۃ : جارحانہ لڑائی کے ہتھیار

۲۵۔ آنا

کے لیے جَاءَ (جیٔ)، اَتٰی، ھَیْتَ، ھَلُمَّ اور تعالَ (علو) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَاءَ : آنا کے لیے جَاءَ کا لفظ عام ہے۔ تاہم اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آنے کا عمل فی الواقعہ ظہور میں آ چکا ہو (مف) ارشاد باری ہے:

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ (۱۲/۱۶)	اور وہ (یوسفؑ کے بھائی) رات کو روتے روتے اپنے باپ کے پاس آئے۔

۲۔ اَتٰی : کسی دوسرے کام کے نتیجہ میں آنے کو یا بسہولت آنے کو کہتے ہیں جیسے دودھ بلونے سے اوپر مکھن آ جاتا ہے تو اس مکھن کو اَتُوْۃٌ کہتے ہیں اور اِتِیّ سیلاب کو (مف فل) کہتے ہیں۔

جَاءَ اور اَتٰی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اَتٰی میں (بخلاف جاء کے) یہ ضروری نہیں ہوتا کہ فی الواقعہ آنے کا عمل واقعہ ہو چکا ہو۔ مثلاً درج ذیل آیت:

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (۱۶/۱)	خدا کا حکم (یعنی عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو) اس کے لیے جلدی مت کرو۔

میں امر سے مراد قیامت اور جزاء و سزا کا عمل ہے جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔

۳۔ ھَیْتَ : یہ لفظ دراصل اَتٰی کے صیغہ امر حاضر کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کے صیغے ضمائر منفصل سے

تبدیل ہوتے ہیں۔ مثلاً هَیْتَ لَکَ هَیْتَ لَکُمَا، هَیْتَ لَکُمْ۔ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا۔ ابن فارس کے نزدیک هَیْتَ اصل میں "چیخنے" پر دلالت کرتا ہے (کَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَی الصَّیْحَةِ م ل) بعض نے اس کے معنی یہاں آنے، اِدھر آنے اور جلدی آنے کے بھی لکھے ہیں۔ قرآن میں ہے،

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَکَ (۱۲/۲۳) — وہ عورت (زلیخا) دروازے بند کر کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ۔

۴۔ هَلُمَّ: اسماء الافعال سے ہے۔ هَلُمَّ بمعنی پکار یعنی کسی کو پکار پکار کر بلانا (م ل) یہ لفظ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَا۔ (۳۳/۱۸) — خدا تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے سے) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔

۵۔ تعال: علو بمعنی بلندی اور تعال بمعنی کسی کو بلند جگہ یا بلند مقصد کی طرف بلانا (مف) کسی کو تعظیم سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور صرف امر حاضر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں:

قُلْ یٰاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (۳/۶۴) — (اے پیغمبر) آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب: جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلم ہے۔ اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

ماحصل:
(۱) جَآءَ کا استعمال عام ہے اور واقع شدہ امر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
(۲) اَتٰی: بسہولت یا کسی دوسرے کام کے نتیجہ میں آنا نیز یہ پیش آئند واقعہ کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔
(۳) هَیْتَ: کسی کو چیخ کر اپنے پاس بلانے کے لیے۔
(۴) هَلُمَّ: پکار پکار کر بار بار کہنے کے لیے۔
(۵) تَعَالَ: کسی بلند مقصد کے لیے یا تعظیم سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۶۔ آنکھ

کے لیے عَیْن، عِیْن، مُحْوٌ اور بَصَر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَیْن مشہور عضو انسانی جس سے دیکھتے ہیں اور بمعنی چشمہ کہ ان دونوں میں کئی لحاظ سے مناسبت ہے۔ (ج اعین اور عیون لیکن قرآن میں عین (آنکھ) کی جمع اکثر اَعْیُن اور بمعنی چشمہ کی جمع عُیُوْن ہی آئی ہے۔ لفظ عَیْن کا اطلاق محض ظاہری آنکھ پر ہوتا ہے جیسے وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ (۵/۴۵) آنکھ کے عوض آنکھ (قصاص ہے) اور صفات کے لحاظ سے عَیْن کی دو اور قسمیں قرآن میں مذکور ہیں،

۲۔ عِیْن بمعنی موٹی موٹی یا بڑی بڑی آنکھوں والی۔ اَعْیَن اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں موٹی اور خوبصورت ہوں اور عَیْنَاء ایسی ہی عورت کو اور اَعْیَن اور عَیْنَاء دونوں کی جمع عِیْنٌ آتی ہے۔ وحشی گائے کی آنکھیں بھی چونکہ موٹی موٹی اور خوبصورت ہوتی ہیں لہٰذا اسے بھی اَعْیَن اور عَیْنَاء کہا جاتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ۔ (۳۷/۴۸) — اور ان (جنتیوں) کے پاس عورتیں ہوں گی نگاہیں نیچی رکھنے والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی۔

۳۔ حُور : حَوِرَتِ الْعَيْنُ یعنی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہوگئی۔ اور جس قدر آنکھ کی سفیدی میں سفیدی اور پتلی کی سیاہی میں سیاہی زیادہ ہو۔ اسی قدر خوبصورتی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اَحْوَرُ اور حَوْرَاءُ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو اسی صفت سے موصوف ہو اور ان دونوں کی جمع حُور آتی ہے (مف۔م ق) قرآن میں ہے :

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۵/۷۲) (جنت میں) حوریں ہوں گی خیموں میں رکی رہنے والی۔

ایک دوسرے مقام پر آنکھ کی ان دونوں صفات کا اکٹھا بھی ذکر آیا ہے :

وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ (۵۶/۲۲-۲۳) اور بڑی بڑی آنکھوں والی سیاہ چشم عورتیں ایسی ہیں جیسے حفاظت سے چھپائے دھرے موتی۔

۴۔ بَصَر : بَصَر میں ظاہری آنکھ کے علاوہ قلبی رؤیت کا بھی لحاظ ہوتا ہے (مف) علاوہ ازیں بَصَر کا اطلاق ظاہری آنکھ کے عمل یعنی دیکھنے اور نگاہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے :

(۱) ظاہری آنکھ کے لیے : وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲۱/۹۷) اور قیامت کا سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگاہ کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔

(۲) نگاہ کے لیے : فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰/۲۲) اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

(۳) قلبی رؤیت کے لیے :

وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲/۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے۔

بصر سے مصدر بصارۃ بھی ہے اور بصیرت بھی۔ بصارت کا اطلاق ظاہری نگاہ پر ہوتا ہے ضعفِ بصارت سے اسی ظاہری نظر کی کمزوری مراد ہوتی ہے اور بصیرت سے مراد قلبی نگاہ ہے۔ کسی شاعر نے بصیرت اور بصارت کے فرق کو یوں واضح کیا ہے ع

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب   آنکھ کا نور دل کا نور نہیں !

ماحصل : عَيْن کا لفظ دیکھنے کے ظاہری عضو کے لیے آتا ہے عِیْن اور حُور آنکھوں کی صفات ہیں عِین موٹی موٹی آنکھوں والی اور حُور نہایت سفید اور پتلی نہایت سیاہ رنگ کی آنکھوں والی (۲) بَصَر کا لفظ ظاہری عضو کے علاوہ آنکھ کے عمل یعنی نگاہ اور پھر اس دیکھی ہوئی چیز پر غور کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۷ آوارہ پھرنا

کے لیے تَاهَ (تیہ) اور هَامَ (هیم) کے الفاظ آئے ہیں :

۱۔ تَاهَ : حیران و سراسیمہ پھرنا۔ گمراہی کی حالت میں ادھر ادھر بھٹکتے پھرنا۔ (مف) اور ابن فارس کے نزدیک (جِنْسٌ مِّنَ الْحَيْرَةِ م ل) یعنی یہ حیرانگی کی ایک خاص قسم ہے اور التیہ کے معنی ایسا چٹیل میدان

جس میں چلنے والا بھٹک جائے۔ قرآن میں ہے:

فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (۵/۲۶) خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان (بنی اسرائیل) پر چالیس برس تک کیلئے حرام کر دیا گیا اور یہ جنگل کی زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے۔

۲۔ ھَامَ: بمعنی مجنونانہ کیفیت سے پھرنا۔ عاشق قسم لوگوں کی آوارگی (مف) صاحب منجد اس کے معنی محبت کرنا اور آوارہ پھرنا لکھتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (۲۶/۲۲۵) اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔

ماحصل: تاہ، حیرانگی و سراسیمگی میں گمراہی کے رستوں پر سرگردان پھرنے کے لیے اور ھام عشق و محبت کی آوارگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸۔ آواز اور اس کی اقسام

عربی میں ہر قسم کی آواز کے لیے صَوْت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وہ خواہ بولنے سے پیدا ہو یا چیزوں کے ٹکرانے سے۔ صوت کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے "منہ سے نکلی ہوئی شے اگر الفاظ اور حروف پر مشتمل نہ ہو تو وہ صوت ہے (محیط) یہ تعریف قابل اعتبار نہیں۔ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔ (۴۹/۲) اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ صحابہؓ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بامعنی کلام ہوتی تھی۔ بے معنی آوازیں نہ ہوتی تھیں۔

البتہ ابن فارس نے صوت کی جامع تعریف کی ہے۔ وہ کہتے ہیں (كُلُّ مَا وَقَرَ فِي أُذُنِ سَامِعٍ ۔ م ل) ہر وہ کچھ جو سننے والے کے کان سے ٹکرائے وہ آواز ہے۔

قرآن کریم میں کچھ تو جانداروں کی آوازیں مذکور ہیں اور کچھ بے جان چیزوں کی۔ ہم اسی ترتیب سے انہیں بیان کریں گے۔

جانداروں کی آوازیں: صَدّ، صَرَخ، هَمْس، حَسِيس، مُكَاء (مکو) تَصْدِيَة، ضَبْح، خُوَار، زَفِير، شَهِيق، لَهَثَ۔

۲۔ صَدَّ (يَصِدُّ صَدِيدًا) کسی انسان کے گرنے کے وقت کی چیخ و پکار اور کراہنے کی آواز (ف ل ۱۹۲) لیکن یہ لفظ قرآن میں محض چیخنے چلانے کے معنوں میں آیا ہے۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (۴۳/۵۷) اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ کا) حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھتے ہیں۔

۳۔ صرخ: مصیبت اور گھبراہٹ میں چلانے کی آواز فریاد (ف ل) ارشادِ باری ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا وہ اس (دوزخ) میں چلائیں گے اور (کہیں گے) اے

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ۔ (۳۵/۳۷) — پروردگار ہم کو نکال لے۔ تب ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔

۴۔ ھَمْس: انسان کی کسی بھی حرکت کی آواز (ف ل ۱۹۲) کھسر پھسر یا کانا پھوسی کی آواز (منجد) الصوت الخفِیّ وَاَخَسّ (م ل) گویا اس سے مراد انسان کی کوئی بھی دھیمی اور قابل محسوس آواز ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ (۲۰/۱۰۸) — اور خدا کے سامنے سب آوازیں دب جائیں گی اور تم آواز خفی کے سوا کوئی آواز نہ سن سکو گے۔

۵۔ حَسِیْس: قدموں کی آہٹ، چاپ خفیف سی آواز (منجد) آگ کے بھڑکنے کی آواز (ف ل ۳۰۲) ارشادِ باری ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ (۲۱/۱۰۲) — نہیں سنیں گے اس کی آہٹ وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے۔ (عثمانی)

۶۔ مُكَآءً: (مکو) منہ سے سیٹی بجانا (منجد) اور اس میں موسیقی کے تمام سُر تال شامل ہیں۔

۷۔ تَصْدِيَة: (صدی) دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانا (م ل) اور اس میں تمام ساز و مضراب شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

مَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (۸/۳۵) — اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔

۸۔ ضَبْح: گھوڑے کے تیز دوڑنے کی وجہ سے اس کے ہانپنے کی آواز (ف ل ۱۹۹) ارشادِ باری ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱۰۰/۱) — اُن سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اٹھتے ہیں۔

۹۔ خُوَار: بیل۔ گائے یا بچھڑے کی آواز (ف ل ۱۹۲) قرآن میں ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔ (۷/۱۴۸) — اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنالیا۔ وہ ایک جسم تھا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔

۱۰۔ زَفِیْر: زفر بمعنی لمبا سانس باہر نکالنا اور زفیر بمعنی گدھے کے رینگنے کی ابتدائی آواز جو آہستہ آواز سے اونچی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ (ف ل ۴۴)

۱۱۔ شَهِيْق: گدھا جب رینگنے کو ختم کرنے لگے تو آخر کی آواز جو اونچی آواز سے پست ہونا شروع ہوتی ہے (ف ل ۴۴) اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں (م ل) ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ۔ (۱۱/۱۰۶) — تو جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے اس میں ان کے لیے زفیر اور شہیق جیسی آوازیں ہوں گی۔

یہ آوازیں یا تو جہنم کی آگ سے پیدا ہوں گی جو انہیں سننا پڑیں گی یا گرمی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے خود اُن کے اندر سے منہ کے راستہ ایسی آوازیں نکلیں گی۔

۱۲- لہث : کتے کے ہانپنے کی آواز جس کی وجہ گرمی یا پیاس کی شدت ہوتی ہے اور وہ زبان باہر نکال کر ہانپنے یا ہونکنے لگتا ہے۔ (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ (۷/۱۷۶)
اس شخص کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر اس پر بوجھ لادو تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔

بے جان چیزوں کی آوازیں:

۱۳- رِکز : خفیف اور دھیمی آواز (ف ل ۱۹۳) اور بعض کے نزدیک بھنک۔ مکھی کی بھنبھناہٹ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (۱۹/۹۸)
اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا کہیں ان کی بھنک سنتے ہو۔

۱۴- صَيْحَةٌ : (صیح) آواز پھاڑ پھاڑ کر چلانا صور پھونکنے کی آواز (مف) ایسی آواز جس سے دل دہل جائیں گرج دار آواز۔ دھماکہ۔ یعنی جب کسی بھی آواز میں شدت پیدا ہو جائے۔ ہر بے معنی اور بلند آواز کو صَيْحَة کہتے ہیں (فق ل ۲۶) ارشادِ باری ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ٥ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (۱۵/۷۳)
سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا اور ہم نے اس (شہر) کو (الٹ کر) اس کے اوپر کے حصے کو نیچے کا بنا دیا

۱۵- صَاخَّةٌ : (صخ) ایسی کرخت آواز جو کانوں کو بہرا کر دے (م۔ل) کان پھوڑنے والی آواز سخت قسم کا شور و غل۔ قرآن میں ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (۸۰/۳۳)
پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی (عثمانیؒ)

۱۶- تَغَيُّظ : جوشِ غیظ و غضب میں جھنجھلاہٹ (منجد) مجازاً جہنم کی آگ میں تیزی اور جوش کی وجہ سے پیدا شدہ آوازیں۔ قرآن میں ہے:

إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا (۲۵/۱۲)
جب وہ (دوزخ) ان کو دور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔

۱۷- هَدّ : کسی عمارت یا دیوار یا ستون وغیرہ کے گرنے کی آواز (ف ل ۱۹۴) دھڑام کی آواز۔ ارشادِ باری ہے:

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۱۹/۹۰)
قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔

۱۸- غَلْي : ہنڈیا کے ابلنے اور جوش مارنے کی آواز۔ کھولنے کی آواز۔ (مف) قرآن میں ہے:

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ
جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا،

الْحَمِيمِ۔ (۴۵-۴۶ ۴۴) جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔

۱۹۔ صَلْصَال ، خشک اور پختہ مٹی سے کھنکنے کی آواز۔ اصل میں یہ صلصال تھا۔ ایک لام صؔ سے بدل گیا۔ (مف) الصلال من الطین۔ خشک کھنکنی مٹی جو لوہے کی طرح بجے (منجد) صَلَّ المسمارُ۔ یعنی وُہ آواز جو کسی چیز میں میخ یا کیل ٹھونکنے سے پیدا ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (۱۵-۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔

۲۰۔ قارِعة ، قرع کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا (مف) اور قَرَعَ الْبَابَ معنی دروازہ کھٹکھٹانا (منجد) یعنی جب اس کے ایک پٹ کو دوسرے پٹ سے ٹکرا کر یا ہاتھ مار کر یا کسی اور چیز سے آواز پیدا کی جائے۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ نے قارعة کہا ہے کہ اس وقت چیزیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آوازیں پیدا ہوں گی۔ ارشادِ باری ہے:

الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ (۱۰۱-۲) کھڑکھڑا ڈالنے والی۔ کیا ہے وُہ کھڑکھڑا ڈالنے والی۔

ماحصل:

(۱) صوت۔ عام ہے۔ ہلکی ہو۔ بلند جاندار کی ہو بے جان کی ہو۔ بے معنی ہو یا بامعنی ہو۔
(۲) صَدّ: چیخنا چلانا یا کراہنا۔
(۳) صرخ: فریاد کی صورت چلانے کی آواز
(۴) هَمْس: انسان کی کسی بھی حرکت کی ہلکی سی آواز
(۵) حَسِيس: قدموں کی آہٹ کی طرح خفیف آواز
(۶) مکاء: سیٹی کی قسم کی آواز
(۷) تصدیة: تالی کی قسم کی آواز
(۸) ضبح: دوڑتے وقت ہانپنے کی آواز
(۹) خوار: بچھڑے کی آواز
(۱۰) زفیر: گدھے کے رینگنے کی ابتدا
(۱۱) شہیق: گدھے کے رینگنے کی انتہا
(۱۲) لهث: کتے کے ہونکنے کی آواز
(۱۳) رکز: مکھی بھنبھناہٹ جیسی ہلکی آواز
(۱۴) صیحة: بلند اور بے معنی آواز
(۱۵) صاخّة: کان پھوڑنے والی کرخت اور بلند آواز
(۱۶) تغیّظ: غیظ و غضب میں جھنجھلاہٹ
(۱۷) هدّ: دھڑام کی آواز
(۱۸) غلی: ہنڈیا کے ابلنے کی آواز
(۱۹) صلصال: پختہ مٹی کے کھنکھنے کی آواز
(۲۰) قارعة: کھڑکھڑانے کی آواز

۲۹۔ آہستہ آہستہ

کے لیے رُوَيد (رود) رُخاءً (رخو)، عُرف، يُسْر، اِسْتِدراج اور دَلّٰی کے الفاظ آئے ہیں اور ان تمام الفاظ میں آہستگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۱۔ رُوَیدا: الرّوْد سے مشتق ہے اور اَرْوَدُ کا مصدر مصغر ہے۔ کہتے ہیں اِمش علی الرود آہستہ چلو۔ اور سَارُوا سَيْرًا رُوَيْدًا۔ وُہ نرمی سے اور آہستہ آہستہ چلے اور اَرْوَدُ معنی اپنے کام میں آہستگی کرنے والا۔ نیز کہتے ہیں اَلدَّهْرُ اَرْوَدُ ذُوْ غِيَرٍ یعنی زمانہ چپکے چپکے کام کرتا رہتا ہے۔ پتہ نہیں لگنے

دینا۔ نیز کہتے ہیں رُوَیْدَ زَیْدًا۔ زید کو مہلت دو (منجد) گویا رُوَیْد کا مفہوم آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے رسی دراز کرتے جانا یا تھوڑی مہلت دیتے جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ (۸۶/۱۷) — تو تم کافروں کو مہلت دو۔ بس چند روز ہی مہلت دو۔

۲۔ رُخَاءً: اتنی نرم اور آہستہ چلنے والی ہوا جو کسی چیز کو نہ ہلائے (منجد) ہوا کا نرمی سے دھیرے دھیرے چلنا (ف ل ۴۶) ارشاد باری ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ (۳۸/۳۶) — پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔

۳۔ عُرْفًا: دھیمی چلنے والی راحت بخش ہوا۔ العرف بمعنی بُو۔ اکثر اس کا استعمال خوشبو کے لیے ہوتا ہے۔ (منجد) اور ایسی ہوائیں عموماً دھیمی رفتار سے چلتی ہیں۔ جیسے نسیمِ سحر۔ قرآن میں ہے:

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (۷۷/۱) — قسم ہے چلتی ہواؤں کی، دل کو خوش آتی (عثمانیؒ)

۴۔ یُسْر: بمعنی آسانی اور سہولت اور اس کی ضد عُسْر (تنگی) ہے اور یُسْرًا کا لفظ اس حالت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ جب کوئی کام آسانی اور سہولت کے ساتھ بلا تکلف سرانجام دیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا جھول واقع نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا (۵۱/۳) — پھر (قسم ہے ان ہواؤں کی جو) آہستہ آہستہ چلتی ہیں (جالندھری)
پھر کشتیاں آسانی سے چلنے والیاں (عثمانیؒ)

تو یہاں یُسْر سے مراد رفتار کی کمی نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ تیز رفتاری سے چلنے کے باوجود ان میں کوئی ہچکولہ، جھول، ڈھلک یا آواز پیدا نہیں ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آہستہ اور نرمی سے چل رہی ہیں۔

۵۔ استدراج: (درجہ) سیڑھی کے زینہ کو کہتے ہیں جبکہ اُوپر کو چڑھا جائے اور استدرج کے معنی آہستہ آہستہ اور بتدریج ایک چیز کو دوسری چیز کے قریب کرنے کے ہیں (مف) تاکہ اسے کچھ معلوم نہ ہو سکے۔ گویا استدراج میں تدریج اور آہستگی دو چیزوں کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (۷/۱۸۲) — اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو بتدریج اس طرح پکڑیں گے کہ انہیں معلوم ہی نہ ہو گا (جالندھری)
ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے۔ (عثمانی)

۶۔ دَلّٰی۔ دَلْوٌ کے معنی ایسا ڈول ہے جو پانی سے خالی ہو اور اَدْلٰی کے معنی خالی ڈول کو پانی سے بھرنے کے لیے کنویں میں لٹکانا ہے جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے اور دَلّٰی کے معنی آہستہ آہستہ کسی کام کو سرانجام دینے اور مقصد تک پہنچنے کے ہیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (۲۲)

غرض (شیطان مردود نے) ان دونوں (آدم وحوا) کو دھوکا دے کر (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا۔ (جالندھریؒ)

مائل کر لیا اُن کو فریب سے (عثمانیؒ)

ماحصل : (۱) تَدْرِیْد : کسی کی رسی آہستہ آہستہ چھوڑتے جانا تاکہ وہ اپنے انجام کو پہنچے۔

(۲) رُخَاءً : ہوا کا آہستگی اور نرمی سے کام کرنا جس سے کچھ مزاحمت نہ ہو۔

(۳) عُرْفًا : ہوا کا آہستگی کے ساتھ چلنا جبکہ راحت بھی شامل ہو۔

(۴) یُسْرًا : بلا تکلف اور بسہولت کسی کام کو بغیر کسی مزاحمت کے سرانجام دینا۔

(۵) استدراج : تدریج اور آہستگی سے کسی دوسری چیز کے قریب ہونا۔

(۶) دَلّٰی : تدریج اور آہستگی سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے آتا ہے۔

✱✱ ✲✲ ✱✱

ا

۱۔ اُبلنا۔ جوش مارنا

کے لیے غَلٰی، نَضَّخَ اور فَارَ (فور) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ غَلٰی: غلا کے بنیادی معنی اپنی حد سے تجاوز کرنا اور اوپر اٹھنا ہے: اس سے غَلَا القِدْرُ (ہانڈی کا جوش مارنا) اور غلا السّعر (نرخوں کا بلند ہو جانا) ہے (م ل) ارشادِ باری ہے:

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (۴۴/۴۶) — جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں اس طرح کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔

۲۔ نضخ: پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا (منجد) مگر نضخ میں جوش مارنے کی وجہ کثرتِ آب اور دباؤ ہوتی ہے نہ کہ حرارت اور نَضَّاخ موسلا دھار بارش کو بھی کہتے ہیں۔ (منجد) اور عَيْنٌ نَضَّاخَةٌ وہ چشمہ ہے جو کثرتِ آب کی وجہ سے جوش مار رہا ہو۔ (م ل) ارشادِ باری ہے:

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (۵۵/۶۶) — ان دونوں باغوں میں دو چشمے اُبل رہے ہیں

۳۔ فَارَ: فار کا لفظ ہانڈی کے جوش مارنے، چشمہ سے پانی ابلنے کے لیے اور آگ کے جوش مارنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ اس صورت میں استعمال ہوگا جبکہ ابال جلد جلد اُٹھ رہا ہو کیونکہ الفور کے معنی بہت جلدی کے ہیں۔ کہا جاتا ہے رجع من فوره، وُہ بلا توقف بہت جلد جلد واپس ہوا۔ (منجد) اور لفظ فوّارہ بھی اسی سے مشتق ہے۔ جس میں پانی میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱/۴۰) — یہاں تک کہ ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا۔

ماحصل: (۱) غلی: گرمی کی وجہ سے کسی مائع چیز کا جوش مارنا اور اپنی اصل سطح سے بلند ہونا۔ (۲) نضخ: کثرتِ آب اور دباؤ کی وجہ سے پانی کا جوش مارنا (۳) فَارَ: کسی چیز میں شدت اور جلدی کی وجہ سے اس کے ابال میں تسلسل قائم رہنا

۲ــــ اُبھار

کے لیے کعب، حَدَب، اَمْت، نَجْد اور سَمْك کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کعب: بمعنی ٹخنہ۔ پھر جو کوئی ابھار ٹخنہ کی مانند ہو اس پر بھی کعب کا اطلاق ہوتا ہے۔ كَعَبَتِ الْجَارِيَةُ بمعنی لڑکی کے پستان ابھرے اور بڑے ہوئے۔ اور کُعب بمعنی عورت کے ابھرے ہوئے پستان اور کاعِب

اس عورت کو کہتے ہیں جس کے پستان اُٹھ آئے ہوں۔ (ج کواعب) بمعنی نوجوان عورتیں (مف منجد) ارشاد باری ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا۔ (۳۳/۷۸)	بیشک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی) باغ، اور انگور اور نوجوان ہم عمر عورتیں۔

۲۔ حَدَب: حَدَبَ الرَّجُل بمعنی آدمی کا کبڑا ہونا اور حدب بمعنی کبڑاپن اور مجازاً اس بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو۔ ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو اور یہ ابھار یا ڈھلان کبڑاپن کی طرح ہو۔ (محدّب ضد مجوّف) ایسے شیشے جو دور و نزدیک کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور محدّب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ شیشہ مسور کے دانے کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۲۱/۹۶)	یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے آ رہے ہوں۔

۳۔ اَمْت: (ضد عوج) (بمعنی پستی) اور عوج اور امت بمعنی نشیب و فراز اور اَمْت بمعنی چھوٹا ٹیلہ۔ ربّہ بلند مقام (منجد) یعنی ایسی بلندی اور پھیلاؤ جس میں کوئی ترتیب نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا (۲۰/۱۰۷)	جس میں نہ تم کجی (پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)

۴۔ نجد، کعب نما بلند اور بڑا ٹیلہ۔ اور بمعنی چھوٹا پہاڑ اور بمعنی گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ۔ نیز بمعنی عورت کے پستان (منجد م ق) اور نَجْدَیْن کا لفظ محاورتاً عورت کے دو پستانوں، صدق و کذب اور حسن و قبح کے تقابل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰/۱۰)	اور انسان کو (خیر و شر) کے دونوں راستے بھی دکھا دیے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

اس میں نجدین سے بعض مفسّرین دونوں پستان مراد لیتے ہیں جن کی طرف بچہ پیدا ہوتے فطری طور پر لپکتا اور پرورش پاتا ہے۔

۵۔ سَمْك: سمك بمعنی بلند کرنا۔ موٹا اور دبیز کرنا اور سمك بمعنی چھت یا چھت کی موٹائی۔ نیز ہر اونچی اور موٹی چیز کا قد و قامت (منجد) اور سَنَامٌ سَامِكٌ بمعنی اونٹ کی اونچی کوہان۔ (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (۷۹/۲۸)	کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا۔ اللہ نے آسمان کو بنایا۔ پھر اونچا کیا اس کا اُبھار، پھر اسے برابر کیا (عثمانیؒ)

ماحصل: اُبھار کا اگر پھیلاؤ اور بلندی تقریباً برابر ہوں تو یہ کعب اور نجد ہے۔ صرف کمیت کا فرق ہے۔ اگر پھیلاؤ زیادہ اور بلندی کم ہو تو یہ حَدَب ہے اور اگر پھیلاؤ کم اور اونچائی زیادہ ہو تو یہ سَمْك ہے اور اگر بلندی

اور پھیلاؤ میں کوئی ترتیب اور تناسب نہ ہو تو یہ آھنت ہے۔

۳۔ ابھارنا۔ برانگیختہ کرنا

کے لیے حَرَّضَ، حَضَّ، حَثَّ، اَزَّ اور جَرَمَ کے الفاظ آئے ہیں ؛

۱۔ حَرَضَ ؛ کے معنی سخت بیمار ہونا۔ لاغر ہونا اور قریب بہ ہلاکت ہونا ہے (م۔ل، م ق) قرآن میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۔ (۱۲/۸۵) — (یعقوبؑ کے) بیٹے اپنے باپ سے کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

اور حَرَّضَ کے معنی ترغیب دے کر ایسی ہلاکت اور تباہی سے بچانا ہے (م ل) یعنی کسی ایسے کام پر ابھارنا، یا اشتیاق پیدا کرنا کہ اگر وہ نہ کیا جائے تو ہلاکت و تباہی کا موجب ہو۔ قرآن میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔ (۸/۶۵) — اے نبیؐ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔

۲۔ حَضَّ
۳۔ حَثَّ } کسی کو کسی کام پر ابھار کر کام کی رفتار تیز کرنا۔ اچھے کام کی ترغیب دینا۔ اصل میں حَضَّ اور حَثَّ دونوں الفاظ ابھارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ حَثَّ کا لفظ صرف کسی (سواری وغیرہ) کو چلانے اور ہانکنے کے لیے آتا ہے اور باقی سب کاموں میں حَضَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا۔ (۷/۵۴) — وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر ابھارنے یا ترغیب دینے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ۔ (۱۰۷/۱-۳) — بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔

۴۔ اَزَّ ؛ کسی کو یوں برانگیختہ کرنا کہ اسے احساس بھی نہ ہو۔ کسی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دینا (م ل) اَزِیْز ہانڈی کے جوش کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عموماً برے مفہوم میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے ؛

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (۱۹/۸۳) — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ جَرَمَ ؛ جَرَمٌ (مصدر) گناہ اور قصور کو کہتے ہیں اور جب یہ فعل ہو تو اس کے معنی کسی کو برے جانکاہ کام پر اکسانا اور برانگیختہ کرنا[1]۔ قرآن میں ہے ؛

---

[1] لغت اس معنی کی تائید نہیں کرتی لیکن تراجم مثلاً جالندھریؒ، عثمانیؒ اور تفہیم القرآن سب ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید کرتے ہیں۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (۵/۸) — اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔

ماحصل: (۱) حَرَّضَ : ایسی بات پر ترغیب دینا کہ اس کا نہ کرنا ہلاکت و تباہی کا موجب ہو۔
(۲) حَثَّ : سواری وغیرہ کی رفتار تیز کرنے کیلیے۔
(۳) حَضَّ : سواری کے سوا باقی اچھے کاموں کی ترغیب کے لیے۔
(۴) اَزَّ : برے کاموں پر یوں ابھارنا کہ احساس بھی نہ ہو۔
(۵) جَرَمَ : گناہ کے کاموں پر ابھارنے اور اشتعال دلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۔ اتارنا ۔ اترنا

اترنا کے لیے نَزَلَ اور تَنَزَّلَ، حَلَّ اور هَبَطَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَزَلَ : اترنا معروف لفظ ہے۔ بلندی سے کسی چیز کا نیچے آنا (مف) اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ (نزول کی ضد صعود بھی ہے اور عروج بھی۔ قرآن میں ہے :

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا۔ (۵۷/۴) — اور جو چیز آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے۔

اور تَنَزَّلَ بہ بھی نَزَلَ بہ کا ہم معنی ہے۔ اور فرشتوں اور احکاماتِ الٰہی کے نزول کے لیے یہ دونوں الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

(۱) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۲۶/۱۹۳) — اسے امانتدار فرشتہ لے کر اُترا۔

(۲) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (۹۷/۴) — اس رات میں رُوح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔

لیکن شیطانی القاء کے لیے صرف تنزّل بہ ہی آئے گا (مف) ارشاد باری ہے :

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۶/۲۲۱-۲۲۲) — میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۲۔ حَلَّ : کے بنیادی معنی "گرہ کھولنا" ہے اور اس کی ضد "عَقَدَ" یعنی گرہ باندھنا ہے۔ اربابِ حل و عقد عام فہم لفظ ہے بمعنی صاحبانِ بست و کشاد۔ اور سامان باندھنے اور کھولنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مسافر سامان باندھ کر سفر پر جاتا ہے اور جہاں فروکش ہوتا ہے تو سامان کھول دیتا ہے۔ لہٰذا حَلَّ کا لفظ فروکش ہونے اور اترنے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا (م ل) اور جس طرح مسافر کسی جگہ فروکش ہو کر سامان کھولتا ہے۔ اسی طرح حَلَّ کا لفظ کسی کام کے نتیجہ کے طور پر بھی آتا ہے۔ کہا جاتا ہے من جرّب المُجرَّب حلّت به الندامة۔ یعنی جو آزمائے ہوئے کو آزمائے اس پر ندامت اترتی ہے۔ قرآن میں ہے :

مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَيَحِلُّ عَلَيۡهِ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ۔ (۳۹/۴) — کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؛

۳۔ ھَبَطَ: کسی چیز کا قہرًا یا اضطرارًا نیچے اتر آنا یا گرنا یا نکلنا جیسے پتھر بلندی سے گرتا ہے (مف) بے اختیار ہو کر نکلنا، اپنے مرتبہ سے فروتر ہونا اور بلندی سے پستی کی طرف جانا، سب اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) کسی سواری سے نیچے اترنا کے لیے:

قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ (۱۱/۴۸) — حکم ہوا کہ نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ۔

(۲) کسی چیز کا اضطرارًا و قہرًا نیچے اترنا۔

وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ۔ (۲/۷۴) — اور (پتھروں میں سے) کچھ ایسے ہیں کہ خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔

(۳) مرتبہ سے فروتر ہو کر نکلنے کے لیے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ۔ (۲/۳۶) — پھر شیطان نے ان دونوں (آدم و حوا) کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے۔ اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ یہاں سے نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اس مفہوم کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن — بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے!

ماحصل: (۱) نزل کا لفظ عام ہے۔ تنزّل، وحی و احکاماتِ الٰہی اور شیطانی القاء وغیرہ کے آتا ہے۔

(۲) حَلَّ: کسی مقام پر اترنے کے لیے۔

(۳) ھبط: قہرًا یا اضطرارًا کسی جگہ سے اترنے، گرنے یا نکلنے کے لیے آتا ہے۔

اتارنا: کے لیے نَزَلَ سے اَنۡزَلَ اور نَزَّلَ، حَلَّ سے اَحَلَّ اور اس کے علاوہ وَضَعَ اور خَلَعَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ اَنۡزَلَ اور نَزَّلَ بعض علماء کا خیال ہے کہ اَنۡزَلَ کا لفظ بلندی سے کوئی چیز یکبارگی اتارنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ (۹۷/۸) — ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں اتارا۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم یکبارگی نازل نہیں ہوا۔ اس کی توجیہہ یہ ہے کہ قرآن کریم اس رات کو آسمان دنیا پر تو یکبارگی نازل ہو گیا۔ بعد میں حسب موقع و ضرورت بذریعہ وحی نازل ہوتا رہتا۔ دوسری توجیہہ یہ ہے جیسے (فتح محمد صاحبؒ) نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع

کیا اور تنزیل سے مراد کسی چیز کو بتدریج یا حسب ضرورت اتارنا کے ہیں۔ جیسے :

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ۔ (۲۵/۱) — وُہ خدائے عزوجل بہت ہی بابرکت ہے۔ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔

چنانچہ امام راغب بھی یہی خیال فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "ان دونوں میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو مرۃً بعد اخریٰ اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور انزال کا لفظ عام ہے جو ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے (مف) گویا امام موصوف کے نزدیک تنزیل کا لفظ تدریج کے لیے اور انزال کا تدریج اور یکبارگی اتارنے دونوں کیلئے آتا ہے لیکن قرآن اس کی تائید نہیں کرتا۔ مثلاً :

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً۔ (۲۵/۳۲) — اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن یکبارگی کیوں نہیں اتارا گیا؟

یہاں یکبارگی کے ساتھ تنزیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں لفظ اس قدر قریب المعنٰی ہیں کہ ایک کی جگہ دوسرا بلا تکلف استعمال ہو سکتا ہے صرف الفاظ کی بندش اور جملہ کی وضاحت کے لحاظ سے کوئی بھی ایک لفظ قرآن کریم نے استعمال کر لیا ہے۔

۲- اَحَلَّ : کسی دوسرے کو کسی مقام پر آتارنا۔ اور یہ اترنے والے کے کسی عمل کے نتیجہ پر ہوتا ہے۔ اور خیر و شر دونوں صورتوں میں آتا ہے۔ مثلاً خیر کے لیے :

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ۔ (۳۵/۳۵) — وُہ کہیں گے، خدا کا شکر ہے، کہ جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں اتارا۔

شر کے لیے :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ (۱۴/۲۸) — کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جا اتارا۔

۳- وَضَعَ : وضع کے بنیادی معنی نیچے رکھ دینا کے ہیں (مف) لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور حمل میں بھی بوجھ ہی اتارا جاتا ہے۔ مثلاً :

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ۔ (۹۴/۲) — اور ہم نے آپ سے وُہ بوجھ اتار دیا جو آپ کی کمر توڑ رہا تھا۔

پھر یہ لفظ اتارنے کے لیے عام ہونے لگا، مثلاً :

حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُمْ مِّنَ الظَّھِیْرَۃِ۔ اور جب تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتارتے ہو۔

۴۔ خَلَعَ: بنیادی معنی کسی چیز کو علیحدہ کرنا ہیں جو پہلے اس میں شامل تھی۔(م ل) لفظ خُلع بھی یہی مفہوم ادا کرتا ہے کہ عورت زرِ بدل دے کر خاوند سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ پاؤں سے جوتے تک کو علیحدہ کرنے (اتارنے) کے لیے استعمال ہوا ہے۔ فرمایا:

اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ۔ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی۔ (۲۰/۱۲) (اے موسیٰؑ) میں تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دو۔ تم یہاں پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔

اور خلع میں یہ عجیب نسبت ہے کہ قدیم تہذیبوں میں عورت کو پاؤں کے جوتے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

ماحصل: (۱) اِنْزَال اور تَنْزِیْل کسی چیز کو نیچے اتارنے کے لیے ہیں انزال یکبارگی اور تنزیل محض اتارنے کے لیے خواہ یکبارگی ہو یا بتدریج

(۲) اَحَلَّ: میں اتارنے کا عمل اترنے والے کے کسی عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے۔

(۳) وضع: کسی چیز کو اتار کر نیچے رکھنے کے لیے۔

(۴) خلع: کسی چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کر کے اتارنے کے لیے جس میں وہ شامل تھی، استعمال ہوتے ہیں۔

اِترانا ـــ تکبّر کرنا

کے لیے فَرِحَ، بَطِرَ، مَرِحَ، اِخْتَال، فَخَرَ، اَشِرَ، تَمَطّٰی اور تَکَبَّرَ اور نَفِرَہ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ فَرِحَ: کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ فرح القلب اور فرح النفس۔

فرح القلب سے مراد کسی نعمت پر تہِ دل سے شکر گزار ہونا ہے۔ یہ محمود صفت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (۱۰/۵۸) آپ کہہ دیجئے کہ (کتاب) خدا کے فضل اور اس کی مہربانی سے نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں اور یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اور فرح النفس مذموم صفت ہے۔ یعنی خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اترانے لگنا اور پھولا نہ سمانا اور خوشیاں منانا۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (۲۸/۷۶) جب اس (قارون) کی قوم نے اسے کہا، اترائیے مت۔ خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔ بَطِرَ: نعمتوں کی فراوانی کی وجہ سے بہک جانا اور بقول امام راغب بطر ایک دہشت ہے جو خوشحالی کے غلط استعمال، حق نعمت میں کوتاہی اور نعمت کے غلط استعمال سے انسان کو لاحق ہوتی ہے۔ (مف) اور ابن فارس کے نزدیک بطر کے اصل معنی پھاڑنا کے ہیں۔ یعنی جیسے نعمت کی فراوانی نے کسی کے دیدے پھاڑ دیے ہوں اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا گویا بطر کے مفہوم میں بھی نعمت کی فراوانی اور عدمِ شکر اور غلط استعمال موجود ہے اور یہ فَرِحَ سے اگلا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا۔ (۲۸/۵۸)	اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی فراخیٔ معیشت پر اترا رہے تھے۔

۳۔ مَرَحَ: فرطِ انبساط سے جھومنے لگنا (شِدَّةُ الفرح ف ل ۱۷۰) ناز و ادا سے اکڑ اکڑ کر چلنا۔ یہ تیسرا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (۱۷/۳۷)	اور زمین میں اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ ہی لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔

۴۔ اِخْتَالَ: (خیل) ابنِ فارس کے نزدیک خیل کے معنی يدل على حركة في تلوّن (م۔ل) یعنی وہ حرکت جو ہر آن نیا رنگ بدلتی ہے۔ تَخَيُّل کے معنی تصور باندھنا، تکبّر کرنا اور اختال بمعنی اکڑ کر چلنا اور تکبّر کی چال چلنا (منجد) آتے ہیں۔ گویا ایسے شخص کا دماغ عام آدمیوں سے اونچی سطح پر ہوتا ہے۔ اور یہ مَرَحَ سے اگلا درجہ ہے۔

۵۔ فخر، ایسی باتوں پر شیخی بگھارنا جو اس کے اپنے قبضہ و اختیار سے خارج ہوں۔ مثلاً حسب و نسب پر اترانا یا موروثی مال و دولت پر شیخی بگھارنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (۳۱/۱۸)	اور (ازراہِ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرح، اختال اور فخر تینوں مذموم صفات کا بالترتیب ذکر فرمایا ہے۔

۶۔ اَشَر، اَشِرٌ: ایسے خود پسند کو کہتے ہیں جو مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زبان سے ڈھینگیں مارتا اور لاف زنی بھی کرتا ہو۔ امام راغب الاشر کے معنی بہت زیادہ اترانا بتلاتے ہیں (مف) گویا یہ مَرَح اور اختال سے بھی اگلا درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ	ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔

۷۔ تَمَطّٰی: (مطو بمعنی چلنے میں گھمنڈ سے بازو پھیلانا (منجد) بے نیازی کا اظہار کرنا۔ بازو پھیلا کر گھمنڈ سے تیز تیز چلنا (ف ل ۸۱۷) قرآن میں ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى۔ (۷۵/۳۳)	تو اس (عاقبت نا اندیش نے) نہ تو (کلامِ خدا کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔

۸۔ تَكَبُّر: یہ فخر کا سب سے آخری درجہ ہے جس میں انسان عُجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خود پسندی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور حق بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں مروی ہے، الكبر ان تسفه الحق وتغمص الناس[1] (الادب المفرد للبخاری)

[1] تکبر یہ ہے کہ تو حق بات ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

ارشاد باری ہے:

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (۷/۱۳) — اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا تو جنت سے نکل جا تجھے شایاں نہیں کہ تو یہاں غرور کرے۔

۹۔ فَرِهَ، بمعنی خوش ہونا۔ اکڑنا اور فرہ بمعنی ماہر ہونا۔ حاذق ہونا۔ خوش ہونا۔ سبک ہونا اور فَارِهٌ بمعنی چست چالاک۔ جس کی مہارت ظاہر ہو (منجد) گویا فَرِهَ اپنے ہنر اور فن کے کمال پر خوش ہونے اترانے اور فخر کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ (۲۶/۱۴۹) — اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ (جالندھری)
فخریہ عمارتیں بناتے ہو (مودودیؒ)

ماحصل:
(۱) فَرِحَ، خوشیاں منانا۔ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی بجائے ان پر اترانا۔
(۲) بَطِرَ: کفرانِ نعمت اور ان کا غلط استعمال کرنے لگن اور دوسروں کو خاطر میں نہ لانا۔
(۳) مَرِحَ، ناز وادا سے اکڑ اکڑ کر چلنا شدت الفرح
(۴) اختال، متکبرانہ چال چلنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا۔
(۵) فَخَرَ، ایسی باتوں پر اترانا جنھیں کسی کا اپنا کچھ دخل نہ ہو۔
(۶) اَشَرَ، خود پسند اور لاف زنی کرنے والا ڈھینگیں مارنا
(۷) تَمَطّٰی، گھمنڈ کی وجہ سے بازو پھیلا کر تیز تیز چلنا۔
(۸) تَكَبَّرَ، گھمنڈ کا آخری درجہ۔ حق بات کو رد کر دینا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔
(۹) فرہ، اپنے فن کی مہارت پر اترانا۔

۶۔ اٹکل پچو یا من گھڑت باتیں کرنا

کے لیے خَرَصَ، اِخْتَلَقَ (خلق)، اِفْتِرَاء (فری) اور تَقَوَّلَ (قول) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَرَصَ، محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ النَّخْلَةَ سے یہ مراد ہے کہ محض اٹکل سے اندازہ لگانا کہ اس کھجور کے درخت پر کتنا پھل ہوگا اور خرّاص اس شخص کو کہتے ہیں جو اکثر کاموں میں محض اندازہ اور تخمینہ سے کام لیتا ہو۔ (منجد) ایسا آدمی عموماً جھوٹا اور ناقابلِ اعتماد ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ۔ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ (۵۱/۱۰تا۱۲) — اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں، جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا؟

۲۔ اِخْتَلَقَ، خَلَقَ بمعنی کوئی چیز پیدا کرنا جس کا مواد کچھ نہ کچھ پہلے موجود ہو اور اختلاق کے معنی ایسی بات جس میں کچھ تھوڑی بہت حقیقت بھی ہو تو اس میں جھوٹ سچ ملا کر اس کو ہموار، چکنا اور ملائم بنانا (م ل) بناوٹی اور خود تراشیدہ بات۔ اختراع (مف) یہ لفظ جھوٹی بات سے مختص ہے جسے اس طرح ہموار کیا گیا ہو کہ وہ سچ معلوم ہو۔ (فق ل ۱۱۲) ارشادِ باری ہے:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (۳۸/۷) — کافروں نے کہا) ہم نے یہ بات پچھلے مذہب میں کبھی سنی ہی نہیں۔ یہ تو بالکل بناوٹی ہوئی بات ہے۔

۳۔ افتراء: اس کا مادہ فری ہے۔ فری کے معنی جھوٹ باندھنا اور بگاڑ پیدا کرنا (م ۔ا) ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت:

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا (۱۹/۲۷) — پھر (مریمؑ) لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں تو وہ اسے کہنے لگے اے مریمؑ! تو لائی یہ چیز طوفان کی (عثمانیؒ) سے یہ مراد ہے تو نے یہ کیا غضب کر دیا اور فساد بپا کر دیا ہے۔

اور افتراء ایسے جھوٹ یا الزام کو کہتے ہیں جو فساد اور بگاڑ کی خاطر سوچ سمجھ کر بنایا جائے (مف) بہتان باندھنا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۔ (۱۷/۷۳) — اور اے پیغمبرؐ جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا یہ (کافر) لوگ تم کو اس سے بچلا دیں تاکہ تم اس کے سوا دوسری باتیں ہماری نسبت بنا لو۔

۴۔ تَقَوَّلَ، قول۔ ہر منہ سے نکلی ہوئی بات قول ہے۔ اور بعض دفعہ قول کا اطلاق ایسی بات پر بھی ہوتا ہے جو ابھی دل میں ہو۔ مثلاً:

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ ۔ (۵۸/۸) — اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟

اور تَقَوَّلَ کے معنی جھوٹی بات کو اختراع کرنا پھر اسے کسی دوسرے کے سر تھوپ دینا (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۶۹/۴۴ تا ۴۶) — اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔

ماحصل: (۱) خرص، محض ظن و تخمین سے کام لینا جس میں حقیقت کو دخل نہ ہو۔
(۲) اِخْتَلَقَ، جبکہ تھوڑی بہت حقیقت باقی سب فسانہ ہو۔ جھوٹی بات جو سچی معلوم ہو۔
(۳) افتراء، فساد اور بگاڑ پیدا کرنے کی خاطر جھوٹ تراشنا۔
(۴) تقوّل، جھوٹ خود تراشنا پھر اسے کسی دوسرے پر تھوپ دینا۔

۷۔ اُٹھانا ـــ بوجھ اُٹھانا

کے لیے حَمَلَ، نَاءَ (نوء)، وَزَرَ، اَثَارَ (ثور)، اَقَلَّ، بَعَثَ، اَنْشَرَ، اَنْشَزَ، اِلْتَقَطَ اور لَقَحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَمَلَ: بوجھ اٹھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال عام ہے اور مادی اور معنوی دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی جیسے ماں کا اپنے پیٹ میں بچہ کا بوجھ اٹھانا یا درخت کا اپنے پھل کا یا بادل کا اپنے پانی کا بوجھ اٹھانا۔ غرض یہ لفظ ہر طرح مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ (۱۸۹/۷) — جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

(۲) معنوی بوجھ اٹھانے کے لیے:

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ (۱۱۱/۲۰) — اور اس زندہ و قائم کے روبرو منہ نیچے ہو جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔

اور حَمَلَ عَلٰی بمعنی کسی پر بوجھ لادنا اور حَمَّلَ بوجھ اٹھوانا کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا (۲۸۶/۲) — اور ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

۲۔ نَاءَ : (ینوء) کے معنی سخت محنت کرنا اور مشقت سے بوجھ اٹھانا (م۔ل) زیادہ بوجھ ہونے کی وجہ سے مشکل سے اٹھانا یا اٹھا سکنا (م۔ا) ارشادِ باری ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ (۷۶/۲۸) — اور ہم نے اس (قارون) کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔

۳۔ وَزَرَ : جب کوئی شخص اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اٹھاتا اور چل دیتا ہے تو یہی وَزَرَ کا صحیح مفہوم ہے۔ اسی لیے ذنب یعنی گناہ کو وِزر کہتے ہیں یعنی وہ شخص اپنے کیے ہوئے گناہ کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ (م ل) گویا وِزر کا استعمال عموماً گناہوں کے بارگراں اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ (۳۱/۶) — اور وہ اپنے (گناہوں کے) بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھائیں گے کیسا برا ہے۔

۴۔ اَثَارَ : (ثور) ثار کے معنی کسی چیز کے اوپر اٹھنا ہیں (م ل) اور اَثَارَ کا لفظ اوپر اٹھانے کے لیے آتا ہے۔ اگر یہ لفظ زمین سے متعلق ہو تو اس کے معنی ہل جوتنا ہوتا ہے کہ اس سے زمین کو اوپر اٹھاتے ہیں۔ اور بالعموم اس لفظ کا استعمال ہواؤں اور دریاؤں کو اوپر اٹھانے کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا (۴۸/۳۰) — خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔

۵۔ اَقَلَّ : قَلَّ بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کم ہونا (۲) بلند ہونا اور اَقَلَّ بمعنی کسی چیز کو اٹھانا اور بلند کرنا (منجد) اور اَقَلَّ اَثَارَ سے زیادہ ابلغ ہے۔ یعنی ہواؤں کا بارش سے لدے ہوئے بوجھل بادلوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر اٹھائے لیے پھرنا (مف) چنانچہ درج ذیل آیت بھی اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ (۷/۵۷)	اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں۔

۶۔ بَعَثَ : بنیادی طور پر اس میں دو معنی پائے جاتے ہیں (۱) ابھارنا۔ اٹھانا (۲) تنہا روانہ کرنا (منجد) کبھی تو بیک وقت یہ لفظ دونوں معنوں میں کبھی الگ الگ کسی ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے بَعَثْتُ الْبَعِيْرَ جس کے معنی ہیں اونٹ کو اٹھانا اور آزاد کر دینا۔ اس وقت ہمارے زیر بحث اس کے پہلے معنی ہیں۔ اگر اس لفظ کا استعمال مُردوں سے متعلق ہو تو بھی اس میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ یعنی مردوں کو زندہ کر کے اٹھانا اور میدانِ محشر کی طرف چلانا۔ مثلاً :

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (۲۲/۷)	اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ خدا سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائیگا۔

پھر یہ لفظ نیند سے اٹھانے کے لیے بھی (یعنی صرف پہلے معنی میں) استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ نیند بھی ایک ہلکی قسم کی موت ہی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ (۱۸/۱۹)	اور اسی طرح ہم نے ان (اصحاب کہف) کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔

۷۔ اَنْشَرَ : نَشَرَ کے بنیادی معنی پھیلانا ہیں اور اس کی ضد طوی یعنی لپیٹنا ہے۔ نَشَرْتُ الْكِتَابَ یعنی میں نے کتاب کو کھولا یا پھیلایا اور طَوَيْتُهٗ کے معنی کتاب کو لپیٹ دیا یا بند کر دیا (م ل) جیسا کہ قرآن کریم میں ہے :

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱/۱۰)	اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

اور نَشَرَ الْمَيِّتُ نُشُوْرًا کے معنی میت کے از سر نو زندہ ہونے کے ہیں (مف) وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ کے معنی اللہ کے پاس ہی قبروں سے نکل کر جانا ہے۔ اس میں زندہ ہونا، اٹھنا اور پھیلنا سب معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی سے اَنْشَرَ فعل متعدی ہے۔ ارشادِ باری ہے :

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (۸۰/۲۲)	پھر اللہ نے انسان کو موت دی پھر اسے قبر میں دفن کرایا پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔

۸۔ اَنْشَزَ : نشز کے بنیادی معنی ارتفاع، اٹھان، ابھار کے ہیں۔ خصوصاً جب کسی چیز میں یہ اٹھان تحرک اور ہیجان کا نتیجہ ہو۔ (غ ق) نَشَزَ الرجل کا معنی بیٹھے ہوئے آدمی کا اٹھ کھڑا ہونا ہے (منجد) اسی سے اَنْشَزَ فعل متعدی ہے۔ قرآن میں ہے :

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا	اور اپنے (ہمراہ) گدھے کو دیکھو اور ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہا اور ہڈیوں کی طرف بھی دیکھو، ہم

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (۲/۲۵۹) — انھیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت پوست چڑھاتے ہیں۔ (عثمانیؒ)

یہاں اَنْشَزَ استعمال کرنے کا یہ معنٰی ہے کہ ان ہڈیوں میں تحرک اور ہیجان پیدا ہوا۔ وہ آپس میں جڑنے لگیں اور گدھے کا پنجر کھڑا ہو گیا۔

۹۔ اِلْتَقَطَ: لَقَطَ کے معنی زمین سے کسی چیز کا اٹھانا اور لُقْطَۃ اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر گری پڑی دستیاب ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو (منجد) اسی سے اِلْتَقَطَ مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ زمین سے کسی ایسی گری پڑی چیز کا اٹھانا جس کے مالک کا علم نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِىْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ (۱۲/۱۰) — (یوسفؑ کے بھائیوں میں سے) ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو۔ کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو۔ کوئی راہگیر اسے اٹھا لے جائیگا۔

۱۰۔ لَقِحَ: یہ لفظ باطنی قسم کے بوجھ اٹھانے سے مخصوص ہے لقحت الناقۃ بمعنی اونٹنی حاملہ ہو گئی (مف) پھر یہ لفظ ہواؤں سے بھی متعلق ہے جو نر درخت سے تخم لے جا کر مادہ درخت میں تخم ریزی کرتی ہیں یا وہ ہوائیں جو بارش کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (۱۵/۲۲) — اور ہم بادلوں کے پانی کا بوجھ اٹھانے والی ہوائیں بھیجتے ہیں۔ پھر ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔

نیز دیکھیے —— بلند کرنا۔

ماحصل:

(۱) حَمَلَ: بوجھ اٹھانے کے لیے خواہ مادی ہو یا معنوی۔ عام ہے۔

(۲) نَآءَ: زیادہ بوجھ جو بہ مشقت اٹھایا جا سکے) بوجھ کو بہ مشقت اٹھانا

(۳) اَثَارَ: ہواؤں کا بادلوں کو اٹھانے کے لیے

(۴) وَزَرَ: عموماً گناہ کا بوجھ اٹھانے کیلیے آتا ہے۔

(۵) اَقَلَّ: بادلوں کا بوجھ معمولی سمجھ کر اٹھانے کے لیے

(۶) بَعَثَ: مُردوں کو اٹھانے کے لیے

(۷) اَنْشَرَ: مُردوں کو اٹھا کر پھیلانے کے لیے

(۸) اَنْشَزَ: کسی چیز میں تحرک پیدا کر کے اٹھانے کے لیے

(۹) اِلْتَقَطَ: کسی گری پڑی چیز کو اٹھانے کے لیے

(۱۰) لَقِحَ: باطنی قسم کا بوجھ اٹھانے کے لیے مخصوص ہے

نیز دیکھیے "بلند کرنا"

۸۔ اٹھنا

کے لیے بعث سے انبعث، نَشَرَ، نَشَزَ اور قَامَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اِنْبَعَثَ: بَعَثَ (کے معنی کے لیے اٹھنا) کے باب اِنْفِعَال میں ہونے کی وجہ سے اس کے معنی کسی شخص کا خود اٹھنا اور کسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے تنہا روانہ ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ اِذِ انْبَعَثَ — (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب پیغمبر کو جھٹلایا۔ جب

اَشْقٰهَا (۹۱/۱۲:۱۱) — ان میں ایک نہایت بدبخت اٹھا۔

۲۔ نَشَرَ: (۱) مُردوں کا قبروں سے اٹھ کر پھیل جانا (کما مرّ) (۲) اٹھ کر نکل کھڑا ہونا۔

(۱) وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (۲۵/۳) — نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور نہ (مر کر) اٹھ کھڑے ہونا۔

(۲) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔ (۲۵/۴۷) — اور وہی تو ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔

۳۔ نَشَزَ: کسی تحریک یا تحرک کی وجہ سے اٹھنا۔ (کما مرّ)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸/۱۱) — اے ایمان والو! جب تمہیں مجالس میں کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو کھل کر بیٹھو خدا تم کو کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

۴۔ قَامَ: بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے آدمی کا اٹھ کھڑا ہونا یا چلتے چلتے کھڑے ہونا سب کے لیے آتا ہے۔ گویا کھڑا ہونا کے لیے بالعموم استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں دیکھئے:

(۱) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا۔ (۳/۱۹۱) — وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (۷۴/۱-۲) — اے (محمدؐ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور ہدایت کرو۔

(۳) كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (۲/۲۰) — جب بجلی (چمکتی اور) ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ماحصل: (۱) انبعث: اٹھ کر تنہا کسی مقصد کے روانہ ہو جانا کے لیے۔

(۲) نشر: اٹھنا اور پھیل جانا۔

(۳) نشز: کسی تحریک کی بنا پر اٹھ جانے کے لیے۔

(۴) قام: کسی بھی حالت کے بعد کھڑا ہونا۔ عام ہے۔

۹۔ اجازت لینا

اجازت لینے کے لیے اِسْتَاْذَنَ (اذن) اور اِسْتَاْنَسَ (انس) کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اِسْتَاْذَنَ: اذن (بمعنی اجازت یا منظوری) سے مشتق ہے۔ اِسْتَاْذَنَ بمعنی منظوری حاصل کرنا کسی کام کے لیے اجازت چاہنا اور اِسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ بمعنی اندر آنے کی اجازت طلب کرنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ — جو لوگ خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ تو آپ سے

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (۹/۴۴) — اجازت نہیں چاہتے کہ پیچھے رہ جائیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

۲۔ اِسْتَانَسَ: اَنَسَ بمعنی کسی چیز کو دیکھنا اور اس کو جاننا۔ اَنس الصوت بمعنی آواز سن لینا۔ اَنس النار۔ بمعنی آگ دیکھنا۔ اسی سے اِسْتَانَسَ مشتق ہے۔ بمعنی موانست پیدا کرنا۔ اپنے کسی قول و فعل کے ذریعے دوسرے کو اپنے سے متعارف کرنا۔ مثلاً کوئی شخص دروازے پر کھڑا ہو کر صاحب خانہ کو آواز دیتا ہے یا کھانستا ہے تو اس آواز یا کھانسنے کے عمل سے صاحب خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دروازے پر فلاں شخص ہے۔ تو اِسْتَانَسَ کا مفہوم پورا ہو گیا۔ ارشادِ باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا۔ (۲۴/۲۷) — اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔

ماحصل: (۱) استاذن: کسی کام کی اجازت یا منظوری طلب کرنا۔

(۲) استانس: اپنے کسی قول و فعل سے دوسرے کو متعارف کرانا۔

اور اجازت دینا کے لیے صرف اَذِنَ آیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (۹/۴۳) — (اے پیغمبر) خدا آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ان (منافقوں کو جہاد پر نہ جانے کی) کیوں اجازت دی۔

۱۰۔ اُجڈ

کے لیے عُتُلّ۔ فَظّ اور اَعْرَاب کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عُتُلّ: عَتَلَ بمعنی سختی سے اور درشتی سے کسی کو اس کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچنا اور گھسیٹنا (مف) عَتَلَهٗ اِلَى السِّجْنِ بمعنی اسے گھسیٹ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۴۴/۴۷) — اسے پکڑ لو اور کھینچ کر دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

اور عُتُلّ بمعنی اجڈ اور درشت خو (م۔ق) سخت گیر (مف) ارشادِ باری ہے:

عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸/۱۳) — سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے۔

۲۔ فَظّ بمعنی بدمزاج (مف) بدخلق (م۔ق) اور فظ بمعنی سخت کلام اور خلق ہونا (منجد) زبان کا کڑوا۔ ضد لین یعنی زبان اور مزاج کا نرم ہونا) ارشادِ باری ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (۳/۱۵۹) — (اے محمدؐ!) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتادِ مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل واقع ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

۳۔ اعراب: گنوار۔ بادیہ نشین، جنگلی، جنگل میں رہنے والے۔ غیر مہذب۔ جنھیں گفتگو یا طرز بود و باش کا سلیقہ

اور تمیز ہی نہ ہو سارشادِ باری ہے:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (۹/۹۷)

گنوار کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ اور اسی لائق ہیں کہ وہ ان احکام کو جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں جان ہی نہ سکیں۔

ماحصل: (۱) عتل: سخت مزاج اور سخت گیر (۲) فظ: بدمزاج اور گفتگو میں گالی گلوچ استعمال کرنے والا (۳) اعراب: بدتمیز جنھیں آداب گفتگو کا سلیقہ ہی نہ ہو

۱۱۔۔۔ اچانک۔۔ (ناگہاں)

کے لیے اِذْ اور اِذَا اور بَغْتَةً کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ اِذْ اور اِذَا۔ دونوں حروف ظرف "جب" کا معنی دیتے ہیں۔ اِذْ عموماً ماضی کے لیے آتا ہے اور اِذَا مضارع کے لیے۔ یہ دونوں حروف کبھی مفاجات یعنی ناگہاں یا اچانک کسی خبر کے ظہور کے لیے آجاتے ہیں۔ تاہم بعد کے واقعہ کا پہلے سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا اَسَدٌ بِالْبَابِ۔ یعنی میں نکلا تو اچانک دروازے پر شیر تھا۔ (منجد) اور قرآن میں ہے:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ۔ (۷/۱۰۷)

موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو اچانک وہ صریح اژدھا بن گیا۔

۲۔ بَغْتَةً: بمعنی اچانک کسی چیز کا یوں ظہور میں آنا کہ اس کے ظہور کا گمان بھی نہ ہو (مف) بَغْتَةً اور اِذْ یا اذا کا فرق یہ ہے کہ اذا میں بعد کے واقعہ کی پہلے واقعہ سے کچھ تعلق یا نسبت ہوتی ہے، جبکہ بغتۃ میں صرف کسی فجائی یا ناگہانی واقعہ کا ذکر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۷/۹۵)

تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ بے خبر تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا (۶/۳۱)

یہاں تک کہ جب قیامت اچانک ان پر آموجود ہوگی تو کہیں گے ہائے افسوس جو ہم نے قیامت کے بارے میں تقصیر کی!

۱۲۔۔۔ اچھا۔۔۔ خوب۔۔۔ بہتر

کے لیے نِعْمَ، خَيْرٌ، حَسَنٌ، مُثْلٰى اور جَمِيْلٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ نِعْمَ: کلمہ تحسین ہے جو ہر قسم کی مدح کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) جس کے معنی ہیں۔ واہ واہ کیا خوب۔ کسی اچھی چیز پر خوش ہو کر بولا جاتا ہے۔ ابن فارس کے نزدیک اس کا اصل عطف اور میلان ہے (م ل) یعنی جس چیز کو دیکھ کر طبیعت ادھر مائل اور راغب ہو تو نِعْمَ کہتے ہیں اور اس کی ضد بِئْسَ

ہے جو کلمہ ذم ہے اور مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۱۶/۳۰) — اور پرہیزگاروں کا گھر کیا خوب ہے؟

۲۔ خَیْر: ہر وہ چیز جو سب کو مرغوب ہو۔ مثلاً عدل، فضل، عقل اور مال و دولت کو بھی خیر کہتے ہیں (م-۱) اس کی ضد شر ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۸/۱۰۰) — اور وہ انسان تو مال و دولت سے سخت محبت کرنے والا ہے۔

یعنی خیر سے مراد ہر بھلی بات یا نیک کام ہوتا ہے اور اس کی جمع خیرات ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ (۱۱۴/۳) — وہ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر لپکتے ہیں۔

خیر کا لفظ صرف بھلی بات یا بھلے کام پر ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ بھلے آدمیوں یا چیزوں پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کے لیے بھی اس صورت میں خیر سے جمع اخیار آتی ہے۔ مثلاً:

اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (۴۷/۳۸) — وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔

گویا خیر کا لفظ کسی بھلی بات یا کام یا آدمی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور نِعْمَ کسی بھلی چیز کو دیکھنے سے خوش ہونے پر بولا جاتا ہے۔ درج ذیل آیت اس بات کی وضاحت کر رہی ہے:

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۳۰/۱۶) — آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر کیا ہی خوب ہے۔

۳۔ حَسَنٌ: بمعنی خوش کن اور پسندیدہ چیز (مف) اور اس کی ضد سَاءَ ہے۔ پھر یہ لفظ ظاہری خوبصورتی اور چہرے کے نکھار کے لیے بھی مستعمل ہے۔ جیسے فرمایا:

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۷۰/۵۵) — ان (جنت کے باغوں میں) نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

اس صورت میں اس کی ضد قَبُحَ ہے۔ علاوہ ازیں یہ لفظ اخلاق کی عمدگی کو ظاہر کرنے کے لیے بھی معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۶۹/۴) — اور ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔

۴۔ اَمْثَل اور مُثْلٰی۔ مَثَلَ کے معنی تصویر کا آنکھوں کے سامنے ہونا (مف) اور اَمْثَل کے معنی مثالی، بلنظیر، آئیڈیل۔ بہترین (م-۱) جیسے قرآن میں ہے:

اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً (۱۰۴/۲۰) — اس وقت سب سے اچھی راہ والا (یعنی عاقل و ہوشمند) کہے گا۔ (جالندھری)

اور مُثْلیٰ، اَمْثَلُ سے مؤنث ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (۲۰/۶۳) — اور تمہارے مثالی طریق زندگی کا خاتمہ کر دیں۔

۵۔ جمیل: اپنی اصل کے لحاظ سے جمال کے معنی ظاہری خوبی، شان، ٹھاٹھ اور خوبصورتی ہے (فق، ۲۱) جیسے فرمایا:

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ (۱۶/۶) — اور تمہارے لیے اس میں شان ہے۔

اور اَجْمَلَ فی العمل بمعنی کام کو بہتر طریقے سے سرانجام دینا ہے (م-ق) اور جمیل کا لفظ بہتر راستہ اختیار کرنے کے لیے آتا ہے۔ جیسے یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (۱۲/۱۸) — تم یہ بات اپنے دل سے بنا لائے ہو۔ سو اب صبر ہی اچھا ہے۔

اور رسول اللہؐ نے اپنی بیویوں سے فرمایا:

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۳۳/۲۸) — اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

بعد میں یہ لفظ چہرہ کی خوبصورتی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ لیکن اس کی مثال قرآن میں نہیں ہے۔

ماحصل: (۱) نعم۔ کلمہ تحسین ہے جو کسی اچھی بات پر تعریف کے طور پر کہا جاتا ہے۔

(۲) خیر۔ ہر بھلی بات، کام یا آدمی کے لیے۔

(۳) حُسن۔ خوش کن اور پسندیدہ بات ظاہری و معنوی خوبصورتی اور اچھائی کے لیے۔

(۴) امثل اور مثلیٰ بمعنی مثالی۔ بہترین۔ آئیڈیل جو قابل تقلید ہو۔

(۵) جمیل۔ افعال، اخلاق اور احوال ظاہرہ کی اچھائی کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ اچنبھا ـــ اجنبی ہونا

کے لیے نُکْر۔ عَجَب اور تَعَجُّب کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱۔ نَكِرَ بمعنی کسی بات سے ناواقف ہونا (نَكِرَةٌ ضد مَعْرِفَةٌ) اور انکر بمعنی انکار کرنا۔ کسی سے ناواقف ہونا اور تَنَاكَرَ بمعنی جان بوجھ کر ایک دوسرے سے ناواقف بننا اور اجنبیوں کا سا سلوک کرنا اور نُكْر۔ برا کام۔ سخت کام (منجد) اور منکر بمعنی برا کام۔ بری بات۔ ناگوار چیز۔ گویا نکر میں اجنبیت اور ناگواری دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً (۱۱/۷۰) — پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا۔

۲۔ عَجَب۔ عَجَبٌ ایسی حیرت کو کہتے ہیں جس کا سبب معلوم نہ ہو (مف) نیز عَجَبَ بمعنی پسند کرنا اور اَعْجَبَ بمعنی کسی ایسی چیز کا خوشگوار محسوس ہونا جو غیر متوقع ہو یا اس کا سبب معلوم نہ ہو۔ اور کبھی یہ لفظ محض خوشگوار کے

معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا عجب میں بھی دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ اجنبیت اور خوشگواری۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (۱۱/۷۳) — فرشتے (حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سے) کہنے لگے کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

۳۔ جُنُب، جَنْب بمعنی پہلو۔ کروٹ اور جُنُب بمعنی اجنبی بھی اور ناپاک بھی اور جُنُب کا لفظ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ (منجد) یہ لفظ قرآن میں ان دونوں معنوں میں آیا ہے۔ جب یہ اجنبی کے معنوں میں آئے تو اس میں ناگواری یا خوشگواری کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ ارشاد باری ہے:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (۴/۳۶) — اور رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) سے اچھا سلوک کرو۔

اور جَنَبَ بمعنی ایک طرف ہو جانا اور دُور ہونا اور جنبی شخص کو بھی چونکہ نماز اور مسجد وغیرہ سے ایک طرف یا علیحدہ رہنے کا حکم ہے۔ اسی نسبت سے اسے جُنُبی یا جُنُب کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا (۴/۴۳) — اور جنبی بھی (نماز کے قریب نہ جاتے) جب تک نہا نہ لے۔ مگر جو راہ چلتا مسافر ہو۔

ماحصل: اجنبیت کے ساتھ اگر ناگواری شامل ہو تو نَكِرَ اور اگر خوشگواری شامل ہو تو عجب اور جب ناگواری یا خوشگواری کچھ نہ ہو تو جُنُب آتا ہے۔

۱۴۔ احسان کرنا

کے لیے فَضَّلَ، مَنَّ، اَنْعَمَ، اَحْسَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ فَضَلَ: بمعنی کسی اچھی چیز کے اقتصاد اور متوسط درجہ سے زیادہ ہونا (مف) اور فُضُوْل یعنی ضرورت سے زیادہ چیز۔ نیز وُہ مالِ غنیمت جو تقسیم کے بعد بچ رہے۔ اور فَضُوْل بہت فضل کرنیوالا اور فَضْل بمعنی احسان۔ زیادتی (منجد) اور فَضَّلَ بمعنی کسی کو فضیلت یا بڑائی دینا۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (۲/۲۳۷) — اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو۔ (عثمانیؒ)

اور فَضَّلَ بمعنی کسی کے اصل استحقاق سے ازراہِ مہربانی کچھ زیادہ دینا۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲/۲۵۳) — یہ پیغمبر ہیں (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

۲۔ مَنَّ: بمعنی احسان بھلائی اور مَنَّ بمعنی احسان کرنا۔ احسان جتلانا اور ایک بھاری وزن کا نام (ج اَمْنَان اور اَمْنَاء) (منجد۔ مف) اور مَنَّ بمعنی بھاری احسان یا بڑا احسان ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ — اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں

بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (۳/۱۶۴) انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔

۳۔ أَنْعَمَ، اَلنِّعْمَةَ۔ انسان کی اچھی حالت کو کہتے ہیں اور نعمۃ ہر وہ چیز ہے جو انسان کی کوئی ضرورت پوری کرے اور اس کی خوشحالی کا باعث بن سکے اور یہ لفظ جنس کے لیے ہے خواہ نعمت تھوڑی ہو یا زیادہ اور نعمت اور انعام کا لفظ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ أَنْعَمَ کے معنی احسان، نیکی یا بھلائی کرنا ہے۔ لیکن انعم علی فرسہ کبھی نہ آئے گا (م۔ق) نیز یہ لفظ اپنی ذات کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتا۔ (فق۔ل ۱۵۸)

إِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (۳۳/۳۷) جب تم اس شخص سے، جس (زید بن حارثہ) پر خدا نے بھی احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا۔ یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو۔ (طلاق نہ دو)

۴۔ أَحْسَنَ ؛ احسان کا معنی ہر نیک اور اچھا کام ہے خواہ اس کا تعلق اپنی ذات سے ہو، یا کسی دوسرے سے (فق ل ۱۵۸)۔ حدیث جبرئیل میں ہے کہ جبرئیل نے آپ سے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "احسان یہ ہے کہ تو خدا کی یوں عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے"۔ احسان کا لفظ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے ہر بھلائی کے کام پر بولا جاتا ہے۔ جیسے حضرت یوسف ؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا ؛

وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) اور اس نے مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھ کو جیل خانہ سے نکالا اور تم سب کو گاؤں سے یہاں لے آیا۔

ماحصل ؛ (۱) فَضَّلَ ؛ از راہِ مہربانی کسی کو اس کے استحقاق سے کچھ زیادہ دینا۔ (۲) مَنَّ ؛ کسی بڑے احسان کرنے کے لیے۔ (۳) أَنْعَمَ ؛ کسی انسان پر سوائے اپنی ذات کے احسان کرنے کیلئے آتا ہے۔ (۴) أَحْسَنَ ؛ بہت عام ہے اور اس کا تعلق دوسرے سے بھی ہو سکتا ہے اور اپنی ذات سے بھی۔

۱۵۔ اختیار (رکھنا)

کے لیے خِيَرَة، مَلَكَ، وِلَايَة اور أَمْكَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں ؛

۱۔ خِيَرَة ۔ خیر یعنی اچھا اور بہتر اور خِيَرَة اور اختیار یعنی دو یا زیادہ چیزوں میں سے کسی اچھی چیز کو پسند کر لینا، چن لینا یا اختیار کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے ؛

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (۳۳/۳۶) کسی مومن مرد یا مومن عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو ان کا اپنا کچھ اختیار باقی رہ جائے۔

۲۔ مَلَكَ ؛ مِلک ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قبضہ میں ہو اور کسی دوسرے کا اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو اور مَلَكَ اور مِلْك دونوں اس لحاظ سے ہم معنی ہیں (مف) یعنی مَلَكَ ایسی چیز میں اختیار

کو کہتے ہیں جو اپنی ملکیت اور قبضہ میں ہو (اور مَلِكٌ بادشاہ کو کہتے ہیں کہ پبلک اس کے قبضہ اور تصرف میں ہوتی اور وہ اس کا منتظم ہوتا ہے) قرآن میں ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا۔ (۲۰/۸۷) (بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے) کہا ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلاف نہیں کیا۔

یعنی سامری فریب سے ہم سے زیورات لے کر اور بچھڑا بنا کر کچھ اس طرح ہم پر مسلط ہو گیا تھا کہ ہمیں اپنی مرضی سے اپنی چیزوں میں بھی تصرف کرنے کا اختیار ہی نہ رہا۔

۳۔ وَلَايَة: (و مفتوحہ کے ساتھ، اور اگر و مکسورہ یعنی وِلَايَة ہو تو اس کا معنی ملک، سلطنت یا بادشاہی ہے) اور وَلَايَة بمعنی کسی کام کا متولی ہونا (مف) اور الولاء بمعنی وہ میراث جو اپنے آزاد کردہ غلام سے حاصل ہو (مف) اور وَلَايَة کا لفظ قرآن میں وراثت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مہاجرین اولین اور انصار میں جب مواخاۃ کا سلسلہ قائم ہوا تو وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ لیکن بعد میں یہ احکام ختم کر دیے گئے اور حقیقی وارثوں کو ہی اصل وارث قرار دیا گیا۔ (دیکھیے سورۃ انفال ۷۲)

نیز قرآن نے موالی (ج موالی) وارث کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۴/۳۳) اور ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ مریں ہم نے ہر ایک کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں

گویا وَلَايَة کا لفظ مَلْكٌ سے بہت زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (۱۸/۴۴) یہاں (سے ثابت ہوا کہ) حکومت سب خدائے برحق کی ہے (جالندھری)

یہاں سب اللہ ہی کو اختیار ہے (عثمانیؒ)

۴۔ اَمْكَنَ: مکان بمعنی جگہ۔ موضع۔ درجہ اور اَمْكَنَ اور مَكَّنَ دونوں کے معنی کسی کو کسی جگہ پر قدرت دینا۔ اختیار دینا اور قادر بنانا ہے (منجد) اور امکن الامر بمعنی کسی کام کو ممکن اور آسان بنانا ہے۔ (منجد)

گویا اَمْكَنَ میں اختیار کے ساتھ جگہ یا مقام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ (۸/۷۱) اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو یہ پہلے ہی خدا سے دغا کر چکے ہیں۔ تو اللہ نے ان کو (تمہارے) قبضے میں کر دیا (جالندھری)

تو اس نے ان کو پکڑوا دیا۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) خِيَرَة۔ دو یا زیادہ چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کر لینے کا اختیار۔
(۲) مَلْكٌ: کسی چیز میں تصرف کرنے کا اختیار
(۳) وَلَايَة: کسی چیز کے جملہ اختیارات کا کسی شخص کے قبضہ میں ہونا۔
(۴) اَمْكَنَ: جب اختیار میں مقام یا جگہ کا تصور بھی موجود ہو۔

۱۶ ـــــ اختیار کرنا

کے لیے اِسْتَحَبَّ اور تَحَرّٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِسْتَحَبَّ، حُبّ بمعنی محبت اور اِسْتَحَبَّ بمعنی ایسی چیز کو اختیار کرنا جسے اختیار کرنے کو انسان کا جی بھی چاہتا ہو۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ۔ (۹/۲۳) — اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اختیار کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔

۲۔ تَحَرّٰی (حرو) اَحْرٰی بمعنی لائق تر (م ق) اور تَحَرّٰی بمعنی استعمال میں زیادہ مناسب و لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۷۲/۱۴) — تو جو کوئی اسلام لایا اس نے اٹکل کر لیا نیک راہ کا (عثمانی)

ماحصل: دو یا زیادہ چیزوں سے ایسی چیز کو اختیار کرنا جو جی کو بھائے تو یہ اِسْتَحَبَّ ہے اور اس چیز کو اختیار کرنا جو فی الواقع مناسب اور لائق تر ہو تو یہ تَحَرّٰی ہے۔ نیز دیکھیے۔ پسند کرنا اور چن لینا۔

۱۷۔ اُدھار

کے لیے قرض اور دَین کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ قرض
۲۔ دَین

قرض ایسا ادھار جو انسان اپنی احتیاجات کے لیے کسی دوسرے سے لیتا ہے اور امام راغب کے مطابق وہ مال جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس مل جائے گا۔ (مف) اور صاحب منتہی الارب اس پر اس شرط کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ ایسا ادھار جس کی ادائیگی کے لیے مدت مقرر نہ کی گئی ہو۔ (م ا) اگر مدت مقرر ہو تو یہ دَین ہے۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (۲/۲۸۲) — اے ایمان والو۔ جب تم آپس میں کبھی لین دین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

اور دَین سے مراد لین دین کی تمام تر ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ قرض سے عام ہے۔ یہ تجارتی اغراض کے تحت بھی لیا جا سکتا ہے۔ اور ذاتی ضرورتوں کے لیے بھی۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک آدمی نے لوگوں کو پانچ ہزار روپے ادا کرنے ہیں۔ اور ساتھ ہی آٹھ ہزار لینے بھی ہیں۔ تو وہ مدیون تو ضرور ہے لیکن مقروض نہیں ہے۔ اور اگر اس نے آٹھ ہزار ادا کرنے ہیں اور پانچ ہزار لینا ہیں تو وہ مدیون بھی ہے اور مقروض بھی۔ اور اگر کسی شخص نے ذاتی ضروریات کے لیے قرض کسی مقررہ مدت پر لیا ہے تو اس نے مقررہ وقت پر قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لی ہے تو یہ قرض نہیں بلکہ دَین ہے کیونکہ قرض کا لفظ جہاں کہیں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اکثر ساتھ حسنا کا لفظ بھی آیا ہے اور قرض حسنہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ۔ (۲/۲۸۱) — اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو اسے کشائش (کے حاصل ہونے تک) مہلت دو۔

اور ایسے قرض کو اللہ تعالیٰ قرض حسنہ فرماتے ہیں اور خود قرض لینے سے منسوب فرماتے ہیں حالانکہ یہ دیا تو صاحب احتیاج لوگوں کو ہی جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ (۵۷/۱۱) — کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اس کو اس سے دگنا ادا کرے اور اس کے لیے عزت کا صلہ (یعنی جنت) ہے۔

اس لحاظ سے ہر قرض دَین تو ہوتا ہے۔ لیکن ہر دَین قرض نہیں ہوتا۔ (فق ل ۱۴۰)

ماحصل: (۱) قرض۔ ذاتی احتیاجات کے لیے واپسی کی شرط پر اور قرض حسنہ غیر معین مدت کے لیے۔
(۲) دین: کسی بھی طرح کی ادائیگی اور اس کی ذمہ داری کو کہتے ہیں خواہ یہ ادائیگی تجارتی قرضہ کی ہو یا ذاتی قرضہ کی یا کسی دوسری چیز کی۔

۱۸۔ ارادہ کرنا (قصد کرنا)

کے لیے اَرَادَ (رود)، هَمَّ، عَزَمَ، اَبْرَمَ، اَمْرٌ، تَيَمَّمَ (يمم) اور تَحَرّٰی (حری) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَرَادَ: رَوْدٌ بمعنی کسی چیز کی تلاش میں آنا جانا (م۔ا) اور اَرَادَ بمعنی کسی بات یا کام کے کرنے کا دل میں خیال آنا (مف) اور اسے چاہنا۔ (ضد کَرِہَ) فق ل ۱۰۳) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۳۶/۸۲) — اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ هَمَّ: جب کوئی ارادہ کچھ وقت دل میں رہے اور انسان اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے تو اسے هَمَّ سے تعبیر کیا جائے گا (مف) ارشاد باری ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (۹/۱۳) — بھلا تم اس قوم سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکالنے کی فکر میں رہے۔ (عثمانیؒ)

۳۔ عَزَمَ: پھر جب ایسے ارادہ پر سوچ بچار کے بعد ایک قطعی فیصلہ کر لیا جائے تو اسے عَزَمَ کہتے ہیں۔ ابن الفارس کے الفاظ میں يدل على العزيمة والقطع (م۔ل) یعنی پختہ ارادہ بنا لینا۔ پھر اس کو پورا کرنے کی ٹھان لینا۔ ارشاد باری ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳/۱۵۹) — اور (اے نبی) اپنے معاملہ میں (صحابہ سے) مشورہ کر لیا کرو۔ پھر جب کسی کام کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

۴۔ اَبْرَمَ: بَرَمَ بمعنی دو رسیوں کو ملا کر بٹنا اور اَبْرَمَ بمعنی کسی کام یا معاملہ یا چیز کو مضبوط بنانا ہے (م ل م ا) اور اس کی ضد نقض ہے) اور ابرام بمعنی کسی عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تدابیر اختیار کرنا، منصوبہ بندی کرنا اور اسے آخری شکل دینا۔ ارشاد باری ہے:

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ (۴۳/۷۹) — کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے تو ہم بھی ٹھہرانے والے ہیں

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کفارِ مکہ نے رسول اکرم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اور اللہ کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ اپنے رسول کو ان سے بچالے گا۔

۵۔ اَمَّ: بمعنی کسی راستے یا سفر کا ارادہ کرنا (م۔ا) اور امام راغب کے نزدیک "سیدھا مقصد کی جانب متوجہ ہونا اور کسی طرف مائل نہ ہونا" ہے۔ ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ	اے ایمان والو خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور
اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ	نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ	جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں اور نہ اُن
الْحَرَامَ (۵/۲)	لوگوں کی جو عزت کے گھر (بیت اللہ) کو جا رہے ہوں۔

۶۔ تَیَمَّمَ: صاحب منتہی الارب کے نزدیک یہ لفظ دراصل تَاَمَّمَ تھا جو اَمَّ سے مشتق ہے اور ابن الفارس اس کا مادہ تیمم قرار دیتے ہیں یعنی عمدًا اور قصدًا کوئی کام کرنا (م ل) گویا یہ لفظ ایسے امور سے متعلق ہے جہاں سوچ و فکر اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ احکام شرعی کی تعمیل کا قصد کرنا مراد ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ امر کے لیے اور دوسری دفعہ نہی کے لیے۔ ارشاد باری ہے:

(۱) فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (۴/۴۳)	تو نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو تم زمین پاک کا (عثمانیؒ)
(۲) وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ۔ (۲/۲۶۷)	اور جو کچھ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو تو اس میں کسی بُری اور ناپاک چیز دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیز تمہیں دی جائے تو خود بھی لینا گوارا نہ کرو الّا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

۷۔ تَحَرّٰی: حری بمعنی سزاوار و تَحَرّٰی بمعنی راہ صواب ترین جُستن" (م۔ا) یعنی بہترین راہ کی تلاش کرنا اور بمعنی "زیادہ مناسب اور لائق کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا" (منجد) ارشاد باری ہے:

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۷۲/۱۴) تو جو فرمانبردار ہوئے انہوں نے فیصلہ کر لیا اچھی راہ کا۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) اَرَادَ: دل میں کسی بات کا خیال آنا جانا۔
(۲) هَمَّ: اس ارادے پر سوچ بچار کرنا۔
(۳) عزم: سوچ بچار کے بعد پختہ ارادہ بنا لینا۔
(۴) اَبْرَمَ: عزم کی منصوبہ بندی کرنا۔
(۵) اَمَّ: ادھر ادھر توجہ کیے بغیر سیدھا اپنی منزل کا قصد۔
(۶) تَیَمَّمَ: کسی شرعی حکم کی تعمیل کا ارادہ کرنا۔
(۷) تَحَرّٰی: خوب تر راہ کا قصد کرنا

۱۹۔ اَڑنا

کے لیے اَصَرَّ۔ مَرَدَ اور لَجَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں:

۱۔ اَصَرَّ: صَرَّ بمعنی باندھنا اور صُرَّۃ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی رکھ کر باندھ دی جاتی ہے اور اَصَرَّ بمعنی کسی گناہ یا بُری بات پر سختی سے جم جانا اور اس سے باز نہ آنا۔ (مف) زیادہ تر گناہ کے لیے یہ

لفظ آتا ہے (م۔ق) ارشاد باری ہے:

وَكَانُوا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ (۵۶/۴۵) — اور وہ لوگ بڑے گناہ (شرک) پر اڑے ہوئے تھے۔

۲۔ مَرَدَ: مَرَدَ کے بنیادی معنی کسی چیز کا ایسی چیز سے خالی ہونا جس کا وہ سزاوار ہو۔ اَمرد وہ درخت ہے جس کے پتے نہ ہوں اور نیز وہ نوجوان جس کے یا تو ابھی داڑھی نہ اتری ہو یا ویسے ہی بے ریش ہو۔ لونڈا۔ اور مارد جنوں یا انسانوں میں سے ایسے شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہوں۔ پھر یہ لفظ کسی بُری بات پر اڑ کر خیر سے خالی رہنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹/۱۰۱) — اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

۳۔ لَجَّ: بمعنی ضد سے جھگڑنا۔ دشمنی میں مداومت کرنا (منجد) اور لَجَّةٌ بمعنی پانی کی گہرائی اور بَحْرٌ لُجِّيٌّ بمعنی گہرا سمندر اور اِلْتَجَّ الْبَحْرُ بمعنی سمندر کا ہیجان یا طوفان میں آنا اور متلاطم ہوتا (منجد) گویا لَجَّ کے معنی کسی بُرے کام میں دور دراز تک چلے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۲۳/۷۵) — اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے پھریں۔

ماحصل: (۱) اَصَرَّ: کسی بُرے کام پر اڑ جانا یا اڑے رہنا (۲) مرد: جب اڑنا بطور عادت بن جائے۔ (۳) لَجَّ: اڑنا اور اڑنے کے فعل میں دور دراز تک چلے جانا اور شدت اختیار کرنا۔

۲۰۔ اُڑانا۔ اُڑنا

اُڑانا کے لیے اَذْرٰی (ذرو) اور نَسَفَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور اُڑنا کے لیے طَارَ اور استطار کے۔

۱۔ اَذْرٰی: ذرءٌ بمعنی کلام کا ناتمام ٹکڑا اور ذَرَاتِ الرِّيْحُ بمعنی ہوا نے ٹکڑے ٹکڑے شدہ چیز کو اٹھایا اور دور لے گئی (م۔ل) اور اَذْرٰی بمعنی ہوا کا ہلکی پھلکی چیزوں کو ہوا میں بکھیر کر اڑانا۔ ابن الفارس کے نزدیک ذرو سے مراد ایسی چیزوں کا ہوا میں اڑنا ہے جو بعد میں متفرق ہو کر نیچے گر پڑیں (م۔ل) ارشاد باری ہے:

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (۱۸/۴۵) — پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑائے پھرتی ہیں۔

۲۔ نَسَفَ: نَسَفَ الْحَبَّ۔ غلہ کو چھاج سے پھٹکنا اور مِنْسَفٌ چھاج اور چھلنی وغیرہ جس سے غلہ صاف کیا جائے۔ اور نَسَفَ الرِّيْحُ بمعنی ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا (مف، منجد) اور بمعنی پہاڑ وغیرہ کو کوٹنا اور اسے ہوا میں اڑا دینا (م۔ا) ارشاد باری ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (۲۰/۱۰۵) — اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ خدا ان کو اڑا کر بکھیر دے گا۔

ماحصل: (۱) ذرو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ہوا میں اُڑنے کے لیے اور (نسف) بڑی چیزوں کو پہلے ریزہ ریزہ بنانے پھر ہوا میں اڑا کر بکھیرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۔ طَارَ اور اِسْتَطَار۔ الطائر ہر پردار جانور کو کہتے ہیں جو فضا میں حرکت کرتا ہے اور طَارَ یَطِیْر بمعنی پرندہ کا اڑنا اور طَیْر طائر کی جمع ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ (۶/۳۸) — اور نہ ہی کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اُڑتا ہے۔

اور غُبَارٌ مُّسْتَطَارٌ بمعنی ہوا میں اڑ کر منتشر ہو جانے والا غبار (مف) یعنی استطار کے معنی کسی چیز کا ہوا یا فضا میں اڑ کر منتشر ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے،

وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا۔ (۷۶/۷) — اور وہ لوگ ڈرتے ہیں اس دن سے جس کی برائی ہے پھیلی ہوئی۔ (عثمانیؒ)

۲۱۔۔۔ اشارہ کرنا

کے لیے اَشَارَ (شور، شیر)، رَمَزَ، تَغَامَزَ اور عَرَّضَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَشَارَ، منہ کھولے بغیر ہاتھ کی حرکت سے کسی کو کوئی بات سمجھانا (ف ل ۱۷۴) قرآن میں ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ (۱۹/۲۹) — تو مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ کہنے لگے ہم اس سے کہ ابھی گود کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟

۲۔ رَمَزَ، ہونٹ سے اشارہ کرنے یا ہلکی سی آواز نکالنے کو کہتے ہیں (ف ل ۱۷۴) اور ہر وہ کلام جو اشارہ کی طرح کا ہو وہ رمز ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا (۳/۴۱) — اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے۔

۳۔ تَغَامَزَ، (غمز) یعنی پلکوں اور ابروؤں سے بات سمجھانا (ف ل ۱۷۴) اور ابن الفارس کے بقول کسی جانور کو کوئی چیز چبھونا تاکہ چل پڑے (م ل۔ منجد) اور تَغَامَزَ بمعنی کسی کی عیب جوئی کرنے کے لیے ابرو سے اشارہ کرنا (مف) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ (۸۳/۳۰) — اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے

۴۔ عَرَّضَ، عَرَضَ بمعنی پیش کرنا اور عَرَّضَ بمعنی اشارہ اور کنایۃ میں بات کرنا اور امام راغب کے نزدیک تعریض کے معنی "پہلو دار بات کرنا جو سچ اور جھوٹ اور ظاہر و باطن دونوں پر محمول ہو سکتی ہو (مف) ارشاد باری ہے:

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ (۲/۲۳۵) — اور (عدت کے دوران) اگر تم کنایہ کی باتوں میں عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

ماحصل: ہاتھ کی حرکت سے اشارہ کرنے کے لیے اَشَارَ، ہونٹوں کی حرکت سے اشارہ کے لیے رمز، آنکھوں، پلکوں یا

ابرووں سے اشارہ کرنے کے لیے غَمَزَ آتا ہے اور عَرَّضَ میں اشارہ کرنا مقصود نہیں بلکہ اشارہ کنایہ سے بات سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔

۲۲۔ اطاعت (پیروی، تابعداری، فرمانبرداری کرنا)

کے لیے تَبِعَ، اِقْتَدَ (قدو) اُسْوَۃ (اسو) اَطَاعَ، اِسْتَجَابَ، اَسْلَمَ، قَنَتَ اور دَخَنَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں :

۱۔ تَبِعَ : کسی کے پیچھے لگنا یا اس کے نقش قدم پر چلنا (مف) اور یہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ باطنی طور پر جیسے دین کی یا ہدایت کی یا کسی شخص کے عادات و اطوار کی پیروی کرنا۔ جیسے :

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۲/۳۸) — جس نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

اور ظاہری طور پر کسی شخص کے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے اَتْبَعَ آتا ہے۔ جیسے :

فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ (۲۰/۷۸) — پھر پیچھا کیا فرعون نے اپنے لشکروں کو لے کر (عثمانیؒ)

۲۔ اِقْتِدَا : بمعنی کسی کی پیروی کرنا اور اس جیسا کام کرنا اور اَقْدٰی کے معنی نیکی اور دین کے راستہ میں کسی کی پیروی کرنا ہے (منجد) جیسا کہ مقتدی نماز کی حالت میں امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے :

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۶/۹۰) — یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی تو تم انکی ہدایت کی پیروی کرو۔

اور اقتداء کا لفظ بُرے مفہوم میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ قُدْوَۃ دراصل انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جب وہ کسی دوسرے کا تبع ہو (مف) اور قُدْوَۃٌ، مقتدا، رہنما اور پیشوا کے معنی میں بھی آتا ہے (منجد) تو اگر مقتدا بُرا شخص یا بُری چیز یا بُرا نمونہ ہو تو اقتداء بھی ایسی ہی ہوگی۔ جیسے قرآن میں ہے :

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۴۳/۲۳) — ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم ان ہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

۳۔ اُسْوَۃٌ اور قُدْوَۃٌ دونوں قریب المعنی الفاظ ہیں۔ اور نمونہ یا قابل تبع حالت کے لیے آتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اُسْوَۃٌ میں مواساۃ یعنی آپس میں ہمدردی اور غمگساری کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ گویا اسوہ ایسا نمونہ ہے جس سے تسلی بھی ہو سکے اور اٰسِیْ مرہم پٹی کرنے والے، طبیب اور صلح جو کو کہتے ہیں (مف۔ م ل منجد) گویا اُسْوَۃٌ کا لفظ قُدْوَۃٌ سے زیادہ ابلغ ہے۔ ارشاد باری ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳/۲۱) — تم کو پیغمبر خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (جالندھریؒ) تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال (عثمانیؒ)

۴۔ اَطَاعَ : طوع بمعنی دل کی خوشی اور رضامندی (ضد کَرْهٌ بمعنی کراہت، نفرت، ناپسندیدگی)

اور اطاع سے مراد ایسی فرمانبرداری ہے جو دل کی خوشی سے سرانجام دی جائے۔ ارشاد باری ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (۴۱/۱۱) — اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ انہوں نے کہا، کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔

۵۔ اِسْتَجَابَ، بمعنی جواب دینا۔ بات ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ حکم مان لینا۔ اطاعت اور استجابت میں فرق یہ ہے کہ اطاعت صرف بڑے کی کی جاتی ہے جبکہ استجابت چھوٹا بھی بڑے کی کرسکتا ہے اگر اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا معنی اللہ کے بندے کی دعا کو قبول کرلینا ہے اور اگر اس کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کا معنی بندے کا اللہ کا حکم مان لینا ہے (فق ل ۱۸۴) ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ (۸/۲۴) — اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔

۶۔ اَسْلَمَ، اَلسَّلْمُ بمعنی صحت وعافیت (م ل) اور بمعنی ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ ہونا (مف) اور اَسْلَمَ بمعنی اطاعت اختیار کرنا اور خدا کے احکام اور اس کی رضا کے سامنے سرِتسلیم خم کردینا تاکہ اخروی عذاب سے امن اور عافیت حاصل ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۲/۱۳۱) — جب حضرت ابراہیمؑ کے پروردگار نے ان سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے سامنے سرِاطاعت خم کرتا ہوں۔

۷۔ قَنَتَ بمعنی تمام وکمال خاموشی سے نماز میں کھڑا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے آگے خشوع وخضوع کرنا (منجد) اور امام راغبؒ کے نزدیک "عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا اور غیر سے توجہ ہٹانا" ہے (مف) گویا قنوت ایسی اطاعت ہے جو پورے خشوع وخضوع اور توجہ سے بجا لائی جائے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (۳۳/۳۱) — اور (اے نبی کی بیویو!) جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبردار رہیگی اور بھلے کام کریگی اس کو ہم دگنا ثواب دینگے!

۸۔ ذَعَنَ: بمعنی مطیع ومنقاد ہونا اور اشاروں پر چلنا اور مِذْعَان بمعنی آسانی سے فرمانبردار ہو جانے والا (منجد) اور نَاقَةٌ مِذْعَانٌ سوار کی مطیع اور فرمانبردار اونٹنی کو کہتے ہیں (مف) گویا ذعن میں اطاعت کے ساتھ عاجزی اور ذلت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ (۲۴/۴۹) — اور اگر حق ان کو پہنچتا ہو تو اس کی طرف مطیع ہوکر چلے آتے ہیں۔

بعض مفسرین نے مذعنین کا ترجمہ مطیعین سارعین کیا ہے۔ یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں جاتا ہو تو اسے قبول کرنے کو دوڑتے آتے ہیں (فق ل ۲۰۹)

ماحصل: (۱) تبع۔ بمعنی کسی کے پیچھے چلنا۔ یہ اطاعت سے عام اور ابلغ ہے۔

(۲) اقتداء بمعنی کسی کے پیچھے چلنا اور اس جیسا کام کرنا مان لینا اور یہ بڑے سے بھی ممکن ہے۔
(۳) اسوۃ ۔ کسی مثالی کردار کی اتباع کرنا جذبہ ہمدردی کیساتھ
(۴) اَطَاعَ ۔ دل کی خوشی کیساتھ کسی کا حکم بجالانا۔
(۵) استجاب ۔ حکم قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا، بات
(۶) اَسْلَمَ ۔ کسی کی رضا کے سامنے سرِتسلیم خم کر دینا۔
(۷) قَنَتَ ۔ عبادات میں ایسی اطاعت جس میں عاجزی اور تذلل بھی ہو
(۸) ذَعَنَ ۔ نکو بن کر یا اپنے مفاد کی خاطر اطاعت کرنا۔

۲۳۔ اعتدال

کے لیے قَصْد، وَسَط اور تَقْوِیم کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ قَصْد : قَصْد اور اِقْتِصَاد کے معنی افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی راہ کو اختیار کرنے کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اِقْتِصَاد کا استعمال عموماً خرچ اخراجات سے متعلق ہے جبکہ قصد کا لفظ عام ہے۔ ارشاد باری ہے :

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ (۳۱/۱۹) اپنی چال میں اعتدال کو ملحوظ رکھو۔

اور قصد السبیل سے مراد افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنا ہے اور یہی ایک راستہ سیدھا ہو سکتا ہے۔ جبکہ باقی سب راستے افراط یا تفریط کی طرف مائل یا ٹیڑھے ہی ہوں گے۔ ارشاد باری ہے :

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ (عثمانی) اور اس کے علاوہ سب راہیں ٹیڑھی ہیں۔

۲۔ وَسَط : ایک ہی چیز کا درمیان یا دو یا دو سے زیادہ چیزوں کی درمیانی چیز۔ گویا کہ یہ لفظ قصد سے زیادہ ابلغ ہے اور وَسَط بمعنی ہر ایک معاملہ میں درمیانی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے والا ارشاد باری ہے :

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲/۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

۳۔ تَقْوِیْم : تَقْوِیْم کا تعلق ایک ہی چیز سے ہوتا ہے کہ اس میں افراط و تفریط کے جملہ پہلوؤں کو دور کر دیا جائے۔ اور وہ متوازن، متناسب اور معتدل بن جائے۔ اس میں کوئی جھول، ڈھلک اور ٹیڑھ نہ رہے (فق ل ۱۷۴) قوم الشئ بمعنی کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا اسی سے تقویم البلدان بنایا گیا ہے کیونکہ اس میں شہروں کے طول و عرض کو بیان کیا جاتا ہے اور قَوَّمَ دَرْأَہٗ بمعنی ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا (منجد) قرآن میں ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵/۴) بیشک ہم نے انسان کو بہترین اندازے پیدا کیا ہے۔

ماحصل : (۱) قصد، کسی عمل میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ۔

(۲) وسط: یہ زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے بھی اوساط ہیں۔ یہ لفظ سب پر حاوی ہے۔ بہت سی اشیاء کا درمیان بھی وسط ہے اور اعمال کے (۳) تقویم: ایک ہی چیز میں ہر پہلو سے اعتدال کو ملحوظ رکھنا۔

۲۴۔ اعمال نامہ

کے لیے طآئر، قِطّ، کِتاب اور صُحُف کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ طآئر: طائر بمعنی پرندہ (ج طَیْر) اور تَطَیَّرَ اور اِطَّیَّرَ بمعنی پرندہ سے شگون لینا۔ یہ لفظ بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر طآئر کا لفظ بھی نحوست، بدعملی اور بدشگونی کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ (۳۶/۱۹) وُہ کہنے لگے تمہاری نحوست تمہارے اپنے ہی ساتھ ہے

اور جب انسان کوئی عمل کر چکتا ہے تو اس پر اسے کوئی اختیار نہیں رہتا۔ گویا وُہ اس کے ہاتھوں سے یوں اڑ گیا جیسے پرندہ اُڑ جاتا ہے۔ اس پہلو سے انسان کے اعمال کو بھی طائر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىْ عُنُقِهٖ (۱۷/۱۳) اور ہر انسان کا نامۂ اعمال اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

۲۔ کتاب: کَتَبَ بمعنی لکھنا اور ہر قسم کی تحریر چھوٹی ہوئی یا بڑی۔ چِٹھی ہو یا کوئی ضخیم کتاب سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور انسان کے اعمال بھی ساتھ ہی ساتھ کراماً کاتبین تحریر کرتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اعمال نامہ کو اس لحاظ سے کتاب کہا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کا اگلا حصہ یوں ہے:

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (۱۷/۱۳) اور ہم وہ کتاب اسے قیامت کے دن نکال دکھائینگے جسے وُہ کھلا ہوا دیکھے گا۔

۳۔ قِطّ: بمعنی حساب کا رجسٹر، حکم نامہ۔ محاسبہ کی تحریر۔ احکام (منجد، مف) اعمال نامہ کو اس لحاظ سے قرآن میں قِطّ کہا گیا ہے کہ یہی تحریر انسان کے محاسبہ کی بنیاد ہوگی۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸/۱۶) وہ کہنے لگے، اے رب ہمارے جلد دے ہم کو چٹھی ہماری قیامت کے دن سے پہلے پہلے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ صُحُف (واحد صحیفہ) صحیفہ بمعنی پھیلی ہوئی چیز اور ہر وُہ چیز جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مف) صحیفہ بمعنی لکھا ہوا کاغذ۔ ورق اور صِحافۃ بمعنی اخبار نویسی اور اَصْحَفَ بمعنی صحیفوں یا لکھے ہوئے اوراق کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا اور مُصْحَف بمعنی کتاب مجلد کتاب (ج مصاحف) (منجد) اور اعمال نامہ کو اس پہلو سے صحیفہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑے بڑے پھیلے ہوئے صفحات کی صورت میں ہوگا۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱/۱۰) اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے۔

ماحصل: اعمال کے نتیجہ پر اختیار نہ رہنے کی وجہ سے اعمال نامہ کو طائر، لکھے ہونے کی وجہ سے کتاب، محاسبہ کی بنیاد ہونے کی وجہ سے قِطّ اور بڑے بڑے صفحات میں لکھا ہونے کی وجہ سے صُحُف کہا گیا ہے۔

۲۵۔ افسوس

کے لیے وَیْل، لَیْتَ، اَسَفٰی اور آسٰی (اسی) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَیْل، کلمہ وعید ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے بددُعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور وَیْلُ (اسم) بمعنی شر و برائی کا نزول۔ ہلاکت، بہت سخت مصیبت (منجد) اور تَوَایَل بمعنی ایک دوسرے کو بددعا دینا (منجد) ویل کا لفظ بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حسرت کے موقع پر بولا جاتا ہے (م-ل) اور جب انسان کسی مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہو تو اس کلمہ سے افسوس کا اظہار کرتا ہے۔
اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(ا) مصیبت میں: (۱) قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶/۵۲)
کہیں گے۔ اے ہائے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا دیا؟

(۲) وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ (۷۷/۱۵)
اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

(۲) پریشانی میں: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (۵/۳۱)
اب خدا نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا، تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے کہنے لگا ہائے ہے۔ مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوّے کے برابر ہوتا۔

۲۔ لَیْتَ، حرف تمنّی مشبہ بہ فعل ہے اور گذشتہ کوتاہی پر اظہار تاسّف کے لیے آتا ہے (مف) بمعنی اے کاش کہ کاش کہ۔ افسوس اور ایسی آرزو کے لیے آتا ہے جس کا پورا ہونا ممکن نہ ہو۔ جیسے لَیْتَ الشَّبَابُ عَائِدًا ـــــ کاش جوانی لوٹ آتی۔ ارشاد باری ہے:

وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ (۷۸/۴۰)
اور (قیامت کے دن) کافر کہے گا۔ اے کاش! میں مٹی ہو چکا ہوتا۔

۳۔ اَسَفٰی، افسوس اور غم کے ملے جلے جذبات کو کہتے ہیں۔ غصہ جب کسی کمزور شخص پر آتے تو وہ غیظ و غضب کی شکل اختیار کرتا ہے اور جب اپنے سے طاقتور پر غصہ آئے تو وہ منقبض ہو کر حزن اور افسوس بن جاتا ہے (مف فل ۱۷۰) قرآن میں ہے:

وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ (۱۲/۸۴)
اور (یعقوبؑ) نے کہا ہائے افسوس! یوسف (ہائے افسوس) اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور اس کا دل غم سے بھرا ہوا تھا۔

۴۔ آسٰی: جو موقعہ غفلت یا کوتاہی کی وجہ سے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس اور غم کا اظہار کرنا (ف ل ۱۷۰)

ارشاد باری ہے:

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (۵۷/۲۳) — تاکہ جو کچھ تم سے فوت ہو گیا اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔

ماحصل (۱) ویل کا لفظ اظہار افسوس کا کلمہ ہے جو کسی پریشانی اور مصیبت میں انسان کے منہ سے نکل جاتا ہے۔

(۲) لیلت، حرفِ تمنی ہے اور گذشتہ کوتاہی پر اظہارِ افسوس کے لیے آتا ہے۔

(۳) اسف: ایسے افسوس اور غم کو کہتے ہیں جہاں انسان کا بس نہ چل سکتا ہو۔

(۴) اَسْی: کوئی اچھا موقعہ اپنی کوتاہی سے کھو دینا، پھر اس پر افسوس کرنا۔

۲۶۔ اقتدار بخشنا

کے لیے مَکَّنَ اور اِسْتَخْلَفَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ مَکَّنَ بمعنی قدرت دینا، اختیار دینا، قادر بنانا (منجد) جگہ اور منزلت پانا۔ اپنے پاؤں پر قائم ہونا اور کسی چیز پر قادر ہونا (م۔ ل) یعنی کسی کو اقتدار بخشنا اور حکومت عطا کرنا کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۲/۴۱) — وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دسترس دیں تو وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

۲۔ اِسْتَخْلَفَ، خَلَفَ بمعنی پیچھے آنا یا کسی کا جانشین ہونا اور اِسْتَخْلَفَ بمعنی کسی کو جانشین یا قائم مقام بنانا (منجد۔ م۔ ل) ارشاد باری ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ (۲۴/۵۵) — جو لوگ تم سے بھی ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا۔

گویا استخلاف کا لفظ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ موجودہ اقتدار برے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اچھے کام کریں تو اللہ تعالیٰ یہ موجودہ حکومت بدل کر اقتدار ان کے حوالے کر دے گا۔

ماحصل، مَکَّنَ کا لفظ اقتدار و اختیار اور حکومت دینے کے لیے عام ہے جبکہ استخلف سے مراد صرف ایسی حکومت یا کسی کا جانشین بنانا ہے جو احکام شرعیہ کو رائج کریں اور فروغ بخشیں۔

۲۷۔ اقرار کرنا

کے لیے اَقَرَّ، اِعْتَرَفَ (عرف) اور شَهِدَ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ اَقَرَّ، اس کا مادہ قرر ہے بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا۔ قرار پکڑنا اور اَقَرَّ کے معنی کسی بات پر ثابت و قائم

ہو جانا (م۔ ا) اور اقرار عموماً کسی معاملہ یا وعدہ سے متعلق ہوتا ہے جو زمانہ مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کسی وعدہ پر ثابت قدم اور قائم رہنا۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (۳/۸۱)

اللہ نے (انبیاء سے عہد لینے کے بعد) پوچھا کیا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا۔ ہاں! ہم نے اقرار کر لیا (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

۲۔ اِعْتَرَفَ: عَرَفَ کے معنی کسی چیز کو پہچان لینا اور اَعْتَرَفَ بمعنی اپنے جرم کا اقرار کر لینا اور ذلیل و خوار ہونا (م۔ ا) گویا مجرم جو اپنے جرم سے بہرحال پہلے ہی واقف اور شناسا ہوتا ہے۔ جب خود اس کا اقرار کرے تو یہ اعتراف کہلاتا ہے اور اس جرم کا تعلق زمانہ گذشتہ سے ہوتا ہے۔ جس کا اس نے اقرار کیا۔

ارشاد باری ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۶۷/۱۱)

تو (گنہگار قیامت کو) اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے۔ سو اہل جہنم کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

۳۔ شَهِدَ: بمعنی گواہی شہادت۔ اور یہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عینی شہادت دوسرے قلبی شہادت یعنی ایسی حقیقت جس کا انسان کو کلی طور پر یقین ہو اور اس کا قاضی کے سامنے بیان دینا جیسے کلمہ شہادت۔ جو ہر مسلمان گواہی دیتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اللہ کو دیکھا نہیں۔ اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے مسلمانوں نے رسول اللہ کو بھی نہیں دیکھا۔ پھر جب یہی قلبی شہادت اپنی ذات سے متعلق ہو تو اس کا معنیٰ "اقرار کرنا" ہو گا۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۶/۱۳۰)

وہ کہیں گے۔ پروردگار! ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور ان لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا۔

ماحصل: (۱) اقرار، کسی عہد و پیمان پر قائم ہونا اور اس کا تعلق آئندہ سے ہوتا ہے۔

(۲) اعتراف، اپنے جرم کا اقرار کرنا جو زمانہ ماضی میں ہو چکا ہوتا ہے۔

(۳) شَہِدَ: قلبی شہادت یعنی ایسی بات کا اقرار جس کا تعلق اپنی ذات سے ہو۔

اکڑنا کے لیے دیکھیے ــــ اِترانا۔

اکسانا کے لیے دیکھیے ــــ اُبھارنا۔

۳۰ــــ اکیلا

کے لیے اَحَد، وَحِيد، فَرْد اور فُرَادٰی کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَحَد: بمعنی لاثانی۔ بے نظیر (منجد) اس لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق صرف ذات باری تعالیٰ پر ہوتا ہے

غیر باری تعالیٰ کے لیے وَاحِد کا لفظ استعمال ہوتا ہے (مف - م) لیکن دو موقعوں پر اَحَد کا لفظ واحد کا مرادف ہو کر آتا ہے۔ (۱) اسمائے عدد اور ان کی ترکیب میں جیسے اَحَدَ عَشَرَ، اَحَدُهُمَا، احدکمنکم، احدکم، یوم الاحد (اتوار) وغیرہ (۲) نفی کی صورت میں صرف ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے لَيْسَ فِي الدَّارِ اَحَدٌ (گھر میں کوئی بھی نہیں ہے) جیسے کہ قرآن میں ہے:

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہم کو روکنے والا نہ ہوگا۔

(۶۹/۴۷)

اور واحد کا لفظ عام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور ماسوا سب کے لیے یکساں مستعمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کے معنی ایک کے ہیں۔ جیسے هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ لیکن جب ہم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱۱۲/۱) کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔

کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یکتا، بے نظیر اور لاثانی ہے۔ اور ان معنوں میں یہ لفظ ذات باری تعالیٰ سے مختص ہے۔

۲۔ وَحِيْد: احد کے مقابلہ میں جو چیز خلقت میں سے اکیلی اور یکتا ہو اور اس کی مثل نہ ہو۔ اس کے لیے واحد اور وحید دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔ جیسے اَلشَّمْسُ وَاحِدَةٌ (سورج ایک ہی ہے)۔ یا فُلَانٌ وَاحِدُ عَصْرِهٖ (فلاں شخص یکتائے روزگار ہے) اور لفظ وحید انہیں معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا (۷۴/۱۱) ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا

یہ آیت ولید بن مغیرہ سے متعلق ہے جو اس وقت اولاد اور جاہ و حشم میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

۳۔ فَرْد: بمعنی اکیلا۔ طاق۔ ایک تلوے کی جوتی۔ کہا جاتا ہے۔ هٰذَا شَيْءٌ فَرْدٌ۔ (یہ منفرد چیز ہے۔ منجد) فرد ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دوسری نہ ملائی گئی ہو۔ یہ لفظ وتر (طاق؛ جفت کی ضد) سے عام ہے اور واحد سے خاص (مف) اس کی جمع افراد ہے جس کے معنی ہیں سب الگ الگ۔

ارشاد باری ہے:

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (۲۱/۸۹) اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

۴۔ فُرَادٰى اَلْفَرْدَةُ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں، تنہا جانے والا۔ کہا جاتا ہے جَآءُوْا فُرَادٰى وہ سب اکیلے اکیلے آئے۔ (منجد) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۶/۹۵) اور جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آتے۔

ماحصل: (۱) اَحَد۔ لاثانی بے مثل، ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے یا ایسی مخلوق کے لیے جس کی مثال نہ ہو۔

۲۔ وحید، لاثانی بے مثل، ان معنوں میں مخلوقات کے لیے اور یہ احد سے عام ہے۔

۳۔ فرد، اکیلا فرد واحد۔ منفرد کے لیے جبکہ اسی جیسے دوسرے موجود ہوں۔

۴۔ فرادیٰ، ایک ایک کرکے جانے والے کو کہتے ہیں۔ (نیز دیکھیے ضمیمہ ملا اسم عدد)

اکھاڑنا ــ اکھڑنا

کے لیے اِجْتَثَّ (جثّ) اور اِنْقَعَرَ (قعر) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِجْتَثَّ، جَثَّ بمعنی جڑ سے اکھاڑنا۔ بیخ کنی کرنا اور مَجَثَّۃ اس کھرپی کو کہتے ہیں جس سے گھاس وغیرہ کریدی جاتی ہے (منجد) اور جثیثۃ اس کھجور کے پودے کو کہتے ہیں جو اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا گیا ہو۔ (مف) اور اجتثّ بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔ جثّ کا لفظ گھاس پھوس اور چھوٹے پودوں کی بیخ کنی کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (۱۴/۲۶) — اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم، نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے اس کو ذرا بھی قرار (و ثبات) نہیں۔

۲۔ اِنْقَعَرَ، قعر کا معنی کسی چیز کی گہرائی اور پیندا ہے اور اَقْعَرَ البِئْرَ کے کنویں کو گہرا کھودنا اور اَقْعَرَ الشَّجَرَ کے معنی کسی درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہے۔ ابن الفارس کے مطابق کسی ایسی شے کی جڑیں اکھاڑنا جو زمین میں نیچے تک چلی گئی ہوں (م ل) اور صاحب منتہی الارب اس کے معنی میں درخت کو جڑ سے اکھاڑنا کے بعد پھر اسے زمین پر پھینک دینا کا اضافہ بتلاتے ہیں (م ا)

گویا اقعر کا لفظ ایسے بڑے بڑے درختوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی جڑیں زمین میں دور تک گہرائی میں چلی گئی ہوں اور انقعر جب اس فعل کا ورود اس چیز پر ہو۔ ارشاد باری ہے:

تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ (۵۴/۲۰) — وہ (باد صرصر) لوگوں کو یوں اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کی جڑیں ہیں۔

ماحصل: جَثَّ، چھوٹے پودوں اور گھاس پھوس کی بیخ کنی کے لیے اور اِنْقَعَرَ بڑے بڑے درختوں، جن کی جڑیں کافی گہرائی تک ہوں کی بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸ــ اکٹھا کرنا ــ ہونا

کے لیے جَمَعَ اِجْتَمَعَ، حَشَرَ، اِدَّخَرَ، خَزَنَ اور وَسَقَ اِتَّسَقَ، کَفَتَ، لَمَّ، حَصَّلَ اور مَثَابَۃ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جَمَعَ: جمع کا لفظ ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء کو، یا مختلف چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ یہ چیزیں خواہ جاندار ہوں یا بے جان۔ مثلاً:۔

۱۔ جاندار اشیاء کے لیے ؛

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ (۳/۱۷۳)	جب ان لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے۔

۲۔ بیجان چیزوں کے لیے ؛

اَلَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (۱۰۴/۲)	جس نے مال جمع کیا پھر گنتا رہا۔

پھر جمع کا لفظ جس طرح ظاہری چیزوں کو اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے۔ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً ؛

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى۔ (۲۰/۶۰)	پھر لوٹ گیا فرعون پھر جمع کیے اپنے سارے داؤ پھر آیا۔ (عثمانیؒ)

۲۔ اِجْتَمَعَ کا لفظ صرف ذوی العقول کے اکٹھا ہونے کے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ وُہ ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں یا مختلف ہوں مثلاً ؛

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (۱۷/۸۸)	کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو نہ لا سکیں گے۔

۳۔ حَشَرَ کا لفظ صرف جانداروں کے لیے آتا ہے یعنی لوگوں کو ان کے ٹھکانوں سے کسی ایک مقام کی طرف لے جانا (مف) اور ابن الفارس بھی اس معنٰی کی تائید کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں الحشر الجمع مع سوق (م۔ل) قرآن میں ہے ؛

فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (۷۹/۲۳-۲۴)	تو فرعون نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا۔ کہنے لگا تمہارا سب سے بڑا مالک تو میں ہوں۔

پھر یہ لفظ کبھی صرف بعث یا انبعاث کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ل) یعنی مردہ کو جلا اٹھانا یا کسی خاص مقصد کے لیے لے جانا۔ بعث کے معنوں میں درج ذیل مثال دیکھئے ؛

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۲۰/۱۲۵)	وہ کہے گا کہ میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں (قبر سے) اٹھایا۔ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔

اور کبھی اس لفظ کے استعمال میں تجمّع، سُوق اور بعث سب معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے ؛

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (۱۸/۴۷)	اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

۴۔ اِدَّخَرَ : اس کا مادہ ذخر ہے۔ جس کے معنی مستقبل کی ضرورت کے لیے کوئی چیز یعنی از قبیل اجناس خوردنی سٹاک کر لینا۔ ذخیرہ کرنا (مف) اور یہ ذخیرہ انسانوں کے علاوہ دوسرے بھی کئی جاندار کرتے ہیں۔ ابن فارس اس کے معنی میں دو بنیادی باتیں لکھتے ہیں اکٹھا کرنا اور اسے محفوظ کرنا (م ل)

اور اِدَّخَرَ بھی اسی معنی میں آتا ہے اور جمع شدہ چیز کو ذخر اور ذخیرہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (۳/۴۹) — (عیسیٰؑ نے کہا) اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔

۵۔ خَزَنَ: ذخیرہ کا لفظ عموماً اجناس خوردنی کو جمع کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خَزَنَ کا لفظ اس سے عام ہے۔ یہ اکثر مال و دولت کے جمع کرنے کے لیے آتا ہے جیسے خَزَنْتُ الدَّرَاهِمَ لیکن اس میں بنیادی مفہوم اکٹھا کرنے سے زیادہ حفاظت کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے، خَزَنْتُ السِّرَّ (میں نے بھید کو محفوظ رکھا) (م-ل) اور جو شخص اس جمع شدہ چیز یا مال کا محافظ ہو اسے خَازِنٌ کہتے ہیں اور اس کی جمع خَزَنَةٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) — جب اس (دوزخ) میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے خازن (محافظ داروغہ) ان سے پوچھیں گے تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

اور جہاں کوئی چیز جمع کی جائے اس جگہ کو خِزانہ اور خِزینہ کہتے ہیں اور اس کی جمع خزائن ہے۔ آیہ مندرجہ میں جمع شدہ چیز گنہگار لوگ، دوزخ خزانہ اور داروغہ یا اس خزانہ کا محافظ یعنی خازن ہیں۔

۶۔ وَسَقَ، اِتَّسَقَ: کے معنی چیزوں کو جمع کرنا اور اٹھانا (منجد-م ل) ہے اور اوسق بمعنی جانور پر بوجھ لادنا اور وَسَقْتُ الشَّيْءَ: کسی چیز کے متفرق اجزاء کو جمع کرنے کے ہیں اور اِتَّسَقَ کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز کے سب اجزاء مجتمع ہو گئے اور وہ مکمل ہو گئی۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (۸۴/۱۷،۱۸) — اور قسم ہے رات کی اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے اور چاند کی جب کامل ہو جائے۔

۷۔ كَفَتَ: بمعنی کسی چیز کو جمع کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لینا (مف) سنبھال لینا۔ سمیٹ لینا اور كِفَيْت بمعنی توشہ دان جس میں خوراک اور سامانِ خوراک کو سنبھال رکھتے ہیں اور اَللّٰهُمَّ اكْفِتْهُ۔ یا اللہ اسے سنبھال لے یا مار دے (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا۔ (۷۷/۲۵) — کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (یعنی) زندوں کو اور مُردوں کو۔

۸۔ لَمَّ: بمعنی کسی چیز کو جمع کرنا اور اس کو سنوارنا یا اس کی اصلاح کرنا (مف) قرآن میں ہے:

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (۸۹/۱۹) — اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھاتے ہو

۹۔ حَصَّلَ۔ التحصیل بمعنی چھلکے سے گودہ اور مغز کو نکالنا (مف) گویا حَصَّلَ کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) نکالنا (۲) جمع کرنا۔ قرآن میں ہے: وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ (۱۰۰/۱۰) تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو بھید سینوں میں ہوں گے وہ نکال کر اس طرح جمع کر دیے جائیں گے جس طرح کہ چھلکے سے مغز الگ کر لیا جاتا ہے (مف)

۱۰۔ مثابۃ: ثوب کے اصل معنیٰ کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا ہے۔ کہتے ہیں ثَابَ فُلَانٌ الٰی دارہ۔ یعنی فلاں شخص اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا اور مَثَابَۃ اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو کنویں کے منہ پر پانی پلانے کے لیے بنائی جاتی ہے (مف) چونکہ لوگ پانی پینے اور دینے جانے کے لیے ایسی جگہ پر بار بار لوٹ کر آتے اور جمع ہوتے تھے۔ لہٰذا اسے مثابۃ کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو مثابۃ کہا کہ یہاں لوگ آکر بار بار اپنی روحانی پیاس بجھاتے اور جمع ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (۲/۱۲۵) — اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔

ماحصل: (۱) جمع کا لفظ عام ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے لیے اور ظاہری اور معنوی سب صورتوں میں استعمال ہوتا ہے

(۲) اجتمع، صرف جانداروں کو اکٹھا کرنے کیلیے

(۳) حَشَرَ: جانداروں کے لیے اور جو اپنے اپنے ٹھکانوں سے بیجا کر اکٹھا کرنے کے لیے۔

(۴) ذَخَرَ: مستقبل کے لیے ضرورت کی چیزوں کو جمع کرنے کے لیے

(۵) خَزَنَ: جمع شدہ چیزوں کی حفاظت کرنے کیلیے۔

(۶) وَسَقَ: ایک ہی چیز سے متعلقہ اجزا کو اکٹھا کرنے کے لیے۔

(۷) کَفَتَ: بمعنی جمع کرنا اور قبضہ میں لینا، سمیٹ لینا۔

(۸) لَمَّ: جمع کرنا اور اس کی اصلاح کرنا۔

(۹) حَصَّلَ، نکالنا اور جمع کرنا۔

(۱۰) مَثَابَۃ: میں جمع ہونا کا معنیٰ کنایۃً پایا جاتا ہے۔ اصل معنیٰ بار بار آتے رہنا ہے۔

۳۱ — اگر

کے لیے اِنْ۔ اِمَّا اور لَوْ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اِنْ، حرفِ شرط ہے۔ مستقبل کے لیے آتا ہے۔ اس کا پہلا جملہ شرطیہ ہمیشہ فعل ہوتا ہے اور دوسرے جملہ (جزا) پر ف داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (۵/۱۱۸) — اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

۲۔ اِمَّا: (اِنْ۔ مَا) جب حرف شرط کے طور پر آتا ہے تو اس میں صرف اِنْ ہی معنیٰ دیتا ہے۔ مَا حرفِ زیادت اور صرف تحسین کلام کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا۔ (۱۷/۲۳) — اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائے۔

(۲) فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (۱۹/۲۶) — تو (اے مریم!) اگر تم کسی آدمی کو دیکھو۔

۳۔ لَوْ: حرفِ شرط مگر اس میں جزا کا جملہ ہمیشہ شرط سے مقید ہوتا ہے اور اس کی جزا پر لَ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا — اگر مالِ غنیمت سہل الحصول اور سفر ہلکا ہوتا تو یہ لوگ تمہارے

لَا اتَّبَعُوكَ - (۹/۴۲) ساتھ چل پڑتے۔

اور اگر لَوْ سے پہلے وَ داخل ہو (ولو) تو یہ "اگرچہ" کا معنی دے گا۔ ارشاد باری ہے؛

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴/۷۸) جہاں کہیں بھی تم ہو موت تمہیں آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

اور لَوْ کے بعد لَا کا اضافہ کرنے سے "اگر نہ" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا؛

لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۴/۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔

ماحصل؛ لَوْ میں جزا شرط سے مقید ہوتی ہے جو اِنْ کی صورت میں نہیں ہوتی۔ اِمَّا جب اگر کے معنوں میں آئے تو اس میں مَا حرف زیادت ہے جو محض تحسین کے لیے آتا ہے۔

۳۲۔ اُلٹ دینا، اوندھا کرنا

کے لیے اَرْكَسَ اور اِئْتَفَكَ (افك)، جَثَمَ، كَبَّ، كَبْكَبَ اور قَلَبَ، نَكَسَ اور نَكَّسَ کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ اَرْكَسَ، رَكَسَ کے معنی کسی چیز کو اس کے سر پر اُلٹا کر دینا (یعنی سر نیچے ہو اور ٹانگیں اوپر) اُلٹا کر دینا یا اس کے پہلے سرے کو پچھلے سرے سے اُلٹا کر ملا دینا (م۔ل) تہ وبالا کر دینا۔ کہتے ہیں۔ ارکس الثوب فی الصبغ بمعنی اُلٹا کر رنگ میں کپڑا ڈبویا (م۔ق) ارشادِ باری ہے؛

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (۴/۸۸) خدا نے ان (منافقین) کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا۔

۲۔ اِئْتَفَكَ، اَفَكَ کے معنی کسی کو صحیح رُخ سے موڑ دینا (م۔ل) اور اگر کسی صحیح رُخ کے علاوہ کسی دوسرے رخ پر پٹخ دیا جائے تو اسے اِئْتَفَكَ کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے؛

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (۵۳/۵۳) اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا۔

۳۔ جَثَمَ۔ پرندے کا سینہ کے بل زمین پر بیٹھنا اور پھر اس سے چمٹ جانا (فل ۱۸۶) کنایۃً کسی شخص کا سینہ کے بل زمین پر لیٹنا۔ ارشاد باری ہے؛

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷/۷۸) تو ان کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

۴۔ كَبَّ: كَبَّ الْاِنَاءَ کے معنی برتن کو الٹا کر کے رکھ دینے کے ہیں (منجد) اور كَبَّ فُلَانًا کے معنی کسی کو منہ کے بل گرا دینے کے (مف) قرآن میں ہے؛

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (۲۷/۹۰) اور جو کوئی برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۵۔ كَبْكَبَ؛ میں تکرار لفظی ہے جو اس کے معانی میں بھی شدت پیدا کر رہا ہے۔ بمعنی کسی چیز کو اوپر سے لڑھکا کر گڑھے میں پھینک دینا۔ (مف۔منجد) ارشاد باری ہے؛

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ (۲۶/۹۴)	تو وُہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

۶۔ قَلَبَ: تقليب الشئ۔ بمعنی کسی چیز کو پھیرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں لوٹانے کے ہیں اور قَلَبَ الثَّوْبَ بمعنی کپڑے کو الٹنا۔ قَلَبَ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے مادی کی مثال یہ ہے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (۳۳/۶۶)	جس دن اُن کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے۔

اور معنوی کی مثال یہ ہے:

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ (۹/۴۸)	یہ پہلے بھی طالبِ فساد رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں یہانتک کہ حق آپہنچا۔

۷۔ نَكَسَ اور نَكَّسَ: نَكَسَ بمعنی اوندھا کرنا اور نَكَّسَ رَأْسَهٗ بمعنی ذلت یا ندامت سے سر جھکا دینا۔ (یہ محاورتاً استعمال ہوتا ہے اور نُكِسَ الْمَرِيْضُ مریض کا دوبارہ بیمار پڑنا اور اَلنُّكَاس بمعنی بیماری کا دوبارہ عود کر آنا اور اَلنُّكْس بمعنی بیماری کا دوبارہ عود کر آنا۔ گر کر نہ سنبھلنا۔ پھر دوبارہ پہلے سے زیادہ زور سے گرنا اور النکس بمعنی بہت بوڑھے لوگ اور نکس بمعنی اوندھا کرنا اور اِنْتَكَسَ بمعنی سر کے بل گرنا۔ دوبارہ بیمار پڑنا۔ (منجد مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (۲۱/۶۵)	پھر شرمندہ ہو کر سر نیچا کر لیا۔

دُوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ۔ (۳۶/۶۸)	اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں۔

ماحصل:
(۱) ارکس، نچلا سرا اُوپر اور اُوپر کا نیچے کر کے پھینک دینا۔
(۲) ائتفك: صحیح رُخ کے علاوہ دوسرے رُخ پر پٹخ دینا۔
(۳) جثم، سینہ کے بل گرنا یا چمٹنا۔
(۴) كَبَّ: اوندھے منہ گرانا۔
(۵) كَبْكَبَ: لڑھکا کر اوندھے منہ گڑھے میں گرا دینا۔
(۶) قَلَبَ: کسی چیز کی حالت یا معاملہ کو الٹ دینا یا الٹ کر دینا۔
(۷) نکس اور نکّس: سر کو ندامت سے جھکانا۔ بیماری کا پہلے شدید حملہ ہونا جس سے بیمار سنبھل نہ سکے۔ بڑھاپے کا آ دبانا جس سے عقل و حواس زائل ہونے لگے۔

الٹ پلٹ کرنا کے لیے فتن اور ابتلی "آزمائش کرنا" میں دیکھیے اور قَلَبَ "الٹ دینا" میں۔

۴۳۔ الگ کرنا (جدا یا علیحدہ کرنا)

کے لیے فَرَقَ، فَتَقَ، عَزَلَ، جَنَّبَ، مَازَ (میز) اور زَيَّلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَقَ، کسی چیز کو پھاڑ کر الگ کر دینا۔ (مف) پھر اس الگ شدہ حصّہ کو فِرْق اور اگر انسانوں کا گروہ ہو تو اسے فرقہ کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ (۲/۵۰)	اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔

اور دوسری جگہ ہے:

فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔ (۲۶/۶۳)	تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا گویا بڑا پہاڑ (ہے)۔

پھر فَرَقَ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی دو قسم کی چیزیں جو بظاہر ایک ہی نظر آتی ہوں مگر حقیقتاً الگ الگ ہوں تو ان کو الگ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔ (۵/۲۵)	موسیٰؑ نے (خدا سے) التجا کی کہ پروردگار! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی ڈال دے۔

اور فَرَّقَ بمعنی کسی جماعت سے الگ ہونا، علیحدہ فرقہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا۔ (۶/۱۶۰)	جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے رستے نکالے اور) کئی کئی فرقے ہو گئے۔ (جالندھریؒ)

۲۔ فَتَقَ: کے معنی کسی چیز میں بڑا سا شگاف ڈال کر اسے کھول دینا ہے۔ جیسے نافۂ مشک کو کھولا جاتا ہے (م ل) یا دو متصل چیزوں کو الگ الگ کرنا اور اس کی ضد رَتَقَ ہے بمعنی کسی چیز کا گڈمڈ شدہ اور جڑی ہوئی ہونا (مف) چنانچہ قرآن میں ہے:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ (۲۱/۳۰)	آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جُدا جُدا کر دیا۔

۳۔ عَزَلَ، کسی کو اس کے اصل کام یا مقصد سے علیحدہ کر دینا۔ بیکار کر دینا۔ ایک جانب لگا دینا (م۔ا۔منجد) اسی سے معزول اس شخص کو کہتے ہیں جو کام سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ اور عُزلت گوشۂ تنہائی کے معنوں میں آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکَ۔ (۳۳/۵۱)	اور جس بیوی کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

۴۔ جَنَبَ: جنب کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) پہلو (۲) بُعد ہونا اور جَنَبَ کے معنی کسی کو کسی آفت یا مصیبت سے دُور رکھ کر بچا لینا (م۔ل)؛

قرآن میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ	اور جب ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ میرے پروردگار! اس شہر مکّہ کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس

نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (۱۴/۳۵) بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

۵۔ مَازَ (میز) کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت اور ترجیح کی بنا پر الگ کرنا اور ماز الشیٔ بمعنی چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دینا۔ فوقیت دینا (منجد) قرآن کریم میں ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ حَتّٰى يَمِيۡزَ الۡخَبِيۡثَ مِنَ الطَّيِّبِ (۳/۱۷۹) (لوگو!) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دیگا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔

۶۔ زَيَّلَ: بمعنی کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے زائل کرنا (مف) زال عن مکانہ جگہ سے ہٹانا اور زَيَّلَ بمعنی کسی کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا یا متفرق کرنا (منجد) ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ (۱۰/۲۸) اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے۔

ماحصل:
(۱) فرق۔ کسی چیز کو پھاڑ کر الگ الگ کر دینا۔
(۲) فتق۔ کسی چیز کو پھاڑ کر کھول دینا۔ یا دو متصل چیزوں کو منفصل کرنا
(۳) عزل۔ کسی کو اس کے کام سے الگ کرنا
(۴) جَنَّبَ: کسی کو الگ کر کے کسی مصیبت سے دور رکھنا
(۵) مَازَ: کسی چیز کو دوسری سے فوقیت اور ترجیح کی بنا پر الگ کرنا۔
(۶) زَيَّلَ: کسی کو ایک جگہ سے سرکا کر یا ہٹا کر دوسروں سے الگ کر دینا۔

۳۴۔ الگ ہونا (جدا ہونا علیحدہ ہونا)

کے لیے فَرَقَ سے تَفَرَّقَ، عَزَلَ سے اِعۡتَزَلَ، جَنَّبَ سے تَجَنَّبَ، مَازَ سے امتاز اور زَيَّلَ سے تَزَيَّلَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔ ان پر لغوی بحث ہو چکی۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ تَفَرَّقَ، تَجَمَّعَ کی ضد ہے۔ یعنی الگ الگ اور متفرق ہو جانا۔ پھٹ کر علیحدہ علیحدہ ہو جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (۳/۱۰۳) اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۲۔ اِعۡتَزَلَ: کسی چیز سے کنارہ کش ہو جانا خواہ کسی کام سے یا عقیدہ سے۔ یعنی خواہ یہ کنارہ کشی ظاہری ہو یا معنوی سب صورتوں میں اِعۡتَزَلَ استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) اعتقادات سے یعنی معنوی کنارہ کشی کے لیے:

وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِىۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ (۴۴/۲۱) اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

(۲) کسی کام سے یعنی ظاہری کنارہ کشی کے لیے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ (۲/۲۲۲) سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو۔

۳۔ تَجَنَّبَ ، ایک طرف ہو کر دُور رہنا۔ پہلو تہی کرنا۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۸۷/۱۰،۱۱) جو خوف رکھتا ہے وُہ تو نصیحت پکڑے گا اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا۔

۴۔ اِمْتَازَ : کسی فضیلت اور ترجیح کی بنیاد پر اچھی چیز کا بُری سے یا بُری چیز کا اچھی سے الگ ہو جانا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۳۶/۵۹) اور گنہگارو ! تم آج الگ ہو جاؤ

ان کے علاوہ درج ذیل الفاظ بھی الگ ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

خَلَا (خلو)، خَلَصَ، فَصَلَ ، اِنْتَبَذَ (نبذ) تَزَيَّلَ (زیل) اور تَجَافٰى (جفو)

۵۔ خَلَا (یخلو) خلاء خالی جگہ کو کہتے ہیں جہاں عمارت و مکان وغیرہ کچھ نہ ہو۔ یہ لفظ زمان و مکان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خلا الزمان کے معنی زمانہ گزر گیا اور ظرف مکانی کے لحاظ سے خلا الرجل کے معنی کسی کے ساتھ علیحدگی (خلوت) میں ملاقات کرنا ہو گا (مع منجد)

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْآ اِنَّا مَعَكُمْ (۲/۱۴) اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں۔ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں (عثمانیؒ)

۶۔ خَلَصَ : کسی چیز کو آمیزش سے پاک کرنا اور اس سے ملاوٹ علیحدہ کرنا اور اس کی ضد خَلَطَ ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا۔ (۱۲/۸۰) جب وُہ اس سے نا امید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے۔

یعنی آپس میں مشورہ کرنے کے لیے دوسرے لوگوں سے الگ ہو کر کہیں جا بیٹھے۔

۷۔ فَصَلَ : دو چیزوں کا یوں علیحدہ ہونا کہ ان میں فاصلہ ہو جائے (مف) کسی مقام سے روانہ ہو جانا ؛

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔ (۲/۲۴۹) غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے (ان سے کہا، کہ خدا ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

۸۔ اِنْتَبَذَ : نَبَذَ کے معنی کسی چیز کو نا قابلِ التفات سمجھ کر پھینک دینا (مف) اور اِنْتَبَذَ کے معنی خود احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر دوسروں سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے ؛

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۔ (۱۹/۱۶) اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی تذکرہ کرو۔ جب وُہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔

اس مقام پر حضرت مریم کے لیے انتبذ کا لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ وُہ حضرت عیسیٰؑ کے حمل کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے لوگوں سے علیحدہ ہو کر شرقی مکان میں عزلت نشین ہو گئی تھیں۔

۹۔ تَزَيَّلَ : زال کے معنی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا (مف) اسی نسبت سے تزیل کے معنی کسی چیز کا اپنی جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر ہو جانا۔ ہٹ کر پرے ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے ؛

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴۸/۲۵) — اور اگر وہ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ہم انکو دکھ دینے والا عذاب دیتے۔

۱۰۔ تجافی: جَفْوَۃٌ اور جَفَاءٌ کے معنی ظلم اور جفا یا جفوا کے معنی ایک جگہ قرار نہ پکڑنا ہے (منجد) اور اسی نسبت سے تَجَافِی کا معنی بیقراری کی وجہ سے اپنی جگہ بدلنا یا اس جگہ سے الگ رہنا ہیں۔ ارشادِ باری ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲/۱۶) — ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

ماحصل:

(۱) تَفَرَّقَ: جماعت سے الگ اور متفرق ہو جانا۔

(۲) اِعْتَزَلَ: کسی کام سے یا عقیدہ سے یا انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینا۔

(۳) تَجَنَّبَ: کسی چیز سے الگ ہو کر دُور چلے جانا تاکہ مصیبت سے نجات ہو۔

(۴) اِمْتَازَ: کسی خصوصیت کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا

(۵) خَلَا: تنہائی میں ملنے کے لیے علیحدہ ہونا۔

(۶) خَلَصَ: آمیزش کا اصل چیز سے الگ ہونا اور خالص باقی رہ جانا۔

(۸) اِنْتَبَذَ: احساس کمتری کی بنا پر دوسروں سے الگ ہونا

(۹) تَزَيَّلَ: اپنی جگہ چھوڑ دینا اور ہٹ کر علیحدہ ہونا۔

(۱۰) تَجَافِی: بیقراری کی وجہ سے کسی چیز سے الگ ہونا

۳۵۔ اُمید لگانا

کے لیے اَمَلَ: اِمَنّٰی اور رَجَا کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ اَمَلَ کی بحث "آرزو" میں گزر چکی ہے اور اس کے معنی ایسی آرزو اور امید کے ہیں جو بظاہر غیر متوقع اور دیر سے وقوع پذیر ہونے والی ہو۔ گویا اَمَلَ میں مدت اور انتظار کا تصور بھی پایا جاتا ہے اس لحاظ سے یہ امید لگائے رکھنے کے معنی میں آتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے:

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ (۱۸/۴۶) — اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید لگانے کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں

۲۔ اَمَنّٰی: اُمْنِيَۃ بمعنی جھوٹی اور باطل آرزو اور اَمَانِی اس کی جمع ہے۔ یہ بحث بھی "آرزو کرنا" میں گزر چکی اور اَمَنّٰی کا لفظ کسی کو ایسی ہی باطل اور جھوٹی امید دلانے کے معنوں میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (۴/۱۱۹) — (شیطان نے کہا) اور ان (انسانوں) کو ضرور گمراہ کرتا اور امیدیں لگاتا رہوں گا۔

۳۔ رجا: (رجو) رَجَا کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کنارہ (۲) امید لگانا (م ل) یہاں دوسرے معنی سے غرض ہے اور اس میں بھی اَمَلَ کی طرح مدت اور انتظار کا تصور پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (۹/۱۰۶) — اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے (منتظر)

البتہ رجاء ایسی امید کو کہتے ہیں جس کے پورا ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے (اور اس کی ضد یاس ہے)۔

ارشاد باری ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ (۴/۱۰۴)	اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو۔ اسی طرح وُہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم خُدا سے ایسی ایسی امیدیں بھی رکھتے ہو جو وُہ نہیں رکھتے۔

ماحصل: (۱) اَمَلَ ، دیر سے پوری ہونے والی اور بظاہر غیر متوقع امید کے لیے آتا ہے۔

(۲) اَمْنِی ، جھوٹی قسم کی امیدیں دلانے کے لیے اور

(۳) رَجَا ، ایسی امید کے لیے آتا ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کا ظن غالب ہو خواہ دیر سے ہو۔

انبار اور انبوہ ، کے لیے دیکھیے "وافر۔ بہت"

انتخاب کرنا ، کے لیے دیکھیے "چن لینا"

۳۶۔۔۔ انتڑیاں

کے لیے دو الفاظ حَوَایَا (حوی) اور اَمْعَاءَ (معی) آئے ہیں۔

۱۔ حَوَایَا ، (حَوِیَّة کی جمع ہے) حوایا سے مراد سانپ کی طرح کنڈلی مارنے والی انتڑیاں ہیں۔ حَیَّة سانپ کو کہتے ہیں۔ تحوی الحیة "سانپ کے کنڈلی مارنے کو اور حاوی۔ سانپ کا منتر پڑھنے والے کو کہا جاتا ہے (منجد) اور یہ وہ رودہ مستقیم ہے جو کنڈلی مارتے مارتے مقعد تک چلی جاتی ہے۔ (م ل)

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ (۶/۱۴۶)	اور ہم نے ان (یہودیوں) پر ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی حرام کر دی تھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں کی یا جو ہڈی کے ساتھ مل گئی ہو۔

۲۔ اَمْعَاءَ ، یہ مَعًی کی جمع ہے۔ یہ لفظ عام ہے جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی انتڑیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (۴۷/۱۵)	اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

۳۷۔۔۔ انتظار کرنا

کے لیے اِنْتَظَرَ ، اِرْتَقَبَ ، تَرَبَّصَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اِنْتَظَرَ ، نَظَرَ کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) معائنہ یعنی آنکھوں سے کوئی چیز دیکھنا اور (۲) تَامَّلِ الشَّیْءِ ، کسی چیز کے لیے انتظار اور مہلت (م ل) یہاں دوسرے معنی سے غرض ہے۔ قرآنِ کریم میں نَظِرَة اسی معنی میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ۔ (۲/۲۸۱) — اور اگر قرض لینے والا تنگدست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو)۔

اور انتظر: کسی امید کے پورا ہونے کا وقت گزارنا اور یہ لفظ انتظار کے لیے عام ہے اور اس لحاظ سے نظرۃ اور انتظار قریب المعنیٰ ہیں۔ اور انتظار خیر و شر دونوں میں۔ نیز شک اور یقین دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فق ل ۵۸) ارشاد باری ہے:

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (۱۱/۱۲۲) — اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ ہم (اپنی جگہ) عمل کیے جاتے ہیں۔ اور (نتیجہ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

۲۔ اِرْتَقَبَ: رَقَبَةٌ۔ گردن کو کہتے ہیں اور رَقَبَ کسی کی گردن پر نظر رکھنے یا اس کی نگرانی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) اور رِقْبَةٌ کے معنی احتیاط۔ نگہبانی، بچاؤ اور خوف ہے (منجد) لہٰذا اِرْتَقَبَ سے مراد ایسی انتظار ہے جس میں انسان چوکس اور چوکنا رہے۔ دوسرے کی حرکات و سکنات کا خیال رکھے اور اپنے بچاؤ کا بھی۔ قرآن میں ہے:

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ (۱۱/۹۳) — تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کر لینے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۳۔ تَرَبَّصَ: رَبَصَ اور تَرَبَّصَ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ انتظار یا تو کسی معینہ مدت کے لیے ہوتا ہے یا کسی ایسے امر کے ہونے یا زائل ہونے کا جس کی توقع ہو (مف)۔ مثلاً اشیائے تجارت کی گرانی اور ارزانی کا۔ تَرَبَّصَ بِسِلْعَةٍ کا معنی ہے مال کی گرانی کا انتظار کرنا (منجد) اسی طرح عورت کے لیے اپنی عدت پوری کرنے کا انتظار تربّص کہلائے گا اور بمعنی زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے انتظار کرنا۔ (فق ل ۵۹) ارشاد باری ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (۹/۵۲) — کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ خدا (یا تو) خود اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے اور یا ہمارے ہاتھوں سے تو تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اِنْتِظَار: کسی امید کے وقت تک کی مدت گزارنا اور یہ لفظ عام ہے۔ خیر و شر میں اور شک و یقین دونوں صورتوں میں آتا ہے۔

(۲) تَرَقُّب: انتظار کرنا اور چوکس رہنا۔ کڑی نظر رکھنا۔ عموماً برائی کے وقت کی انتظار کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَرَبُّص: زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی مدت یا معینہ مدت کا انتظار۔

۳۸۔ انجام (کار)

کے لیے مُنْتَہٰی، صَارَ (صَیر) اور عَاقِبَۃ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ مُنْتَہٰی: النّھی کے معنی روکنا اور انتہٰی رک جانا کے معنوں میں آتا ہے۔ النھاء والنہایۃ کسی چیز کی غایت اور آخر (منجد) اور نہایۃ الدار گھر کی چار دیواری کو کہتے ہیں (م ق) اور منتہٰی اسم ظرف ہے۔ زمانہ یا جگہ کے لحاظ سے کوئی چیز جہاں تک پہنچ کر رک جائے وُہ اس کی آخری حد یا منتہٰی یا انجام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (۵۳/۴۲)	پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ آخر تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔

۲۔ صَارَ: کے معنی میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) رجوع اور (۲) مآل یعنی انجام (م ل) اور صیر الامر سے مراد کسی کام کا آخری حصّہ یا اس کی انتہا ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی کام اختتام پذیر ہو تو کہتے ہیں فُلَانٌ عَلٰی صَیْرِ الْاَمْرِ (منجد) پھر صَارَ کے معنی ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا بھی ہیں۔ (منجد) گویا صَارَ کا لفظ کام کی نوعیت سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ ایک کام جس نہج پر ہو رہا ہے۔ وُہ کوئی اور رُخ تو اختیار نہیں کرے گا اور جس انداز میں وُہ جا کر ختم ہو گا اس آخری کیفیت کا نام صَیْر ہے۔ اور مَصِیْر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (۴۲/۵۳)	دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے۔

۳۔ عَاقِبَۃ: عقب بمعنی ایڑی اور عَقَبَ کے معنی کسی کے پیچھے چلنا اور پیچھے آنا اور عاقبۃ ہر چیز کا آخر یا عمل کا انجام ہے (منجد) پھر عقب کے مفہوم میں شدت اور صعوبت بھی پائی جاتی ہے عَاقَبَہٗ کے معنی کسی کو اس کے عمل کے بدلہ میں پکڑنا بھی ہے اور عِقَاب کا لفظ عموماً کسی بُرے کام کے بدلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۴۰/۵)	اور بیہودہ (شبہات سے) جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کردیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا۔ سو دیکھ لو) میرا عذاب کیسا ہوا!

گویا عاقبۃ کے لفظ کا اطلاق محض کسی کام کے انجام پر نہیں ہوتا بلکہ اس کام کے بدلہ پر بھی ہوتا ہے۔ نیز یہ لفظ اچھے اور بُرے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً

(۱) خیر کے لیے: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۷/۱۲۸)	زمین تو خدا کی ہے۔ وُہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور آخر بھلا تو ڈرنے والوں کا ہے
(۲) شر کے لیے: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ	تم سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (۳/۱۳۷) — سیر کرکے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

ماحصل: (۱) منتھیٰ، کسی کام کا انجام جہاں جاکر وُہ ختم ہوتا ہے، یہ عام ہے۔

(۲) مصیر، کسی کام کا انجام اور اس کے ختم ہونے کا رُخ اور طور طریق۔

(۳) عاقبة، کسی کام کے انجام اور اس کے بدلہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۹ — اندازہ لگانا

کے لیے دو الفاظ خَرَصَ اور قَدَرَ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ خَرَصَ کے معنی محض ظن اور تخمین سے کام لینا۔ خَرَصَ النَّخْلَةَ سے یہ مراد ہے کہ محض اٹکل سے اندازہ کرنا کہ اس کھجور کے درخت پر کتنا پھل ہوگا اور خرّاص ایسا تخمینہ لگانے والے آدمی کو کہتے ہیں (منجد) اور خرّاص بمعنی کذّاب (بہت جھوٹا) بھی مستعمل ہے کیونکہ ایسا آدمی بغیر علم اور حقیقت کے بات کرتا ہے اور یہی بات جھوٹ کی بنیاد ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (۶/۱۴۹) — تم محض خیال کے پیچھے لگتے اور اٹکل کے پیچھے چلتے ہو۔

۲۔ قَدَرَ: قَدَرَ کے معنی کسی معاملہ کی تدبیر کرنا، کسی چیز کو تیار کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے (منجد) اور قَدَرَ (مف) سے مراد وُہ قوانینِ فطرت ہیں جن کے تحت کوئی چیز وجود میں آتی اور ترتیب پاتی ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اور صرف اچھے معنوں میں آتا ہے (فق ل ۱۵۷)

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (۵۴/۴۹) — ہم نے ہر چیز اندازہ مقررہ کے ساتھ پیدا کی ہے۔

اور قَدَرَ کے کسی چیز کو اس مخصوص طرز پر بنانا اور تربیت کرنا ہے جیسا کہ حکمت کا تقاضا ہو، اور یہ لفظ عام ہے اور یہ اندازہ اچھا بھی ہوسکتا ہے اور بُرا بھی (فق ل ۱۵۷) جیسا کہ یہ بات عقیدہ میں شامل ہے۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (۱۰/۵) — وُہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منوّر بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔

ماحصل: (۱) خَرَصَ، ایسا اندازہ جس کی بنیاد علم و حقیقت کی بجائے ظن و تخمین پر ہو۔ اور یہ ناقابلِ اعتماد ہوتا ہے۔

(۲) قدر، وُہ قوانینِ فطرت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت سے مقرر کر رکھے ہیں اور یہ مستحکم الدلائل ہوتے ہیں۔ اور قَدَرَ ایسے قوانین پر مبنی اندازہ کو کہتے ہیں۔

۴۰ — اندر

کے لیے خِلَال، بَاطِنٌ اور بِطَانَةٌ اور جَوْفٌ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ خلال، دو ایسی چیزوں کے اندر کوئی جگہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔ خلال دانتوں کی درمیانی جگہ کو صاف کرنے کے تنکہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کی انگلیوں اور داڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ منافقین کے بارے میں ارشادِ باری ہے؛

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ۔ (۹/۴۷)
اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو تم میں فساد ڈلوانے کی خاطر تمہارے ہی اندر گھوڑے دوڑاتے۔

۲۔ باطن: بطن پیٹ اور ہر چیز کے اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور باطن صرف کسی چیز کے اندرونی حصہ، اندرونی جانب یا اندر کو کہا جاتا ہے (منجد) ارشاد باری ہے؛

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (۵۷/۱۳)
سو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندر (کی طرف) تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

بطائن: بَطَانَة کی جمع ہے اور بطانة لباس کے اندرونی طرف لگے ہوئے کپڑا یا استر کو بھی کہتے ہیں اور بھید کو بھی (منجد) نیز رازدار دوست کو بھی۔ قرآن میں ہے؛

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (۵۵/۵۴)
(اہلِ جنت) ایسے بچھونوں سے تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

۳۔ جَوْف، جَوِفَ بمعنی کھوکھلا ہونا اور جَوَّفَ بمعنی کھوکھلا کرنا۔ جَوف پیٹ یا اندرونی حصہ کو کہتے ہیں اور جوف البیت مکان کے اندرونی حصہ کو اور مُجَوَّف کھوکھلی چیز کو (منجد) گویا جوف میں جہاں اندر یا اندرونی حصہ کا تصور پایا جاتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ کھوکھلا پن وسعت یا خلا کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (۳۳/۴)
اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں بنائے۔

ماحصل: (۱) خلال۔ دو ایسی چیزوں کا درمیان یا اندرونی حصہ جن کا آپس میں تعلق ہو۔
(۲) کسی چیز کا اندر یا اندرونی حصہ یا جانب۔ (۳) جَوف، کسی چیز کا اندرونی خلا۔

۴۱۔۔۔اندھا

کے لیے اَعْمٰی، اَكْمَه اور عَمِہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَعْمٰی: نابینا جو بصارت سے عاری ہو۔ آنکھوں کا اندھا۔ (فل ۲۹) (ج عُمْی) قرآن میں ہے؛

هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (۱۳/۱۶)
کیا بینا اور نابینا برابر ہیں؟

گو اس لفظ کا اطلاق عموماً ظاہری آنکھوں کے اندھے پن پر ہوتا ہے۔ لیکن گاہے گاہے دل کے اندھے پن پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (۲۷/۸۱) — اور آپ ان اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) راستہ نہیں دکھا سکتے۔

۲۔ اَکْمَہ: مادرزاد اندھے کو کہتے ہیں (م ل۔ منجد) قرآن میں ہے:

وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ (۵/۱۱۰) — اور (اے عیسیٰؑ) تم میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو چنگا کر دیتے تھے۔

۳۔ عَمِهَ، عَمَهًا: بمعنی فقدان بصیرت (منجد) اور بمعنی دل کا اندھا پن (م ق) اور بمعنی حیران ہونا۔ گمراہی میں بھٹکنا (منجد) اور بمعنی حیرانگی کی وجہ سے تردد میں پڑنا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (۲/۱۵) — اللہ ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں مہلت دیے جاتا ہے کہ سرکشی میں پڑے بھٹک رہے ہیں۔ (جالندھری)
اپنی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ دل کے اندھے ہیں (عثمانی)

ماحصل: مادرزاد اندھے کے لیے اَکْمَہ اور اس کے علاوہ اَعْمٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عَمِہَ بمعنی دل کا اندھا ہونا۔
اندھیرا کرنا۔ ہونا کے لیے دیکھیے "تاریکی چھانا"

۴۲۔ انصاف

کے لیے قِسط اور عدل کے الفاظ آئے ہیں

۱۔ قِسط: کے معنی کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کر دینا یعنی اس کے بنیادی معنی ظلم سے بچنے کے ہیں (مف) اس لحاظ سے اس کا معنی انصاف کرنا کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کا اطلاق ظاہری امور میں انصاف کرنے پر ہوتا ہے۔ اسی لیے میزان اور مکیال کو بھی قسط کہتے ہیں (فق ل ۱۹۴)

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۵۵/۹) — اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔

پھر قسط کا لفظ لغت ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر قَسَطَ یَقْسُطُ ہو تو اس کے معنی اوپر بیان ہوئے اور قَسَطَ یَقْسِطُ تو اس کے معنی کسی کے حق دبانے، حق کے خلاف کرنے اور حق سے تجاوز کرنا ہوں گے ——— (مف منجد) ارشاد باری ہے:

وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۷۲/۱۵) — اور وہ جو بے انصاف (ظالم) ہوتے وہ جہنم کا ایندھن بنے (عثمانیؒ)

پھر کسی کے حق کی ادائیگی خواہ ایک مشت ہو یا کئی حصوں میں۔ اس کے لیے بھی قِسط اور اَقساط کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ گویا لفظ قسط کا استعمال حق کی ادائیگی کل اور جزو دونوں پر ہوتا ہے۔

پر ہوتا ہے۔ لیکن ان معنوں میں اس کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ البتہ باب افعال ہو تو انصاف کرنا ہی کے معنوں میں آئے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۹/۹) — اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۲۔ عدل: میں بنیادی معنی دو پائے جاتے ہیں (۱) توازن و تناسب کو قائم رکھنا (۲) دوسرے کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دینا (ف ق) اور یہ روایت کہ بالعدل قامت السموت والارض۔ یعنی زمین و آسمان عدل کے سہارے قائم ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے سیاروں میں اس قدر توازن و تناسب اور ہم آہنگی ہے۔ کہ اگر ان کی کشش اور حرکت میں ذرا بھی کمی بیشی ہو جائے تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر کائنات فوراً فنا ہو جائے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت اسی پہلے معنی میں استعمال ہوئی ہے اور عدل کا تعلق ظاہری اور باطنی امور سب پر ہوتا ہے (فق ل ۱۹۴) اور یہ قسط سے بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ۔ (۸۲/۷) — جس نے تجھے پیدا کیا اور (تیرے اعضا) کو ٹھیک کیا اور (تیری قامت کو) معتدل رکھا۔

پھر یہ لفظ اسی لحاظ سے (۱) برابری اور (۲) عوض یا بدلہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یعنی دو چیزوں کا آپس میں برابر ہونا۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ۔ (۵/۹۵) — یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔

(۲) بمعنی عوض۔ بدلہ۔ معاوضہ:

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (۲/۴۸) — نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے۔

اور عدل کا دوسرا مفہوم یعنی دوسرے کا حق دینا، ہی ہمارے زیرِ بحث ہے جو انصاف کا مفہوم ادا کرتا ہے، ارشادِ باری ہے:

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵/۹) — انصاف کیا کرو، یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔

پھر ان معنوں میں بھی عدل کا لفظ ذوی الاضداد سے ہے۔ اگر عَدَلَ يَعْدِلُ باب سے آئے تو اس کے معنی ظلم کرنا یا ناانصافی کرنے کے ہوتے ہیں (منجد) قرآن کریم میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (۶/۱) — ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر اپنے پروردگار سے ناانصافی کرتے ہیں۔ یا دوسروں کو اللہ کے برابر کر دیتے ہیں

لفظِ عدل چونکہ وسیع مفہوم رکھتا ہے لہٰذا یہاں یَعۡدِلُوۡن کا ترجمہ خدا کے برابر ٹھہراتے یا خدا کی مثل اور نظیر قرار دیتے ہیں بھی کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) قسط، کا لفظ دوسرے کو اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ یکمشت ہو یا بالاقساط۔ خصوصاً جبکہ باب افعال سے ہو اور اس کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہوتا ہے۔

(۲) عَدۡل، دوسرے کو اس کا پورا پورا حق یا اس کی مالیت کے برابر اس کا عوض دینا اور تناسب و مساوات کو ملحوظ رکھنا اور اس کا استعمال ظاہری اور باطنی امور میں عام ہے۔

۴۲۔ انکار کرنا

کے لیے اَبٰی، اَنۡکَرَ، جَحَدَ اور کَفَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ اَبٰی بمعنی کسی بات کو تسلیم نہ کرنا، شدّتِ امتناع۔ (مف) گردن کشی۔ قبول نہ کرنا۔ اَڑ جانا (م۔ ل) اور اَبٰی کے معنی مکروہ جاننا، ناپسند کرنا۔ کسی چیز سے ناخوش ہونا بھی ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ	اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے
فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ۔ اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ	سجدہ کرو۔ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے۔
وَکَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ (۲/۳۴)	انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔

۲۔ اَنۡکَرَ۔ نکر کے معنی کسی چیز کو نہ پہچاننا، کسی چیز یا بات سے اجنبی ہونا (م ل) اور اس کی ضد عَرَفَ ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو پہچان لینے کے ہیں) یعنی ایسی بات جسے انسان کا دل قبول نہ کرے اور جو اچنبھا معلوم ہو۔ خواہ وہ بوجہ جہالت نہ سمجھ سکے یا سمجھتا ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَجَآءَ اِخۡوَۃُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡہِ	اور یوسف کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے۔
فَعَرَفَہُمۡ وَہُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ (۱۲/۵۸)	تو اس نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَہٰذَا ذِکۡرٌ مُّبٰرَکٌ اَنۡزَلۡنٰہُ	اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے،
اَفَاَنۡتُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ (۲۱/۵۰)	تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

۳۔ جَحَدَ، بمعنی کسی بات کا علم ہو جانے کے بعد دیدہ دانستہ انکار کر دینا (م۔ ل) ایسی بات کا زبان سے انکار کرنا جسے دل صحیح تسلیم کرتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَحَدُوۡا بِہَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡہَاۤ اَنۡفُسُہُمۡ	اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے ان معجزات سے انکار کیا
ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا (۲۷/۱۴)	حالانکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔

۴۔ کَفَرَ: حق کو نہ پہچاننا (م۔ ل) اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈالنے کے لیے ہیں۔ اور کسان کو بھی کافر کہا جاتا ہے (منجد) کیونکہ وہ زمین میں دانہ کو چھپا دیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ (۵۷/۲۰) جیسے بارش (کہ اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔

اور کفر کی ضد ایمان ہے اور اسے کفر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایمان پر پردہ پوشی کی جاتی ہے (م۔ل) قرآن میں ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸/۳۷) تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا۔کیا تو منکر ہو گیا اس سے جس نے پیدا کیا تجھے مٹی سے۔ (عثمانیؒ)

اور کفر بمعنی احسان فراموشی بھی ہوتا ہے۔ اس معنی میں اس کی ضد شکر ہے (۱۴/۷)

ماحصل: (۱) اَبیٰ۔ کسی بات کو قبول کرنے سے انکار۔ اڑ جانا۔ نہ ماننا۔ تسلیم نہ کرنا۔

(۲) جحد۔ ایسی بات سے انکار جس کا دل میں یقین ہو۔

(۳) اَنْکَرَ۔ کسی چیز کو نہ پہچاننے کی وجہ سے انکار۔

(۴) کَفَرَ۔ حق بات پر پردہ ڈالتے ہوئے انکار کر دینا۔

۴۴۔ انگلیاں

کے لیے دو الفاظ اَصَابِعَ اور اَنَامِلَ آئے ہیں:

۱۔ اَصَابِعَ: اصبع کی جمع ہے۔ جس کے معنی انگلی کا ناخن والا پور۔ خم اور جوڑ کا مجموعہ ہے (مف) قرآن میں ہے:

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ (۲/۱۹) وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔

اور صرف پوروں کے لیے بَنَان کا لفظ آیا ہے جس کا واحد بنانۃ ہے۔ قرآن میں ہے:

بَلٰى قَادِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (۷۵/۴) کیوں نہیں، اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

۲۔ اَنَامِل: اَنْمَلَۃٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں انگلی کا بالائی حصہ اور اس کی اطراف (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (۳/۱۱۹) اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

۴۵۔ اوڑھنا

کے لیے اِسْتَغْشٰی (غشی) اِدَّثَرَ (دثر) اور اِزَّمَّلَ (زمل) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ استغشٰی: غشی کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز کو ڈھانپ لینا۔ اور یہ لفظ اوپر سے ڈھانک لینے یا پردہ ڈالنے کے معنی میں آتا ہے (م ل)

اور استغشی کے معنی اپنے اوپر کوئی کپڑا اوڑھ لینا اور غواش ہر اوڑھنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ (م ۔ ا) قرآن میں ہے:

اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ (۱۱/۵)	سن رکھو! جس وقت وہ اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ (عثمانیؒ)

اور یہ لفظ جس طرح ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی لحاظ سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (۷۱/۷)	(نوحؑ نے کہا) اور جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔

۲۔ اِدَّثَرَ: الدِّثار اس گرم چادر یا کمبل کو کہتے ہیں جسے عام لباس کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ یا سونے والا اوڑھ کر سوتا ہے (منجد) اور ہر وہ کپڑا جو بدن سے ملا ہوا ہو اُسے شعار اور جو کپڑا شعار سے ملا ہوا ہو اسے دثار کہتے ہیں (ف۔ ل ۱۹) اور اِدَّثَرَ بمعنی چادر یا کمبل عام لباس کے اوپر اوڑھ لینا۔ اور دثور القلب بمعنی کسی کی یاد دل سے محو ہونا اور داثر بمعنی ہالک اور غافل (م۔ ا) گویا اِدَّثَرَ سے مراد کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (۷۴/۱-۲)	اے (محمدؐ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو۔

۳۔ اِزَّمَّلَ: زَمَّلَ بمعنی کپڑے میں لپیٹنا۔ کپڑے میں اپنے آپ کو چھپانا اور مُزَّمِّل بمعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا اور اِزَّمَّلَ اور زُمَّیْل بمعنی کمزور۔ بزدل، ڈرپوک (منجد) اور زُمَّل بمعنی ضعیف، ترسیدہ، بد دل (م۔ ا) گویا مُزَّمِّل اس کپڑا اوڑھنے والے کو کہتے ہیں جو کسی کمزوری، ڈر یا بد دلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھ کر لیٹ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (۷۳/۱)	اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

ماحصل: (۱) استغشی: کسی حالت میں کوئی بھی کپڑا اوڑھنا یا اپنے گرد لپیٹنا عام ہے۔

(۲) اِدَّثَرَ: کپڑا اوڑھ کر غفلت کی نیند سونا یا گہری نیند لینے کی نیت سے کپڑا لپیٹنا۔

(۳) اِزَّمَّلَ: کسی ڈر، کمزوری یا بد دلی کی وجہ سے کپڑا اوڑھنا۔

۴۶ —— اولاد

کے لیے اَوْلَاد، ذُرِّیَّة (ذرار) اَسْبَاط، عَقِب، نَسْل، حَفَدَة، اَهْل اور آل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَوْلَاد: وَلَد بمعنی جنا ہوا بچہ اور اولاد اس کی جمع ہے۔ اس لفظ کا اطلاق عموماً بیٹے بیٹیاں، پوتے،

پوتیاں اور پھر نیچے تک ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴/۱۱) — خدا تمہاری اولاد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔

۲۔ اَسْبَاط: سِبْط کے معنی اولاد کی اولاد کے ہیں (یعنی دوسری نسل) مگر یہ لفظ زیادہ تر نواسوں کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح پوتے کے لیے حَفِيْد یا حَفَدَۃ ہے (منجد) اور اسباط کے معنی لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے نواسی اور پھر آگے تک۔ نیز اسباط عموماً حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف۔ منجد) ارشاد باری ہے:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (۲/۱۴۰) — (اے یہود و نصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔

۳۔ ذُرِّيَّة: بعض اہل لغت اسے ذرّ سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی ہیں چھوٹی چیونٹیاں (منجد) اور ذَرَّۃ اس کا واحد ہے اور ذُرِّيَّة چھوٹی اولاد کو کہتے ہیں (مف) جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ (۲/۲۶۶) — اور اس کو بڑھاپا آپکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں۔

پھر اس لفظ کا اطلاق سب اولاد پر ہونے لگا اور بعض اسے ذَرَأَ سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ ذَرَءَ الْاَرْضَ کے معنی زمین میں کچھ بونا (منجد) اور ابن فارس کے نزدیک ہر وہ چیز جو بوئی اور کھیتی کی جا سکے (م ل) اور یہ لفظ اولاد سے عام ہے۔ اس میں بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں سب شامل ہیں۔ (ف ل ۲۰۶) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲/۱۲۴) — اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا۔ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنائیو) خدا نے فرمایا ہمارا اقرار ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔

۴۔ عَقِب: عَقَب بمعنی ایڑی۔ بیٹا۔ پوتا اور عَقَّبَ کے معنی پیچھے چلنا اور اَعْقَبَ کے معنی جانشین ہونا ہے (منجد) اور عَقِبَ کا اطلاق انسان کے مرنے کے بعد اپنی پیچھے چھوڑی ہوئی اولاد پر ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (۴۳/۲۸) — اور (حضرت ابراہیمؑ) یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے۔

۵۔ نَسْل: نَسَلَ کے لغوی معنی تیز دوڑنا یا بلندی سے پستی کی طرف دوڑنا کے ہیں (منجد) جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے:

حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ (۲۱/۹۶)
یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

اور اس کا دوسرا معنی کسی جاندار کے جسم سے کوئی چیز جدا ہونا ہے اور نُسَالَہ داڑھی سے گرے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں یا پرندوں کے ان پروں کو جو جھڑ کر گر جاتے ہیں اور چونکہ اولاد بھی ماں باپ کے جسم کا حصہ ہوتا ہے جو ان سے جدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اولاد کو نسل سے تعبیر کرتے ہیں (مف) ابن الفارس نے بھی یہی دو معنے بیان کیے ہیں (م ل)

نَسْل (مع) سے مراد کسی مخصوص انسان کی تمام ترپشتیں ہوتی ہیں۔ گویا یہ لفظ اولاد اور ذُرِّيَّت وغیرہ سب سے عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ۔ (۳۲/۸)
اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل خلاصے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔

۶۔ حَفَدَة: حَفَدَ بمعنی کام کرنے میں پھرتی دکھانا (مف۔ منجد) دُعائے قنوت کے الفاظ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ سے یہی مراد ہے اور حَافِد بمعنی تَبَرَّعًا تیزی کے ساتھ خدمت بجا لانے والا خواہ یہ اجنبی ہو یا رشتہ دار (مف) اور حَافِد اور حَفِيْد دونوں کے معنی پوتا بھی ہیں (مف۔ منجد) اور حَافِد کی جمع حَفَدَة ہے۔ امام راغب کے نزدیک حَفَدَة کا اطلاق سسر اور اولاد دونوں طرف کے رشتہ داروں پر ہوتا ہے (اناث اس میں شامل نہیں) ارشاد باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً (۱۶/۷۲)
اور تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔

۷/۸ آل اور اَهْل: بعض اہل لغت کے نزدیک یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں اور رشتہ دار یا خاندان کے معنوں میں آتے ہیں۔ مگر ان دونوں لفظوں میں کئی فرق ہیں مثلاً:

(۱) اَهْل کا دائرہ اس لحاظ سے محدود ہے کہ اس میں صرف گھر والے یعنی بیوی بچے شامل ہوتے ہیں جبکہ آل میں ذہنی یگانگت رکھنے والے بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً اَهْل فرعون سے صرف اس کے گھر والے اور آل فرعون سے گھر والوں کے علاوہ اس کے اہل کار اور اس سے متعلق تمام لوگ شامل ہیں۔ اسی طرح آل النبیؐ میں آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کے علاوہ امت کے وہ لوگ بھی شامل ہیں، جنھیں علم و معرفت کے لحاظ سے آپؐ سے خصوصی تعلق ہو۔

(۲) اور اَهْل کا دائرہ آل سے اس لحاظ سے وسیع ہے کہ یہ غیر ذوی العقول کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً اهل البلد (شہر والے) یا اہل الارض تو کہا جا سکتا ہے مگر آل البلد یا آل الارض نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اہل المدینہ، اہل الذکر، اہل الکتاب اور اہل النار کی بھی صورت ہے۔

(۳) آل کا لفظ صرف کسی معروف ہستی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ مثلاً آل ابراہیم یا آل عمران تو

کہہ سکتے ہیں مگر آل الخیاط نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اہل الخیاط کہہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں "درزی کے گھر والے" اس کا معنی ہو گا۔

ماحصل: (۱) اولاد: بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں اور آگے تک۔
(۲) اَسْبَاط: نواسے، نواسیاں اور آگے تک۔
(۳) ذُرِّیَّت: اس میں پوتے نواسے سب شامل ہیں۔
(۴) مرنے کے بعد کسی کی اولاد کو عقب کہہ سکتے ہیں، اُس کی زندگی میں نہیں۔
(۵) نَسل، کسی شخص کی تمام نچلی پشتیں اس کی نسل ہے۔
(۶) حَفَدَۃ: پوتے (صرف ذکور) اور بعض کے نزدیک سسرال والے بھی۔
(۷) اَھْل، گھر والے۔ بیوی سمیت۔ اولاد اور اہل خاندان۔
(۸) آل: رشتہ داروں کے علاوہ ذہنی یگانگت رکھنے والے۔

۴۷۔ اُون

کے لیے دو الفاظ آئے ہیں۔ صُوف اور عِھْن

۱۔ صوف: بھیڑ اور مینڈھے وغیرہ کے جسم سے آتاری ہوئی اُون کو صوف کہتے ہیں۔ (ف ل ۳۰) ارشادِ باری ہے،

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ‎(١٦/٨٠)‏
اور ان (جانوروں) کی اون، پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں)۔

۲۔ عِھْن: اور جب یہ اون رنگ دی جائے تو عِھْن ہے۔ رنگی ہوئی اون۔ قرآن میں ہے:

وَتَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ‎(٧٠/٨-٩)‏
جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسا پگھلا ہوا تانبا اور پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اُون۔

۴۸۔ اُونٹ

کے لیے اِبِل، بَعِیْر، جَمَل، ھِیْم، رِکَاب، نَاقَۃ، ضَامِر، عِشَار، بُدْن، بَحِیْرَۃ، وَصِیْلَۃ، سَائِبَہ اور حَام۔ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِبِل: اسم جنس ہے۔ ہر قسم کے اونٹ اور نر و مادہ سب کے لیے مستعمل ہے۔ اس کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا۔ اور اس لفظ سے اونٹوں کا گلہ بھی مراد لیا جاتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ‎(٨٨/١٧)‏
یہ لوگ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے عجب پیدا کیے گئے ہیں۔

۲۔ بَعِیْر: اسم جنس ہے اور نر و مادہ سب پر استعمال ہوتا ہے۔ جب اونٹ چار سال کا بار برداری کے قابل ہو جائے تو بَعِیْر ہوتا ہے۔ نوجوان اور طاقت ور اونٹ (مف فل ۲۷) قرآن میں ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ
وہ بولے کہ بادشاہ کے (پینے کا) گلاس ہمیں مل نہیں رہا اور

حِمۡلُ بَعِيۡرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ (۱۲/۷۲) جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۳۔ جَمَل، پانچ سال سے زائد عمر کا نر اونٹ۔ خوبصورت اونٹ (ف ل ۲۷) اس کی جمع جِمَالَةٌ آتی ہے۔ قرآن میں ہے،

اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ۚ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (۷۷/۳۲-۳۳) اس سے آگ کی اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے جمل گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

۴۔ ھِیۡم، ھَام دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) عاشقانہ اور مجنونانہ کیفیت سے آوارہ پھرنا اور (۲) سخت پیاسا ہونا۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے اور ھیام اونٹوں کی ایک بیماری ہے جس میں اسے اتنی پیاس لگتی ہے کہ وہ سیر نہیں ہوتا (منجد) اور ھِیۡم ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جو سخت پیاسا ہو۔ ارشاد باری ہے،

فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ۚ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ (۵۶/۵۵) اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔

۵۔ رِکَاب، رَکِبَ کے معنی سوار ہونا اور رِکَاب کسی سوار کے سوار ہونے کے وقت پاؤں رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (ہمارے ہاں رکاب انہی معنوں میں مستعمل ہے) پھر یہ لفظ ہر سوار اور سواری کے لیے استعمال ہونے لگا۔ (منجد) عرف عام میں راکب کا لفظ صرف شتر سوار کے لیے مخصوص ہے اور اس کی جمع رُکبان، رَکب اور رُکوب آتی ہے (مف) اور رِکَاب کا لفظ اونٹوں کے گلہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جس طرح خیل کا لفظ گھوڑوں کے گلہ پر بولا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے،

فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۵۹/۶) اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔

۶۔ ضَامِر: ضَمَرَ بمعنی ہموار شکم، باریک اور لطیف جسم والا۔ اور ضامر ہر وہ سواری (گھوڑا یا اونٹ) ہے جو کہ ریاضت کی وجہ سے تنک جسم ہو، خوراک کی کمی کی وجہ سے نہ ہو، اور مِضمار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ان جانوروں کو ریاضت کی مشق کرائی جاتی ہے (م۔ ل) گویا ضامر بمعنی چھریرے بدن والے، سبک رفتار گھوڑے یا اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ۔ اور عرب میں چونکہ اونٹ کی سواری عام ہے اس لیے اس کا اطلاق بیشتر اس قسم کے اونٹ پر ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ۔ (۲۲/۲۷) اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کردو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر جو (دور دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔

۷۔ بُدۡن: بَدَنَةٌ کی جمع ہے اور بَدَنَةٌ وہ اونٹ یا گائے ہے جو مکہ کو بھیجی جائے (م۔ ل) یا جو مکہ معظمہ لے جا کر ذبح کی جائے (منجد۔ مف) اور بَدَنَة بدن کی مناسبت سے ان دونوں جانوروں کے جسیم ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اور عرف عام میں اس سے صرف قربانی کا اونٹ مراد ہے

جو مکے لے جا کر ذبح کیا جائے۔ ارشاد باری ہے :

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (۲۲/۳۶) — اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائرِ خدا مقرر کیا ہے۔

اور شَعَآئِرِ اللّٰه سے مراد وُہ ادب کی چیزیں ہیں جو اللہ کے نام نامزد کی جاتی ہیں۔

۸۔ نَاقَة : (نوق) اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جفتی کے قابل ہو چکی ہو (ف-ل ۷۱) قرآن میں ہے :

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔ (۱۱/۶۴) — اور (صالح) نے کہا۔ اے قوم ! یہ خدا کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے۔

۹۔ عِشَار، عَشْرَاءَ کی جمع ہے اور عشر بمعنی دس سے مشتق ہے۔ عَشْرَاء ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جسے حاملہ ہوئے دس ماہ گزر چکے ہوں (م-ل) اور ایسی اونٹنی بہت پیاری سمجھی جاتی تھی کہ اب بہت جلد بچہ دینے والی ہے۔ قرآن میں ہے :

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) — اور جب بیاتی اُونٹنیاں چھٹی پھریں (عثمانی) (یعنی ایسی پیاری چیزوں کو سنبھالنے کا کسی کو ہوش نہ ہوگا)۔

۱۰۔ بُحَيْرَة : جب کوئی اونٹنی یا بکری دس بچے جن چکتی تو اسے اہل عرب بتوں کی قربانی کے لیے وقف کر دیتے اور علامت کے لیے اس کے کان چیر دیتے اور اسے آزاد کھلا چھوڑ دیتے اور اس کا کوئی دودھ بھی نہیں دوہ سکتا تھا اور اس کے مرنے پر اس کا گوشت مَردوں کے لیے حلال لیکن عورتوں پر حرام سمجھا جاتا تھا۔

۱۱۔ سَائِبَة (سیب) بحیرۃ کے مقابلہ میں سائبہ وُہ سانڈ قسم کا اونٹ ہے جو پانچ بچے جنم دینے کے بعد آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔ اور اسے پانی اور چارہ کی کہیں بھی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ بھی بتوں کے نام قربانی ہوتی تھی۔ اور اس پر کوئی بوجھ نہ لاد سکتا تھا۔

۱۲۔ وَصِيلَة : وُہ بکری جو دو دو بچے دینے کے بعد ساتویں بطن میں ایک نر اور ایک مادہ بچہ دے، جاہلیت میں اس مادہ کی وجہ سے اس نر بچہ کو بھی ذبح نہ کرتے تھے (مف) یہ بھی بتوں پر قربانی کیا جاتا۔

۱۳۔ حَام (حوم) ایسا اونٹ جس سے کم از کم دس بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ یہ بھی آزاد چھوڑا اور بتوں کی نذر کیا جاتا تھا۔

اب ایسی قربانیوں کے متعلق ارشاد باری ملاحظہ فرمائیے :

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (۵/۱۰۳) — اللہ نے بحیرہ کچھ چیز بنایا ہے نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام۔ بلکہ کافر خدا پر جھوٹ افترا کرتے ہیں۔

کافروں نے یہ نام تو خود مقرر کر رکھے تھے اور کہتے کہ یہ شریعت ابراہیمیؑ کے حکم میں اور ان سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔

ماحصل: (۱) ابل۔ اسم جنس ہر قسم کے اونٹ پر اور نر و مادہ کے لیے۔
(۲) بعیر: اسم جنس۔ چار سال کا باربردار اونٹ نر و مادہ دونوں کے لیے۔
(۳) جمل: پانچ سال سے زائد عمر کا نر اور خوبصورت اونٹ۔
(۴) ضامر: چھریرے بدن کا سبک رفتار اونٹ نر ہو یا مادہ۔
(۵) رکاب: سواری کے قابل اونٹوں کا گلہ۔
(۶) هيم: سخت پیاسا اونٹ۔
(۷) ناقة: ایسی اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو چکی ہو۔
(۸) عِشَار: دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں۔
(۹) بُدن: قربانی کے اونٹ جو حرم کعبہ میں لے جا کر ذبح کیے جائیں۔
(۱۰/۱۲) بحيرة، سائبة، وصيلة اور حام، جاہلیت میں مختلف شرطوں کے تحت بتوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے جانور۔

اونچا کرنا: دیکھیے بلند کرنا ——— اوندھا کرنا، دیکھیے اُلٹ دینا ———!

۴۹۔ اُونگھ

کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ہیں۔ نُعَاس اور سِنَةٌ (وسن)

۱۔ نُعَاس (نعس) یہ نیند کی ابتدائی کیفیت ہے (ف ل ۲۴) بمعنی غنودگی۔ جب نیند کی وجہ سے حواس سست پڑ جائیں اور آنکھوں پر اس کا اثر نمایاں ہونے لگے تو اسے نُعَاس کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ (۸/۱۱) — جب اللہ نے تمہاری تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اوڑھا دی۔

۲۔ سِنَةٌ (وسن) اونگھ۔ ایسی غنودگی جس سے سر میں گرانی محسوس ہونے لگے اور سر جھکنے لگے۔ غنودگی کا اگلا درجہ۔ غنودگی اور نیند کی درمیانی کیفیت (ف ل ۱۶۱) ارشاد باری ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (۲/۲۵۵) — اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

۵۰۔ ایندھن

کے لیے حَطَب، حَصَب اور وَقُوْد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَطَب: نباتاتی ایندھن۔ ناکارہ صرف جلانے کے قابل لکڑی، جھاڑ جھنکار (پنجابی۔ بالن) قرآن میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱/۴) — اور اس (ابولہب) کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔

اور جو لکڑی کارآمد ہو اسے خَشَب کہا جاتا ہے۔

۲۔ حَصَب: کے معنی پتھر۔ چھوٹی پتھریاں۔ کنکر وغیرہ اور حَاصِب اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو

کنکروں اور چھوٹے پتھروں کو اٹھائے پھرتی ہے (منجد) چنانچہ یہ لفظ قرآن کریم میں پتھروں کی بارش کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۱۷/۶۸) اور حَصَب کے معنی ایندھن بھی ہے (منجد) اور اس سے مراد جماداتی ایندھن ہے۔ مثلاً گندھک۔ پوٹاش اور دوسرے آتش گیر مادے۔ اور پتھر وغیرہ غرضیکہ ہر وُہ چیز جو آگ کو بھڑکا دے وُہ حصب ہے (ف ل ۱۶) ارشاد باری ہے؛

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ (۲۱/۹۸) — کافرو اس روز تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

۳۔ وَقُوْد: وَقَدَ بمعنی آگ روشن کرنا اور وَقُوْد ہر وُہ ایندھن ہے جو شعلہ پیدا کرکے جلے (ف ل ۲) خواہ وہ لکڑیاں ہوں یا پتھر یا انسان۔ بعض دفعہ آگ کی تیزی اس انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ پانی بھی اسے بجھانے کی بجائے اس کے مزید بھڑکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ تو اس صورت میں پانی بھی وقود میں شامل ہوگا۔ کوئی بھی ایندھن کی قسم ہو جب وُہ جل رہا ہو تو اس وقت وَقُود کہلائے گا پہلے نہیں۔ اسی لیے فرمایا:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ (۲/۲۴) — تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

ماحصل (۱) حَطَب، نباتاتی ایندھن، ناکارہ لکڑیاں، بالن۔
(۲) حَصَب، جماداتی اور معدنیاتی ایندھن۔ (۳) وَقُوْد، جلتے ہوئے ایندھن کو خواہ کسی قسم کا ہو وَقُود کہتے ہیں۔

۵۱۔ اَے (حرفِ ندا)

کے لیے قرآن میں یَا۔ اَیُّہَ اور یَاَیُّھَا کے الفاظ آئے ہیں۔

یَا کا استعمال عام ہے۔ اسم نکرہ اور معرفہ سب پر داخل ہو سکتا ہے جیسے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۲/۴۰) اور یٰمَرْیَمُ (۳/۴۲) (اے مریم) لیکن جب اسم نکرہ پر ال معرفہ کا داخل ہو تو اَیُّہَ۔ یا۔ اَیُّھَا استعمال ہوگا۔ جیسے اَیُّھَا الثَّقَلٰنِ (۵۵/۳۱) (اے دو بھاری فرقو) اور اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ (۳۹/۶۴) (اے جاہلو) اور مؤنث کے لیے اَیَّتُھَا آتا ہے جیسے اَیَّتُھَا الْعِیْرُ (۱۲/۷۰) (اے قافلہ والو) اور کبھی کلام میں زور پیدا کرنے اور تحسینِ کلام کے لیے یَا اور اَیُّھَا کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نکرہ معرف باللام پر ہی داخل ہوگا جیسے فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ (۳۳/۵۰) اور یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ (۲/۲۱) (اے لوگو) پھر جس طرح یہ الفاظ نکرہ معرف باللام پر داخل ہوتے ہیں، اسمائے موصولہ الذی، الذین وغیرہ پر بھی داخل ہوتے ہیں۔ جیسے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲/۹) (لفظی ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو) اور مؤنث کے یٰٓاَیَّتُھَا آتے گا جیسے فرمایا یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ (۸۹/۲۷) (اے اطمینان پانے والی جان)۔

یاد رہے کہ (۱) منادیٰ کے واحد، تثنیہ۔ جمع ہونے کا حرفِ ندا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (۲) اللہ سے پہلے یَا کا استعمال ترکیب موضوعہ اور غیر عرب کی پیداوار ہے جیسے یا اللہ کہنا۔ قرآن و حدیث میں اے اللہ کے لیے اَللّٰھُمَّ کا لفظ آتا ہے۔

ا۔ باپ

باپ کے لیے دو الفاظ آتے ہیں۔ وَالِد اور اَب۔

۱۔ والد: کا لفظ صرف باپ کیلیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی صرف وہ شخص جس نے جنا ہو۔ اسی طرح والدہ کا لفظ صرف اس عورت کے لیے جس نے بچہ جنا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا (۳۱/۳۳) — نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

اور ماں باپ دونوں کے لیے والدین کا لفظ آئے گا۔ جیسے:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۔ (۳۱/۱۴) — میرا بھی شکر یہ ادا کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی۔

۲۔ اَب: لیکن اَب کا لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ باپ دادا پردادا اور اوپر کی سب پشتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ماں باپ کے لیے حسب موقع ابوین یا ابوان آتا ہے۔

اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) صرف ماں باپ کے لیے وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ۔ (۱۸/۸۰) — اور وہ جو لڑکا تھا، اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے۔

(۲) کئی پشتوں کے لیے مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ (۲۳/۲۴) — ہم نے اپنے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی سنی نہیں۔

اور یہ پشتیں بہت زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسے:

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (۲۲/۷۸) — اور (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا نظام دین (پسند کیا) اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیمؑ میں قریباً ۶۲ پشتوں کا فاصلہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت آدمؑ کے لیے بھی جو نوع انسان کے جدِّ اعلیٰ ہیں اَب کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ مثلاً:

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا — اے بنی آدم! دیکھنا کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح

اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ (۷/۲۷) تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) جنت سے نکلوا دیا۔

اب اصل میں ابو ہے۔ اور یہ کسی کی تربیت اور خوراک کی فراہمی پر دلالت کرتا ہے (م ل) اس لیے بیٹا اگر باپ سے مخاطب ہو تو عموماً آبؔ کا لفظ ہی استعمال ہو گا جیسے:

حضرت یوسفؑ اپنے باپ یعقوبؑ سے یوں گویا ہوئے:

یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ (۱۲/۱۰۰) ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے بچپن میں دیکھا تھا۔

پھر اب کا لفظ بعض دفعہ کسی خاص صفت کی وجہ سے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میزبان کو ابوالاضیاف اور جنگجو کو ابوالحرب کہہ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ابولہب کا لفظ اسی صفت کی وجہ سے استعمال ہُوا ہے کہ اس کا رنگ شعلہ کی طرح دمکتا تھا۔ اسی طرح کسی چیز سے نسبت اور پیار کی وجہ سے کنیت رکھ لیتے ہیں جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب وغیرہ۔ نیز دیکھیے کنیت اور نسب میں فرق "بیٹا۔ بیٹی" میں۔

۲۔ بابرکت ہونا

کے لیے تبارکؔ اور مبارکؔ، اَیمن اور طیّبؔ اور طوبیٰ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تبارکؔ مبارکؔ برکت کے معنی میں کسی چیز میں خیر الٰہی کا ثابت ہونا (مف) یعنی جو کام کیا جائے اس میں متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو جانا برکت ہے۔ بشرطیکہ یہ کام یا توقع خیر کا پہلو رکھتی ہو اور بَرَکَۃ بمعنی بڑھاؤ۔ زیادتی (منجد) اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثابت ہو وہ مبارک ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (۲۱/۵۰) اور یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔

اور تبارکؔ بمعنی نیک فال یا نیک شگون لینا (منجد) لیکن یہ لفظ عموماً اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں۔ مثلاً تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (۲۵/۱) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۴۰/۶۴) تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (۲۳/۱۴) تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا (۲۵/۶۱) اور تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ (۶۷/۱) وغیرہ۔

۲۔ اَیمن: یمین۔ بمعنی دایاں ہاتھ اور دائیں طرف اور اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ بمعنی دائیں ہاتھ یا دائیں جانب والے بھی اور اصحاب خیر و برکت بھی (مف) ہے۔ اور یَمَنَ یَیْمَنُ بمعنی بابرکت ہونا خوش قسمت ہونا۔ تَیَمَّنَ بمعنی برکت لینا۔ نیک فال لینا اور مَیْمُوْن بمعنی مبارک (منجد) ہے اور امام راغب کے نزدیک میمون بمعنی سعادت مند ہے (مف) گویا جس طرح سعادت فطرت میں ودیعت ہوتی ہے اسی طرح اَیمن وہ چیز ہے جس کی فطرت میں برکت ودیعت کی گئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ (۲۸/۳۰)	پھر جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو بابرکت میدان کے کنارے سے آواز آئی۔

۳۔ طیّب اور طوبیٰ: طَابَ بمعنی کسی چیز کا دل کو اچھا لگنا اور طَیِّب بمعنی پاکیزہ اور حلال چیز اور طِیْب بمعنی خوشبو۔ اور بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ بمعنی امن اور برکتوں والا شہر (منجد) نیز اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ بمعنی بابرکت یا زرخیز زمین (مف) ارشاد باری ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (۷/۵۸)	اور زرخیز زمین سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے نفیس ہی نکلتا ہے۔

اور طُوْبٰی بمعنی رشک، سعادت۔ خیر۔ بہتری (منجد) گویا طُوْبٰی سے ایسی خیر و برکت مراد ہے جو من کو بھی بھاتی ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۱۳/۲۹)	جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ہی خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

ماحصل: (۱) مُبارك۔ ہر وہ چیز جو خیر کا پہلو لیے ہو اور نتیجہ خیز ثابت ہو۔

(۲) تبارك۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات۔

(۳) اَيمن۔ ایسی خیر و برکت جو فطری طور پر ودیعت ہو۔ سعادت۔

(۴) طُوبیٰ۔ ایسی خوشحالی اور خیر و برکت جو دل کو لبھاتی ہو۔

۳۔ بات

کے لیے قَوْل، حَدِيث اور كَلِمَةٌ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ قول: اس کی جمع اقوال اور جمع الجمع اَقَاوِيل ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر وہ بات جو زبان سے ادا کی جائے وہ قول ہے خواہ وہ بے معنی ہو یا بامعنی۔ لیکن قرآن کریم میں یہ لفظ تین صورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے (۲) ایسی بات جو منہ سے نہ نکلی ہو بلکہ ابھی دل میں ہی ہو اور (۳) کسی نظریہ کے لیے۔ مثلاً:

(۱) منہ سے نکلی ہوئی بات کے لیے: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ (۱۸/۱۹)	ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟
(۲) دل میں بات کے لیے: وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ (۵۸/۸)	اور وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی سچ ہے) تو خدا ہمیں سزا کیوں نہیں دیتا؟
(۳) کسی نظریہ کے لیے: ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (۱۹/۳۴)	یہ مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

۲۔ حَدِيث: حدث بمعنی کسی چیز کا ظہور میں آنا۔ کسی امر کا واقعہ ہونا۔ نئی چیز یا بات کا پیدا ہونا۔ (منجد)

اور اس کی ضد عدم ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں ایسی شے کا پیدا ہونا جو پہلے نہ تھی (م ل) اور حدیث سے مراد ہر وہ نئی بات یا نظریہ ہے جس کا تعلق عام لوگوں سے ہو اور پہلے اکثر لوگ اس سے ناآشنا ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ (۶۵/۱) — تجھے کیا معلوم شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانی)

نیز فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ (۳۹/۲۳) — خدا نے نہایت ہی اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔

یہاں حدیث سے مراد قرآن کریم ہے اور ظاہر ہے کہ اس دور کے لوگوں کے نظریات اور خیالات کے مطابق یہ ایک نئی چیز تھی۔ پھر حدیث کے لفظ کا اطلاق جس طرح نئی چیز کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح کسی ایسی پرانی بات یا واقعہ کے لیے بھی ہوتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ ایسی صورت میں اس کا مفہوم بھولی بسری بات یا کہانی ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ۔ (۲۳/۴۴) — جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا تو اسے جھٹلا دیتے۔ تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور اُن پر عذاب) لاتے رہے اور ان کے افسانے بناتے رہے۔

۳۔ کلمة: کلمہ کا لغوی معنیٰ "بامعنی بات" ہے۔ جس کا ادراک قوتِ سامعہ سے ہو سکے اور اس کا مفہوم سمجھ میں آسکے۔ ابن فارس کے اپنے الفاظ میں نطق یُفْهِم (م۔ل) ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا۔ (۲۳/۱۰۰) — وہ تو ایک بات ہو گی جو کہنے والا کہہ دے گا۔

لیکن جب لفظ کلمة کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی عجائباتِ قدرت، قوانینِ فطرت اور اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کارنامے مراد ہوتے ہیں (تفہیم القرآن) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۸/۱۰۹) — کہہ دو اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے لیے) سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔

اور جب کلمہ کی نسبت خدا تعالیٰ سے انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد احکام و فرامینِ الٰہی ہوتے ہیں:

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ (۳۹/۱۹) — بھلا جس شخص پر خدا کا حکم صادر ہو چکا تو کیا تم (ایسے) دوزخی کو مخلصی دے سکو گے؟

ماحصل: (۱) قول، کوئی بات بے معنی ہو یا بامعنی۔ خواہ دل میں ہو یا کوئی نظریاتی ہو۔

حدیث - نئی بات۔ ایسی بات جس سے عام لوگ ناآشنا ہوں۔

کلمۃ - صرف بامعنی بات۔ خدا کے احکام اور عجائبات قدرت وغیرہ۔

۴- بات کرنا

کے لیے کَلَّمَ اور حَاوَرَ (حور) اور خَاطَبَ کے الفاظ آئے ہیں

۱- کَلَّمَ بمعنی ہم کلام ہونا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا (منجد) یہ عموماً مختصر سی بات چیت کے لیے یا ایسی باتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا جواب بات سن کر فوری طور پر دیا جاسکے۔ پھر کَلَّمَ میں یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ بات چیت دو طرفہ ہو۔ کبھی یہ یک طرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳/۷۷) — اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو اُن سے کلام کرے گا نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

۲- حَاوَرَ: ابن فارس کہتے ہیں کہ حور میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) رجوع اور مراجعۃ الکلام اور (۲) ایک چیز ایک کی طرف اور پھر دوسرے کی طرف لوٹائی جاتی ہے (م ل) اور صاحب منجد حَارَ کے معنی واپس ہونا نیز متحیر ہونا لکھتے ہیں۔ گویا حَاوَرَ سے مراد ایسی گفتگو ہے جو بطور سوال جواب ہو۔ اور کسی بات کا جواب سننے والے کو سوچ سمجھ کر دینا پڑے۔ ایسی گفتگو عموماً طویل ہوتی ہے۔ اسی سے لفظ محاورہ مشتق ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ بات سوچ سمجھ کر کہی گئی ہو اور زبان زد بھی ہو۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (۱۸/۳۷) — تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کہنے لگا کہ کیا تم اس (خدا) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔

۳- خَاطَبَ: بھی گفتگو کرنے کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور خطبہ وعظ و تقریر کو کہتے ہیں۔ جو عموماً یکطرفہ ہوتی ہے۔ خطیب بمعنی خطبہ دینے والا۔ وضاحت سے بات کہنے والا (م ق) اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والا مختصر سا جواب دے کر خطاب کرنے والے کو چپ کرا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے فرماتے ہیں:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (۱۱/۳۷) — اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (۲۵/۶۳) — اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ، تو کہہ دیتے ہیں صاحب سلامت۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) کلم: گفتگو کے لیے عام لفظ۔ عموماً مختصر اور فوری گفتگو کے لیے۔

(۲) حاور: سوال و جواب کے طرز پر گفتگو جو سوچ سمجھ کر کی جائے اور طویل ہو۔

(۳) خاطب: یہ عموماً یکطرفہ بات ہوتی ہے۔ یا جس کا جواب مخاطب دینا پسند کرے یا ضروری سمجھے تو دے دے۔

نیز دیکھیے ــــ "بولنا" ــــ

۵ــ بادشاہی

کے لیے سُلْطَان اور مُلْك اور مَلَكُوت کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سُلْطَان: کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے (۱) بمعنی دلیل جو سند یا دستاویز کی حیثیت رکھتی ہو۔ اتھارٹی۔ ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں اکثر آیا ہے۔ (۲) سلطنت یا بادشاہی۔ اس معنی میں صرف ایک مقام پر آیا ہے اور (۳) بمعنی بادشاہ (ج سلاطین) ان معنوں میں یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا اور سلطان کا معنی بادشاہ۔ لغت کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ کنائی معنیٰ ہے۔

جب یہ لفظ سلطنت یا بادشاہی کے معنوں میں آئے تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جو کسی شخص یا ادارہ یا سلطان کے زیر نگیں ہو اور اس پر اس کا تسلط ہو۔ قرآن میں ہے، کافر قیامت کے دن کہیگا:

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۔ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۸-۲۹/۶۹) آج میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا (ہائے) میری سلطنت بھی میرے پاس نہ رہی۔

۲۔ مُلْك: مُلْك کا لفظ سلطنت سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ زمین کا کوئی خاص علاقہ جو چند ایک قدرتی حدود سے محدود ہو وہ بھی ملک ہے اور تمام روئے زمین بھی ملک ہے۔ ارشاد باری ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (۲۶/۳) کہو اے اللہ! (تمام) ملک کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی بخشتا ہے۔

اس آیت میں پہلا ملک تمام روئے زمین کے معنوں میں اور دوسرا ایک مخصوص رقبہ کے معنوں میں آیا ہے۔

اور مُلْك کے معنی ملکیت، بادشاہی اور قبضہ اور مَلِك بمعنی بادشاہ اور جمع دونوں کی اَمْلَاك اور مُلُوْك آتی ہے (منجد) اور مَلَكُوت کا لفظ ملک سے بھی زیادہ وسیع مفہوم میں آتا ہے۔ یعنی زمین و آسمان یا کائنات کی بادشاہی ــ قرآن میں ہے:

(۱) وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (۱۰۲/۲) اور وہ ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی کے وقت شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

(۲) فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۸۳/۳۶) وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔ اور اس کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

ماحصل: جب اقتدار اور شان و شوکت کا اظہار مقصود ہو تو سُلْطَان اور جب رقبہ کی وسعت کا اظہار مقصود ہو تو مُلْك کا لفظ آئے گا۔

۶۔ بادل

کے لیے سَحاب، غَمام، عَارِض، مُعصِرات، مُزن اور صَیّب کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ سَحاب: (سحب بمعنی گھسیٹنا اور کھینچنا) بادل کے لیے اس کا استعمال عام ہے ف۔ل (۲۵۴) ہر قسم کے بادل کو سحاب کہہ لیتے ہیں تاہم اس لفظ کا اطلاق اس بادل پر ہوتا ہے جسے ہوائیں اٹھا کر آسمان پر پھیلا دیتی ہیں۔ گویا یہ ہر بادل کی ابتدائی شکل ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا (۳۵/۹) — اور خدا ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں۔

۲۔ غَمام: غَمَّ بمعنی ڈھانک لینا (منجد) اور غمام وہ بادل ہے جو تہہ بہ تہہ ہو کر گاڑھا ہو جائے اور سورج کی روشنی کو زمین تک آنے سے روک دے۔ (ف ل ۲۵۴) یعنی زمین پر سایہ فگن ہو جائے۔ قرآن میں ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (۲/۵۷) — اور ہم نے بادل کا تم پر سایہ کیے رکھا اور تمہارے لیے من وسلوی اتارتے رہے۔

۳۔ عَارِض: پھر جب گاڑھے اور پھیلے ہوئے بادل سے بوندا باندی بھی شروع ہو جائے تو وہ عارض ہے (ف ل ۲۵۴) قرآن میں ہے:

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۴۶/۲۴) — کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر برس کر رہے گا (نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔ یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب ہے۔

۴۔ مُعصِرات: عصر: کے معنی کپڑے کو نچوڑنا اور (پھلوں وغیرہ سے رس) نچوڑنا۔ نیز عصر نکالے ہوئے رس کو بھی کہتے ہیں (م ل) اور اعصر القوم بمعنی قوم پر بارش برسایا جانا (منجد) اور "مُعصِرات" مُعصِرَۃ کی جمع ہے یعنی ایسے بادل جو پانی سے لدے ہوئے اور برسنے والے ہوں، نچڑنے والے بادل۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔ (۷۸/۱۴) اور ہم نے نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

۵۔ مُزن: مَزَنَ بمعنی (مشک کو پانی وغیرہ سے) بھرنا اور ابن المزنۃ۔ بادلوں میں سے نمودار ہونے والے چاند کو کہتے ہیں (مف) اور مزن سفید اور چمکدار بادلوں کو کہتے ہیں (مف۔ فل ۲۵۵) اور حَبُّ الْمُزن اولے کو (منجد) اور مُزن بارش والے بادل کو (منجد) ارشاد باری ہے:

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۵۶/۶۹) — کیا تم نے اس (پانی) کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟

۶۔ صَیّب: جو بادل سخت گرجدار ہو اسے صَیّب کہتے ہیں (فل ۲۵۵) جبکہ صاحب منتہی الادب

اس سے زوردار بارش مراد لیتے ہیں (م۔ل) صاحب منجد کے نزدیک کوئی سا بارش والا بادل صیّب ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ۔ (۲/۱۹) یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہیں، گرج بھی اور چمک بھی۔

ماحصل: (۱) سحاب۔ بادل کے لیے عام لفظ اور اس کی ابتدائی شکل۔

(۲) غمام۔ جب بادل گاڑھا ہو جانے اور سایہ فگن ہو سکے۔

(۳) عارض۔ ایسا بادل جس میں بوندا باندی کی ابتداء ہو چکی ہو۔

(۴) معصرت۔ پانی سے بھرپور بادل۔

(۵) مزن۔ سفید چمکدار بادل۔

(۶) صیّب۔ بعض کے نزدیک سخت گرجدار بادل

۷۔ بار۔ دفعہ۔ مرتبہ

کے لیے مَرَّةً، كَرَّةً اور تَارَةً کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں اور یہ سب الفاظ اسم مرة ہیں بمعنی کسی کام کو ایک بار کرنا۔ جس طرح جَلْسَةً کے معنی ایک بار بیٹھنا اور غَزْوَةً کے معنی ایک بار کی لڑائی یا حملہ ہے۔ اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مَرَّة: مَرَّ بمعنی کسی مقام کے پاس سے گزرنا (مف) اور نیز وقت کا گزرنا۔ اور اس لحاظ سے اس کا معنی ہوگا، ایک بار گزرنا یا کوئی کام کرنا۔ اس کی تثنیہ مَرَّتَان یا مَرَّتَيْنِ اور جمع مَرَّات اور مِرَارًا (بمعنی کئی بار) آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ (۹/۱۲۶) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ كَرَّة: كَرَّ۔ كَرًّا بمعنی (دشمن پر) حملہ کرنا۔ ٹوٹ پڑنا۔ اسی سے لفظ کرّ (مشہور ہے اور کرّ و فرّ اس جنگی چال کو کہتے ہیں جو عرب میں ایک دور میں مشہور تھی۔ یعنی حملہ کرنا اور یکدم پسپا ہو کر از سر نو دوبارہ ٹوٹ پڑنا اور (۲) كَرَّر تكرارًا بمعنی کسی کام کو پہلے کی طرح بار بار کرنا (منجد) اور یہی زیر بحث ہے یعنی کسی کام کو بالکل اسی طرح کرنا جیسے پہلے کیا تھا، ایک بار پھر کرنا۔ اور ابن الفارس کے الفاظ میں رجوع الی الشی بعد مرة الاولی (م ل) بمعنی دوبارہ پہلے ہی جیسا کام کرنا (فق ل) اور كَرَّة بمعنی لڑائی میں ایک بار کا حملہ بھی اور کسی کام کو دوبارہ کرنا بھی۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ (۱۷/۶) پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

اس آیت میں كَرَّة کا لفظ دونوں مفہوم ادا کر رہا ہے اور عَلٰی کا صلہ غلبہ کو ظاہر کر رہا ہے دوسرے مقام پر فرمایا:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيرٌ (۶۷/۴) پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کرو تو نگاہ (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

جب کوئی شاعر اپنا کلام سناتا ہے تو کسی اچھے شعر پر حاضرین میں سے کوئی مکرر کا نعرہ لگاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شعر کو دوبارہ سہ بارہ پڑھ کر سناؤ۔ یہی کَرَّۃ کا مفہوم ہے اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک دوسری بار کرنے یا دہرانے کے لیے اعادہ اور دو بار سے زیادہ کرنے کے لیے کرّہ آتا ہے (فق ۔ل ۲۷)

۴۔ تَارَۃً: اسے بعض اہل لغت تور کے تحت لائے ہیں اور بعض تارہ کے تحت۔ اور اس کا معنی ہے اعادۃ بَعْدَ مَرَّۃٍ (م۔ق) اور بمعنی ہنگام و یکبارہ (م۔ل) یعنی کبھی کسی وقت ایک بار پھر وہ کام کرنا۔ کہتے ہیں فعلت تارۃ ھذا وتارۃ ذاک۔ یعنی میں نے کبھی تو یہ کام کیا اور کبھی وہ (منجد) گویا تارۃ ایسے کام کا اعادہ ہے جو کبھی کسی زمانہ میں پہلے کیا تھا۔ ارشاد باری ہے؛

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى (۲۰/۵۵) اس (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

ماحصل: (۱) مَرَّۃ: بار۔ دفعہ یا مرتبہ کے لیے عام لفظ۔

(۲) کَرَّۃ۔ یعنی ایک بار پھر مکرر وہی کام کرنا۔ دو بار سے زیادہ کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) تَارَۃً۔ کبھی پھر وہ کام یا اس جیسا کام کرنا۔

۸۔۔۔ بارش

کے لیے مَطَر، مَآء، طَلّ، وَدْق، غَیْث، مِدْرَار، غَدَق، وَابِل، صَیِّب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَطَر۔ بارش کے لیے عام لفظ ہے۔ بارش فائدہ مند ہو یا نقصان دہ۔ پانی برسے یا کوئی اور چیز سب کے لیے مطر کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے اور اَمْطَرَ بمعنی بارش برسانا۔ ارشاد باری ہے؛

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ (۲۶/۱۷۳) اور ہم نے ان پر ملبہ برسایا۔ سو جو ملبہ ان پر برسا، جو ڈرائے گئے تھے، وہ بُرا تھا۔

۲۔ مَآءٌ: لفظی معنی پانی ہے (ج میاہ) مجازاً بارش کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ مثلاً

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (۲/۲۲) اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کیے۔

۳۔ طَلّ: بالکل خفیف اور کمزور سی بارش (ف ل ۲۵۶۔ م ل) شبنم اور پھوہار دونوں کے لیے طَلّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے (ف۔م) قرآن میں ہے:

فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ (۲/۲۶۵) پھر اگر (اس باغ پر) مینہ نہ پڑے تو پھر پھوہار بھی کافی ہے۔

۴۔ وَدْق: جو بارش لگاتار ہوتی رہے اسے وَدْق کہتے ہیں (ف ل ۲۵۸) ایسی بارش عموماً آہستہ اور

بہت دیر تک جاری رہتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (۲۴/۴۳) — پھر ان بادلوں کو تہ بتہ کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل میں سے مینہ نکل رہا ہے۔

۵۔ غَيْث: وہ بارش جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو وہ غَيْث ہے (ف ل ۲۵۸ م ل) قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ۔ (۵۷/۲۰) — جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔

۶۔ مِدْرَارًا۔ الدَّرّ دودھ اور دودھ کی فراوانی کو کہتے ہیں اور دَرُور بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اس سے مِدْرَارًا مشتق ہے۔ عَيْنٌ مِدْرَارٌ کے معنی بہت آنسو بہانے والی آنکھ اور مِدرار کے معنی بہت برسنے والی بارش ہے (منجد) یعنی مِدرار وہ بارش ہے جس میں پانی کی فراوانی ہو۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (۱۱/۵۲) — اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائیگا۔

۷۔ غَدَق، ابن الفارس کے مطابق غدق وہ بارش ہے جس میں پانی کی بھی فراوانی ہو اور سود مند بھی ہو (م ل) اور غَدَقَةٌ بمعنی شیریں چشمہ اور غدق المکان بمعنی جگہ کا بارش سے تر ہو جانا۔ سرسبز ہو جانا اور غَدِق بمعنی سرسبز جگہ (منجد) گویا غدق ایسی بارش کو کہتے ہیں جو سرسبزی کا باعث ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (۷۲/۱۶) — اور اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے۔

۸۔ صَيِّب، ایسی زوردار بارش ہے جس میں بادل بھی خوب گرج رہے ہوں اور بجلی بھی چمک رہی ہو (ف ل ۲۵۵۔ م ا) اور ابن الفارس کے نزدیک ایسی بارش جو جم کر برسے (م ل) ایسی بارش کو پنجابی میں پھانڈا کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ (۲/۱۹) — یا اس بارش کی مانند جس میں اندھیرے بھی ہوں گرج بھی اور چمک بھی۔

۹۔ وَابِل: وَبَل کے معنی (مویشی وغیرہ کو) لاٹھی سے لگاتار مارنا (منجد) اس کے معنی میں شدۃ اور ثقل پایا جاتا ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ وبل کسی چیز میں شدت اور کثرت کے معنی دیتا ہے اور وابل سے مراد شدید قسم کی بارش ہے (م ل) گویا وابل وہ بارش ہے جو پانی کی کثرت اور اپنی شدت اور تیزی کی وجہ سے خس و خاشاک تک بہالے جاتے اور یہ بارش کا آخری درجہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ — اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا (۲۶۴/۲) — پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔

ماحصل: (۱) مَطَر - ہر طرح کی بارش کے لیے۔ اسم جنس ہے۔
(۲) مَاء - بمعنی پانی مجازًا استعمال ہوتا ہے۔
(۳) طَلّ - شبنم - یا پھوہار
(۴) وَدْق - دھیمی اور لگاتار بارش۔
(۵) غَيْث - مناسب وقت پر حسب ضرورت بارش۔
(۶) مِدْرَارًا - پانی کی فراوانی پر دلالت کرتی ہے۔
(۷) غَدَق - ایسی بارش جس میں پانی وافر ہو اور وہ سود مند بھی ہو یعنی سبزہ اگانے کا باعث بنے۔
(۸) صَيِّب - زوردار بڑے بڑے قطروں والی بارش - چھانڈا - بوچھاڑ۔
(۹) وَابِل - ایسی شدید بارش جو خس و خاشاک بہالے جائے۔

۹ — باز آنا

کے لیے دو الفاظ آتے ہیں - اِنْتَهٰى (نہی) اور اِنْفَكَّ (فک)

۱- اِنْتَهٰى: اَلنَّهْيُ کے معنی روکنا اور انتہی باز آجانا یا رکنا کے معنی میں آتا ہے اور اَلنِّهَاءُ وَالنِّهَايَةُ کسی چیز کی غایت اور آخری حد کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (۱۲/۹) — تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو کیونکہ یہ بے ایمان لوگ ہیں اور ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجیب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں۔

۲- اِنْفَكَّ: فَكَّ کے معنی کسی بندھن سے آزاد کرانا ہیں۔ فَكَّ الْاَسِيْرَ بمعنی قیدی کو چھڑانا۔ فَكَّ الرَّهْنَ - گروی چیز کو واگزار کرانا ہے۔ اور فَكُّ رَقَبَةٍ غلام کو چھڑانا - اور انفکاک کے معنی خود جدا ہونا، کھلنا - اِنْفِكَاكُ الْعَبْدِ کے معنی غلام کا آزاد ہونا ہے۔ نیز اِنْفَكَّ الْعَظْمُ کے معنی کمزوری کی وجہ سے شانہ کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے ہیں (منجد-مف) جس کا مطلب یہ ہے کہ انفکاک میں باز رہنا اضطراری طور ہوتا ہے یعنی جس جگہ چمٹے ہوئے تھے اس جگہ سے اضطرارًا الگ اور پرے ہونا۔ ارشاد باری ہے:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ (۱/۹۸) — جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے۔ جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل نہ آتی۔

اور یہ کھلی دلیل حضور اکرمؐ کی بعثت اور غلبہ اسلام تھا جس نے انھیں کفر و شرک سے باز رہنے پر مجبور کر دیا۔

ماحصل: (۱) انتہی میں باز رہنے کا عمل بہت حد تک اختیاری ہوتا ہے جبکہ اِنْفَكَّ میں یہ عمل اضطراری صورت میں ہوتا ہے۔

۱۰۔ بازو

کے لیے جَنَاح۔ عَضُد اور ذِرَاع کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ جَنَاح بمعنی پرندے کا پَر یا بازو۔ تثنیہ جَنَاحَین۔ پھر کنایۃً کسی چیز کے دو پہلوؤں کو بھی جناحین کہہ دیتے ہیں۔ جَنَاحَا العَسکَر بمعنی شکر کے دونوں بازو یا جانب۔ اسی طرح انسان کے دونوں بازوؤں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا جَنَاح کا لفظ دائیں یا بائیں جانب یا پہلو یا بازو سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اور بازو سے مراد کندھے سے لے کر انگلیوں کے آخر تک کا حصہ ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (۲۸/۳۲) اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو۔

۲۔ عَضُد: سے مراد کہنی سے لے کر کندھے تک کا حصہ ہے (مف) اور عَضَدَہٗ بمعنی میں نے اسے بازو پر مارا۔ نیز اس کے معنی میں نے اس کا بازو پکڑا اور سہارا دیا بھی ہیں۔ لہٰذا یہ لفظ ید کی طرح بطور استعارہ مددگار کے معنوں میں بھی آتا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا (۱۸/۵۱) اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

۳۔ ذِرَاع: بمعنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک کا حصہ اور اس کا ترجمہ عموماً "ہاتھ" ہی کر لیا جاتا ہے۔ (مف) ارشاد باری ہے:

وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ (۱۸/۱۸) اور اُن کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا

پھر ذِرَاع سے مراد پیمائش میں اتنی لمبائی بھی لی جاتی ہے جتنی کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخر تک ہوتی ہے۔ اس لمبائی کو ہاتھ کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کا قد و قامت مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔ لہٰذا اس ماپ کی مقدار بھی مختلف رہی ہے۔ صاحب منجد نے ۵۰ سے ۷۰ سنٹی میٹر بتلائی ہے یعنی تقریباً ۲۰ انچ سے ۲۸ انچ تک۔ بعض مترجمین اس کا ترجمہ گز بھی کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ (۶۹/۳۲) پھر ایک زنجیر سے جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اسے جکڑ دو۔

ماحصل: کندھے سے کہنی تک عَضُد، کہنی سے درمیانی انگلی کے آخری سرے تک ذِرَاع اور ان دونوں کا مجموعہ یعنی کندھے سے انگلی کے سرے تک جَنَاح ہے۔

۱۱۔ باغ

کے لیے جَنَّۃ۔ حَدَائِق اور رَوْضَۃ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جَنَّۃ: جَنَّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنا اور چھپانا ہیں۔ اور

جَنَّةٌ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں اور سبزہ کی وجہ سے نظر نہ آئے (مف) صاحب منجد کے نزدیک جَنَّةٌ درختوں سے ہرا بھرا باغ ہے۔ خواہ وہ ارضی ہو یا سماوی۔ قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ — (ان کی مثال) ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ۔ (۲/۲۶۵) — واقع ہو (جب) اس پر زور کا مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے

۲۔ حَدَآئِق: حَدِيْقَة کی جمع ہے جو حَدَق سے مشتق ہے اور حَدَق کے معنی کسی کو چاروں طرف سے گھیر لینا۔ لہٰذا حَدِيْقَة ایسے باغ یا باغیچہ کو کہتے ہیں جس کے گرد حفاظت کے لیے چار دیواری بنا دی گئی ہو (منجد) ارشاد باری ہے:

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷/۶۰) — پھر ہم نے اس بارش سے سرسبز باغ اگائے۔

۳۔ رَوْضَة (ج روضات) روض کا لفظ وسعت اور فراخی پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) اور رَوَّضَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ کے معنی بارش کا زمین کو باغ وبہار بنا دینا ہے اور رَوْضَة پُر بہار کیاری کو بھی کہتے ہیں (منجد) گویا رَوْضَة کسی باغ کے اندر وہ حصہ یا مقام ہوتا ہے جو بڑا پُر بہار ہو۔ اور ایسی جگہ ہی عموماً بالاخانے یا بارہ دری وغیرہ بنائی جاتی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ
فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (۳۰/۱۵) — (بہشت کے) باغ میں آؤ بھگت کیے جائیں گے۔

ماحصل (۱) جنۃ: کوئی سا باغ جہاں درخت بکثرت ہوں۔

(۲) حَدِيْقَة: چار دیواری والا باغ اور (۳) روضۃ: باغ کے اندر کوئی پُر بہار خطہ ہے۔

۱۲۔ باقی رکھنا۔ چھوڑنا

کے لیے اَبْقٰى، اَثْبَتَ اور غَادَرَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اَبْقٰى: بقی کے معنی کسی چیز کا باقی رہنا اور ہمیشہ رہنا (م۔ل) ہے۔ اور اس کی ضد فنی اور ھلک ہے یعنی کسی چیز کا نیست ونابود اور ختم ہو جانا اور اَبْقٰى کے معنی کسی چیز کو برقرار اور باقی رکھنے کے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا لْاُوْلٰى وَثَمُوْدَا۟ — اور یہ کہ اسی نے عادِ اول کو ہلاک کر دیا اور ثمود کو بھی۔
فَمَاۤ اَبْقٰى (۵۳/۵۱) — غرض کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

۲۔ اَثْبَتَ: ثَبَتَ کے معنی کسی چیز کو اپنی حالت پر برقرار رہنا اور اس کی ضد زَالَ ہے۔ یعنی کسی چیز کا اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہٹ جانا) اور اَثْبَتَ کے معنی کسی چیز کو اس کی اصلی حالت پر برقرار اور جمائے رکھنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ (۱۳/۳۹) — اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے (عثمانیؒ)

۳۔ غَادَرَ: غَدَرَ کے معنی عہد کو توڑنا اور وعدہ خلافی کرنا ہے (م۔ل) نیز اس کے معنی پیچھے چھوڑ دینا بھی ہے (م۔ل) اور غَادَرَ کے معنی حساب کتاب کرنے کے وقت کوئی چیز ارادۃً پیچھے چھوڑنا یا شمار نہ کرنا کے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

وَيَقُولُونَ يَٰوَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا	اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی
الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا	بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو۔ مگر اسے لکھ رکھا
كَبِيرَةً إِلَّآ أَحْصَاهَا۔ (۱۸/۴۹)	ہے۔

ماحصل: (۱) أَبْقَى۔کسی چیز کا وجود باقی رکھنا (۲) أَثْبَتَ۔کسی چیز کو اپنی حالت پر باقی رکھنا (۳) غَادَرَ۔بہت چیزوں میں سے کسی ایک کو باقی چھوڑنا۔

۱۳ـــــ بال

کے لیے شَعْر۔ وَبَر اور صُوف کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ شَعْر: انسان سمیت تمام جانداروں کے بال۔ یہ لفظ عام ہے اور اس کی جمع اشعار ہے۔
۲۔ وَبَر: اونٹ اور پرندوں کے بال۔ پشم (ج أَوْبَار) ـــــــ
۳۔ صُوف: بھیڑ بکری وغیرہ کے بال۔ اون (ج أَصْوَاف) ـــــــ

(ف ل ۹۸)

قرآن میں ہے:

وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَآ	ان کی اون، پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی
أَثَاثًا وَّمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ (۱۶/۸۰)	چیزیں بناتے ہو جو ایک وقت تک کام دیتی ہیں۔

۱۴ـــــ بانجھ

کے لیے دو الفاظ ہیں: عَاقِر اور عَقِيم۔

۱۔ عَاقِر کے مادہ عقر میں گھاؤ زخم لگانے کا مفہوم پایا جاتا ہے (م ل) اَلْكَلْبُ الْعَقُوْر کاٹنے والے کتے کو کہتے ہیں اور عَقَرَ النَّخْلَةَ کے معنی کھجور کے درخت کو جڑ سے کاٹ دینا۔

قرآن میں ہے:

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا (۹۱/۱۴)	تو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

پھر اَلْعقر کسی کے آخری بچہ کو بھی کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اولاد نہ ہو (مف) گویا عاقر کا لفظ ایسی عورت کے لیے مستعمل ہے جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی ہو۔ بعد میں رحم میں زخم یا حیض کی بندش یا کسی دوسرے عارضہ سے اس کے ہاں اولاد ہونا بند ہو گئی ہو۔ نیز یہ لفظ عورت و مرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَآءِي	(حضرت زکریا نے خدا سے التجا کی) اور میں اپنے بعد

وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ	اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بانجھ
لَّدُنْكَ وَلِيًّا (۱۹/۵)	ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

۲۔ عَقِيْم : لفظ عَاقِر کی طرح عَقِيْم بھی مذکر و مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ عَقِيْم اس تودۂ ریت یا خطۂ زمین کو بھی کہتے ہیں جو بنجر ہو (م۔ ا) اور رِیْحٌ عَقِیْمٌ ایسی ہوا کو کہتے ہیں جو خیر سے خالی ہو۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ (۵۱/۴۱)

اور عقیم وہ شخص ہے جس کے مادۂ تولید موجود ہی نہ ہو یا اس کے کرم مردہ ہوں۔ اسی طرح عقیم ایسی عورت کو کہتے ہیں جو مرد کا مادہ سرے سے قبول نہ کرے (م۔ ا) گویا عقیم وہ مرد یا عورت ہے جس کے ہاں سرے سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو (پنجابی سنڈھ) ارشادِ باری ہے :

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ	یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے
مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا (۴۲/۵۰)	چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

ماحصل : عَاقِر۔ وہ جس کے پہلے اولاد ہوتی رہی، بعد میں بند ہو چکی ہو اور عقیم وہ ہے جس کے ہاں مطلقاً اولاد پیدا نہ ہوئی ہو۔

۱۵۔ باندھنا

کے لیے رَبَطَ، شَدَّ، غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں :

۱۔ رَبَطَ : مضبوط باندھنا اور مربط اور مربطۃ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے جانور باندھا جائے اور رِبَاط بمعنی تانت کو باندھنے والا اور ربیط بمعنی بندھے ہوئے جانور اور رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ محاورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو باندھ دیا یعنی اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا فرمایا (منجد) ارشاد باری ہے :

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا	اگر ہم اس (موسیٰ کی ماں کے) دل کو گرہ نہ دیتے، تو
عَلٰى قَلْبِهَا۔ (۲۸/۱۰)	قریب تھا کہ وہ اس بات کو ظاہر کر دے۔

۲۔ شَدَّ : شَدَّ الشَّیْءَ بمعنی کسی چیز کو باندھنا۔ مضبوط کرنا۔ مضبوط باندھنا (منجد) قرآن میں ہے :

حَتّٰۤى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا	پھر جب ان کو خوب قتل کر چکو تو انہیں مضبوط باندھ
الْوَثَاقَ (۴۷/۴)	کر قید کر لو۔

۳۔ غُلّ : غُلّ ہر وہ چیز جس سے کسی بھی عضو کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جائے اور بمعنی طوق (ج اغلال) اور کنایۃً مغلول الید بخیل شخص کو کہتے ہیں۔ یعنی اس شخص کے ہاتھ خرچ کرنے سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ	اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا
غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا	ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ (۵/۶۴)	اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ خرچ کرتا ہے۔

ماحصل: (۱) ربط۔ کسی چیز کو رسی سے باندھنا اور ربط اللہ علی قلبہ۔ اللہ کا کسی کے دل کو مضبوط کر کے صبر عطا فرمانا۔

(۲) شدّ۔ باندھ کر خوب مضبوط کرنا۔ ربط سے ابلغ ہے۔

(۳) غلّ۔ کچھ خرچ کرنے سے ہاتھوں کا باندھا جانا اور مغلول الید بمعنی بخیل۔

۱۶۔ بُت

کے لیے صَنَم، نُصُب، اَوْثَان، جِبْت، اور طَاغُوْت کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ صَنَم (ج اَصْنَام) چاندی، پیتل یا لکڑی کے خود تراشیدہ بت اور مورتیاں وغیرہ (مف م ل) جو قابلِ انتقال اور خرید و فروخت ہوتے ہیں۔ صَنَاعَةُ الْاَصْنَام۔ بُت فروشی کے فن اور پیشہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ جن کا باپ آزر یہی کاروبار کرتا تھا، اپنے رب سے دعا کرتے ہیں:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ (۱۴/۳۵)	اور (اے پروردگار!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچائے رکھنا۔

۲۔ نُصُب: نَصَبَ الشَّيْءَ کے معنی کسی کو سیدھے رخ کھڑا کر دینا اور زمین میں گاڑ دینا اور نَصِيْبٌ وہ پتھر ہے جو بطور نشان راہ گاڑا جاتا ہے (مف) اور نَصِيْب پتھر یا لوہے وغیرہ کے اس مجسمے کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ بغرض عبادت نصب کر دیا گیا ہو۔ یہ مجسمے عموماً نبیوں، ولیوں اور پیروں یا بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے مقامات جہاں یہ مجسمے نصب ہوں انہیں تھان کہا جاتا ہے۔ اور اس کی جمع نُصُب اور اَنْصَاب آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (۵/۳)	اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی پانسوں کے تیروں سے قسمت معلوم کرو۔ (یہ سب کچھ تم پر حرام کیا گیا ہے)

۳۔ وَثَن (ج اوثان) اپنی جگہ ثابت و قائم رہنے والے بت (م ل) یہ بت تراشیدہ اور نصب کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض مخصوص مقامات پتھروں، درختوں، ستاروں یا دریاؤں وغیرہ میں خدا کی صفات کا عقیدہ رکھ کر ان کی عبادت شروع کر دی جاتی ہے۔ اَلْوَثَنِيُّ بت پرست کو اور اَلْوَثَنِيَّة بت پرستی کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰)	تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ جِبْت : بمعنی بُت و کاہن و فال گری، اور ہر وُہ چیز جس میں خیر نہ ہو (م۔ ل) یہ لفظ دراصل اوہام و خرافات کے لیے جامع لفظ ہے۔ جس میں جادو، ٹونے ٹوٹکے، جنتر منتر، ستاروں کی تاثیرات، گنڈے، نقش اور تعویذ وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔

۵۔ طاغُوت بمعنی "لات، عزّیٰ، جادوگر، کاہن، باطل، بُت اور غیر اللہ کی پرستش اور سرکش (م۔ ل) گویا طاغوت سے مراد وہ تمام باطل اور سرکش نظام یا قوت ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اس کے احکام کی اطاعت پر مائل یا مجبور ہوں۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا	کیا آپ نے ان لوگوں پر غور نہیں کیا جنھیں کتاب اللہ
مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ	سے حصّہ ملا ہے۔ پھر بھی وہ جبت اور طاغوت
وَالطَّاغُوۡتِ (۴/۵۱)	پر ایمان رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اَصْنَام، تراشیدہ اور قابلِ انتقال و خرید و فروخت بت۔

(۲) نَصَب، کسی جگہ گاڑے ہوئے مجسمے۔

(۳) وَثَن، مخصوص مقامات اور شجر و حجر وغیرہ جن میں خدائی صفات تسلیم کی جائیں اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔

(۴) جِبْت، اوہام و خرافات مثلاً ٹونا ٹوٹکہ، جادو گنڈا یا ستاروں کے اثرات اور اُن کی فرمانروائی ماننا۔

(۵) طَاغُوت، اللہ کے سوا ہر وُہ باطل اور سرکش طاقت، نظام یا اقتدار جسے خدائی احکام کے علی الرغم تسلیم کر لیا جائے۔

بتلانا کے لیے دیکھیے آگاہ کرنا۔

۱۷۔ بجلی

کی تین مختلف اقسام کے لیے تین الفاظ بَرْق۔ رَعْد اور صَاعِقَة آئے ہیں۔

۱۔ بَرْق : چمکنے والی یا کوندنے والی بجلی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی آنکھوں کا چندھیانا۔ قرآن میں ہے:

يَكَادُ الۡبَرۡقُ يَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ	قریب ہے کہ بجلی کی چمک (ان کی آنکھوں کی بصارت)
(۲/۲۰)	کو اچک لے جائے۔

۲۔ رَعْد : کڑکنے اور گرجنے والی بجلی۔ نیز ایسے بادل کو بھی کہتے ہیں جس میں کڑک اور گرج ہو (مف) ارشاد باری ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ	اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی
مِنۡ خِيۡفَتِهٖ (۱۳/۱۳)	تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ صَاعِقَة : گرنے اور گر کر بھسم کرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اس کا معنی عذابِ الٰہی یا موت بھی کر لیا جاتا ہے۔

اور امام راغب کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا خوفناک دھماکہ ہے جو اجسام علوی سے متعلق ہو اور

اس کے مقابل لفظ صَقَعَ ہے جو اجسام ارضی سے مخصوص ہے اور معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ (مف)
اور صاحب منتہی الادب اس کے معنی آسمان سے شدید کڑک کے ساتھ آگ پھینکنا، یا ایسی سخت آواز جسے سن کر بیہوش ہو جائیں، بتلاتے ہیں (م ـ ل) اس صورت میں صَاعِقَة، رَعْد ہی کی انتہائی صورت ہے۔ صَاعِقَة کی جمع صَوَاعِق آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ (۱۳/۱۳) — اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

ماحصل: بَرْق۔ چمکنے والی رَعْد۔ گرجنے والی اور صَاعِقَة۔ شدید کڑک کے ساتھ گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں۔
بجھانا اور بجھنا کے لیے دیکھیے آگ اور اس کے افعال۔

۱۸ بچانا

کے لیے وَقٰی، مَنَعَ، حَجَزَ، اَحْصَنَ، جَنَبَ اور عَصَمَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ وَقٰی کے معنی بُرے کاموں کے انجام سے ڈرا کر اُن بُرے کاموں اور اُن کی عقوبت سے بچانا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (۶۶/۶) — مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے بچاؤ۔

۲۔ مَنَعَ: کے معنی روکنا اور اس کی ضد الاِعْطَاء یعنی کسی کو کچھ دے دینا ہے (م ـ ل) روک کھڑی کر دینا یا رکاوٹ بن کر کسی مصیبت یا آفت سے بچانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللّٰهِ (۵۹/۲) — اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے اُن کو خدا (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔

۳۔ حَجَزَ: حجز اصل میں دو چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز ہوتی ہے جو درمیان میں حائل ہو کر آڑ کا کام دے دیتی ہے (م ـ ل) اور حجز بمعنی آڑ بن کر ایک چیز کو دوسری سے بچا لینا ارشاد باری ہے:

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (۶۹/۴۷) — پھر تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسے اس سے بچا لے (عثمانی)

۴۔ اَحْصَنَ، حَصَنَ کے معنی قلعہ یا پناہ گاہ کے ہیں۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کے معنی میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) احاطہ (۳) پناہ (م ل) لہٰذا اَحْصَنَ میں بھی یہی باتیں پائی جائیں گی۔ یعنی روکنا۔ بچانا اور پوری طرح نگہداشت کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ (۶۶/۱۲) — اور عمران کی بیٹی مریم کی جنھوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

۵۔ جَنَبَ۔ جنب کے بنیادی دو معنی ہیں (۱) پہلو (۲) دور کر دینا (م ل) اور جَنَبَ کے معنی کسی کو دور

کر کے علیحدہ لے جا کر کسی مصیبت یا آفت سے بچا لینا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار کے حضور دُعا فرمائی:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ (۱۴/۳۵) — اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

۶- عَصَمَ، کسی چیز کو اپنے پاس روک کر یا اپنی حفاظت میں لے کر اسے کسی ایسی آفت سے بچانا جس میں وُہ جا پڑنے والا ہو۔ (م-ل) ابن فارس کے اپنے الفاظ میں ع-ص-م- کَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَی الْاِمْسَاكِ وَالْمَنْعِ وَالْمُلَازَمَةِ مِنْ سُوْءٍ مَا يَقَعُ فِيْهِ (م-ل) ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (۵/۶۷) — اے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

ایک دُوسرے مقام پر نوحؑ کا بیٹا حضرت نوحؑ کو یوں جواب دیتا ہے:

سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ (۱۱/۴۳) — میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا۔ وُہ مجھے (طوفان کے) پانی سے بچا لے گا۔

ماحصل: (۱) وَقٰی، کسی بُرے کام کی عقوبت سے ڈر کر اس بُرے کام اور سزا سے بچانا۔
(۲) مَنَعَ، کسی چیز کی روک بن کر بچانا۔
(۳) حَجَزَ، کسی تیسری چیز کا حائل ہو کر بچانا۔
(۴) اَحْصَنَ، نگہداشت اور حفاظت کر کے خود کو بچانا۔
(۵) جَنَبَ: کسی چیز سے دُور لے جا کر بچانا۔
(۶) عَصَمَ، کسی مصیبت، خوف و خطرہ سے کسی دُوسرے کو اپنی حفاظت میں لے کر بچانا۔

۷ا۔ بچنا

کے لیے وَقٰی سے اِتَّقٰی، حَصَنَ سے تَحَصَّنَ، جَنَبَ سے اِجْتَنَبَ اور عَصَمَ سے اِسْتَعْصَمَ کے افعال لازم قرآن کریم میں آئے ہیں جن کی تشریح گزر چکی، اب ان کی مثالیں دیکھیے:

اِتَّقٰی، کسی بُرے کام کی سزا سے بچنے کے لیے بُرے کام اور اس کی سزا سے بچنا، پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ارشاد باری ہے:

خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲/۶۳) — جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو زور سے پکڑے رہو۔ اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم (عذاب سے) بچ سکو۔

۲- تَحَصَّنَ: کسی چیز کی نگہداشت اور حفاظت کر کے اسے بچانا۔ یہ لفظ عموماً اپنی عفت کی حفاظت کے لیے مستعمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۴/۳۳)
اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

۳۔ اِجْتَنَبَ: کسی چیز سے دور رہ کر بچنا۔ ارشاد باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (۲۲/۳۰)
تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ اِسْتَعْصَمَ: کسی مضرت، خوف یا گناہ سے خود بچنا۔ قرآن میں ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (۱۲/۳۲)
(زلیخا کہنے لگی) بیشک میں نے اسے (یوسفؑ کو) اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا۔

مندرجہ بالا الفاظ علاوہ حَذَرَ اور تَعَفَّفَ بھی بچنا کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں:

۵۔ حذر: کسی متوقع خطرہ سے بچاؤ کی خاطر چوکنا اور ہوشیار رہنا (مف م ل) ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ (۶۴/۱۴)
اے ایمان والو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔

۶۔ تَعَفَّفَ: عَفَّ کے معنی حرام یا غیر مستحسن کام سے رکنا۔ پاکدامن رہنا اور تعفف کے معنی کوشش سے پاکدامن اور پارسا رہنا ہے (منجد م ا) قرآن میں ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (۲/۲۷۳)
ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو کہ وہ (شرم کے سبب منہ پھاڑ کر اور لپٹ کر نہیں مانگتے۔

ماحصل: (۱) اِتَّقٰی اور تَقْوٰی: بُرے کاموں کی عقوبت سے ڈر کر ان بُرے کاموں سے بچنا۔
(۲) تَحَصَّنَ: نگہداشت اور حفاظت کر کے بچنا۔
(۳) اِجْتَنَبَ: کسی چیز یا کام سے دور رہ کر بچنا۔
(۴) اِسْتَعْصَمَ: کسی گناہ یا نقصان سے بچنا اور حفاظت رکھنا۔
(۵) حَذَرَ: آنے والے خطرہ سے ہوشیار رہنا اور بچنا۔
(۶) تَعَفَّفَ: غیر مستحسن اور حرام کاموں سے بہ تکلف بچنا۔ پاکدامن رہنا۔

۲۰ بچہ (لڑکا)

کے لیے اَجِنَّة۔ وَلِيد، مَوْلُود، وَلَد، طِفْل، صَبِيّ اور غُلَام کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اَجِنَّة: جَنِين کی جمع ہے۔ جَنَّ بمعنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور پوشیدہ کرنا اور جَنِين وہ بچہ ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو (فل ۹۰) ارشاد باری ہے:

وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (۵۳/۳۲)
اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔

۲- وَلِیۡدًا: کا لغوی مفہوم نوزائیدہ بچہ ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق چھوٹی عمر کے بچوں پر ہونے لگا (مف۔فل ۱۹۰) قرآن میں ہے:

قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّلَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ (۲۶/۱۸) (فرعون نے موسیٰؑ سے کہا۔ کیا ہم نے تم کو کہ تم ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر (نہیں) کی؟

اور ولد اور مولود کا تعلق صرف بچہ یا اس کی عمر سے نہیں۔ بلکہ والد کے مقابلہ میں اس کے (جنے جانے) کے فعل سے بھی ہے۔ وُہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا جوان ہو یا بوڑھا' اپنے والد کے مقابلے میں ولد اور مولود ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ وَاخۡشَوۡا یَوۡمًا لَّا یَجۡزِیۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَیۡـًٔا (۳۱/۳۳)۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آ سکے۔

اس لحاظ سے ولد اور مولود، ولید یعنی "نوزائیدہ بچہ" یا طفل شیر خوار کے معنوں میں بھی آجاتے ہیں۔ مثلاً:

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوۡلُوۡدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (۲/۲۳۳) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب (دودھ پلانے کے معاملہ میں) نقصان پہنچایا جائے۔ اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے!

اور ولد کے لفظ کا تعلق عمر سے ہو۔ تو اس کا اطلاق عموماً آٹھ دس سال کے نوخیز بچوں پر ہوتا ہے جو چھوٹے موٹے کام کرنے اور خدمت کرنے کے قابل ہو جائیں اور اس کی جمع وِلۡدَان آتی ہے۔ مذکر و مونث دونوں کے لیے مستعمل ہے (فل ۹۲) جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَیَطُوۡفُ عَلَیۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ اِذَا رَاَیۡتَهُمۡ حَسِبۡتَهُمۡ لُؤۡلُؤًا مَّنۡثُوۡرًا۔ (۷۶/۱۹) اور ان (جنتی لوگوں) کے پاس لڑکے آتے جاتے ہونگے جو ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہیں گے۔ جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔

۳- طِفۡل: طَفِلَ کے معنی نرم و نازک ہونا اور طِفۡلَةٌ گداز بدن عورت کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے جب تک بچہ نرم و نازک رہے وُہ طِفۡل ہے (مف) تاہم اس سے ایسے بچے مراد ہوتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں (ج اطفال) ارشاد باری ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡکُمُ الۡحُلُمَ فَلۡیَسۡتَاۡذِنُوۡا کَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (۲۴/۵۹) اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو اُن کو بھی اس طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ بلوغت کے بعد طفل بچہ کی حد سے بڑے کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۔ صَبِیٌّ، صَبِی وُہ بچہ ہے جو ابھی نادانی اور کھیل کود کی عمر میں ہو (م ۔ ل) اور اس لفظ کا تعلق عمر سے زیادہ بچپنے کی عادات سے ہوتا ہے۔ اگر لڑکا بالغ ہونے کے بعد بھی نادان کھیل کود میں مبتلا ہو تو وُہ صَبِیٌّ ہی ہے۔ صَبِیٌّ بمعنی بچگانہ عادات اور حرکات وسکنات والا بچہ۔

ارشاد باری ہے:

یَایَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (۱۹/۱۲)

اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا فرمائی تھی (یعنی جس عمر میں دوسرے بچے کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں)

۵۔ غُلٰمٌ: وُہ بچہ جس میں جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں (م ۔ ل) یعنی بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان اور اِغْتَلَمَ الْفَحْلُ غُلْمَۃً یعنی کسی نر میں جماع کی خواہش کا ہیجان پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور غَلِیْمٌ نوجوان کو اور اِغْلَام مشت زنی کرنے کو۔ غُلَام کی جمع غِلْمَۃٌ اور غِلْمَانٌ آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَیَطُوْفُ عَلَیْہِمْ غِلْمَانٌ لَّہُمْ کَاَنَّہُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ۔ (۵۲/۲۴)

اور نوجوان خدمت گار (جو ایسے ہوں گے) جیسے چھپائے ہوئے موتی، اُن کے آس پاس پھریں گے۔

ماحصل: (۱) جَنِیْن۔ وُہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو (۲) وَلَد ۔ آٹھ دس سال کی عمر تک کا بچہ (والد کی طرف نسبت کے لحاظ سے ہر عمر کا آدمی۔ (۳) طِفْل: بلوغت کی عمر تک کا بچہ۔ (۴) صَبِیٌّ: بچپنے کی عادات اور کھیل کود میں رہنے والا نادان بچہ (۵) غُلَام: وُہ بچہ جو بالغ ہو چکا ہو۔ نوجوان۔

۲۱۔ بچھانا

کے لیے دَحٰی (دحو) اور طَحٰی (طحو)، سَطَحَ، فَرَشَ اور مَھَدَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔۲۔ دَحٰی اور طَحٰی: یہ دونوں لفظ دراصل ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ صرف تلفظ کا فرق ہے (مف) یعنی مختلف علاقوں کی لغت ہے۔ قرآن کریم میں یہ دونوں الفاظ صرف ایک ایک بار ہی استعمال ہوئے ہیں اور ایک ہی معنی میں آئے ہیں۔ کہتے ہیں دَحَی الْمَطَرُ الْحَصٰی۔ بارش کنکریوں کو دُور دُور تک بہالے گئی اور دَحَی الرَّجُلُ کے معنی اس شخص نے ملک بھر میں (یعنی دور دراز تک) سفر کیا۔ تو دَحٰی اور طَحٰی کے معنی دور دور تک) لے جا کر بچھانا یا پھیلانا کے ہیں۔

قرآن کریم کی متعلقہ دونوں آیات یہ ہیں:

(۱) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰہَا وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰہَا (۹۱/۵،۶)

اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔

(۲) وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰہَا۔ (۷۹/۳۰)

اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔

اور جدید تحقیق یہ ہے کہ دَحٰی کے مفہوم میں گولائی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اُدْحِیَّۃٌ بمعنی ریت میں

شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (منجد) اور اُدْحِيُّ النَّعَام بمعنی ریت میں شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ (مف) اور دحوۃ شتر مرغ کے انڈے کو کہتے ہیں۔ اور لفظ دَحٰی سے زمین کا گول ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

۳۔ سَطَحَ کے بنیادی معنی (۱) پھیلانا اور پھر (۲) ہموار کرنا ہیں۔ سَطَحَ الْبَيْتَ گھر کی چھت کو ہموار کرنا اور مِسْطَحٌ ہموار کرنے کے اوزار کو کہتے ہیں۔ مکان کے اوپر کے حصہ اور چھت کو سطح کہتے ہیں۔ (منجد) امام راغب کے الفاظ میں اَلسَّطْحُ: اَعْلَى الْبَيْتِ جُعِلَ سَوِيًّا (مف) قرآن میں ہے:

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (۸۸/۲۰) اور (کیا وہ نہیں دیکھتے) زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی (یعنی اس کا اُوپر کا حصہ ہموار بنایا گیا)

۴۔ فَرَشَ بمعنی کپڑا وغیرہ بچھانا) بستر لگانا۔ اور ہر وہ چیز جو بچھائی جائے اسے فرش اور فراش (بمعنی بچھونا) کہتے ہیں (مف) فرش کے بنیادی معنی کسی چیز کو پھیلانا اور فراخ کرنا ہے (م ل) یعنی کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلا دینا اور فَرَشَ الدَّارَ بمعنی فرش لگانا۔ اینٹ اور پتھر بچھانا (منجد)

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (۲/۲۲) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔

۵۔ مَهَدَ: صاحب منجد کے نزدیک جس طرح چھت کو پھیلانے اور ہموار کرنے کے لیے سَطَحَ کا لفظ آتا ہے اسی طرح زمین کو ہموار کرنے کے لیے مَهَدَ استعمال ہوتا ہے (منجد) لیکن مَهْد ماں کی گود کو بھی کہتے ہیں جس میں تربیت کا پہلو بھی شامل ہے۔ اور مَهَدَ الْاَرْضَ کے معنی یہ ہوں گے کہ زمین کو اس طرح پھیلانا کہ اس کے باشندگان کو وسائل رزق بھی مناسب طور پر مہیا ہوں۔ اور قرآن کریم سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (۷۴/۱۴) اور میں نے اس کے لیے ہر طرح کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دوں!

اور قرآن کریم کی اس آیت:

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (۵۱/۴۸) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔

سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مَهَدَ میں فَرَشَ سے زیادہ وسعت ہے۔ یعنی ضرورت سے پیشتر متعلقہ سامان کی تیاری۔

ماحصل: (۱-۲) دَحٰی اور طَحٰی: کسی چیز کو اپنی جگہ سے دُور دُور تک لے جا کر پھیلا دینا۔

(۳) سَطَحَ: پھیلانا یا بچھانا اور پھر اسے ہموار کرنا۔

(۴) فَرَشَ: کسی چیز کو پورے کا پورا پھیلانا یا بچھا دینا اور ہموار کرنا۔

(۵) مَهَدَ: بچھانے کے ساتھ اس میں سامانِ تربیت بھی فراہم کرنا۔

۲۲۔ بچھونا

کے لیے قرآن کریم میں مِہَاد، فِرَاش اور مَضَاجِع کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مِہَاد، مَھَدَ کا معنی بچھانا اور اس میں سامانِ تربیت مہیا کرنا ہے۔ جیسا کہ اوپر تفصیل گزر چکی ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس لحاظ سے مِہَاد فرمایا ہے کہ اس میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷۸/۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟

۲۔ فِرَاش، فرش بمعنی بچھانا اور ہموار کرنا۔ الفرش اپنے اصل معنی کے لحاظ سے کپڑا بچھانے کے معنوں میں آتا ہے (مف) تاہم فرش اینٹ پتھر کا فرش لگوانے کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے فَرَشَ الرَّجُلُ کے معنی بچھونا بچھانا بھی ہے اور فرش بنوانا بھی (منجد) اور فِرَاش بچھونا یا بستر کو کہتے ہیں اور کنایۃً فراش میاں بیوی میں سے ہر ایک پر بولا جاتا ہے (مف) جیسے آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ اور لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ (لڑکا خاوند کا ہے اور زانی کے لیے رجم ہے) قرآن کریم نے اس لفظ کو زمین کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ اور بچھونا یعنی بستر کے معنوں میں بھی۔ (ج فُرُش) ارشاد باری ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ (۵۵/۵۴) اہلِ جنت ایسے بچھونوں سے تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

۳۔ مَضَاجِع، (مضجع کی جمع ہے) ضَجَعَ بمعنی پہلو یا کروٹ کے بل لیٹنا، سستانا یا آرام کرنا۔ خواہ اونگھ یا نیند آ جائے یا نہ آئے۔ نیم خوابی حالت (م۔ق) اور اَضْجَعَهٗ بمعنی اس نے سلا دیا (منجد) اور مضجع بمعنی بستر یا بچھونا جس پر آرام کیا یا سویا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ (۳۲/۱۶) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف و امید سے پکارتے ہیں۔

ماحصل: (۱) مِہَاد۔ کنایۃً زمین کو کہتے ہیں کہ وہ تمام جانوروں کے سامانِ تربیت کے علاوہ آرامگاہ یعنی بستر کا کام دیتی ہے۔

(۲) فِرَاش۔ بستر یا بچھونا کے لیے عام مستعمل لفظ ہے۔

(۳) مضجع۔ ہر ایسی چیز جس کے ساتھ انسان ٹیک لگا کر سستا سکے یا سو سکے۔ خواہ چارپائی اور بستر ہو یا کوئی اور چیز۔

بخشنا | اگر کچھ دینے کے معنی ہیں تو "دینا" میں اور اگر گناہ وغیرہ معاف کرنا کے معنی ہیں تو "معاف کرنا" دیکھیے۔

۲۳۔ بخل کرنا

کے لیے بَخِلَ۔ اَمْسَکَ۔ اَوْعٰی۔ اَکْدٰی۔ اَقْنٰی۔ ضَنَّ۔ شَحَّ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ بَخِلَ: کے معنی اپنے جمع شدہ مال میں سے ایسی جگہ بھی خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا چاہیے (مف) بخل دو قسم کا ہوتا ہے (۱) کسی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کرنا (۲) اپنی جائز ضروریات پر بھی خرچ نہ کرنا۔ یہ دونوں قسم کا بخل مذموم فعل ہے۔ اور یہ لفظ عام ہے جو ہر طرح کے بخل پر استعمال ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ	جو خود بھی بخل کریں اور دوسروں کو بھی بخل سکھائیں
بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ	اور جو (مال) خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا
مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ	ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں۔ اور ہم نے اپنے ناشکروں
عَذَابًا مُّهِیْنًا (۴/۳۷)	کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲۔ اَمْسَكَ: کے معنی جو کچھ پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا اور تھامے رکھنا۔ یا کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا (مف) کے ہیں۔ اور اِمساك کے معنی بخل اور ممسك بمعنی بخیل بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ل) ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ	کہہ دو کہ اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے
رَبِّیْٓ اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَةَ الْاِنْفَاقِ	ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے
(۱۷/۱۰۰)	ان کو روکے رکھتے۔

۳۔ اَوْعٰی، الْاِیْعَاء کے معنی کسی چیز (مال وغیرہ) کو تھیلی میں سنبھال کر اوپر سے منہ بند کر دینا (مف) صاحب منجد کے نزدیک یہ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو یاد رکھنا (۲) جمع کرنا اور (۳) بخل کرنا (منجد) اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا بنیادی معنیٰ صرف منہ بند کرنا ہے (م۔ل) اور وِعَاء ہر ایسے سامان کو کہتے ہیں جس کا منہ بند کر دیا جائے یا مقفل کر دیا جائے قرآن میں ہے:

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ	ان لوگوں کو (دوزخ) اپنی طرف بلائے گی جنھوں
فَاَوْعٰی۔ (۷۰/۱۸)	نے (دین حق سے) اعراض کیا اور منہ پھیر لیا اور
	مال جمع کیا اور بند رکھا۔

اور اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ (۶۹/۱۲) بمعنی کسی بات کو دھیان سے سننے اور یاد رکھنے والے کان اور مراد اس سے ایسے آدمی ہیں جو کسی بات کو خوب غور سے سنیں۔ پھر اس کو خوب یاد رکھیں اور اس بات کے الفاظ یا مفہوم میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہونے دیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے اپنے مشہور خطبہ حجۃ الوداع میں، جو آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر منیٰ کے مقام پر دیا تھا، فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ	اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوشحال رکھے جس نے میری
فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا وَبَلَّغَهَا۔ (ترمذی)	احادیث کو سنا۔ پھر ان کو یاد رکھا پھر دوسروں تک
	پہنچا دیا۔

گویا وَعٰی کا لفظ صرف اموال کے لیے نہیں بلکہ ہر قابلِ حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔

۴۔ اَکْدٰی : کُدْیَۃٌ سخت زمین کو کہتے ہیں۔ اور حَفَرَ فَاَکْدٰی کے معنی ہیں وہ گڑھا کھودتے کھودتے سخت زمین تک جا پہنچا (مف۔فل ۲۶۲) اور مال کے خرچ کرنے کی نسبت سے اکْدٰی کے معنی تھوڑا سا خرچ کر کے ہاتھ روک لینا۔ یا خرچ کرنے کا ارادہ کر کے پھر رک جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی۔ (۵۳/۳۴)	بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا سا دیا۔ پھر ہاتھ روک لیا۔

۵۔ اَقْتَرَ : قَتَرَ کے معنی بہت کم خرچ کرنا ہے۔ (مف) اور اقتار، اسراف کی ضد ہے۔ یعنی اپنی جائز ضروریات پر بھی ضرورت سے کم خرچ کرنا اور کنجوسی کر جانا۔ صاحب منتہی الارب کے نزدیک اس کے معنی "وہ شخص جس نے اپنے اہل وعیال پر نفقہ تنگ کر رکھا ہو۔ (م۔ل)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ (۲۵/۶۷)	اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

۶۔ ضَنَّ : کے معنی کسی پسندیدہ اور مرغوب شے کے دینے میں بخل کرنا (مف) اور الضنائن وہ چیزیں ہیں جن کی نفاست کی وجہ سے بخل کیا جائے (منجد) جیسے حکیم اپنے مجرب نسخے بتانے یا کوئی فن کار اپنا کسب سکھلانے میں بخل کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ (۸۱/۲۴)	اور وہ (حضور اکرمؐ) پوشیدہ باتوں (کے ظاہر کرنے) میں بخیل نہیں۔

۷۔ شُحَّ : کے معنی بخل کرنا۔ حرص ولالچ کرنا (منجد) جب بخل اور حرص دونوں باتیں جمع ہو جائیں تو اسے شُحّ کہتے ہیں (فل ۲۲، م ل) اور اسی کا دوسرا نام شدتِ حرص ہے۔ یعنی ہر وقت مال ودولت سمیٹنے کی فکر میں رہنا اور خرچ کرنے میں بخل کرنا۔ ارشاد باری ہے:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۹/۹)	اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

اور شَحِیْحٌ کے معنی بخیل اور حریص آدمی اور اس کی جمع شِحَاحٌ اور اَشِحَّۃٌ آتی ہے ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ (۳۳/۱۹)	پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں (جانا کہ دھری) ڈھکے پڑتے ہیں مال پر (عثمانیؒ)

۸۔ غُلَّ : کے بنیادی معنی اس طرح کی خیانت ہے کہ اپنے زیرِ تصرف کوئی چیز جو اپنی ملکیت نہ ہو اٹھا کر چپکے سے اپنے سامان میں رکھ لی جائے جیسے غنیمت کے مشترکہ مال سے کوئی چیز اٹھا کر اپنی ملکیت میں کر لینا۔ اور غُلّ بمعنی طوق ہتھکڑی یا بیڑی یعنی ہر وہ چیز جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اور اس کی جمع اغلال ہے۔ اسی نسبت سے کنایۃً مغلول الید کنجوس شخص کو بھی کہہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور وہ کچھ خرچ نہیں کر سکتا۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ (۵/۶۴)

اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا۔ انہیں کے ہاتھ بند ہو جاویں۔ (عثمانیؒ)

خدا کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں (جالندھری)

ماحصل: (۱) بخل۔ جائز ضرورت سے کم خرچ کرنا اپنی ذات یا دوسروں کے لیے۔ نیز یہ لفظ بخل کے لیے عام ہے۔

(۲) امسك۔ جو کچھ بھی اپنے پاس ہو اسے روکے رکھنا۔

(۳) اَوْعٰی۔ سنبھالنا اور کمی نہ ہونے دینا۔ ہر قابلِ حفاظت چیز کے لیے عام ہے۔

(۴) اَكْدٰی۔ تھوڑا سا خرچ کرنے کے بعد رک جانا یا ارادہ کر کے پورا نہ کرنا۔

(۵) اَقْتَرَ: اپنے عیال میں نان و نفقہ میں بخل کرنا یا اپنی ذات پر بھی کنجوسی کرنا۔

(۶) ضَنَّ: کسی مرغوب شے کے بتلانے میں بخل کرنا۔

(۷) شَحَّ: شدتِ حرص و بخل کا مجموعہ

(۸) مغلول الید۔ مجازاً بخیل اور کنجوس آدمی جو دوسروں کو کچھ نہ دے۔

۲۴۔ بدبختی

کے لیے شِقْوَة، نَحُوسَة، طَائِر، شُؤْم اور حُسُوم کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ شِقْوَة: شِقْوَة اور شِقَاوَة دونوں کے معنی بدبختی (ضد سعادۃ) اور جس طرح سعادۃ امورِ اضافیہ سے ہے۔ اسی طرح شقاوۃ اور شقوۃ بھی امورِ اضافیہ سے ہے اور شقی وہ شخص ہے جو فطرتاً ہی بدبخت یا بدنصیب ہو (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ (۲۳/۱۰۶)

کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم رستے سے بھٹک گئے۔

۲۔ نَحُوسَة: نُحَاس کے معنی تانبہ بھی ہے اور آگ کی ایسی لپٹ بھی جس کا رنگ تانبے جیسا ہو۔ اور نَحَسَ کے معنی آسمان کا سرخ ہو کر تانبے کی رنگت جیسا ہو جانا ہے اور یہ نحوست کے لیے ضرب المثل ہے۔ اور نحس اور نحوسۃ بمعنی سختی اور بدبختی کا دور (نحس کی ضد بھی

سَعْد ہی آتی ہے) ارشاد باری ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (۴۱/۱۶)	ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ٹھنڈی ہوا چلائی۔

۳۔ طائر: طَارَ بمعنی پرند وغیرہ کا ہوا میں اُڑنا اور طَائِر (ج طیر) بمعنی پرندہ ہے۔ چونکہ پرندوں سے فال لینے کا رواج عام تھا۔ لہٰذا طائر کا لفظ فال یا شگون لینے کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے معنوں میں ہوتا ہے۔ اِطَّیَّرَ اور تَطَیَّرَ کے معنی بدفالی یا بُرا شگون لینا ہے (ضد تَیَمَّنَ اور تَبَرَّكَ) گویا طائر کا اصل معنی بدبختی نہیں بلکہ بدبختی کی فال لینا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (۳۶/۱۸)	کافروں نے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں نامبارک سمجھتے ہیں۔

تو ان پیغمبروں نے یہ جواب دیا کہ:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ (۳۶/۱۹)	پیغمبر کہنے لگے کہ تمہاری بدبختی تمہارے ساتھ ہے۔

۴۔ شُئُوم: اَلشَّآمَةَ اَلْمَشْئَمَةَ بمعنی نحوست۔ بے برکتی اور بایاں پہلو (منجد) اور بایاں پہلو بھی نحوست کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور شامت دراصل ایسی بدشگونی کو کہتے ہیں جو اپنے اعمال کے نتیجہ میں متوقع ہو۔ شامتِ اعمال مشہور لفظ ہے اور تَشَاءُم بمعنی بُری فال لینا (ضد تَیَمُّن) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ (۹۰/۱۷ تا ۱۹)	پھر ان لوگوں میں داخل ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی تلقین اور لوگوں پر شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے یہی لوگ صاحب سعادت ہیں اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا، یہی لوگ بدبخت ہیں۔

۵۔ حُسُوم: الحسم بمعنی چیز کو کاٹنا اور اس کے نام و نشان تک کو مٹا دینا اور زائل کر دینا۔ اور حُسَام بمعنی تلوار۔ پھر حسوم ایسی نحوست یا عذاب کو بھی کہتے ہیں کہ انسان کا نام و نشان تک مٹا ڈالے (مف) ارشاد باری ہے:

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ (۶۹/۶،۷)	رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ خدا نے اس ہوا کو سات دن اور آٹھ راتیں لگاتار چلائے رکھا۔ تو تو دیکھے انہیں پچھڑے ہوئے، گویا وہ ہیں کھجوروں کی کھوکھلی جڑیں۔

ماحصل: (۱) شقوۃ۔ ایسی بدبختی جو مقدر ہو۔ (۲) نحوسۃ۔ بدبختی اور سختی کا دور۔ (۳) طائر۔ کسی کے متعلق بدبختی کی فال لینا۔ بدشگونی (۴) شئوم۔ شامۃ۔ اعمال کے نتیجہ میں متوقع بدبختی۔ (۵) حسوم۔ ایسی بدبختی جو ملیامیٹ کر دے۔

۲۵۔ بددعا دینا

کے لیے لَعَنَ، بَعِدَ، سُحْقًا اور اِبْتَهَلَ (بہل) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ لَعَنَ بمعنی کسی کو ناراضگی کی بناء پر اپنے سے دُور کرنا اور دھتکارنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب اللہ کی رحمت اور توفیق سے دور ہونا ہے (مف) اور نیز بمعنی گالی دینا نیکی سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے (منجد) اور لعنت بددعا کے لیے عام اور جامع لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (5/78) — جو لوگ بنی اسرائیل سے کافر ہوئے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔

۲۔ بَعِدَ اور بَعُدَ (بُعْدًا) بمعنی دور ہونا۔ ہلاک ہونا۔ مرنا۔ اور بُعْدًا بددعا کا کلمہ ہے یعنی اللہ اس کو ہلاک کرے یا اپنی رحمت سے دور کرے (منجد) ارشاد باری ہے:

اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (11/95) — سُن رکھو کہ مدین پر بھی (ویسی ہی) پھٹکار ہے۔ جیسے ثمود پر تھی۔

۳۔ سُحْقًا: سَحَقَ بمعنی دوا وغیرہ کو پیسنا ہے۔ اور اَسْحَقَ الثَّوْبُ بمعنی کپڑے کا پرانا ہونا اور اَسْحَقَهُ اللهُ کے معنی اللہ اسے ہلاک کرے (مف) نیز سَحِقَ سُحْقًا بمعنی دور ہونا اور اِنْسَحَقَ بمعنی دور کرنا بھی ہے (منجد) گویا یہ بھی بددعا کا کلمہ ہے اور اس کا معنی بھلائی سے دُوری ہے۔ مگر اس میں بُعدًا سے زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (67/11) — پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوزخیوں کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے (جالندھریؒ)

۴۔ اِبْتَهَلَ: اَبْهَلْتُ فُلَانًا محاورۃً استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی ہے کسی کو اس کی رائے اور ارادہ میں آزاد چھوڑ دینا اور اَلْبَهْلُ وَالْاِبْتِهَالُ فِی الدُّعَاءِ کے معنی دعا میں پوری آزادی اور عاجزی سے دُعا کرنا (مف) پھر چونکہ آیت مباہلہ میں اللہ کی لعنت کا ذکر ہے۔ اس لیے مباہلہ کا لفظ ایک دُوسرے پر لعنت بھیجنے کے معنوں میں مشہور ہو گیا گویا اس کا استعمال بھی بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي — پھر ہم دونوں فریق خدا سے دُعا والتجا کریں اور جھوٹوں

الْكَاذِبِيْنَ (۳/۶۱) — خدا کی لعنت بھیجیں۔

ماحصل: (۱) لَعَنَ: خدا کی رحمت اور توفیق سے دوری کی بددعا۔
(۲) بَعِدَ: رحمت سے دوری اور ہلاکت کی بددُعا۔
(۳) سُحْقًا: بدُعا کے لیے عام اور جامع لفظ۔ اس کے مفہوم میں بُعْدًا سے زیادہ شدّت پائی جاتی ہے۔
(۴) اِبْتِہَال: فریقین کا ایک دوسرے پر لعنت کے لیے مکمل آزادی سے دعا و التجا کرنا۔

۲۶۔ بدصورت بنانا۔ ہونا

کے لیے مسخ، کلح اور قبح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَسَخَ: بمعنی شکل و صورت کو بگاڑ دینا اور خراب کر دینا (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (۳۶/۶۷) — اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں۔ پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔

۲۔ كَلَحَ: كَلَحَةٌ بمعنی منہ اور اس کے آس پاس کا حصہ اور کالح وہ شخص جس کے ہونٹ آپس میں ملیں نہیں بلکہ کھلے رہتے ہوں اور کَلَحَ، کَلَحَ بمعنی تیوری چڑھا ہوا ہونا اور اِکْلَوَحَّ بمعنی تیوری چڑھانے میں دانت نکالنا (منجد) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ تیوری چڑھانے کا انتہائی درجہ ہے (دیکھیے تیوری چڑھانا) جس میں انسان کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور دانت نکلے ہونے کی وجہ سے بڑا بدصورت دکھائی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ (۲۳/۱۰۴) — آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس (دوزخ) میں بدشکل ہو رہے ہوں گے

۳۔ قَبُحَ: بمعنی بدصورت ہونا۔ بدنما ہونا اور قبیح بمعنی بُرا۔ بدنما۔ بدشکل اور قبح کا لفظ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی قول یا فعل یا شکل کا بُرا ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (۲۸/۴۲) — اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں سے ہوں گے!

اس آیت میں مقبوحین دونوں معنی دے رہا ہے۔

ماحصل: (۱) مسخ۔ اچھی شکل وصورت کو بگاڑنے اور بُری بنانے کے لیے۔
(۲) کلح۔ کسی عارضہ، تکلیف یا جذبات کی وجہ سے عارضی طور پر شکل کے خراب ہونے کے لیے اور
(۳) قبح۔ پیدائشی طور پر بُری شکل وصورت ہونے کے لیے آتا ہے۔ صفات کے لیے بھی آتا ہے۔

بدفالی اور بدشگونی کے لیے "بدبختی" اور "نامبارک سمجھنا" دیکھیے!

۲۷ــــــ بدکاری

کے لیے زِنَا، بِغَاء، سَافِحٌ اور فَاحِشَة کے الفاظ آئے ہیں؛

۱- زِنَا: معروف لفظ ہے۔ یعنی کسی مرد کا غیر عورت سے یا عورت کا اپنے مرد کے علاوہ کسی دوسرے سے بدفعلی کا ارتکاب زنا کہلاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ‎(۱۷/۳۲)‏ — اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

۲- بِغَاء: بغی کے معنی حد سے تجاوز کرنا۔ نافرمانی کرنا، دراز دستی کرنا ہیں۔ اور بَاغَتِ الْاَمَةُ بِغَاءً کے معنی لونڈی کا زنا کرنا ہے اور بَغِیّ کے معنی زنا کار فاحشہ عورت کے ہیں (منجد) یعنی بغاء کا لفظ یا تو لونڈی کے زنا سے مخصوص ہے یا پھر پیشہ ور بدکار عورت یعنی کنجری کے لیے۔ جو دوسروں میں زانیہ مشہور ہو چکی ہو۔ قرآن ان دونوں معنوں کی تائید کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ ‎(۲۴/۳۳)‏ — اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

ایک دوسرے مقام پر یہود حضرت مریمؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ‎(۱۹/۲۸)‏ — اے ہارون کی بہن، نہ تو تیرا باپ ہی بد اطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔

۳- سَافِحٌ: سفح کے معنی خون یا پانی بہانا اور سَافِحٌ کے معنی زنا کرنا ہیں (منجد) اور ابن الفارس کے الفاظ میں صَبَّ الْمَاءَ بِلَا عَقْدِ نِکَاحٍ یعنی نکاح کے عقد کے بغیر زنا کرنا۔ گویا زنا اور سَافِح میں فرق یہ ہے کہ اس میں تکرار پایا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم نے مُحْصِنِیْن کے مقابلے میں مُسَافِحِیْن کا لفظ استعمال کرکے، اس کی تائید کر دی ہے۔ تو سَافِح کے معنی ہماری زبان میں "بطور داشتہ رکھنا" ہیں اور مُسَافِح بمعنی ایسی عورت اور مرد ہیں۔ جن کے آپس میں علانیہ تعلقات استوار ہوں۔ آشنا کا لفظ بھی آج کل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

فَانْكِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِهِنَّ وَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ‎(۴/۲۵)‏ — تو ان کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کرکے نکاح کرلو۔ اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو بشرطیکہ عفیفہ ہوں نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔

۴- فَاحِشَة: فحش کے معنی ہر وہ قول یا فعل جو قباحت اور بُرائی میں حد سے بڑھا ہوا ہو (مف م ل) اور فاحشۃ سے مراد ایسے اقوال و افعال ہیں جو زنا کے قریب لے جاتے ہیں۔ یعنی بے حیائی کے کام اور باتیں اور ان معنوں میں یہ لفظ قرآن کریم میں بارہا استعمال ہوا ہے اور زنا کے لیے فاحشۃ مُبَیِّنَة کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (۴/۱۹)

اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روکنا مگر یہ کہ وُہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں۔

اور فاحشۃ کا لفظ ایسے بدکاری کے فعل پر آتا ہے جو ابھی ثبوت کا محتاج ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (۴/۱۵)

مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔

ماحصل: (۱) زنا۔ معروف لفظ ہے۔ غیر مرد اور غیر عورت کا آپس میں بدفعلی کرنا۔

(۲) بغاء۔ لونڈی کا بدکاری کرنا یا پیشہ ور عورت کا زنا کا پیشہ۔

(۳) سافح۔ غیر مرد اور غیر عورت کا بدکاری کے تعلقات علانیہ استوار رکھنا۔ داشتہ رکھنا۔

(۴) فاحشۃ۔ زنا کے قریب لے جانے والے کاموں اور باتوں یا اس زنا کے الزام کے لیے آتا ہے۔ جو ثبوت کا محتاج ہو۔

۲۸—بدل دینا

کے لیے بَدَّلَ، حَوَّلَ، غَيَّرَ، حَرَّفَ اور تَحَرَّفَ، نَكَّرَ اور دَاوَلَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

۱۔ بَدَّلَ: بَدَل معروف لفظ ہے۔ یعنی ایک چیز کے عوض کوئی چیز اور بدل سے مراد کسی چیز کے بدلے دوسری چیز لے آنا (مف) گویا پہلی چیز مفقود اور اس کی جگہ دوسری چیز آموجود ہوتی ہے۔

۲۔ حَوَّلَ: حول کے معنی ابن فارس کے نزدیک تحرك في دور یعنی چکر میں حرکت کرنا ہے (م ل) اور کسی چیز کے ارد گرد کو اس کا حول کہتے ہیں اور حَوَّلَ کے معنی کسی چیز کو اصلی جگہ سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ رکھ دینا۔ گویا حول میں چیز مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل مقام سے ہٹ جاتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (۳۵/۴۳)

یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا کسی اور چیز کے منتظر نہیں سو تم خدا کے دستور میں نہ تو تبدیلی پاؤ گے نہ اُسے ٹلتا پاؤ گے (عثمانیؒ)

اور خدا کا دستور یہ ہے کہ مجرم قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ آیت بالا میں خدا کے دستور میں "تبدیل" کا مطلب یہ ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ مجرم قوم پر سزا کی بجائے انعامات ہونے لگیں اور "تحویل" کا مطلب یہ ہے کہ جرم تو کسی کا ہو اور اس کی سزا دوسرے کو ملے۔

۳۔ غَيَّرَ: غیر کے معنی سوا۔ کوئی دوسرا اور غیّر سے مراد حالت کی تبدیلی ہے۔ غیّر میں کوئی چیز نہ مفقود ہوتی ہے اور نہ اپنی جگہ سے ٹلتی ہے بلکہ اس کی حالت یا صورت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (۱۳/۱۱)	خدا اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وُہ آپ اپنی حالت نہ بدلے۔

اور اسی آیت کا ترجمہ کسی شاعر نے یُوں کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ایک دُوسرے مقام پر شیطان اللہ تعالیٰ کو یُوں جواب دیتا ہے:

وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (۴/۱۱۸)	اور میں (بنی آدم کو) گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وُہ خدا کی بنی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں۔

۴۔ حَرَّفَ: حرف کے بنیادی معنی کسی چیز کے کنارا کے ہیں اور حَرَّفَ کے معنی اس کنارہ کو موڑ دینا (مف م ل) اور حرف کی جمع حروف اور حروف الکلام سے مراد حروف تہجی ہیں۔ اور تحریف الکلم یہ ہے کہ مسلسل عبارت سے کچھ الفاظ کو سیاق وسباق کا خیال نہ رکھ کر اصل مقام کے بجائے دوسرے مقام پر چسپاں کر دینا جس سے کوئی دوسرا مطلب حاصل کیا جاسکے اور اگر کچھ لفظوں کی بجائے دوسرے لفظ داخل کر دیے جائیں تو یہ "تبدیلی" ہوگی اور یہود یہ دونوں کام کر لیا کرتے تھے۔ ارشادِ باری ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (۵/۱۳)	تو ان لوگوں کے عہد توڑنے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

اور تحرّف بمعنی کنارا یا پہلو بدلنا اور تَحَرَّفَ عَنْهُ بمعنی کسی سے مائل ہو کر ایک طرف ہو جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ (۸/۱۶)	اور جو شخص جنگ کے روز سوائے اس کے کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے (جالندھری) ہُنر کرتا ہوا لڑائی کا (عثمانیؒ)

۵۔ نَكَّرَ: نکر میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) اجنبیت اور (۲) ناگواری۔ تنکیر کی ضد تعریف ہے اور منکر کی معروف۔ تنکیر بمعنی کسی کو نہ پہچاننا اور تعریف بمعنی کسی کو پہچاننا۔ اسم نکرہ اور اسم معرفہ مشہور الفاظ ہیں۔ اور منکر بمعنی بُرے کام اور معروف بمعنی بھلے کام اور نَكَّرَ کے معنی اسم نکرہ بنانا بھی ہے (منجد) اور کسی چیز کی ہیئت کو اس طرح بدل دینا کہ وہ اچنبھا معلوم ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا (۲۷/۴۱)	سلیمانؑ نے کہا اس (بلقیس) کے لیے اس کے تخت کا

رُوپ بدل دو۔

۶۔ دَاوَلَ: اَلدَّوْلَۃ وَالدُّوْلَۃ بمعنی گردش کرنا اور دَالَ کی ضد دَارَ ہے۔ دَوْرٌ اور دائرۃ کا لفظ تنگ دستی، بدحالی اور گردشِ ایام کے لیے آتا ہے۔ اور دَوْلَۃ اور دُوْلَۃ بُرے دنوں سے خوشحالی کے ایام پھرنے کو کہتے ہیں۔ اور دَاوَلَ بمعنی خوشحالی کے دنوں کا ادل بدل کرنا یا پھیر پھیر کر لانا (مف منجد)

ارشاد باری ہے:

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳/۱۴۰) — اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔

ماحصل:
(۱) بَدَّلَ: ایک چیز کو مفقود کرنا اور اس کی جگہ دوسری لانا۔
(۲) تَحْوِيْل: کسی چیز کو اس کے اصل مقام کی بجائے دوسری جگہ کر دینا
(۳) تَغْيِيْر: کسی چیز کی حالت یا صورت میں تبدیلی لانا۔
(۴) تحریف: کسی مسلسل عبارت یا تحریر میں یا اس کے مفہوم میں تبدیلی کرنا۔
(۵) نَكَّرَ: رُوپ بدل دینا۔
(۶) دَاوَلَ: ادل بدل کرنا اور بہتر حالت کی طرف لانا۔

۲۹ — بدلہ

کے لیے بَدَلْ، بِ، عَدْل، اَجْر، جَزَا، ثَوَاب، عِقَاب، وَبَال، کَفَّارَۃ، قِصَاص فِدْيَة اور دِيَّت (ودی) کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بدل: بمعنی ایک چیز کے بجائے دوسری چیز لانا (مف) اور یہ کم بھی ہو سکتا ہے زیادہ بھی، اچھا بھی اور بُرا بھی، اس جیسا بھی اور اس کے علاوہ بھی۔ گویا بدلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ ہم یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ارشادِ باری ہے:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (۱۸/۵۰) — کیا تم شیطان اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور (شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے (خدا کی دوستی کا) بُرا بدل ہے۔ (اعانت ٹھری)

(۲) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۔ (۲۵/۷۰) — مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا۔

۲۔ بِ: ایک چیز کے عوض دوسری بالکل ایسی ہی چیز کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ — اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ	کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور سب
الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (۵/۴۵)	زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے۔

۳۔ عَدْل، جبکہ یہ بدلہ اصل چیز کے متوازن اور متناسب ہو۔ (تفصیل "انصاف کرنا" میں دیکھیے) ارشاد باری ہے:

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ	نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے اور نہ کسی سے کسی کا بدلہ
مِنْهَا عَدْلٌ (۲/۴۸)	قبول کیا جائے۔

۴۔ اَجْر، اُجْر اور اُجْرَۃ وہ بدلہ ہے جو پہلے عہد و پیمان سے متعین ہو چکا ہو یا بوقت ضرورت آجر بدلہ کا اعلان کرے اور اجیر اس کو قبول کر کے کام شروع کر دے۔ یہ جزائے عمل ہے۔ اور عموماً نفع مند بدلہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اجر کا لفظ دینی اور دنیوی دونوں طرح کے بدلہ کے لیے آتا ہے لیکن اجرت کا لفظ عموماً دنیوی بدلہ پر بولا جاتا ہے۔ اور آجِر کام لینے والے کو اور اَجِیر کام دینے والے خدمتگار یا اجرت وصول کرنے والے کو کہتے ہیں (مف) اور اِسْتَاْجَرَ بمعنی کسی کو مزدور یا نوکر رکھنا، اجر کا استعمال دینی، دنیوی دونوں صورتوں میں قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ	اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ان کے لیے
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (۱۲/۵۷)	آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔
(۲) قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى	انہوں نے (موسیٰؑ) سے کہا کہ میں چاہتا ہوں اپنی ان دو
ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ	بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں۔ اس (عہد)
حِجَجٍ (۲۸/۲۷)	پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو۔

۵۔ جزاء کے معنی کافی ہونا اور کفایت کرنا (م۔ل) اور جزاء وہ بدلہ ہے کہ جو کام کی نسبت سے کسی صورت کم نہ ہو۔ خواہ وہ کام اور اس کا بدلہ اچھا ہو یا برا۔ اور اس میں عہد و پیمان اور تعین بھی شرط نہیں، ارشادِ باری ہے:

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۶/۳۹)	اور تم کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے رہے۔

۶۔ ثواب: ثوب کے بنیادی معنی دوبارہ آنا اور واپس آنا کے ہیں اور یَثُوْبُ اِلَيْهِ النَّاس کے معنی جس شخص کے پاس لوگ بکثرت آتے جاتے ہوں۔ قرآن میں یہ لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ	اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن
وَاَمْنًا (۲/۱۲۵)	پانے کی جگہ مقرر کیا۔

علیٰ ہذا القیاس انسان کو اس کے اعمال کا جو بدلہ لوٹتا ہے۔ اسے ثواب کہا جاتا ہے (مف) گو اس کا استعمال خیر و شر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ تاہم عموماً اچھے اعمال کے اچھے بدلہ کے لیے آتا ہے ارشادِ باری ہے:

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ (۳/۱۴۸) — تو خدا نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا۔

اور یہ جو قرآن میں ہے:

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۸۳/۳۶) — تو کافروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل گیا۔

اس آیت میں بطور طنز ثواب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۷۔ عِقَاب، کا لفظ بُرے کام کے بُرے بدلہ کے لیے آتا ہے (تفصیل "انجام" میں دیکھیے) یعنی سزا یا عذاب کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۲/۱۹۶) — اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

۸۔ كَفَّارَةٌ: كَفَرَ بمعنی چھپانا (تفصیل "انکار کرنا" میں دیکھئے) اور تکفیر بمعنی گناہ کو چھپانا اور كَفَّارَةٌ کے معنی وُہ نیکی جو گناہ کے بدلے میں کی جائے اور اس سلسلہ میں جو صدقہ یا روزہ رکھا جائے وُہ كَفَّارَة کہلاتا ہے۔

۹۔ وَبَال: وَبَل کے بنیادی معنی میں شدّة اور ثقل کا مفہوم پایا جاتا ہے (مف۔ منجد) اور اس کے معنی لاٹھی سے مارتے جانا ہے۔ اور وبال کا لفظ کسی بُرے کام کی سخت سزا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ سزا خواہ دُنیا میں ملے یا آخرت میں لیکن اکثر دنیوی گرفت یا مکافاتِ عمل کی صورت میں ملتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وبال بصورت کفارہ: اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ (۵/۹۵) — یا کفارہ (دے اور وُہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔

(۲) كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۵۹/۱۵) — ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور (ابھی) ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

۱۰۔ قِصَاص: قصّ کا بنیادی معنی کسی چیز کا تتبع کرنا ہے (م۔ل) اور قصاص کے معنی کسی کے بُرے فعل کا بدلہ دینا ہے (منجد) اور قصاص بالعموم انسانی خون اور اس کے اعضاء و جوارح سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی مثال اسی عنوان میں ب کے تحت گزر چکی، تاہم یہ ضروری نہیں۔ ارشاد باری ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (۲/۱۹۴) — ادب کا مہینہ ادب کے مہینے کا مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔

۱۱۔ فِدْيَةٌ: فداء کے معنی کسی کی طرف سے کچھ مال وغیرہ دے کر اسے کسی مصیبت سے بچا لینا ہے (مف)

صاحبِ منجد کے نزدیک مال وغیرہ دے کر قید سے چھڑانا ہے۔ اور یہ رقم جو بطور معاوضہ دی جائے فِدْیَۃ ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ۔ (۲/۸۵) — اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔

۱۲۔ دِیَۃٌ (ودی) وَدٰی یَدِیْ وَدْیًا وَدِیَۃً بمعنی قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا ادا کرنا۔ اور اَوْدٰی بمعنی کسی کا ناجائز خون بہانا اور دِیَۃٌ وہ مال ہے جو مقتول کی جان کے عوض قاتل یا اس کے ورثاء کی طرف سے دیا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَّدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا (۴/۹۲) — اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔ الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

ماحصل:

(۱) بدل: بدلہ کے لیے عام لفظ، کم ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا برا۔

(۲) ب: بالکل ویسی ہی چیز سے بدلہ دینا۔

(۳) عَدْل: اصل چیز کے متوازن اور متناسب بدلہ

(۴) اَجْر: طے شدہ بدلہ۔ خدمت کا عوضانہ۔

(۵) جَزَا: وہ بدلہ جو کسی صورت کم نہ ہو۔

(۶) ثَوَاب: اچھے کام کا اچھا بدلہ۔

(۷) عِقَاب: برے کام کا برا بدلہ۔

(۸) وبال: مکافات عمل کی صورت میں شدید گرفت۔

(۹) کَفَّارَۃ: گناہ کے دور کرنے کے لیے عوض یا بدلہ۔

(۱۰) قِصَاص: انسانی خون ناحق اور اعضاء وجوارح کا بدلہ۔

(۱۱) فِدْیَۃ: کسی کو مصیبت یا قید سے چھڑانے کا عوضانہ۔

(۱۲) دِیَۃ: قاتل یا اس کے لواحقین کا مقتول کے لواحقین کو خون بہا دینا۔

۳۰ — بدلہ دینا

کے لیے جَزٰی، ثَوَّبَ اور اَثَابَ، عَذَّبَ اور دَانَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱، ۲۔ جَزٰی کا بیان تو "بدلہ" (جزاء) اور اثاب اور ثَوَّبَ کا بھی "بدلہ" میں گزر چکا ہے۔ باقی عَذَّبَ اور دَانَ کی تفصیل یہ ہے:

۳۔ عَذَّبَ: عَذَبَ بمعنی سخت پیاس کی وجہ سے کھانا چھوڑ دینا اور عَذُبَ کے معنی میٹھا اور خوشگوار مشروب یا کھانا اور مَاءٌ عَذْبٌ کے معنی ٹھنڈا اور خوشگوار پانی اور اَعْذَبَ بمعنی میٹھے پانی پر پہنچنا (مف منجد) لیکن یہ لفظ باب تفعیل میں جا کر اپنے بنیادی معنی چھوڑ دیتا ہے اور عَذَّبَ بمعنی سخت تکلیف یا سزا دینا یا عذاب دینا ہے۔ ابو ہلال اس کی تعریف "اَلْاَلَمُ الْمُسْتَمِرُّ" (یعنی ثابت و برقرار رہنے والا دکھ) سے کرتے ہیں۔ (فق ل ۱۹۸) ارشادِ باری ہے:

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ — اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں

رَسُوْلًا (۱۷/۱۵) دیا کرتے۔

۴۔ دَانَ : الدِّین کا لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے مختصراً اس کے چار معانی ہیں۔ (۱) مکمل حاکمیت (۲) مکمل عبودیت اور بندگی۔ قرآن میں ہے :

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۳۹/۳) تو اس میں یہ دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں (۳) قانون جزا و سزا بھی اور (۴) اور اس قانون کے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا اور سزا دینا بھی۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱/۴) میں یہ چوتھا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۵۶/۸۶، ۸۷)

پھر اگر تم بدلہ دیے جانے سے آزاد ہو تو رُوح کو جب نکل رہی ہوتی ہے) لوٹا کیوں نہیں لیتے۔ اگر تم سچے ہو۔

ماحصل : (۱) جَزَا : پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔

(۲) اثاب اور ثوب : عموماً اچھے کام کے اچھے بدلہ کے لیے۔

(۳) عَذَّبَ : سخت سزا کے لیے۔

(۴) دان : جزا و سزا میں حاکم و محکوم کے پہلو کو اُجاگر کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۱ــــ بدلہ لینا

کے لیے عَاقَبَ ، اِنْتَقَمَ اور اِنْتَصَرَ کے الفاظ آئے ہیں :

۱۔ عاقب : عقب کے معنی ایڑی اور پیچھے اور عقب کے معنی پیچھے لگنا اور عاقب کے معنی کسی کے پیچھے لگ کر اس کا مواخذہ کرنا اور سزا دینا (منجد) ارشاد باری ہے :

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (۱۶/۱۲۶)

اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جائے۔

۲۔ اِنْتَقَمَ : نقم کے معنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا اور اس میں عیب دھرنا ہے (مف۔م ل) قرآن میں ہے :

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (۸۵/۸)

ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وُہ خدا پر ایمان لائے ہوتے تھے۔

اور انتقام کے معنی کسی کو اس کے ناپسندیدہ کام پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا ہے۔ اور ابو ہلال عسکری کے نزدیک انتقام کی ضد انعام اور انتقام کا معنی انعام کا سلب کر لینا ہے (فق ل ۱۹۹) ارشادِ باری ہے :

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وُہ ان سے منہ پھیرے

مُنْتَقِمُوْنَ (۳۲/۲۲) ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

۳۔ اِنْتَصَرَ : نَصَرَ کے معنی ظلم اور زیادتی دور کرنے کے لیے کسی کی مدد کرنا (محیط) اور اِنْتَصَرَ کے معنی کسی پر ظلم و زیادتی اور دفع مضرت کے لیے بدلہ لینا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (۴۲/۳۹) اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (تعدی) ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت نوحؑ اپنے پروردگار سے فریاد کرتے ہیں:

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴/۱۰) تو اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔

ماحصل: (۱) عاقب: کسی کے پیچھے لگ کر اس کے کیے کا بدلہ لینا۔

(۲) انتقام: کسی کو اس کے برے اعمال پر غضبناک ہو کر سزا دینا یا بدلہ لینا یا نعمت کا چھین لینا۔

(۳) انتصار: کسی ظلم و زیادتی کا بدلہ لینا۔ خواہ مظلوم خود لے یا اس کی مدد کرتے ہوئے کوئی دوسرا بدلہ لے۔

۳۲۔ بدمست ہونا

کے لیے نَزَفَ، غَالَ (غول) اور سَكَرَ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَزَفَ بمعنی کسی چیز کا بتدریج ختم ہو جانا ہے۔ نَزَفَ الْمَاءَ الْبِئْرَ بمعنی بتدریج کنویں سے سارا پانی کھینچ لینا اور نُزِفَ الْمَاءُ بمعنی بتدریج پانی کا ختم ہو جانا۔ اسی طرح نُزِفَ دَمْعُهٗ بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر ختم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔ اور نُزِفَ الرَّجُلُ کسی شخص کی عقل کا بتدریج ختم ہو جانا، بے عقل ہونا یا بدمست ہونا ہے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو۔ (مف منجد) ارشاد باری ہے:

لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ۔ (۵۶/۱۹) اس سے نہ تو ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ بکواس کریں (عثمانیؒ)

۲۔ غَالَ (غول) الغول بمعنی گوناگوں شکلیں اختیار کرنے والا جنّ اور جادوگر۔ چھلاوہ، چڑیل (مف منجد) اور الغول بمعنی مدہوشی۔ سردرد۔ (منجد) اور غَالَ بمعنی کسی کو یوں ہلاک کر دینا کہ اس کا پتہ بھی نہ چل سکے (مف) گویا غول سے ایسی مدہوشی اور بدمستی مراد ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ ارشاد باری ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۳۷/۴۷) نہ اس سے عقلیں ضائع ہوں اور نہ بکواس کریں (عثمانیؒ)

۳۔ سَكَرَ، سُكر کا استعمال عموماً شراب کی وجہ سے مستی اور عقل ضائع ہو جانے پر ہوتا ہے اور سَكَرٌ بمعنی ہر نشہ آور چیز ہے۔ یعنی جب کسی بھی چیز کی مستی، خواہ غلبۂ عشق ہو یا موت کی سختی کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے تو سکر کا استعمال ہوگا۔ سکرات الموت مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (۴/۴۳) — اے ایمان والو! جب تک تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔

ماحصل: (۱) نَزف، بتدریج عقلی کا زائل ہونا، وجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن معلوم ہو۔

(۲) غَول، ایسی بدمستی جس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔

(۳) سُکر، ایسی فوری بدمستی جس کی وجہ شراب ہو۔ تاہم یہ لفظ غلبۂ عشق یا دہشت کے موقعہ پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

برانگیختہ کرنا ــــ دیکھیے "ابھارنا"

۴۳ ــ بُرا ــ بُرائی

اور بُرا کے لیے بِئْسَ، شَرّ اور سَاۤءَ اور اس کے مشتقات اور قَبُحَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بِئْسَ: بمعنی بُرا، کلمہ ذم، فعل ماضی جامد ہے۔ کسی ناگوار کام یا بُری بات کی مذمت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (منجد) اور اس کی ضد نِعْمَ ہے۔ یعنی اچھا، واہ واہ، کیا خوب، جو ہر قسم کی مدح کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (۲/۲۰۶) — سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

۲۔ شَرّ: ہر وہ چیز جس سے ہر کوئی کراہت کرے یا اس سے نقصان پہنچے اور اس کی ضد خَیر ہے یعنی سب کے لیے مرغوب اور پسندیدہ ہو (مف) اور شر کا لفظ بُرا، بُرائی اور تکلیف سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور شرارہ آگ کی چنگاری کو کہتے ہیں جس کی جمع شرر ہے۔ اور شرارت ہر وہ در پردہ فعل ہے جس سے کسی کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ اور بُرے آدمی کو شریر کہتے ہیں اور اس کی جمع اشرار آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ (۲/۲۱۶) — اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ (۳۸/۶۲) — اور (اہل دوزخ) کہیں گے کیا سبب ہے کہ ہم (یہاں) ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بُروں میں شمار کرتے تھے

۳۔ سَاۤءَ: بمعنی قبیح ہونا (منجد) بدصورت یا ناگوار ہونا، جو ظاہری بدصورتی اور معنوی خرابی دونوں کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی ضد حَسُنَ ہے۔ اسی طرح سیّئات (بُرے کام) کی ضد حسنات آتی ہے، سَاۤءَ سے صرف ماضی اور مضارع کے صیغے آتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) معنوی برائی کے لیے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى — اور وہ (اپنے اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے

ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ (۶/۳۱) — ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ بہت بُرا ہے۔

۲۔ ظاہری بدصورتی کے لیے:

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲۷/۶۷) — سو جب وُہ دیکھ لیں گے کہ وُہ (وعدہ) قریب آگیا تو کافروں کے منہ بُرے ہو جائیں گے۔

اور سَاءَ سے فعل متعدی اَسَآءَ کے معنی خراب کرنا اور بگاڑنا، بُرا بنا دینا کے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءُا وُجُوْهَكُمْ (۱۷/۷) — پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں۔

اور سَوْءٌ (مع) بمعنی بُرا، بُری۔ بُرائی جو کسی چیز کے اندر ہو۔ اِمْرَأُ سَوْءٍ بمعنی بدکار آدمی۔ اور سُوْءٌ (صفت) بمعنی عیب بُرا کام اور بُرائی کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور مُسِيْءٌ بمعنی بُرے کام کرنیوالا بدکار۔ بدکردار۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ (۴۰/۵۸) — اور نہ وُہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور بدکار (برابر ہو سکتے ہیں)۔

۴۔ قَبَحَ: بمعنی قول یا فعل یا شکل کا بُرا ہونا اور قبیح بمعنی بُرا۔ بدنما (منجد) یہ لفظ عموماً ظاہری حالت کی بُرائی کے لیے آتا ہے اور قَبِيْح بمعنی بدحال (مف) بمعنی بدصورت یا بدنما ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ۔ (۲۸/۴۲) — اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وُہ بدحالوں میں سے ہونگے۔

ماحصل: (۱) بِئْسَ: کلمہ ذم ہے اور اس کی ضد نِعْمَ ہے۔

(۲) شَرٌّ: ہر وُہ چیز جس سے انسان کراہت کرے۔

(۳) سَاءَ: ظاہری اور معنوی بدصورتی کے لیے آتا ہے اور اس کی ضد حَسُنَ ہے۔

(۴) قَبَحَ: بدحالی یا بدصورت ہونا۔ قول، فعل اور شکل کی بُرائی کے لیے آتا ہے۔ عموماً ظاہری طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۳۴— بُرا بھلا کہنا

کے لیے ذَمَّ، عَتَبَ، لَامَ (لوم) سَبَّ اور ثَرَّبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَمَّ (ضد مدح) بمعنی بُرائی کرنا۔ عیب گیری کرنا۔ اَذَمَّ بمعنی حقیر جاننا اور تَذَمَّمَ بمعنی کسی سے خود بچنا اور اسے اپنے لیے ننگ و عار سمجھنا (منجد) اور ذمام بمعنی عزت اور ذَمَّمَهٗ یعنی اس نے اس کی خوب بے عزتی کی۔ (م۔ق) گویا ذَمَّ کا لفظ ایسے کام پر عیب گیری یا بےعزتی

کرنے کے لیے آتا ہے جس کا کرنا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا۔ (۱۷/۱۸) — پھر اس کے لیے ہم نے جہنم ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے۔ جس میں وہ نفرین سن کر اور راندہ خدا ہو کر داخل ہو گا۔

۲۔ عَتَبَ ، بمعنی سرزنش کرنا، خفگی کرنا۔ (یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔) عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی۔ اور اَعْتَبَ کے معنی سبب ناراضگی کو دور کرنا اور اِسْتَعْتَبَ کسی کو راضی کر لینا اور روٹھے ہوئے کو منا لینا (منجد) گویا عتاب ایسی میٹھی میٹھی سرزنش اور ملامت کو کہتے ہیں جس کا مقصد بالآخر رضامند ہونا اور من جانا ہو۔ اور عتاب کا استعمال دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر ہوتا ہے (فق ل ۳۹)

ارشاد باری ہے۔

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) — اگر وہ منانا چاہیں تو ان سے رضامندی نہ ہو گی۔

۳۔ لَامَ ، بمعنی کسی کام کو برا سمجھ کر اس کے کرنے والے کو برا بھلا کہنا (مف) خواہ یہ فعل بذات خود برا نہ ہو اور بمعنی انسان کے کسی فعل کے نتیجہ پر اسے تنبیہ کرنا (فق ل ۳۹) ارشاد باری ہے:

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (۵/۵۴) — اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۴۔ سَبَّ ، بمعنی مغلظات بکنا اور فحش گالیاں دینا (مف) اور سَبَّبَ بمعنی بہت زیادہ گالی دینا۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۶/۱۰۹) — جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے یا پرستش کرتے ہیں انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ وہ از راہ نادانی ضد میں آکر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

۵۔ ثَرَّبَ ، کسی کے برے فعل پر اسے سرزنش اور زجر و توبیخ یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا (مف) قرآن میں ہے:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ (۱۲/۹۲) — (حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔

ماحصل: (۱) ذَمَّ : عیب گیری کر کے کسی کی بے عزتی کرنا۔

(۲) عَتَبَ : ناراضگی دور کرنے کے لیے میٹھے انداز میں خفگی کا اظہار کرنا۔

(۳) لَامَ : کسی کو اس کے کسی فعل پر برا بھلا کہنا۔ اس کے کام کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا۔

(۴) سَبَّبَ : فحش مغلظات بکنا۔

(۵) ثَرَّبَ : ملامت کے علاوہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرنا۔

۳۵۔۔۔ بُرا لگنا

کے لیے نَکِرَ اور نَقَمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ نکر میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔(۱) اجنبیت (۲) ناگواری۔ اور اَنکَرَ کے معنی انکار کرنا بھی ہے اور اچنبھا سمجھنا بھی اور مُنکَر کے معنی ہر وُہ بات جو عام معاشرہ کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہو یا جسے شریعت نے ناپسندیدہ قرار دیا ہو۔ اور نُکُر بمعنی ایسی بُری بات جو ہر ایک کو ناگوار ہو اور بُری لگے۔ قرآن میں ہے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ (۵۴/۶)

تو تم ان (کافروں سے) منہ پھیر لو اس دن تک جب بلانے والا ایک ناپسندیدہ بات کی طرف بلائے گا۔

۲۔ نَقَمَ اور نَقِمَ بمعنی کسی چیز کو بُرا سمجھنا (مف) اور بمعنی مکروہ جاننا۔ عیب لگانا، ملامت کرنا، سزا دینا (منجد) گویا نِقمَۃ ایسی ناگوار بات کو کہتے ہیں کہ کسی کو بُری لگے، کسی کو نہ لگے۔ خواہ یہ بات فی الواقعہ ناگوار ہو یا نہ ہو۔ پھر وُہ اس کے انتقام پر بھی اتر آتے اور نقمۃ بمعنی سزا، عذاب یا بدلہ بھی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (۸۵/۸)

اور ان کافروں کو مومنوں کی صرف یہ بات بُری لگتی تھی کہ وُہ خدائے غالب وقابلِ ستائش پر ایمان لائے تھے!

ماحصل: (۱) نُکُر، ہر وُہ بات جو عام لوگوں کی نظروں میں ناگوار ہو اور اچنبھا بھی ہو۔

(۲) نقم: جو کسی خاص شخص کو بُری لگے اور وُہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ اگرچہ فی الواقعہ بات بُری نہ ہو۔

۳۶۔۔۔ برابر۔ برابر ہونا۔ کرنا

کے لیے عَدْل، سَوَاء، سَوّٰی اور استوٰی کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عَدْل، ایسی چیزوں میں برابری کو کہتے ہیں جن کا تعلق ماپ تول یا وزن سے ہو یا جن کا ادراک حواس ظاہری سے ہو سکے (مف) انہی حواس ظاہرہ کی بنا پر ہی عدل کو انصاف بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ (۵/۹۵)

یا اُس کے برابر روزے رکھے تاکہ وُہ اپنے کرتوت کا مزہ چکھے۔

۲۔ سَوَاء اور استوٰی، حالت اور مقدار کی برابری کے لیے آتا ہے (مف۔ فق ل ۱۲۸) ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ (۲/۶)

جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (۱۳/۱۶) — کیا بینا اور نابینا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔

اور اِسْتَوٰى عَلٰى کا معنی کسی سواری پر جم کر بیٹھنا ہے۔

اور مقدار یا حالت کو برابر کرنے کے لیے سَوّٰى کا لفظ آتا ہے۔ درج ذیل آیت میں یہ دونوں الفاظ اکٹھے آ گئے ہیں۔

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (۸۲/۷) — وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر (تیری حالت کو) درست کیا پھر تجھے برابر (متناسب و متوازن) کیا۔

اور سَوّٰى کا لفظ بھی وسیع المفہوم ہے۔ جس میں پورا کرنا۔ برابر کرنا۔ درست اور ٹھیک ٹھاک کرنا۔ سب کچھ آ جاتا ہے۔

ماحصل: عدل کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن میں حواس ظاہرہ سے برابری پیدا کی جا سکے اور سواء حالت اور مقدار میں برابری اور مساوات کو کہتے ہیں۔

۴۷۔ برباد ہونا۔ کرنا (ضائع ہونا۔ کرنا)

کے لیے ضَلَّ اور اَضَلَّ، حَبِطَ اور اَحْبَطَ، بَطَلَ اور اَبْطَلَ اور اَضَاعَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ ضَلَّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلا جانا ہے (م ل) یعنی اپنے وجود کو ختم کر کے یا ملیا میٹ کر کے کسی دوسرے وجود میں مدغم ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (۳۲/۱۰) — اور کافر کہنے لگے کہ جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے؟

پھر بعض دفعہ یہ لفظ صرف کسی چیز کے وجود کے ختم ہو جانے یا ضائع و برباد ہونے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (۷/۳۷) — وہ کافر کہیں گے (معلوم نہیں) کہ وہ ہمارے شریک ہم سے کہاں غائب ہو گئے۔ اور اقرار کریں گے کہ بیشک وہ کافر تھے۔

اور ضَلَّ کا لفظ اگرچہ عام ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ تاہم اس کا اطلاق عموماً راستہ کھو دینے پر ہوتا ہے اور ضَلَّ بمعنی راہ گم کر دینا اور صحیح راہ کا پتہ نہ چل سکنا۔ اور اس کی تلاش میں پھرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳/۷) — اور اللہ نے تجھے بھٹکتا پایا تو راہ سجھائی (عثمانی)

اور اَضَلَّ کا معنی عموماً کسی دوسرے کو راستہ سے بہکا دینا، بھٹکا دینا۔ اور بہکا کر غلط راستے پر ڈال دینا ہے۔ تاہم یہ لفظ اکارت کرنے یا ضائع کرنے کے معنوں میں بھی

آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ (۴۷/۱) — جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) خدا کی راہ سے روکا خدا نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۲۔ حَبِطَ: بمعنی اکارت جانا، برباد ہونا، عمل بیکار ہونا، خراب ہونا اور حَبِطَ دم القتیل بمعنی مقتول کا خون رائیگاں جانا (منجد) یعنی کسی عمل کا بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے نتیجہ خیز ثابت نہ ہونا۔ اچھے اعمال کا بُرے اعمال کی وجہ سے ضائع ہونا اور اگر بُرے اعمال اچھے اعمال کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو اس کا نام تکفیر ہے۔ (فق ل ۱۹۶) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۶/۸۸) — اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے سب ضائع ہو جاتے۔

اور اَحْبَطَ بمعنی اکارت بنا دینا یا برباد اور ضائع کر دینا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ۔ (۴۷/۹) — یہ اُس لیے کہ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا، انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔

۳۔ بطل: باطل کی ضد حق ہے۔ تحقیق کے بعد جس چیز میں ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے وہ باطل ہے (مف) یعنی ناحق اور بے اصل کام کو بَاطِل کہتے ہیں۔ اور بَطَلَ بمعنی کسی چیز کا بے نتیجہ اور بے اثر ہونے کی وجہ سے ضائع ہونا ہے۔ جیسے بد پرہیزی علاج کے فائدہ کو بے اثر کر دیتی ہے یا علاج بیماری کے اثرات کو دور کر کے ختم کر دیتا ہے، ارشاد باری ہے:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۷/۱۱۸) — پھر حق ثابت ہو گیا تو جو کچھ فرعونی کرتے تھے وہ باطل ہو گیا۔

اور اَبْطَلَ بمعنی کسی کام کو بے اثر اور بے نتیجہ بنا دینا جس کی وجہ کوئی دوسرا اس کے مخالف عمل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲/۲۶۴) — اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو۔

۴۔ اَضَاعَ: بمعنی تلف کرنا۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ خواہ یہ کسی بھی وجہ سے ہو، عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ (۱۹/۵۹) — پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

ماحصل

(۱) ضَلَّ: کسی چیز کا ضائع ہو کر دوسرے کے حق میں چلے جانا اور اپنا وجود کھو دینا۔

(۲) حَبِطَ: بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے کوئی عمل بے اثر اور بے نتیجہ ثابت ہونا۔

۳۔ بَطَلَ: کسی عمل کے مخالف کوئی ایسا عمل جو پہلے عمل کو بے کار کر دے۔
۴۔ اَضَاعَ: عام ہے۔ کسی بھی وجہ سے کوئی چیز برباد کر دینا۔

۳۸۔ برداشت کرنا

کے لیے حِلم، صَبر اور کَظم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حِلم: بمعنی بُردبار ہونا۔ حوصلہ والا ہونا۔ یہ ایک مستقل صفت ہے جو ہر وقت حلیم انسان کے اندر موجود رہتی ہے۔ یعنی جب وہ کوئی ناگوار بات سنے یا اسے کوئی صدمہ پیش آئے یا کوئی بے عزتی کرے یا کوئی بڑی خوش کن بات سنے تو اس کی طبیعت میں اتار چڑھاؤ پیدا نہ ہو یا اگر ہو تو معمولی قسم کا ہو اور علیٰ حالہ برقرار رہے۔ اور یہ بڑی محمود صفت ہے اور ابو ہلال اس کا معنی اِمْهَال بِتَاخِيْرِ الْعِقَابِ الْمُسْتَحَقّ (فق ل ۱۶۵) یعنی کسی مستحق سزا کو سزا میں تاخیر کر کے مہلت دینا ہے (فق۔ل) ارشاد باری ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (۳۷/۱۰۱) ہم نے ابراہیمؑ کو ایک صاحب حوصلہ لڑکے کی خوشخبری دی۔

۲۔ صَبَرَ: اَلصَّبْر کے لغوی معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روکنا (مف) اور رسول اللہ صلعم نے الصبر کی یوں تعریف فرمائی کہ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى (بخاری) یعنی کسی صدمہ مصیبت یا ناگوار حادثہ کے پڑنے پر فوراً اپنے نفس کو جزع فزع اور بیقراری سے روکنا اور اسے برداشت کر جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (۲/۱۷۷) اور وہ لوگ جو سختی، دکھ اور جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔

۳۔ کَظَمَ: کَظم سانس کی نالی کو کہتے ہیں اور کَظَمَ السِّقَاءَ بمعنی مشک کو پانی سے لبالب بھر کر اس کا منہ بند کر دینا (مف) اور کَظِیم اور مکظوم اس شخص کو کہتے ہیں جو غم یا غصہ سے سانس کی نالی تک بھرا ہوا ہو۔ مگر اس کا اظہار نہ کرے اور اسے دبا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲/۸۵) اور یعقوبؑ کی دونوں آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں اور وہ غم سے (لبالب) بھرے ہوئے تھے۔

دوسرے مقام پر حضرت یونسؑ کے متعلق فرمایا:

اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (۶۸/۴۸) جب انہوں نے پکارا اور وہ غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔

تیسرے مقام پر مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ (۳/۱۳۴) اور وہ غصہ کو دبا جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) حِلم: غم وغصہ کے موقعہ پر طبیعت کا اعتدال پر رہنا۔ اور کسی مستحق سزا کو سزا دینے میں تاخیر کرنا اور اور مہلت دینا۔

(۲) صَبر: ہر قسم کی سختی اور مصیبت کے وقت بے قراری سے پرہیز اور اسے برداشت کر جانا۔

(۳) کظم: غم اور غصہ خواہ کتنا ہی زیادہ ہو کو دبائے رکھنا اور اس کا اظہار نہ ہونے دینا۔

۳۹۔۔۔ بڑا (بزرگ)

کے لیے کبیر اور اکبر اور عظیم اور اعظم، ذوالجلال اور مجید کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ کَبِیر اور اَکبَر: اَکبَر میں بنیادی طور پر محض بڑائی کے معنے پائے جاتے ہیں۔ کبیر کی ضد صغیر اور اکبر کی اصغر ہے۔ اور یہ اسمائے اضافیہ سے ہے۔ یعنی ہر چیز اپنے سے چھوٹی کے مقابلہ میں کبیر ہے اور وہی چیز اپنے سے بڑی کے مقابلہ میں صغیر ہے (مف) اور کبیر کا لفظ بنیادی طور پر اجسام کیلیے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ چیز عمر میں بڑی ہو یا جسامت میں یا کسی دوسری صفت ظاہری میں۔ مثلاً:

(۱) عمر میں بڑائی کے لیے:

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوٓا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ ٱللَّهِ (۱۲/۸۰)	ان (یوسفؑ کے بھائیوں) میں سے سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے خدا کا عہد لیا ہے۔

(۲) جسامت میں بڑائی کے لیے:

فَجَعَلَهُمْ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ (۲۱/۵۸)	پھر حضرت ابراہیمؑ نے ان (بتوں) کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ مگر بڑے بُت کو (نہ توڑا)۔

لیکن بعد میں لفظ کبیر اور اکبر کا استعمال معنوی طور پر بھی ہونے لگا۔۔۔۔ مثلاً:

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا۔ (۲/۲۱۹)	اے پیغمبر! لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کیلیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔

کبیر کی جمع کُبَراء آتی ہے اور اکبر اسم تفضیل ہے بمعنی بہت بڑا یا سب سے بڑا۔ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع اکابر آتی ہے۔

۲۔ عَظِیم ضد حقیر اور اعظم: عظم کے بنیادی معنی میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی صفات کہیں سب اکٹھی اور کہیں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں۔ اور ہڈی کو بھی اس کی قوت اور شدت کی وجہ سے عَظم کہتے ہیں۔ (م ل) عَظم اور عَظِیم دونوں کی

جمع عِظَام آتی ہے۔ عَظِیم کا لفظ بھی اجسام و اعیان دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (مف) اور اعظم اسم تفضیل ہے بمعنی بہت بڑا یا بزرگ یا سب سے بڑا اور بزرگ۔ اب مثالیں دیکھیے:

(۱) وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲/۷) اور ان کافروں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

(۲) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۵۶/۹۶) تو آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرتے رہتے۔

ایک قوم میں کبیر اور اکبر بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن عظیم ایک ہی ہوتا ہے۔ (فق ل ۱۵۰)

۳۔ ذوالجلال، جلال قدر و منزلت میں بڑائی کو کہتے ہیں۔ ذوالجلال بمعنی عظیم المرتبت اور جلیل کے معنی بڑی بڑی عظیم الشان اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے (مف) اور بمعنی اپنے عظیم الشان کاموں کی وجہ سے مستحق تعریف ذات (فق ل ۱۵۰) ارشادِ باری ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْإِكْرَامِ (۵۵/۷۸) بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کے، جو بڑائی والا اور عظمت والا ہے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ مجید، مجد کے معنی شان و شوکت میں بڑا اور وسیع الشان ہونے کے ہیں (مف)۔ اور ابن الفارس کے نزدیک، وہ جو کرم و عزت و شرافت میں انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہو (م ل) اور بمعنی لوگوں کی نظروں میں بڑا ہو (م ق)۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ۔ (۸۵/۱۵) اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک، بڑی شان والا۔

ماحصل: (۱) کَبِیر، بڑائی کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً اجسام اور ظاہری صفات میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔

(۲) عَظِیم: جس میں بڑائی کے علاوہ قوت اور شدت پائی جائے۔ جس طرح حقیر اصغر سے کم تر ہے اسی طرح عظیم اکبر سے اوپر ہے

(۳) ذُوالْجَلَال: قدر و منزلت میں بزرگ۔ اور عظیم الشان کاموں کی وجہ سے حمد کا مستحق۔

(۴) مَجِیْد: شان و شوکت میں بزرگ رعب و داب میں بڑا۔

۳۹۔ بڑائی (بزرگی)

کے لیے کِبْر، جَلَال اور مَجْد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ کِبَر: عموماً عمر میں بڑائی کے لیے آتا ہے۔ بمعنی بڑھاپا۔ جیسے فرمایا:

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ (۲/۲۶۶) اور اسے بڑھاپا آپہنچے اور اس کے ننھے ننھے بچے ہوں۔

نیز کِبر بمعنی اظہار عظم الشان (فق ل ۲۰۴) اپنی شان کی بڑائی کا اظہار تکبر ہے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے۔ باقی سب کے لیے مذموم ہے۔ قرآن میں ہے:

إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ (۴۰/۵۶) ان کے دلوں میں بڑائی اور تکبر کے سوا کچھ نہیں۔

۲- جلال: قدر و منزلت میں بڑائی۔ عظمت کی آخری حد جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نہ ہو۔ اور ذُوالجلال کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ جبکہ جلیل دوسری اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔ اور جلیل ہر وُہ چیز ہے جو ہر بات میں بڑی ہو اور مضبوط ہو۔ عظیم الشان (مف) ارشادِ باری ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵/۷۸) — تمہارے پروردگار کا نام بڑا بابرکت ہے جو صاحب جلال و عظمت ہے۔

۳- جَدّ: بمعنی فیضِ الٰہی اور بمعنی بخت و نصیب جُدِدْتُ بمعنی میں خوش قسمت اور صاحبِ نصیب ہو گیا۔ اور جَدَّ بمعنی دنیاوی مال و جاہ سے کسی کو نوازنا نیز جَدّ بمعنی آبائی نسب (مف) جَدّ بمعنی دادا نانا (ج اجداد) اور بمعنی خوش قسمتی۔ بزرگی۔ عظمت دولت۔ رزق اور فُلَانٌ ذُوجَدٍّ بمعنی وُہ شخص بڑا صاحب نصیب ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا (۷۲/۳) — اور ہمارے پروردگار کی شان بہت بڑی ہے جس کے نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔

ماحصل: (۱) کبیر: عمر میں بڑائی کے لیے یا اپنی شان کے اظہار کے لیے۔ (۲) جَلال: قدر و منزلت میں بڑائی کی آخری حد۔ (۳) جَدّ: فیضانِ الٰہی کہ وہ دوسروں کو بھی بزرگی عطا کرتا ہے۔

۴۰- بڑھنا اور بڑھانا

کے لیے زَادَ اور اِزْدَادَ، کَثُرَ اور کَثَّرَ۔ ضَاعَفَ، عَفَا۔ تَطَوَّعَ۔ نَفَلَ۔ اَرْبٰی کے الفاظ آئے ہیں:

۱- زَادَ اور اِزْدَادَ: (ضد نقص) بمعنی بڑھنا اور بڑھانا۔ دونوں افعال لازم و متعدی دونوں طرح آتے ہیں (مف۔ منجد) یہ بڑھنے اور بڑھانے کے لیے عام لفظ ہے جو عموماً مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور الزیادۃ بمعنی وُہ اضافہ ہے جو کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد بڑھایا جائے (مف) اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (۲/۲۴۷) — اور اللہ نے اس (طالوت) کو علم اور جسم میں زیادہ کشائش بخشی تھی۔

(۲) وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ (۱۳/۸) — اور اللہ جانتا ہے) پیٹ جو سکڑتے اور بڑھتے ہیں۔

۲- کَثُرَ اور کَثَّرَ۔ کَثُرَ (ضد قلّ) تعداد اور مقدار میں زیادہ ہونا۔ مثلاً تعداد کے لیے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (۲/۱۰۹) — اہل کتاب میں سے اکثر یہ چاہتے ہیں۔

مقدار کے لیے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ — اس (ترکہ) سے، خواہ یہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حصے

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (۴/۷) مقررشدہ ہیں۔

اور کَثَّر عموماً تعداد میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرُوٓا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ (۷/۸۶) اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اللہ نے تمہیں بڑھا دیا۔

اور اَکْثَرَ عموماً مقدار میں اضافہ کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ (۸۹/۱۲) تو انہوں نے اس (زمین) میں زیادہ فساد برپا کر دیا۔

۳۔ ضَاعَفَ: ضعف بمعنی دوگنا (ضد نصف) ضعف الشئ بمعنی کسی چیز کی مثل اتنا ہی اور (مف) خواہ یہ اضافہ مقدار میں ہو یا تعداد میں۔ اور ضَعَّفَ بمعنی دُگنا کرنا اور ضَاعَفَ میں اور زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے اور اللہ فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

۴۔ عَفَا: عفا کا عام معنی معاف کرنا ہے تاہم اس کا لغوی معنی یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وُہ بڑھ جائے۔ عفا الشعر بمعنی بالوں کو چھوڑ دینا تاکہ وُہ بڑھ جائیں اور لمبے ہو جائیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے قَصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى یعنی مونچھوں کو کترو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور یہ لفظ لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا۔ (۷/۹۵) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا حتیٰ کہ وُہ (مال و اولاد میں) بڑھ گئے۔

اور عفو بڑھی ہوئی اور ضرورت سے زائد چیز کو بھی کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے،

وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (۲/۲۱۹) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (راہ خدا میں) کیا خرچ کریں تو کہہ دو جو ضرورت سے زائد بچ رہے۔

۵۔ تَطَوَّعَ: طوع بمعنی دل کی خوشی سے تابعدار ہونا ہے (مف) اور تَطَوَّعَ کے اصل معنی تو بہ تکلف حکم بجالانا ہے۔ مگر عرف عام میں وُہ نیکی کے کام اور عبادات ہیں جو فرائض کے علاوہ اپنے شوق سے سرانجام دی جائیں۔ مثلاً نفلی نماز و صدقات وغیرہ۔ ارشاد باری ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ (۲/۱۸۴) اور جو شخص روزہ کی طاقت نہ رکھیں تو اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی میں اضافہ کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

۶۔ نَافِلَةً: نفل بھی واجب پر زیادتی کو کہتے ہیں (مف) اور انفال اموال غنیمت کو۔ نفل اور تطوع میں فرق یہ ہے کہ تطوع میں دل کی خوشی اور شوق بھی ضروری ہوتا ہے جبکہ نوافل کی ادائیگی

میں یہ بات ضروری نہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ (۱۷/۷۹) اور رات کو بیدار ہو کر نمازِ تہجّد ادا کرو۔ یہ تمہارے لیے زیادتی ہے۔

۷۔ اَرْبٰی: رِبَا الْمَال بمعنی مال کا زیادہ ہونا۔ اور رِبٰو بمعنی سود۔ اصل زر پر بلا محنت زائد اضافہ۔ رِبَا الْفَرَس بمعنی گھوڑے کا سانس پھول جانا اور رِبَا الْوَلَد بمعنی بچے کا نشو و نما پا کر بڑھنا ہے اور اَرْبٰی بمعنی کسی چیز کی تربیت کرنا یا پال پوس کر بڑھانا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲/۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

ماحصل: (۱) زاد: کسی چیز کے پُورا ہونے کے بعد مقدار اور صفات میں اضافہ کے لیے۔
(۲) کثر: تعداد اور مقدار میں اضافہ کے لیے۔
(۳) ضاعف: دگنا یا اس سے بھی زیادہ کرنے کے لیے۔
(۴) عفا: کسی چیز کو چھوڑ دینا کہ وُہ بڑھ جائے۔
(۵) تطوع: فرائض پر اپنے شوق سے زیادتی۔
(۶) نفل: واجبات پر زیادتی۔
(۷) اَرْبٰی: پال پوس کر بڑھانے کے لیے۔

۴۲۔ بستی۔ بستی والے

کے لیے قَرْیَة، بَدْو اور اَعْرَاب کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں؛

۱۔ قَرْیَة: ہر وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر آباد ہو جائیں قَرْیَة ہے خواہ یہ چھوٹی سی بستی ہو، گاؤں ہو، قصبہ ہو یا شہر (ج قرٰی) اور اُمُّ الْقُرٰی بمعنی مرکزی بستی یا شہر۔ شہر مکہ کو بھی اُمُّ الْقُرٰی کہا گیا ہے اور قریہ سے مراد بستی بھی ہے اور بستی والے بھی یا باشندگان بھی (مف) قرآن میں ہے؛

وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ (۱۲/۸۲) اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے اس (کے رہنے والوں) سے پوچھ لیجئے۔

۲۔ بَدْو: بمعنی گاؤں۔ دیہات یا دور افتادہ جگہ۔ بَدَا بمعنی ظاہر ہونا اور بَدْو سے ایسی جگہ مراد ہے جہاں بلند عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے سب کچھ نمایاں طور پر نظر آتا ہو (مف) اسی سے بادیہ بمعنی صحرا، بادی بمعنی صحرا نشین اور بَدْوِیٌّ بمعنی دیہاتی کے الفاظ مشتق ہیں۔ قرآن میں ہے؛

وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲/۱۰۰) اور اس (اللہ) نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے جیل سے نکالا اور آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔

۳۔ اَعْرَاب: عَرَبِیٌّ بمعنی ملک عرب کا باشندہ اور اَعْرَابِی بمعنی عرب کا دیہاتی۔ ملکِ عرب کے دیہات میں رہنے والا (ج۔ اَعْرَاب) بادیہ نشین۔ پھر چونکہ دیہات کے رہنے والے عموماً جاہل اور گنوار ہوتے ہیں لہٰذا اعراب کا لفظ گنوار کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (۹/۹۸) — اور بعض دیہاتی (گنوار۔عثمانیؒ) ایسے ہیں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں۔

ماحصل: قَرْيَة ۔ بستی (گاؤں یا شہر) اور اس کے باشندے۔ بدو: دیہات اور دور افتادہ مقامات کیلیے اور اعراب دیہاتیوں اور گنواروں کے معنوں میں آتا ہے۔

۴۳۔ بکری

کے لیے غَنَم اور مَعْز کے الفاظ ہیں۔

۱۔ غَنَم: غَنَم کے معنی اصل میں ایسا مال ہاتھ لگنا ہے جو پہلے کسی کی ملکیت نہ ہو (م۔ل) پھر یہ لفظ ایسی بکریوں کے ریوڑ پر استعمال ہونے لگا جو کہیں سے ہاتھ لگ جائیں۔ بعد میں اس لفظ کا اطلاق اس مال پر بھی ہونے لگا۔ جو لڑائی کے بعد دشمن سے حاصل ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ (۸/۴۱) — اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ۔

پھر اس لفظ کا استعمال عام بکریوں کے ریوڑ سے بھی مخصوص ہو گیا۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) — اور داؤد اور سلیمان کا حال بھی سن لو کہ) جب وُہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے رَوند) گئی تھیں۔

۲۔ مَعْز: بمعنی بکریاں اسم جنس ہے۔ بکری، بکرا سب کے لیے یکساں ہے اور اس کا واحد مَاعِز ہے۔ (منجد) ارشاد باری ہے:

مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔ (۶/۱۴۳) — بھیڑوں میں سے دو (دو) اور بکریوں میں سے دو (دو)۔

ماحصل: جب دو یا دو سے زیادہ بکریاں ہوں تو اس پر معز کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن غنم صرف بکریوں کے ریوڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۴۴۔ بکھرنا (پراگندہ ہونا)

کے لیے اِنْبَثَّ، اِنْتَشَرَ، اِنْتَثَرَ (نثر) اور اِنْفَضَّ۔ اِسْتَطَارَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ اِنْبَثَّ: بَثَّ کے معنی پراگندہ کرنا اور دُور دُور تک پھیلا دینا ہے (م۔ا) اور اِنْبَثَّ کے معنی کسی چیز کا متفرق ہو کر سب اطراف میں دُور تک پھیل جانا ہے۔ اور اس میں پھیلنے والی چیز کے ارادہ کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً — اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر

مُنْبَثًّا (۶/۵۶) | غبار ہو کر اُڑنے لگیں۔

۲۔ اِنْتَشَرَ: نشر کے معنی پھیلانا اور مشہور کرنا (م۔ ل) اور اِنْتَشَرَ کے معنی کسی مجمع یا جلوس وغیرہ سے لوگوں کا اُٹھ کر چلے جانا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۱۰/۶۲) | پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو۔ اور خدا کا فضل (معاش) تلاش کرو۔

۳۔ اِنْفَضَّ: فَضَّ کے معنی کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ وُہ الگ الگ ہو جائے اور اِنفِضاض بمعنی شیشہ وغیرہ کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر الگ الگ ہوتے جانا (م۔ ل) ہے۔ گویا اِنْفَضَّ کے معنی کسی چیز کے سب کے سب اجزاء کا پراگندہ ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ (۱۱/۶۲) | اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

۴۔ اِنْتَثَرَ: نَثَرَ ہراس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز سے جھڑ کر پراگندہ ہو جائے۔ اور اِنْتِثَار ناک جھاڑنے کو کہتے ہیں۔ (م ل) ابن فارس نثر کے معنی کسی متفرق چیز کو نیچے ڈال دینا لکھتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں کلمة تَدُلُّ عَلٰی اِلْقَاءِ شَيْءٍ مُتَفَرِّقٍ (م۔ ل) اور نثر غیر منظوم عبارت کو بھی کہتے ہیں۔ نیز انتثر صرف غیر جاندار کے لیے آتا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۲/۸۲) | جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے جھڑ جائیں گے۔

۵۔ اِسْتَطَارَ: طَارَ بمعنی کسی پردار جانور یا چیز کا ہوا میں اُڑنا اور طائر بمعنی پرندہ ہے (ج طیر) اور استطار بمعنی کسی چیز کا ہوا میں بلند ہو کر پھیلنا اور بکھر جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (۷/۷۶) | وُہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی خوف رکھتے ہیں۔

ماحصل: (۱) اِنْبَثَّ: متفرق ہونا اور دُور دُور تک پھیل جانا۔ (ارادہ کا دخل نہیں ہوتا)

(۲) اِنْتَشَرَ: مجمع کا متفرق ہونا اور اپنی اپنی راہ لینا۔ (اپنے ارادہ سے)

(۳) اِنْفَضَّ: کسی چیز کے پورے اجزاء کا آہستہ آہستہ متفرق ہونا اور پراگندہ ہوتے جانا۔

(۴) انتثر: متفرق ہونا اور گر پڑنا (غیر جاندار چیزوں کے لیے آتا ہے)۔

(۵) استطار: کسی چیز کا فضا میں بکھر کر پھیل جانا۔ نیز دیکھیے اٹھانا۔

بکھیرنا کیلیے دیکھیے پھیلانا اور اڑانا۔

بگاڑ / / خرابی ——— بگاڑنا کیلیے دیکھیے فساد کرنا۔

بلانا / / پکارنا۔

۴۵۔ بلند کرنا (اونچا کرنا)

کے لیے رَفَعَ اور اَنْشَأَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ رفع کے معنی بلند کرنا۔ اور اگر یہ فعل زمین سے کوئی چیز اٹھانے اور بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد وَضَعَ آتی ہے۔ اور اگر آواز کو بلند کرنے سے متعلق ہو تو اس کی ضد خَفَضَ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) کسی چیز کو بلند کرنے کے لیے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ (۲/۱۲۷) — اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

(۲) آواز بلند کرنے کے لیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (۴۹/۲) — اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو۔

۲۔ اَنْشَأَ: نشو بمعنی کسی چیز کا اٹھنا اور بلند ہونا (م ل) نیز اس کے معنی کسی کی تربیت کرکے اسے پروان چڑھانا بھی ہے (مف) اور نشاۃ اٹھان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس لفظ کے بلند ہونے کا پہلو زیر بحث ہے۔ اور اَنْشَأَ بمعنی کسی چیز کو پیدا کرنا، اٹھانا اور پروان چڑھانا۔ قرآن میں ہے:

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳/۱۲) — وُہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ (جالندھریؒ) اٹھاتا ہے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) رَفَعَ: کسی چیز کو زمین سے بلند کرنا، اونچا کرنا۔

(۲) اَنْشَأَ: کسی چیز کو پیدا کرنا۔ تربیت کرنا اور اوپر اٹھانا۔

۴۶۔ بلند ہونا۔ اونچا ہونا

کے لیے عَلَا، بَسَقَ اور شَمَخَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ عَلَا: بمعنی بلند ہونا اور اس کی ضد سَفَلَ ہے۔ یہ لفظ اجسام و اعیان دونوں جگہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جگہ اور کسی جسم کی بلندی کے لیے بھی اور مرتبہ کی بلندی کے لیے بھی۔ نیز یہ لفظ مذموم اور محمود دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اب مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) جگہ کی بلندی کے لیے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ (۱۹/۵۷) — اور ہم نے ان (ادریسؑ) کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا (جالندھریؒ) اور اٹھا لیا اس کو ایک اونچے مکان پر (عثمانیؒ)

(۲) مرتبہ کی بلندی کے لیے:

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۱۹/۵۰) — اور ہم نے ان (انبیاءؑ) کا ذکر جمیل بلند کیا۔ (جالندھری) اور کہا ان کے واسطے سچا بول اونچا۔ (عثمانی)

(۳) مذموم صورت میں:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ (۲۸/۴) — بیشک فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔

۲۔ بَسَقَ: صرف بلند و بالا درختوں اور خصوصاً کھجور کے بلند ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (ف ل ۴۳) ارشاد باری ہے:

وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ (۵۰/۱۰) — اور بلند کھجوریں جن پر تہ بر تہ خوشے لگے ہیں۔

۳۔ شمخ: کا لفظ کسی چیز کے (۱) بڑا اور (۲) بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے (م ل) پہاڑوں اور بلند و بالا عمارتوں کی بلندی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۴۲) فلک بوس بلندی۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ۔ (۷۷/۲۷) — اور ہم نے اس (زمین) پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے۔

ماحصل: علا کا استعمال عام ہے لیکن بلند درختوں اور خصوصاً کھجور کی بلندی کے لیے بسق اور پہاڑوں اور بلند عمارتوں کی بلندی کے لیے شمخ آئے گا۔

۴۷ــــ بنانا

کے لیے جَعَلَ، بَنٰی اور صَنَعَ اور اِصْطَنَعَ اور اِتَّخَذَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جعل: بنانا کے لیے جعل کا استعمال عام ہے۔ خواہ اس کام کا تعلق ایجاد اور تخلیق سے ہو یا محض ترتیب وغیرہ سے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً۔ (۲/۲۲) — جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔

۲۔ بنٰی: کوئی عمارت وغیرہ بنانا اور بُنْيَان بمعنی عمارت، دیوار یا کوئی تعمیر ہے (مف) اور ابن فارس کے نزدیک بناء الشی بضم بعضہ الٰی بعض (م ل) (یعنی کسی چیز کو اس طرح بنانا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے میں ضم ہو جائے) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَّإِنَّا لَمُوسِعُونَ (۵۱/۴۷) — اور آسمان کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔

۳۔ صَنَعَ: کوئی چیز فنی مہارت کے ساتھ خوبصورت بنانا (مف) اور صَنَّاع۔ ماہر کاریگر یا فنکار کو کہتے ہیں اور اِصْطَنَعَ کے معنی کسی کام کو فنی مہارت اور خاص توجہ سے بنانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

(۱) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (۱۱/۳۷) اور اے نوحؑ! ہمارے روبرو اور ہماری ہدایت کے مطابق کشتی بناؤ

(۲) وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۲۰/۴۱) اور (اے موسیٰؑ) بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے لیے۔

۴۔ اِتَّخَذَ : اخذ بمعنی پکڑنا، لینا، کسی چیز کو حاصل کرنا۔ احاطہ میں لینا اور اِتَّخَذَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر جَعَلَ کے جاری مجری ہوتا ہے۔ (مف) اس میں نہ ترتیب کو کچھ دخل ہوتا ہے نہ تخلیق کو۔ اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا (۱۲/۲۱) اور مصر میں جس شخص نے یوسفؑ کو خریدا، اپنی بیوی سے کہنے لگا اس کو عزت واکرام سے رکھو کچھ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

ماحصل: (۱) جَعَلَ، کا لفظ عام ہے۔ ہر موقع پر استعمال ہو سکتا ہے۔
(۲) بَنٰى : عمارت وغیرہ بنانا۔
(۳) صَنَعَ : کسی چیز کو فنی مہارت سے بنانا۔
(۴) اِتَّخَذَ : دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو کر بنانا کے معنی دیتا ہے اور اس میں استمرار پایا جاتا ہے۔

۴۸۔ بند کرنا۔ ہونا

کے لیے غَلَّقَ، وَصَدَ، قَصَرَ اور قَبَضَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ غَلَّقَ : غَلَقَ بمعنی بند کر دینا اور اس کی ضد فَكَّ بمعنی رہا کرانا یا چھڑانا ہے (م۔ل) اور غَلَق بمعنی قفل یا تالا کے ہیں (منجد) اور غَلَّقَ الباب کے معنی دروازہ کو مضبوطی سے بند کرنا، چٹخنی وغیرہ لگانا یا مقفل کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ (۱۲/۲۳) اور اس عورت (زلیخا) نے دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی یوسف جلدی آؤ۔

۲۔ وَصَدَ : وَصَدَ اس طرح بند کرنے کو کہتے ہیں کہ بند شدہ چیز سے کچھ باہر نہ نکل سکے۔ ابن فارس کے الفاظ الوصد ختمُ شَيْءٍ إِلَى شَيْءٍ (م ل) اور اَوْصَدْتُ الْقِدْرَ کے معنی ہانڈی پر ڈھکنا دینا تاکہ بھاپ نہ نکل سکے۔ (م۔ل) اور اَوْصَدْتُ الْبَابَ۔ دروازہ بند کرنا۔ لیکن اس کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کوئی دوسری کھڑکی یا دروازہ یا روشندان وغیرہ کھلا نہ ہو۔ قرآن میں ہے:

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (۹۰/۲۰) یہ لوگ آگ میں بند کر دیے جائیں گے۔

۳۔ قَصَرَ : بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز کا اپنی انتہا اور ہدف تک نہ پہنچنا (۲) حبس یعنی بند ہونا (م۔ل)۔ یہاں دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ کہتے ہیں قَصَرَ فِي بَيْتِهِ : اپنے گھر میں محبوس یا بند ہو گیا۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۵/۷۲) حوریں ہیں رکی رہنے والی خیموں میں (عثمانیؒ)

۴۔ قَبَضَ : کے معنی کسی چیز کو مٹھی میں بند کرنا اور قبضۃ مٹھی کو کہتے ہیں (مف) لہٰذا قبض پکڑنا

کم کرنا، تنگ کرنا اور بند کرنا سب معنوں میں مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ۔ (۹/۶۷) (منافق) بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے۔ اور (خرچ کرنے سے ہاتھ بند کیے رہتے ہیں۔

ماحصل : (۱) غَلَّقَ ؛ دروازہ وغیرہ بند کرنے کے لیے (۲) وَصَدَ ، کسی چیز کو یوں بند کرنا کہ کوئی چیز باہر نہ نکل سکے۔ (۳) قَصَرَ ؛ کسی جگہ بند ہونے کے معنوں میں ـــ اور (۴) قبض ، موجود چیز کو اپنے ہاتھوں میں بند رکھنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(نیز اَمْسَكَ اور اَوْعٰی "بخل کرنا" میں دیکھیے)

۴۹ـــ بُننا

کے لیے حَبَكَ اور وَضَنَ کے الفاظ آئے ہیں ؛

۱۔ حَبَكَ ، حبّاكٌ بمعنی جولاہا اور حَبَكَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا بُنا (م۔ق) اور حَبَكَ حَابِكُ الثَّوْبِ بمعنی جولاہے کا کپڑے کو کاریگری سے بُننا۔ عمدہ بُننا (منجد) اور حَبَكٌ بمعنی راستہ بھی ہے (ج حُبُكٌ) (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے ؛

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ (۵۱/۷) قسم ہے آسمان جالیدار کی (یعنی آسمان پر ستاروں کا جال بچھا ہوا ہے) (عثمانیؒ)
اور آسمان کی قسم جس میں رستے ہیں (جالندھریؒ)

۲۔ وَضَنَ : کے اصل معنی زرہ بافی کے ہیں۔ اور استعارۃً بمعنی کسی چیز کو مضبوطی کے ساتھ بُننے پر بولا جاتا ہے (مف) اور موضون بمعنی باریک بنی ہوئی یا زر و جواہر سے بنی ہوئی چیز (منجد) ارشادِ باری ہے ؛

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ (۵۶/۱۵-۱۶) (لعل و یاقوت وغیرہ سے) جڑے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوں گے۔

ماحصل : عام چیزوں سے بُنائی کے لیے حبك اور زرہ بافی یا جواہرات کے جڑاؤ کے لیے وَضَنَ کا لفظ آتا ہے۔

۵۰ـــ بوجھ

کے لیے ثِقْل ، حَمْل ، حِمل ، وَقْر ، وِقر ، وِزْر ، إِصْر ، كَلّ اور وزن اور موازین کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثقل : مسافر کا سامان ، بوجھ ، وزن وغیرہ (منجد) اور یہ عموماً مادی اور حسی بوجھ کے لیے استعمال

ہوتا ہے۔ اور ثقیل کی ضد خفیف ہے بمعنی وزن میں ہلکا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے؛

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (۹/۴۱) تم سبکسار ہو کر یا گرانبار ہو کر گھروں سے نکل آؤ۔

اور ثقل کی جمع اَثْقال آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ۔ (۱۶/۷) اور (دُور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ وُہ (چارپائے) تمہارا بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

اور ثقیل (بمعنی وزنی اور بوجھل اشیاء) کا استعمال کبھی کبھی معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (۷۳/۵) ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔

یہاں ثقیل سے مراد ایسی بات، کلام یا فرمان ہے جو طبیعت کو بہت بوجھل محسوس ہو اور اس پر عمل پیرا ہونا بڑی ہمت کا کام ہو۔

۲۔ حَمْل، حَمَلَ بوجھ اٹھانے اور بوجھ لادنے کو کہتے ہیں۔ اور حَمْل ایسے بوجھ کو کہتے ہیں جو کوئی چیز بباطن اپنے اندر اٹھائے ہُوئے ہو۔ جیسے پیٹ میں بچہ، درخت کا پھل یا بادل میں پانی (مف) قرآن میں ہے؛

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ (۷/۱۸۹) جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل ہو جاتا ہے۔ اور وُہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔

اور حِمْل اس بوجھ کو کہتے ہیں جو حسی طور پر کسی کی پیٹھ پر لاد دیا جائے (مف) لیکن صاحب منتہی الارب کے نزدیک حِمل کے معنی بارِ سر یا بارِ پُشت ہے (م ا) یعنی اٹھانے والا جتنا زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہو وہی اس کے لیے حِمل ہے۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے؛

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ (۱۲/۷۲) وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھو گیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بارِ شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں۔

۲۔ وَقْر: بوجھ کے لیے وقر کا استعمال معنوی طور پر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں "فِیْ صَدْرِهٖ وَقْرٌ" اس کے دل میں کینہ (کا بوجھ) ہے"۔ (منجد) اسی طرح "فِیْ اُذُنِهٖ وَقْرٌ" "اس کے کان میں بوجھ ہے" یعنی اسے ثقل سماعت یا بہرا پن کا عارضہ ہے اور اونچا سنتا ہے۔ بعض لوگ وقر کا معنی کانوں کا میل بھی کرتے ہیں مگر پہلا معنی زیادہ ابلغ ہے۔ اور کانوں کا میل اسے محدود کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے؛

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ بیشک ہم ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ سمجھ نہ سکیں

تَفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (۱۸/۵۷) — اور ان کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔

اور وِقْر کا لفظ اسی معنوی بوجھ کی اس زیادہ سے زیادہ مقدار کو کہتے ہیں جو اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔ (۵۱/۲) — بکھیرنے والی ہواؤں کی قسم جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں پھر ان ہواؤں کی (جو پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں۔

۴۔ وِزْر: ابن فارس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنا کپڑا پھیلا کر اس میں اپنا بوجھ رکھ کر اور اُٹھا کر چل دیتا ہے تو یہ وِزْر ہے۔ اور اسی لیے الذنب (گناہ) کو وِزْر (بوجھ) کہتے ہیں۔ یعنی اپنے کیے ہوئے عمل کا بوجھ۔ اور ایسے ہی وِزْر اسلحہ کو بھی کہتے ہیں جمع اوزار (م۔ل) اور آوَزَرَ اِیزَارًا کے معنی چھپانا، لے جانا اور پناہ دینا وغیرہ بھی آئے ہیں (منجد) اور اسی طرح وَزَر کے معنی کسی پہاڑ میں جائے پناہ کے بھی آئے ہیں (مف) اور وِزْر کا استعمال اکثر گناہوں کے بارِ گراں کے لیے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ (۶/۳۱) — اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بہت بُرا ہے۔

۵۔ اِصْر: الاصر کے معنی (۱) گرہ لگانے اور (۲) کسی چیز کو زبردستی روک لینے کے ہیں (مف م ل) اس لحاظ سے اپنے عہد و پیمان کی پابندی اور شرعی احکام کی تعمیل کی ذمہ داری کا بار اِصر ہے اور ابن فارس کے نزدیک ہر عقد، عہد اور قرابت اِصر ہے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا (۲/۲۸۶) — اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

پھر اِصر کا اطلاق راہِ حق کو اختیار کرنے میں ان رکاوٹوں پر بھی ہوتا ہے۔ جو کسی معاشرہ کے رسم و رواج کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷/۱۵۷) — اور (محمد رسول اللہ) ان پر سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان (کے سر) پر تھے۔ اور وہ طوق بھی جو ان (کے گلے) میں تھے

۶۔ کَلّ: بمعنی محتاج، عیال، یتیم، درماندہ، عاجز اور بوجھ کے ہیں۔ (منجد م۔ا۔م۔ل) اور کَلّ سے مراد تربیت کی ذمہ داری یا نان و نفقہ کا بوجھ ہے۔ قرآن میں ہے:

اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ (۱۶/۷۶) — ان دونوں میں سے ایک گونگا ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ وہ جہاں اسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔

۷۔ وَزْن اور موازین: وَزَنَ بمعنی کسی چیز کو تولنا۔ وزن کرنا۔ اور وَزْن وُہ بوجھ جو ترازو کے کسی پلڑے میں تلنے کے لیے رکھا جائے۔ اور میزان بمعنی ترازو بھی اور مقدارِ وزن بھی (ج مَوَازِین) (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۱۰۱/۶) — تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وُہ دلپسند عیش میں ہوگا۔

ماحصل: (۱) ثَقَل: عموماً مسافر کے سامان اور مادی بوجھ کے لیے۔

(۲) حَمْل: ایسا بوجھ جو بباطن اٹھایا جائے۔

حِمْل: اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مادی بوجھ۔

(۳) وَقْر: عموماً معنوی بوجھ کے لیے آتا ہے۔

وِقْر: اٹھانے والے کی استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ معنوی بوجھ۔

(۴) وِزر: عموماً گناہوں کے لیے۔ گناہوں کا بار۔ پاپ کی گٹھری۔

(۵) اِصر: عہد و پیمان، شرعی احکام کی ذمہ داریاں یا رسم و رواج کی جکڑ بندیاں۔

(۶) کَلّ: کسی بے اختیار و ناتوان کی تربیت کے بوجھ کے لیے آتا ہے۔

(۷) وزن اور موازین: وُہ بوجھ جو تلنے کے لیے ترازو میں رکھ دیا جائے۔

۵۱۔ بوجھل (بھاری یا گراں) ہونا

کے لیے ثَقُلَ، کَسَلَ، اَدَّ (اود) کَبُرَ اور کَبِيْرَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثَقُلَ: بمعنی تول میں کسی چیز کا بھاری ہونا جیسے کہ آیت بالا سے واضح ہے۔

۲۔ کَسَلَ: سستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل اور بھاری ہونا اور الکَسَل بمعنی ایسے معاملہ میں گرانباری ظاہر کرنا جس میں گرانباری مناسب نہ ہو (مف)۔ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (۹/۵۴) — اور وُہ نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر۔

۳۔ اَدَ: (اود) بمعنی بوجھ یا محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا گرانبار ہونا (مف) ارشاد باری ہے:

وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (۲/۲۵۵) — اور زمین و آسمان کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو گرانبار نہیں کرتی۔

۴۔ کَبُرَ اور کَبِيْرَةٌ: کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت کا گراں بار ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ (۶/۳۵) اور اگر اُن کی رُوگردانی تم پر گراں گزرتی ہے۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا ؛

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (۲/۴۵) اور نماز اور صبر سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگران لوگوں پر جو عاجزی کرنے والے ہیں۔

ماحصل ؛ (۱) ثقل ، وزن میں بوجھل ہونا۔ (۳) اَدَّ : محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔

(۲) کسل ، سستی کی وجہ سے طبیعت کا بوجھل ہونا۔ (۴) کَبُرَ : کسی کام کو مشکل اور بھاری سمجھنے کی وجہ سے طبیعت بوجھل ہونا۔

بوجھ اٹھانا کیلئے دیکھیے ـــــ اُٹھانا

۵۲ ـــ بوڑھا

کے لیے شَیْخ ، شِیْب ، کَہْل ، عَجُوز ، مُعَمَّر ، عَوَان ، فَارِض کے الفاظ آتے ہیں ؛

۱۔ شیخ : بمعنی بزرگ ۔ خواہ عمر کے لحاظ سے بڑا ہو ، یا علم فضیلت اور مرتبہ میں بلند مقام رکھتا ہو۔ (منجد) شیخ دراصل تکریم کا لفظ ہے ۔ شیخ المرأۃ عورت کے خاوند کو بھی کہہ دیتے ہیں خواہ وُہ چھوٹی عمر کا ہو۔ تاہم قرآن کریم سے یہ لفظ عمر کے لحاظ سے بوڑھا کے معنی میں ہی استعمال ہُوا ہے (ج ۔ شیوخ) ارشادِ باری ہے ؛

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۔ (۴۰/۶۷) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو۔ پھر بوڑھے ہو جاتے ہو۔

۲۔ شِیْب : شَابَ بمعنی سفید بالوں والا ہونا۔ کہتے ہیں شَابَتْ رُءُوْسُ الْاٰکَامِ یعنی ٹیلوں کی چوٹیاں برف سے سفید ہوگئیں ۔ اور اَشْیَب کے معنی سفید سر والا ۔ شِیْب اسی کی جمع ہے۔ (منجد) اور شَیْب بمعنی بڑھاپا (مف) صاحب فقہ اللغۃ اسے جوانی اور بڑھاپے کا درمیانی حصّہ قرار دیتے اور ۳۰ سے ۴۰ سال تک عمر بتلاتے ہیں (ف ۔ ل ۹۱) بہرحال شیب وہی ہوسکتا ہے جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں ۔ ارشادِ باری ہے ؛

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (۷۳/۱۷) اگر تم نے کفر کیا تو تم اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

۳۔ کَہْل بمعنی ادھیڑ عمر کا ہونا اور کَہْل ۳۰ سال سے ۵۰ سال کی عمر والے کو کہتے ہیں اور کَاهَلَ الرَّجُل سے مراد آدمی کا شادی کرنا ہے (منجد) جبکہ صاحب فقہ اللغۃ اسے ۴۰ سے ۶۰ سال کا عرصہ قرار دیتے ہیں (ف ل ۹) ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں "ثُمَّ مَادَامَ بَيْنَ الثَّلَاثِيْنَ وَالْاَرْبَعِيْنَ فَهُوَ شَابٌّ ۔ ثُمَّ هُوَ كَهْلٌ اِلٰٓى اَنْ يَّسْتَوْفِيَ السِّتِّيْنَ " قرآن میں ہے ؛

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۔ (۳/۴۶) اور وُہ (مسیح ابن مریم) ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا۔

۴۔ عَجُوز: صرف مؤنث کے لیے آتا ہے۔ بمعنی بڑھیا عورت جس کے اولاد ہونا بند ہو چکی ہو۔ اور عجزۃ کسی کے آخری بچہ کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا (۱۱/۷۲) — اس نے کہا اے ہے میرے بچہ ہوگا۔ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔

۵۔ مُعَمَّر: بمعنی عمر رسیدہ کافی عمر تک زندگی پانے والا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ (۳۵/۱۱) — اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

۶، ۷۔ عَوَان اور فَارِض: عان بمعنی ادھیڑ عمر والا ہونا۔ انسان، حیوان، عورت، مرد سب کے لیے آتا ہے۔ اور عَوَان بمعنی ادھیڑ عمر (منجد) اور فَارِض بمعنی عمر رسیدہ گائے یا بیل اور اس کی ضد بِکْر ہے۔ یعنی بچھڑا جو ابھی جوان نہ ہوا ہو۔ (مف) نیز بمعنی کنواری لڑکی (منجد) ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ (۲/۶۸) — موسیٰؑ نے کہا، تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ وہ بیل نہ تو بوڑھا ہو اور نہ بچھڑا بلکہ ان کے درمیان (یعنی ادھیڑ عمر) ہو۔

ماحصل:

(۱) شیخ: بوڑھا کے لیے عام لفظ ہے نیز عزت و شرف اور علم والے کو بھی شیخ کہہ دیتے ہیں۔

(۲) شیب: جس کے بال سفید ہونا شروع ہو چکے ہوں۔

(۳) کہل: چالیس سے ساٹھ سال کی درمیانی عمر۔

(۴) عجوز: بڑھیا۔ (یہ صرف مونث کیلیے استعمال ہوتا ہے)

(۵) مُعَمَّر: کہولت کے بعد کی عمر تک زندہ رہنے والا۔

(۶) عوان: ادھیڑ عمر۔ انسان حیوان، عورت مرد سب کے لیے مستعمل ہے۔

(۷) فارض: عمر رسیدہ گائے یا بیل کے لیے مخصوص لفظ۔

۵۳۔ بوسیدہ ہونا

کے لیے بَلِیَ (یَبْلٰی) وَهِيَ، رَمَّ، رَفَتَ اور نَخَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلِیَ: کسی قابلِ استعمال چیز کا پرانا ہو جانے کی وجہ سے کمزور پڑ جانا۔ بَلِيَ الثَّوب، کپڑا پرانا ہو گیا (مف) پنجابی ہنڈ جانا۔

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (۲۰/۱۲۰) — شیطان نے کہا اے آدم! میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو۔

۲۔ وَهِيَ: کسی چیز کے جوڑ ڈھیلے پڑ جانا (م ل) وَهِيَ الثَّوْبُ وَالْحَبْلُ، کپڑے یا رسی کا کھنگی کی وجہ سے پھٹنے لگنا (ف ل ۳۹) چمڑے کا بوسیدگی کی وجہ سے پھٹ جانا (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (۶۹/۱۶) — اور آسمان پھٹ جائے گا وہ تو اس دن کمزور (اور بوسیدہ ہوگا)

۳۔ رمم: رَمَّ بمعنی قابلِ مرمت ہونا (بوجہ بوسیدگی) اور رَمَّ الْحَبْل بمعنی رسی کا ٹوٹ جانا۔ اور رَمَّ العظم۔ ہڈی کا بوسیدہ ہو جانا اور رِمَّة پرانی ہڈی کو کہتے ہیں جو بوسیدہ اور بھربھری ہو چکی ہو (فل ۵۴) یا پھر پرانی رسی کے ٹکڑے کو جو علیحدہ ہو گیا ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ۔ (۵۱/۴۲) — وُہ (نامبارک ہوا) جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کیے بغیر نہ چھوڑتی۔

۴۔ رفت: رَفَتَ بمعنی توڑنا۔ کوٹنا اور رَفَتَ الْعَظْم بمعنی ہڈی کا چورا چورا ہونا۔ اور الرفات بمعنی ہر ٹوٹی ہوئی چیز۔ بوسیدہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۱۷/۴۹) — اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو اُٹھائے جائیں گے؟

۵۔ نخر: نَخَرَ کے معنی خراٹے لینا، اور نَخِرَ کے معنی بوسیدہ ہونا اور ریزہ ہونا ہے (منجد) نخرۃ بمعنی ہڈی کا بوسیدہ ہو کر اندر سے کھوکھری یا خالی ہو جانا یا اس میں سوراخ ہو جانا ہے۔ قرآن میں ہے:

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۔ (۷۹/۱۱) — (کافر) کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کیے جائیں گے)۔

ماحصل: (۱) بَلِيَ: کسی چیز کا بوسیدہ اور پرانا ہونا۔
(۲) وَهِيَ: کہنگی کی وجہ سے کسی چیز کے بند ڈھیلے پڑ جانا اور پھٹنے لگنا۔
(۳) رَمَّ: بوسیدگی کی وجہ سے ٹکڑے الگ ہونے لگنا۔
(۴) رَفَتَ: بوسیدگی کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جانا۔
(۵) نَخِرَ: (ہڈی کا) بوسیدگی کی وجہ سے اندر سے کھوکھلی ہو جانا۔

۵۴۔ بولنا

کے لیے لَفَظَ، نَطَقَ، فَصَحَ، اَعْرَبَ، اَعْجَمَ، تَكَلَّمَ اور لَحَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لفظ: لَفَظَ کے معنی منہ سے پھینکنا اور لُفَاظَة منہ سے پھینکی ہوئی چیز یا دسترخوان سے جھاڑی ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور لفظ بمعنی منہ سے بولا جانے والا کلمہ (ج الفاظ، منجد) اور لافِظ چکی کو کہتے ہیں کہ وہ آٹا باہر پھینکتی جاتی ہے (م۔ ق) اور لفظ بمعنی کسی بات کا زبان سے ادا ہونا خواہ وُہ ایک آدھ لفظ ہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۵۰/۱۸) — کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

۲۔ نطق: ایسی بات کہنا جس کے معنی سمجھ میں آ سکیں۔ کہتے ہیں اَلْمَالُ النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ یعنی بولنے والے مال سے حیوان اور چپ رہنے والے مال سے سونا چاندی مراد ہے۔ اور حیوان

بھی ناطق ہیں۔ کیونکہ وُہ ایک دوسرے کی بولی سمجھ لیتے ہیں۔ اور مَنْطِقَ الطَّیْرِ بمعنی جانوروں کی بولی۔ لیکن یہ لفظ بالذات صرف انسان کے متعلق بولا جاتا ہے۔ اور اہل منطق صرف انسان کو ہی حیوانِ ناطق کہتے اور نطق سے قوتِ گویائی مراد لیتے ہیں۔ (سب سے پہلے ارسطو نے انسان کو حیوانِ ناطق کہا تھا۔ مگر لغوی لحاظ سے یہ لفظ ذوی العقول کے لیے استعمال ہو سکتا ہے)۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۵۳/۳) — اور (محمدؐ) خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے یہ (قرآن تو) حکم خدا ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے

اور جو حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (۲۷/۱۶) — اے لوگو! ہمیں خدا کی طرف سے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

تو یہاں نطق کا لفظ حضرت سلیمانؑ کے سمجھ لینے کی نسبت سے آیا ہے اور پرندوں کے بولنے کی نسبت سے۔

پھر جس طرح نطق ظاہری ہے اور اس سے مراد قابلِ فہم بات ہے نطق باطنی بھی ہے جس سے مراد فہم و ادراک یا زبانِ حال ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵/۲۹) — یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بول دے گی جو کچھ تم کیا کرتے تھے، ہم لکھواتے جاتے تھے۔

۳۔ فَصَحَ: کے معنی کسی چیز کو آمیزش سے پاک و صاف کرنا۔ اور فَصَحَ اللَّبَنَ کے معنی دُودھ کے اوپر سے جھاگ اتار کر دُودھ کو صاف کر لینا ہے۔ اور فَصَحَ الرَّجُلُ اسی سے مستعار ہے جس کے معنی کسی شخص کا خوش گفتار ہونا اور اس کے کلام کا حشو و زوائد سے پاک صاف ہونا۔ اور موزوں تر الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ (۲۸/۳۴) — (موسیٰؑ نے کہا) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو (اے اللہ) اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے۔

۴۔ اَعْرَبَ
۵۔ اَعْجَمَ: اَلْاِعْرَابُ بمعنی کسی بات کو واضح کر دینا۔ اور اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِہٖ بمعنی اس نے بات کو وضاحت سے بیان کر دیا۔ اَلْعَرَبِیُّ بمعنی وضاحت سے بیان کرنے والا بھی ہے اور واضح اور فصیح کلام بھی (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (۱۲/۲) — ہم نے اس قرآن کو واضح اور فصیح زبان میں نازل کیا ہے

اور اَلْعُجْمَةُ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں اور اَلْاَعْجَمُ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وُہ زبان عربی ہی کیوں نہ ہو۔ اہل عرب اپنے آپ کو فصیح زبان کے مالک اور دوسروں کو

غیر فصیح تصور کرتے تھے اور تمام غیر عرب کو العجم کہتے تھے۔ اَلْعَجَمِیُّ اسی کی طرف منسوب ہے۔ اور چوپایوں کو بھی عجماء کہتے ہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ (۴۱/۴۴)
اور اگر ہم قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں (کیا خوب کہ قرآن تو) عجمی اور (مخاطب) عربی۔

۶۔ تکلّم: کَلَّمَ بمعنی کلام کرنا یا بات کرنا اور تَکَلَّمَ بمعنی بولنا یا بات کو منہ پر لانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔ (۷۸/۳۸)
کوئی شخص بول نہ سکے گا مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت بخشے گا۔

۷۔ لَحِنَ: بمعنی عام مستعمل طریقہ اور اسلوب سے پھیر دینا اور لحن القول بمعنی مروجہ طرزِ بیان یا اندازِ گفتگو سے ہٹ کر کوئی دوسرا طریقہ استعمال کرنا اور اَللَّحَنُ فصیح کلام کو بھی کہتے ہیں (م۔ق) اور زبان آور اور فصیح شخص کو بھی (مف) اور لَحَّنَ بمعنی سریلی آواز سے پڑھنا ہے۔ لحنِ داؤدی مشہور ہے۔ تاہم لحن کا اصل معنی لہجہ کی تبدیلی ہے۔ کہ اس سے ایک ہی فقرہ کبھی مثبت کبھی منفی اور کبھی استفہامیہ بن جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ (۴۷/۳۰)
اور تم انہیں ان کے اندازِ گفتگو ہی سے پہچان لوگے۔

ماحصل:
(۱) لفظ۔ جو کچھ بھی منہ سے نکلے وہ لفظ ہے۔ منہ سے کچھ کہنا۔
(۲) نطق۔ قابلِ فہم بات کہنا۔
(۳) فَصُحَ۔ خوش گفتار ہونا۔ حشو و زوائد سے پاک بات کرنا۔
(۴) اَعْرَبَ۔ وضاحت سے بولنا۔
(۵) اعجم۔ غیر فصیح اور مبہم بات کرنا۔
(۶) تکلّم۔ کسی بامعنی بات کا زبان پر لانا، جسے دوسرا سن رہا ہو۔
(۷) لَحِنَ۔ عام روش سے ہٹ کر کوئی دوسرا اندازِ گفتگو اختیار کرنا۔

نیز دیکھیے "بات کرنا"

۵۵۔ بہانا اور بہنا

کے لیے اَسَالَ، اَفَاضَ، سَکَبَ، سَفَكَ، سَفَحَ، فَجَّرَ اور جَرٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَسَالَ: سَالَ (سیل) کے معنی (مائع اشیاء کا) بہنا یا بہ نکلنا اور سیل کے معنی بہنے والا پانی، سیلاب اور سیّال بمعنی زور سے بہنے والا (منجد) نیز ہر بہنے والی چیز کو سیّال کہتے ہیں۔ اور اَسَالَ کے معنی کسی (بہنے والی یا مائع چیز) کو بہا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ (۳۴/۱۲)
اور اس (داؤدؑ) کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲- اَفَاضَ: فاض (فیض) کے معنی کسی چیز کا بسہولت جاری ہو جانا (م-ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہہ نکلنا (مف) کہتے ہیں۔ اَفَاضَ السَّیْلُ پانی کا کثرت سے ہونا۔ اور وادی کے کناروں سے بہہ نکلنا۔ اور فَاضَتْ عَیْنُہٗ یعنی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور افاض کے معنی (پانی وغیرہ کا) بسہولت بہانا کہتے ہیں۔ اَفَاضَ اِنَاءَہٗ اس نے اپنا برتن لبالب بھرا کہ پانی اوپر سے نیچے گرنے لگا۔ گویا اس کا اصل معنی (OVER FLOW) ہونا ہے قرآن میں ہے:

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ (۵۰/۷)

اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر زائد پانی ہم پر بھی بہا دو۔

۳- سَکَبَ: کے معنی (پانی وغیرہ کا) گرانا اور بہانا ہے۔ اور السکب لگاتار بارش کو (منجد) یا موٹے موٹے قطروں والی بارش کو (م-ل) کہتے ہیں جس کا پانی بہہ نکلے۔ اور الاُسْکُوْبُ بمعنی لگاتار جھڑی (منجد) گویا سَکَبَ میں پانی وغیرہ کے گرنے یا بہنے کے ساتھ تسلسل یا دوام کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور مَآءٍ مَّسْکُوْبٍ بمعنی جَارٍ دَائِمًا (م ق) قرآن میں ہے:

وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْکُوْبٍ (۳۱/۵۶)

اور سایہ لمبا اور پانی بہتا ہوا (عثمانیؒ)

۴- سَفَكَ: بمعنی خون یا پانی بہانا۔ لیکن اس کا اطلاق زیادہ تر خون بہانے پر ہوتا ہے۔ اور سفّاك خونریز انسان کو کہتے ہیں (م-ل) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ (۸۴/۲)

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرو گے۔

۵- سَفَحَ: کے معنی بھی لغوی لحاظ سے خون یا پانی بہانے کے ہیں (مف) اور بمعنی کسی بہنے والی چیز کا سرعت سے بہنا اور جاری ہونا (فق ل ۲۵۰) قرآن میں دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون کے معنوں میں آیا ہے۔ تاہم اس لفظ کا عموماً استعمال منی کا پانی ناجائز طور پر بہانے یا بدکاری کرنے کے لیے ہوتا ہے، مُسَافِحٌ کے معنی بدکار مرد اور مُسَافِحَةٌ بمعنی بدکار عورت۔ ارشادِ باری ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (۲۴/۴)

اور ان (محرمات) کے علاوہ اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔ اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی۔

۶- فَجَرَ: کے اصل معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا کے ہیں (مف) بہنے والی چیزوں کے متعلق اس کا استعمال وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا (۱۷/۹۰) اور کافر کہنے لگے ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے تا آنکہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ بہا دو۔

بہنا کے لیے سَالَ اور فَاضَ اوپر گزر چکے۔ان کی مثالیں دیکھیے۔

(۱) سَالَ : اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا۔ (۱۳/۱۷) اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے مقدور کے مطابق نالے بہہ نکلے۔

(۲) فَاضَ : وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (۵/۸۳) اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر (محمدؐ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔

۷۔ جَرٰى : (جَرْيًا وَجَرَيَانًا) اپنی اصل کے لحاظ سے یہ لفظ پانی اور اسی طرح کی سیال چیزوں کے بہنے اور بہتے جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (مف) جیسے ارشادِ باری ہے:

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ (۸۸/۱۲) اس (جنت) میں چشمہ ہے بہتا ہوا۔

پھر یہ لفظ ہر اُس چیز کے لیے استعمال ہونے لگا جو دُور تک یا دیر تک بہتی اور چلتی رہتی ہیں۔ گویا ظرف زمانی اور مکانی دونوں صورتوں میں اس کا استعمال عام ہو گیا۔ جیسے ہواؤں یا شمس وقمر کے چلنے اور چلتے رہنے کے لیے اس کا استعمال قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ پھر اس کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے سنّتِ جاریہ مشہور لفظ ہے۔

ماحصل: (۱) اسال، کسی بھی بہنے والی چیز کو بہانا۔
(۲) فَاضَ، کسی بہنے والی چیز کا کنارے سے بہنے لگنا
(۳) سَكَبَ، کسی بہنے والی چیز کا بکثرت گرانا کہ بہہ نکلے
(۴) سَفَكَ، خون بہانا کے لیے عام استعمال ہے۔
(۵) سَفَحَ، شہوت رانی کے لیے عام استعمال ہے۔
(۶) فَجَرَ، کسی چیز کا وسیع وعریض رقبہ میں بہنا۔
(۷) جَرٰى، کسی چیز کا دور تک یا دیر تک بہتے یا چلتے جانا ہے۔

۵۶— بہانہ— بہانہ بنانا

کے لیے عَذَّرَ۔ عَذَرَ اور اِعْتَذَرَ اور فِتْنَةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ العُذْر، بمعنی کسی الزام کو دور کرنے کے لیے کوئی وجہ پیش کرنا ہے۔ امام راغب کے الفاظ میں ایسی کوشش جس سے انسان اپنے گناہوں کو مٹا دینا چاہے اور عَذَرَ کے معنی عذر قبول کرنا، عَذَّرَ کے معنی جھوٹا بہانہ یا کوئی جھوٹ موٹ وجہ بیان کرنا اور اِعْتَذَرَ بمعنی عذر پیش کرنا ہے۔ اب اس عذر کی بھی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم فِتْنَةٌ ہے۔

۲۔ فِتْنَةٌ: (۱) یہ کہ انسان جھوٹ سے کام لے کر اس الزام یا گناہ ہی سے انکار کر دے۔ اس قسم کے لیے قرآن نے فِتْنَةٌ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ تو اُن سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ وہ

قَالُوْا وَاللهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ (۶/۲۳)
یہ کہہ دیں۔ خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے۔

(۲) عُذر کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کوئی غلط وجہ یا جھوٹا بہانہ پیش کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے قرآن نے عَذَّرَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (۹/۹۱)
اور صحرانشینوں سے کچھ لوگ عذر بناتے ہوئے تمہارے پاس آئے کہ انہیں (جہاد پر نہ جانے کی) اجازت دیجائے۔

(۳) اور تیسری قسم یہ ہے کہ یہ وجہ فی الواقعہ درست اور معقول ہو۔ اس کے لیے عُذْر اور مَعْذِرَة کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۷/۱۶۴)
اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں خدا ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت پیش کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

ماحصل: درست اور معقول وجہ پیش کرنے کے لیے عُذْر اور مَعْذِرَة، جھوٹا بہانہ بنانے کے لیے تَعْذِير اور الزام سے یکسر انکار کر دینے کے لیے فِتْنَة کا لفظ آیا ہے۔

۵۷۔ بہتان

کے لیے بُهْتَان۔ اِفْك اور اِفْتَرَاء کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ بُهْتَان: بَهِتَ کے معنی حیران اور متحیر ہونا (مف) یا حیرانی کی وجہ سے خاموش اور دم بخود ہو جانا ہے (منجد) اور بہتان ایسی بات کو کہتے ہیں جسے سن کر لوگ ہوش کھو دیں اور حیران و ششدر رہ جائیں اور انہیں یقین نہ آئے کہ یہ بات ممکن العمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۲۴/۱۶)
اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایانِ شان نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (پروردگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت بڑا) بہتان ہے۔

۲۔ اِفْك: اَفَكَ کے معنی کسی چیز کو اس کے صحیح رُخ سے موڑ دینا ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ (۴۶/۲۲)
وہ (قوم عاد) کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔

اسی طرح حق سے باطل کی طرف یا سچ سے جھوٹ کی طرف یا اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف

پھرنے کو افک کہتے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے من گھڑت اور جھوٹی بات اور الزام کو بھی اِفْک کہتے ہیں۔ اور اَفَّاكٌ بمعنی جھوٹی اور من گھڑت باتیں گھڑنے والا الزام تراش ہے اور ابو ہلال عسکری کے الفاظ میں اِفْك ایسا جھوٹ ہے جس کا تعلق فَاحِشَ الْقُبْح سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۲۴/۱۲) — جب تم نے وُہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ صریح طوفان ہے۔

گویا اِفْك کا واقعہ اس لحاظ سے کہ وُہ بے بنیاد باتوں پر استوار تھا افك تھا اور اس لحاظ سے کہ وُہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ عقلِ سلیم دنگ رہ جائے بُہتان تھا۔

۳۔ اِفْتَرٰی: فری کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لیے کاٹنے کے ہیں اور اِفْتِرَاء کے معنی اسے خراب کرنے کے لیے کاٹنے کے (مف) اور فری یفری بمعنی طوفان جوڑنا (منجد) اور اِفْتَرٰی کا لفظ اصلاح وفساد دونوں کے لیے آتا ہے۔ لیکن اس کا زیادہ استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے (مف) قرآن پاک میں یہ لفظ جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور اِفْتِرَآءٌ سے مراد عموماً وُہ بناوٹی عقائد ہیں جو خود تراش کر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا (۶/۹۳) — اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے۔

اور فَرِيًّا کا معنی کسی کے ذمہ بہتان اور جھوٹی بات لگا دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹/۲۷) — وُہ کہنے لگے مریم! یہ تو تم نے بہت بڑا پاپ کیا۔ (تفہیم القرآن)

ماحصل
(۱) اِفْك: بے بنیاد الزامات۔ اصل بات کو توڑ موڑ کر بنایا ہوا قصہ۔
(۲) بُهْتَان: ایسا الزام جو لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے۔
(۳) اِفْتِرَاء: بناوٹی عقائد جو خود تراش اللہ کی طرف منسوب کر دیے جائیں۔ یا جو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کریں۔

۵۸ — بہکنا اور بہکانا

کے لیے ضَلَّ۔ غَوٰی اور تَاهَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَلَّ کے معنی کسی چیز کا ضائع ہو کر کسی دوسرے حق میں چلا جانا ہے (م۔ ل) یعنی جس مقصد کے لیے کوئی کام کیا جائے وہ نتیجہ برآمد نہ ہونا۔ یا راہِ راست سے ہٹ جانا۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۸/۱۰۴)

وُہ لوگ جن کی سعی دنیا میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وُہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ (۱۰۵/۲)

کیا ان کا داؤ غلط نہیں کیا۔ یعنی ان کی تدبیر رائیگاں ہوگئی۔

اور یہ بے راہروی قصداً بھی ہوسکتی ہے اور اضطراراً بھی۔ اگر اضطراراً یعنی ترکِ ضبط وجہ ہو تو اس کے معنی بھولنا ہوں گے یعنی کسی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصّہ بھول جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (۲/۲۸۲)

اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک بھُول جائے تو دُوسری اسے یاد دلا دے۔

اس لحاظ سے ضلال یا ضلالۃ کی ضد حق بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (۱۰/۳۲)

اور حق بات ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟

اور ہدایت بھی جیسے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (۹۳/۷)

اور (آپ کو) رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔

۲۔ غَوٰی کے معنی کسی کام میں لاعلمی کی بناء پر غلط کام میں پھنس جانا (م۔ل) اور پھر راہِ راست سے ناامید ہو جانا ہے (م۔ل) اور اس کا استعمال صرف دینی معاملات میں ہوتا ہے۔ (فق ل ۱۷۱)

ارشادِ باری ہے:

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۲۰/۱۲۱)

آدمؑ نے اپنے پروردگار کے (حکم کے) خلاف کیا تو وُہ (اپنے مطلوب سے) بے راہ ہوگئے۔

اور غیّ (مع) کی ضد رُشد ہے۔ بمعنی سیدھی راہ پر گامزن ہو جانا اور نیک چلن اختیار کرنا۔ اور رشید بمعنی ہدایت یافتہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶)

ہدایت صاف طور پر ظاہر (اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

نیز ارشادِ باری ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۵۳/۲)

تمہارے رفیق (محمدؐ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔

۳۔ تَاہَ (تیہ) اور تیہاء ایسے چٹیل میدان کو کہتے ہیں جس میں چلنے والا بھٹک جائے ۔ اور تَاہَ کے معنی متحیر ہو کر سرگشتہ پھرنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ (۵/۲۶) — خدا نے فرمایا کہ وہ ملک ان کے لیے چالیس برس تک کے لیے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے۔

ماحصل: ضَلّ، عمداً یا سہواً بے راہرو ہونے کے لیے۔ غَوٰی: دینی امور میں بے راہ آدمی کے غلط کام میں پھنس جانے کے لیے (ضلالت سے اگلا درجہ) اور تَاہَ: حیرت و سراسیمگی میں بھٹکتے رہنے کے لیے آتا ہے۔

اور بھکانا یا گمراہ کرنا کے لیے ضَلَّ سے اَضَلَّ اور غَوٰی سے اغوٰی آئیں گے۔ مثلاً:

(۱) فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ (۲۵/۱۷) — تو اللہ تعالیٰ ان (معبودانِ باطل) سے فرمائے گا کیا تم نے میرے بندوں کو بھکایا تھا یا یہ خود بہک گئے تھے؟

(۲) قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا (۲۸/۶۳) — تو جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا، وہ کہیں گے کہ ہمارے پروردگار یہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کو گمراہ کیا تھا۔

۵۹۔ بھاگنا ۔۔۔ بھگانا

کے لیے فَرَّ، اَبَقَ، زَهَقَ، هَرَبَ، اِسْتَنفَرَ اور شَرَّدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَّ: بمعنی بھاگنا عموماً ملزم کے لیے آتا ہے یا کسی قسم کے خوف و خطر سے بھاگنے کے لیے۔ کہتے ہیں۔ فَرَّ مِنَ الْحَرْبِ فِرَارًا کے معنی میدانِ کارزار کا چھوڑ دینا یا لڑائی سے فرار ہو جانا اور مَفَرّ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں بھاگ کر پناہ لی جا سکے۔ اور مفرور وہ ملزم جو بھاگ جائے

ارشادِ باری ہے:

قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (۳۳/۱۶) — تم کہہ دو کہ اگر موت یا قتل ہو جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔

نیز یہ لفظ مقابلۃً تیز دوڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الفَرّار تیز دوڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اور مفر من الخیل اس تیز دوڑنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں جو بھاگتے وقت کام میں آئے (منجد) یہ لفظ ان معنوں میں بھی قرآنِ کریم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۱/۵۰) — تو تم لوگ خدا کی طرف بھاگ چلو۔ میں اس کی طرف سے تم کو صریح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اس آیت میں مندرجہ بالا دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔

۲- اَبَقَ : کا لفظ غلام کا اپنے مالک کے ہاں سے بھاگ جانے کے لیے مخصوص ہے (مف منجد) خصوصاً جب اسے اپنے مالک کی طرف سے کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ف۔ل ۲۱) نیز اس لفظ کا استعمال اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی راہ اختیار کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ- إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (۳۷/۱۴۰) — اور یونسؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

اس آیت میں اَبَقَ کا لفظ یہ سب معنی دے رہا ہے۔

۳- زَهَقَ : کے معنی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا ہے (م۔ل) کہتے ہیں زَهَقَتْ نَفْسُهُ اس کی رُوح نکل گئی۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔ زاھق بمعنی بہت موٹا جانور بھی اور بہت دُبلا اور کمزور بھی (منجد) لہٰذا اَزْهَقَ سے مراد کسی چیز کا شکست کھا کر یا کمزور اور مضمحل ہو کر نکل بھاگنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (۱۷/۸۱) — اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (جالندھریؒ)

اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ۔ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔ (عثمانیؒ)

۴- هَرَبَ : کسی کا خود پکڑے جانے کے خطرہ کی وجہ سے بھاگنا (ف ل ۲۱) جیسے چور کا چوری کرتے وقت اطلاع ہونے پر بھاگ کھڑا ہونا۔ یا مال چوری لے جانا اور تَهْرِيب محصول بچانے اور مُهَرِّب اسمگلر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (قاموس الجدید) قرآن میں ہے:

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا (۷۲/۱۲) — اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) خدا کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں۔

۵- اِسْتَنْفَرَ : نَفَرَ کے معنی جنگ وغیرہ کے لیے نکلنا، اور اِسْتَنْفَرَ کے معنی کسی چیز سے بدک کر بھاگنے کو کہتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۷۴/۵۰) — گویا گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

۶- شَرَدَ الْبَعِيرُ : بمعنی اونٹ بدک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور شَرَّدَ بمعنی ایسا کام کرنا کہ پھر دوسرے اس جیسا کام نہ کریں (مف) اور بمعنی دھتکارنا ڈرانا بھگانا (منجد) گویا اس کا معنی کسی سے عبرتناک سلوک کر کے دوسروں کو بھگا دینا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ — اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو

بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ (۸/۵۷) لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔

ماحصل: (۱) فرّ: کسی ملزم کا بھاگنا۔ (۲) ابق: غلام کا آقا کے پاس سے بھاگنا یا ذمہ داریوں سے بھاگنا۔ (۳) زھق: کمزور اور شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہونا۔ (۴) ھرب: مجرم کا جرم کرنے کے دوران بھاگنا کہ پکڑا نہ جائے۔ (۵) استنفر: بدک کر بھاگنا۔ (۶) ایسی عبرتناک سزا جس سے دوسرے بھاگ کھڑے ہوں۔

۶۰ — بھائی

کے لیے اَخٌ اور اس کی جمع اِخْوَةٌ اور اِخْوَانٌ آتی ہے۔

۱۔ اِخْوَةٌ بمعنی بھائی بھائی۔ نسبی تعلق کے لیے استعمال ہوتا ہے (منجد۔ مف) اور اس میں سب بہن بھائی شامل ہوتے ہیں۔ جیسے:

فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ (۴/۱۱) اگر میت کے بھائی بھی ہوں۔

میں اِخْوَةٌ کا لفظ بہن بھائی دونوں کے لیے شامل ہے (مف)

۲۔ اخوان کا لفظ بلحاظ صداقت اور دوستی بھائی کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (۵۹/۱۰) دُعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما۔

اور قرآن کریم کی اس آیت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹/۱۰) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنوں کو محض صداقت اور دوستی کا تعلق ہی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ نسبی برادری کی طرح ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے۔

بھاری ہونا — کیلئے بوجھل ہونا — بھٹکنا — کیلیے دیکھیے بہکنا

۶۱ — بھرنا

کے لیے مَلَأَ اور اِمْتَلَأَ، دَھَقَ اور شَحَنَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مَلَأَ: مَلَأَ الْاِنَاءَ کے معنی کسی برتن کو بھر دینا اور مِلْءٌ کسی چیز کی وہ مقدار ہے جس سے کوئی برتن بھر جائے (م ل منجد) قرآن میں ہے:

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (۳/۹۱) (کافر اگر نجات حاصل کرنے کے لیے) بدلے میں زمین بھر سونا دیں۔ تو بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور اِمْتَلَأَ بمعنی کسی چیز کا بھر جانا۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (۵۰/۳۰) — اس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہیگی کچھ اور بھی ہے؟

۲۔ دَهَق، پیالہ کے کسی مشروب سے بھر جانے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۶۵) قرآن میں ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝ وَّكَاْسًا دِهَاقًا (۷۸/۳۴) — بے شک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے (یعنی) باغ اور انگور اور ہم عمر نوجوان عورتیں اور چھلکتے ہوئے جام۔

۳۔ شحن کشتی یا جہاز کو سوار اور سامان لاد کر بھرنا (ف ل ۶۹) ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۳۷/۱۴۰) — جب وہ (یونسؑ) بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔

ماحصل: دهق، پیالہ بھرنے کے لیے شحن، کشتی کا سامان سے بھرنے کے لیے اور مَلَأَ کا استعمال عام ہے۔

۶۲ — بھوک

کے لیے جُوْع، مَسْغَبَة، مَخْمَصَة اور خَصَاصَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُوْع: بمعنی کھانے کی طلب پیدا ہونا (ف ل ۱۶۱) اور اس کی ضد شَبِعَ (کھا کر سیر ہو جانا) ہے۔ (م ل) اور یہ بھوک کا ابتدائی درجہ ہے (فل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (۱۰۶/۴) — جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

۲۔ مَسْغَبَة: سغب بمعنی بھوکا ہونا اور اَسْغَبَ بمعنی قوم کا قحط سالی میں مبتلا ہونا اور سغاب بھوک کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھوک کا دوسرا درجہ ہے (ف ل ۱۶۱) قرآن میں ہے:

اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (۹۰/۱۴) — یا بھوک والے دنوں میں کھانا کھلانا۔

۳۔ مَخْمَصَة: خَمَصَهُ الْجُوْعُ بمعنی بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا اور مخمصہ بمعنی پیٹ کا کھانے سے خالی ہونا ہے (منجد) خوراک کی کمی اور محنت کی زیادتی سے لاغر و کمزور ہونا (م ل) اور پیٹ کا پچک جانا۔ اور یہ بھوک کا تیسرا درجہ ہے (فل ۱۶۱) ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵/۳) — ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۔ خَصَاصَة: خَصَّ بمعنی محتاج و مفلس ہونا اور خَصَاصَةٌ مصدر ہے اور خُصَاصَة تھوڑا اور قلیل کے معنوں میں آتا ہے (منجد) یعنی مفلسی اور احتیاج کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت کو پہنچنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۵۹/۹)	اور ان (مہاجرین) کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اگرچہ ہُوا ہے اُن پر فاقہ (عثمانیؒ)

ماحصل (۱) جُوع: وُہ حالت جب انسان کو کھانے کی طلب ہو۔ (۳) مخمصۃ: خوراک کی کمی کی وجہ سے دبلے پیٹ والا ہونا۔

(۲) مسغبۃ: قحط سالی کا دور۔ (۴) خصاصۃ: مفلسی اور محتاجی کی وجہ سے فاقہ کشی کی نوبت آنا۔

۶۳ ـــ بھولنا، بھلانا

کے لیے نَسِیَ، سَھَا، ضَلَّ اور ذَھَلَ کے الفاظ آئے ہیں؛

۱۔ نَسِیَ: بھولنا کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ اس کی وجہ غفلت ہو یا ترکِ ضبط، یا کوئی اور (مف) ارشادِ باری ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ۔ (۳۶/۷۸)	اور (انسان) ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔

اور اَنْسٰی بمعنی کسی دوسرے کو کوئی بات بھلا دینا۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (۱۲/۴۲)	لیکن شیطان نے اسے اپنے آقا سے (یوسفؑ کا) ذکر کرنا بھلا دیا۔

۲۔ سَھَا (سَھْوًا) غفلت کی وجہ سے کسی بات یا کام سے توجہ ہٹ جانا۔ توجہ کا اصل کام سے ہٹ کر دوسری طرف پھر جانا اور سَاھِی بمعنی غافل اور فراموش کار (م۔ ل) سجدہ سہو مشہور لفظ ہے۔ یعنی کام اور کوئی کرنا چاہیے تھا۔ بھول کر کر کوئی اور دیا۔ قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (۵۱/۱۱)	جو بے خبری میں بھولے ہُوئے ہیں۔

۳۔ ضَلَّ: ترکِ ضبط کی وجہ سے کوئی بات یا واقعہ یا اس کا کچھ حصّہ بھول جانا۔ (دیکھیے بھٹکنا)

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (۲/۲۸۲)	اگر ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو دُوسری اُسے یاد دلا دے۔

۴۔ ذَھَلَ: ذَھَلَ (ذُھُوْلًا) جب بھولنے کا سبب دہشت ہو یا ایسی مشغولیت جو غم اور پریشانی کا باعث ہو تو اسے ذھول کہتے ہیں (مف) ذَھَلَ (ذھولًا) کے معنی غافل ہونا بھول جانا اور ذَھِلَ ذُھُوْلًا کے معنی ہکا بکا ہونا حیران رہنا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى	جس دن تو اس (زلزلہ قیامت) کو دیکھے گا تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور تُو لوگوں کو متوالا

وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (۲۲/۲) دیکھے گا مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے۔

ماحصل: (۱) نَسِیَ، عام استعمال ہوتا ہے، وجہ خواہ کچھ ہو۔

(۲) سَهَا، غفلت کی وجہ سے بھولنا۔ توجہ کا دوسری طرف پھر جانا اور اصل کام کی بجائے کوئی دوسرا کام کرنا۔

(۳) ضَلَّ، ترکِ ضبط کی وجہ سے بھولنا۔

(۴) ذَهَلَ، دہشت اور پریشانی کی وجہ سے بھولنے کو کہتے ہیں۔

۶۴۔ بھوننا

کے لیے شَوٰی اور حَنَذ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ شَوٰی، بمعنی گوشت وغیرہ کو آگ میں بھوننا (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (۱۸/۲۹) اور اگر وہ فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتے پانی سے ان کی داد رسی کی جائے گی جو اُن کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔

۲۔ حنذ: الحنذة بمعنی سخت حرارت اور حَنِیْذ بمعنی گرم پانی بھی اور بھونا ہوا گوشت بھی۔ اور حَنَذَتْهُ الشَّمْسُ یعنی سورج کا کسی کو جھلس دینا۔ (منجد) حنذ کے اصل معنی کسی بھی ذریعہ حرارت سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کرنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ۔ (۱۱/۶۹) ابھی کچھ وقفہ نہیں گزرا تھا کہ (ابراہیمؑ) ایک بھُنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

ماحصل: شَوٰی، آگ سے گوشت وغیرہ کو بھوننا اور پکانا۔

حنذ: کسی بھی حرارت کے ذریعہ گوشت وغیرہ سے لزوجت اور رطوبت کو خارج کر دینا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق یہ روایت ہے کہ انہوں نے بچھڑے کی کھال اتار کر اسے دو سخت گرم پتھروں کے درمیان رکھ کر اس گوشت سے لزوجت اور رطوبت خارج کی۔ اور اسے خستہ اور کھانے کے قابل بنا دیا تھا۔ (مف)

۶۵۔ بھیجنا

کے لیے دو لفظ ہیں۔ اَرْسَلَ اور بَعَثَ۔

۱۔ اَرْسَلَ، کسی کو پیغام، چٹھی یا حکم دے کر بھیجنا یا روانہ کرنا اور اَرْسَلَ بِهٖ اِلَیْهِ کے معنی پیغام کے ساتھ کسی کو کسی کے پاس بھیجنا ہے۔ (منجد) اور رسول بمعنی پیغمبر یا پیغام بر ہے جو انسانوں میں سے بھی ہیں اور فرشتوں سے بھی۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی فرعون کے درباریوں نے اس سے کہا کہ فی الحال موسیٰؑ

الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ (۲۶/۱۱۱) اور اس کے بھائی کے معاملے کو موقوف رکھیے اور شہروں میں ہرکارے روانہ کر دیجئے۔

۲۔ بَعَثَ: بنیادی طور پر اس کے دو معنی ہیں (۱) اُبھارنا، اُٹھانا اور (۲) تنہا روانہ کرنا۔ پھر کبھی اس سے ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے۔ مثلاً بَعَثْتُ الْبَعِيْرَ میں نے اونٹ کو اٹھا کر آزاد چھوڑ دیا۔ اور جب یہ روانہ کرنا کے معنی میں ہو تو اس کا مطلب کسی مقصد یا مہم کی تکمیل کے لیے روانہ کرنا ہوگا۔

ارشادِ باری ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ (۵/۳۱) اور خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدنے لگا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (۶۲/۲) وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو اُن پر اللہ کی آیات پڑھتا اور اُن کو پاک کرتا ہے۔

ماحصل: اَرْسَلَ: کسی کو پیغام دے کر بھیجنا۔ بعث: کسی کو کسی مقصد کی تکمیل کے لیے تنہا روانہ کرنا۔

۶۶۔ بیان کرنا

کے لیے وَصَفَ، قَصَّ، ضَرَبَ، حَدَّثَ، بَيَّنَ، صَرَّفَ، فَصَّلَ اور فَسَّرَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ وَصَفَ کے معنی کسی کا حلیہ بیان کرنا (م۔ل) کسی چیز کا حلیہ اور نعت بیان کرنا خواہ وہ صحیح ہو یا غلط (مف) منظر کشی کرنا۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (۱۲/۱۸) یعقوبؑ نے کہا (یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔ اچھا صبر ہی خوب ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے

۲۔ قَصَّ کے معنی کسی کے نشانِ قدم پر چلنا ہے (مف) جیسا کہ قرآن میں ہے:

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸/۶۴) تو وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

اسی سے قَصَّ بمعنی بتدریج اتباع کرتے جانا ہے (منجد) یعنی ایسی بات یا واقعہ بیان کرنا جو لوگوں میں نسلاً بعد نسل بیان ہوتا چلا آرہا ہو۔ جیسے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ (۱۲/۳) (اے پیغمبرؐ) ہم اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے تمہاری طرف وحی کیا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔

پھر اس لفظ کا اطلاق عام واقعہ اور قصہ کو بیان کرنے پر بھی ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۲۸/۲۵)
جب موسیٰؑ شعیبؑ کے پاس آئے اور ان سے اپنے واقعات بیان کیے تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

۳۔ ضَرَبَ (مَثَلًا) کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے کوئی دوسری بات سمجھ میں آ جائے۔ (مف) کہاوت یا مثال بیان کرنا۔ ضرب المثل مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (۲/۲۶)
خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے۔

۴۔ حَدَّثَ، حَدَثَ کے معنی کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا ہے جو پہلے موجود نہ تھی (م۔ل) اور حَدَّثَ کے معنی ایسی بات یا خبر بتلانا جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (۹۹/۴)
اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی۔

۵۔ بَيَّنَ: بیان کے معنی فصیح گفتگو (منجد) اور بَيِّنَة کے معنی دلیل اور ثبوت کے ہیں۔ اور بَيَّنَ سے مراد کسی بات کو دلائل سے پیش کرنا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک بین میں تین باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) افتراق (۲) بُعد اور (۳) وضوح۔ یعنی کسی چیز کا دوسری سے جدا اور واضح ہونا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲/۱۸۷)
اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں۔ (عثمانیؒ)

اور تَبَيَّنَ واضح ہونا۔ جدا ہونا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲/۲۵۶)
ہدایت صاف طور پر گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

۶۔ صَرَّفَ، صرف بمعنی کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری میں پھیر دینا۔ اور صرّف بمعنی بات کو لوٹا لوٹا کر بیان کرنا ہے (مف) یعنی کسی معاملہ کو سمجھانے کے لیے اسے مختلف انداز سے بیان کرنا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (۶/۶۵)
دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔

۷۔ فَصَلَ کے معنی ایک چیز کا دوسری سے اس طرح الگ ہونا کہ ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور فَصَّلَ کے معنی کسی معاملہ کو الگ الگ کر کے اور ترتیب وار کر کے بیان کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (۱۷/۱۲)
اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل بیان کر دی ہے۔

۸۔ فَسَّرَ: الفسر کے معنی کسی چیز کی معنوی صفت بیان کرنا (مف) نیز فَسَّرَ بمعنی مراد بتلانا اور

وضاحت کرنا ہے۔ اور فَسَّرَ کسی چیز سے پردہ ہٹانا ہے (م۔ل منجد) اور تر عموماً دوالفاظ سے کی جاتی ہے۔ لفظ اَیْ سے مُبہم کی وضاحت اور لفظ اَوْ سے معنی اور مراد کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور معنی جملہ کے ایک ایک لفظ کو کھول کر بیان کرنا اور تنزیل کا لحاظ رکھنا (فق ل ۴۳)

وَلَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا (۲۵/۳۳) اور یہ لوگ جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔

ماحصل

(۱) وَصَفَ: کسی چیز کا حلیہ بیان کرنا۔
(۲) قَصَّ: کوئی قصّہ یا ماجرا بیان کرنا۔
(۳) ضَرَبَ (مَثَلًا) مثال یا کہاوت بیان کرنا
(۴) حَدَّثَ: ایسی چیز بتانا جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔
(۵) بَیَّنَ: بات کو دلائل کے ساتھ بیان کرنا۔
(۶) صَرَّفَ: کسی بات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا۔
(۷) فَصَّلَ: کوئی بات ترتیب وار اور الگ الگ کرکے بیان کرنا۔
(۸) فَسَّرَ: مبہم اور مشکل مقامات کی وضاحت کرنا۔

۶۷۔ بیٹا۔ بیٹی

کے لیے وَلَدٌ، ولید، مولود، ابنٌ اور بنت کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ولد: ہر وُہ بچہ جسے ماں نے جنا وہ ولد بھی ہے ولید بھی اور مولود بھی۔ یہ تینوں الفاظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ لغوی لحاظ سے ولید کی مؤنث ولیدۃ آتی ہے۔ لیکن قرآن میں ولیدۃ کا لفظ نہیں آیا۔ ان تینوں الفاظ میں اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ ولد کا لفظ ہر عمر والے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک بوڑھا آدمی بھی اپنے باپ یا ماں کا ویسے ہی ولد ہے۔ جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔ ولید کا لفظ پیدائش سے لے کر بلوغت سے پہلے تک کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ کو مخاطب کرکے کہا:

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا (۲۶/۱۸) کیا ہم نے تمہیں بچپنے میں پالا نہ تھا۔

اور مولود کی نسبت بالعموم باپ کی طرف ہوتی ہے۔ ماں کی طرف کم ہی ہوتی ہے۔ مولودلہ باپ کے معنوں میں اور مولود بیٹا کے معنوں میں آتا ہے۔ اس کا اطلاق بھی عموماً چھوٹے بچہ پر ہوتا ہے (منجد) تاہم بڑے پر بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا (۳۱/۳۳) اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا۔

۲۔ ابن اور بنت: ابن بمعنی بیٹا (ج ابناء اور بنون۔ تصغیر بنی) اور بنت بمعنی بیٹی (ج بنات) اَبٌ اور اُمٌّ کی طرح یہ الفاظ بھی صرف صلبی بیٹے اور بیٹی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً بنی آدم، بنو اسمٰعیل وغیرہ اور قبائل کے تو نام ہی جدّامجد کے نام پر چلتے ہیں۔

ولد اور ابن میں دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ ابن اور بنت کے الفاظ نسب اور رشتہ کو ظاہر کرنے کے لیے آتے ہیں۔ جیسے عیسٰی بن مریم، مریم ابنت عمران۔ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِہِنَّ اور بنات الاخ وغیرہ۔ ولد وغیرہ استعمال نہیں ہوتے۔

اور تیسرا فرق یہ ہے کہ ابن اور بنت کے الفاظ کنیت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور کنیت میں ابو اور ام بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ایک ادنیٰ سی مشابہت یا تعلق ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ابو تراب، ابو ھریرہ، ام الخبائث (شراب) ام الامراض (قبض) اسی طرح ابن الوقت۔ ابن السبیل۔ ابن الادھم، بنت الکرم (انگور) اور بنات النعش (کہکشاں) وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ ولد اور اس کے مشتقات کنیت کے لیے بھی استعمال نہیں ہوتے۔

۶۸۔ بیٹھنا

کے لیے جَلَسَ، قَعَدَ اور جَثَا (جثو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَلَسَ، بیٹھ جانے کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی لیٹنے کی حالت سے اٹھ کر بیٹھ جائے یا کہیں سے آکر یا کھڑے ہونے کے بعد بیٹھ جائے (ضد قام) اور جَلْسٌ بمعنی بلند اور سخت زمین اور جَلَسَ بمعنی کسی سخت جگہ پر اپنی مقعد رکھنا اور بیٹھنے کی جگہ کو مجلس کہا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی جو اکٹھے بیٹھے ہوں (ج۔ مجالس) اور جلسہ اسم مرہ ہے بمعنی ایک بار بیٹھنا یا بیٹھنے کی حالت (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِیۡلَ لَکُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِی الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا یَفۡسَحِ اللّٰہُ لَکُمۡ۔ (۵۸/۱۱)	اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو اللہ تم کو کشادگی بخشے گا۔

۲۔ قَعَدَ، کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) کھڑا ہونے کی حالت سے بیٹھ جانا اور قعدۃ اسم مرہ ہے۔ بمعنی ایک بار بیٹھنا جیسا کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ (م۔ ق) قرآن میں ہے:

فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (۶/۶۸)	یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

(۲) بمعنی بیٹھ رہنا۔ کوئی کام نہ کرنا۔ اصل کام سے اعراض کرنا۔ ان معنوں میں جَلَسَ استعمال نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ الۡمُعَذِّرُوۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ لِیُؤۡذَنَ لَہُمۡ وَقَعَدَ الَّذِیۡنَ کَذَبُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ (۹/۹۰)	اور صحرا نشینوں میں سے بھی کچھ لوگ عذر کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے کہ ان کو بھی اجازت دی جائے اور جنھوں نے خدا اور رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھ رہے۔

(۲) بمعنی کھڑا ہونا (قَعَدَ لغت ذوی الاضداد سے ہے) قعود کے معنی بیٹھتے ہوئے بھی اور کھڑے ہوئے بھی۔ اسی طرح مَقْعَد بمعنی بیٹھک بھی اور مقام بھی (م۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴/۵۵) — جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے (یعنی) پاک مقام میں (سچی بیٹھک میں) (عثمانیؒ) ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۳) پھر جس طرح قَعَدَ بیٹھ رہنے یا کام نہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے کسی کام کے لیے تیار ہو بیٹھنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جیسے قَعَدَ لِلْحَرْبِ بمعنی لڑائی کے لیے تیار ہو بیٹھا (م۔ ق)

ارشادِ باری ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (۹/۶) — مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ انہیں پکڑ لو اور گھیر لو۔ اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔

اور قَعِیْدَہ اس عورت کو کہتے ہیں جو گھر کی نگہبان اور محافظ ہو اور گھر میں ہی رہے (ج قواعد)

ارشادِ باری ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا (۲۴/۶) — اور گھر میں بیٹھ رہنے والی عورتیں جنھیں نکاح کی امید نہ رہی ہو۔

۳۔ جثا یَجْثُوْا جُثُوًّا اور جثی یَجْثِیْ جِثِیًّا دونوں طرح آتا ہے بمعنی زانو کے بل بیٹھنا (مف) دو زانو ہو کر بیٹھنا۔ قرآن میں ہے:

وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً (۴۵/۲۸) — اور تم ہر فرقے کو گھٹنوں کے بل بیٹھا دیکھو گے۔

ماحصل (۱) جَلَس: لیٹنے، کھڑا ہونے یا چلنے کے بعد غرضیکہ کسی بھی حرکت کے بعد بیٹھ جانا۔
(۲) قَعَد: بہت وسیع مفہوم میں مستعمل ہے (لغت اضداد سے ہے) بمعنی بیٹھنا۔ بیٹھ رہنا۔ ہو بیٹھنا وغیرہ۔ کام چھوڑ دینا۔ تیار ہونا۔
(۳) جَثَم: زانو کے بل بیٹھنا۔

۶۸۔ بیمار

کے لیے مَرِیْض[1]، سَقِیْم[2] اور حَرَض[3] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَقِیْم: سقم۔ بیماری، روگ اور غیر درست کلام کو بھی کہتے ہیں (منجد) سقم کا لفظ جسمانی عوارض سے مخصوص ہے (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک بیماری کا پہلا درجہ علالت ہے۔ جبکہ مریض کی طبیعت معمولی خراب ہو تو اسے علیل کہتے ہیں۔ مزید بگڑنے پر اسے سَقِیْم کہیں گے اور جب زیادہ بیمار ہو جائے تو وہ مریض ہوتا ہے (فل ۱۲۳) قرآن میں ہے:

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ اِنِّي سَقِيْمٌ (۳۷/۸۹) — پھر ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا کہ میں تو بیمار ہوں۔

۲۔ مریض: بیماری کے لحاظ سے سَقِیْمٌ سے اگلا درجہ ہے۔ اور مرض الموت ایسی بیماری کو کہتے ہیں جو جان لیوا ثابت ہو۔ اور مرض کا لفظ جسمانی اور قلبی عوارض دونوں کے لیے آیا ہے قرآن میں ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۲/۱۰) — اُن کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا۔

اور قلبی امراض سے مراد اخلاق رذیلہ مثلاً بزدلی، بخل، نفاق، کفر وغیرہ ہیں۔

اور مریض کی جمع مَرْضٰی (اور اس کی جمع مراض) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ (۹/۹۱) — نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ موجود نہیں کہ وہ شریک جہاد ہوں)۔

حَرَضَ: بمعنی بڑی بیماری میں مبتلا ہو کر لاغر و ناتوان ہونا اور اَحْرَضَهُ المرض او الحزن بمعنی اس کو بیماری یا غم نے گھلا دیا (منجد) اور حرض بمعنی سخت لاغر ہو کر موت کے قریب پہنچ جانا۔ (م۔ق) قرآن میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ (۱۲/۸۵) — بیٹے کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسفؑ کو اسی طرح ہی یاد کرتے رہیں گے تو یا تو سخت بیمار پڑ جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

ماحصل: (۱) سقیم: صرف جسمانی عوارض اور معمولی بیمار کے لیے۔

(۲) مریض: جسمانی، قلبی، معمولی یا سخت ہر طرح کے بیمار کے لیے۔

(۳) حرض: وہ مریض جو لاغر و ناتواں اور قریب بہ ہلاکت ہو۔

۷۰ ـــــــ بیوی

کے لیے کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے۔ اور جتنے الفاظ قرآن کریم کے اس معنی میں آئے ہیں سب مجازاً استعمال ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

زوج، حلائل، امرأة، صاحبة، نساء اور اھل۔

۱۔ زوج: بمعنی جوڑا۔ پھر جوڑا میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا زوج ہے۔ میاں بیوی کا زوج ہے اور بیوی میاں کی زوج۔ مثلاً:

(۱) عورت کے لیے، وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ — اور ہم نے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی (دونوں)

اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ (۲/۳۵) جنت میں رہو۔

(۲) مرد کے لیے: قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُكَ فِیۡ زَوۡجِهَا (۵۸/۱) (اے پیغمبرؐ!) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے بحث و جدال کر رہی تھی خدا نے اس کی التجا سن لی۔

اور دونوں مل کر بھی زوج ہی رہتے ہیں۔

۲۔ حلائل: حلائل حلیلہ کی جمع ہے بمعنی حلال اور منکوحہ عورت یا بیوی۔ اور حلیلۃ حلیل کی مؤنث ہے۔ مرد کے لیے بیوی حلیلۃ ہے اور بیوی کے لیے مرد حلیل ہے حلیل اور حلیلۃ دونوں کی جمع حلائل ہے (منجد) حلیل کی مثال قرآن میں نہیں ہے، حلیلۃ کی مثال یہ ہے:

وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِیۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ (۴/۲۳) اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں۔

۳۔ اِمۡرَاَۃٌ: عام عورت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ بیوی کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ (۶۶/۱۰) اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔

۴۔ نِسَآءٌ: اِمۡرَاَۃٌ کی جمع غیر سالم ہے بمعنی عام عورتیں۔ یہ لفظ بھی بیویوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۳۳/۳۲) اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

۵۔ صاحبۃ: صاحب بمعنی ساتھی اور دوست۔ اور اس سے مؤنث صاحبۃ ہے جو بیوی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡهِ ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِیۡهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیۡهِ (۸۰/۳۶) اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے دور بھاگے گا۔

۶۔ اَھۡل: اھل الرجل کسی شخص کے ہم نسب لوگ یا وہ جو ایک ہی مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر اس لفظ کا استعمال آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر بھی ہوتا ہے۔ اور کبھی اہل الرجل سے مراد بیوی ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَتۡ مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا (۱۲/۲۵) (زلیخا) نے اپنے خاوند سے کہا بھلا جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی کیا سزا ہو؟

۷۔ بے انصافی یا نا انصافی کرنا

کے لیے عَدَلَ، قَسَطَ، ظَلَمَ، حَافَ (حیف) عَالَ اور ضَارَ (ضَیۡن) کے الفاظ استعمال

ہوئے ہیں۔

۱۔ عدل
۲۔ قسط } کے لیے دیکھیے انصاف کرنا۔ کیونکہ یہ دونوں لفظ ذوالاضداد سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳۔ ظَلَمَ: ظلم بنیادی طور پر دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) کسی چیز کو ناجائز طریقہ سے اس کے اصل مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ رکھنا اور (۲) بمعنی تاریکی جو روشنی اور نور کی ضد ہے۔ اور ظُلمَۃ بمعنی تاریکی ج ظُلُمٰت اور جمع الجمع ظلام آتی ہے (م-ل)

اور پہلے معنوں میں ظلم کی ضد عدل ہے۔ اور ہر بے انصافی کی بات، خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، وہ ظلم ہے۔ اور اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱/۱۳)	اے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔
(۲) لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (۴/۱۴۸)	اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو۔

۴۔ حَافَ: کا بنیادی معنی المَیل یا کسی جانب جھکاؤ ہے (م-ل) یعنی فیصلہ کرتے وقت ایک جانب جھک جانا اور انصاف نہ کرنا (مف) پھر حاف کے معنی کسی چیز کو اطراف سے گھٹانا کے بھی آتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ (۲۴/۵۰)	یا ان کو یہ خوف ہے کہ خدا اور اس کا رسول اُن کے حق میں بے انصافی کریں گے۔

۵۔ عَالَ: بمعنی ظلم کرنا۔ سیدھی راہ سے ہٹنا (منجد) اور العول ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کردے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ گویا اس کے معنی حق استحقاق سے زیادہ لے کر بے انصافی کرنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا (۴/۳)	اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

۶۔ ضَازَ: بمعنی ظلم کرنا۔ حق کم دینا۔ ضَیْز بمعنی کجی اور قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی بمعنی ناقص اور ظالمانہ تقسیم (منجد) یعنی اپنے اور دوسروں کے حقوق متعین کرتے وقت تمام انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دینا۔ دھاندلی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (۵۳/۲۱-۲۲)	(مشرکو!) تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی (تفہیم القرآن)

ماحصل: (۱) عدل، دوسرے کو اس کا حق یا اس کا عوض پورا نہ دینا اور توازن و تناسب کا لحاظ نہ رکھنا اور
(۲) قسط، کسی کے حق کی ادائیگی نہ کرنا۔ (جبکہ یہ دونوں الفاظ نا انصافی کے معنوں میں آتے ہوں۔
(۳) ظلم، ہر بے انصافی کی بات خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا معاملات سے۔
(۴) حاف، دوسرے کے حق کی ادائیگی میں جانبداری کرنا اور کم دینا۔
(۵) عال، ایسی بے انصافی کرنا جس میں دوسرے کا حق بھی تلف ہو۔ اور حق دبنے والے کے لیے گرانبار بھی ہو۔
(۶) ضائز، حقوق کے تعین میں انتہائی بے ضابطگی کرنا۔

۲۷۔ بے رغبتی کرنا

کے لیے رَغِبَ عَنْ، حَصُور اور زَاھِد کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ رَغِبَ عَنْ، رَغِبَ بمعنی کسی چیز کی طرف رغبت یا خواہش رکھنا اور اگر اس کا صلہ عن سے ہو تو اس سے بے رغبتی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (۲/۱۳۰)
اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے الا یہ کہ وہ اپنے آپ کو بدھو بنالے۔

۲۔ حَصُور، حصر بمعنی تنگ کر کے گھیر لینا اور حَصِر بمعنی تنگ ہونا اور رکنا۔ اور حَصُور اس شخص کو کہتے ہیں جو عورتوں کی طرف سے رکا رہے اور ان سے رغبت نہ رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳/۳۹)
بے شک اللہ تجھے (اے زکریا) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا اور سردار ہو گا اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والا اور پیغمبر نیکوکاروں سے ہو گا۔

۳۔ زاھد، زَهَدَ بمعنی بے غرض ہونا چھوڑ دینا۔ اور زھید بمعنی حقیر چیز اور زاھد فی الشئ بمعنی کسی چیز سے بے رغبتی کرنے والا یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والا (مف) قرآن میں ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ (۱۲/۲۰)
اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو تھوڑی سی قیمت یعنی چند ٹکوں میں بیچ ڈالا اور انہیں اس بارے میں کچھ رغبت بھی نہ تھی۔

ماحصل: (۱) رغب عن: بے رغبتی کے لیے عام لفظ۔
(۲) حَصُور: وہ شخص جو عورتوں کی طرف سے بے رغبت ہو۔
(۳) زاھد: کسی چیز کو حقیر اور معمولی سمجھ کر اس سے بے رغبتی کرنے والا یا دلچسپی نہ لینے والا۔

۷۳۔ بیزار ہونا

کے لیے تبرّأ، قلیٰ اور مقتًا کے الفاظ آتے ہیں ؛

۱۔ تبرّأ : برأ کے معنی ہیں کسی مکروہ یا تکلیف دہ چیز سے نجات حاصل کرنا (مف) برء ث من المرض یعنی میں تندرست ہوا۔ اور ابرأ المریض ۔یعنی مریض کو شفا دینا (منجد) قرآن میں ہے ؛

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹)	اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور برص والے کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔

اور براءۃ بمعنی بیزاری، قطع تعلق ۔ بائیکاٹ ۔ فق ل ۱۱۳) جیسے فرمایا ؛

بَرَاۤءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۹/۱)	اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے

اور برّأ کے معنی کسی کو کسی مکروہ یا تکلیف دہ بات سے نجات دینا ۔ بری کرنا یا الزام اور تہمت وغیرہ دور کرنا ۔ قرآن میں ہے :

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (۱۲/۵۳)	اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتا ۔ کیونکہ نفس (امارہ انسان کو) برائی ہی سکھلاتا رہتا ہے۔

اور تبرّأ کے معنی مکروہ یا تکلیف بات سے خود بیزار ہو جانا ۔ قرآن میں ہے ۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۲/۱۶۶)	اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور (دونوں عذاب الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس میں تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

۲۔ قلیٰ : کسی سے ناراضگی کی بنا پر بیزار ہونا ۔ صاحب فقہ اللغۃ قلیٰ کو عداوت کے باب میں دوسرے درجہ پر لائے ہیں ۔ یعنی بغض کے بعد قلیٰ کا درجہ ہے (ف ۔ل ۱۶۶) ارشاد باری ہے :

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۔ (۹۳/۳)	(۱) (اے محمدؐ) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (ہی تم سے) ناراض ہوا ۔ (جالندھری)

(۲) نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا (عثمانیؒ)

۳۔ مقت : کسی قبیح فعل کے ارتکاب پر سخت ناراض ہونا اور بیزار ہو جانا ۔ اور یہ قلیٰ سے اگلا درجہ ہے (ف ل ۱۶۶) ارشاد باری ہے ؛

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۤؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۔ وَسَاۤءَ سَبِيْلًا (۴/۲۲)	اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح نہ کرنا مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت ہی بے حیائی اور ناخوشی کی بات

تھی اور بہت بڑا دستور تھا۔ (جالندھریؒ)

ماحصل: تَبَرَّا: کسی مکروہ بات یا تکلیف دہ امر سے بیزار ہونا۔
قِلٰی: کسی سے ناراضگی کی بنا پر اس سے بیزار ہونا۔ اور مقت: کسی قبیح فعل پر سخت ناپسندیدگی اور بیزاری۔ قِلٰی کا اگلا درجہ۔

۴۷۔ بلیشک

کے لیے اِنَّ، اَنَّ، لَا جَرَمَ اور قَدْ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔ یہ سب تحقیق کے لیے آتے ہیں۔ اور بلاشبہ، بلیشک، یقیناً کا معنی دیتے ہیں۔

۱-۲ اِنَّ اور اَنَّ: یہ دونوں الفاظ اسم پر داخل ہوتے ہیں۔ اِنَّ صدر کلام میں آتا ہے۔ جیسے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲/۲۰) بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے) لیکن اَنَّ درمیان میں آتا ہے۔ جیسے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲/۲۶۰) (میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ قَالَ اور اس کے مشتقات کے بعد درمیان کلام میں بھی اِنَّ ہی آئے گا۔ جیسے قرآن میں ہے:

قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ (۲/۶۸) موسیٰؑ نے کہا کہ بلاشبہ تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے۔

عَلِمَ اور شَہِدَ کے بعد درمیان کلام میں گرامر کے لحاظ سے اَنَّ ہی آنا چاہیے۔ (جیسا کہ اوپر مثال بھی دی گئی ہے) لیکن ایک مقام پر قرآن میں عَلِمَ اور شَہِدَ کے بعد بھی اِنَّ استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ (۶۳/۱) اور اللہ جانتا ہے کہ آپؐ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

۳۔ لَا جَرَمَ: اس لفظ کے معنی میں علماء میں اختلاف ہے۔ اکثر مترجمین اس کا معنی بلاشبہ یا بلیشک لکھتے ہیں۔ صاحبِ منجد اس کا معنی خدا کی قسم لکھتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ تین بار استعمال ہوا ہے اور تینوں بار اَنَّ سے پہلے آیا ہے (۱۱/۲۲، ۱۶/۲۳، ۱۶/۱۰۹) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تحقیق مزید کے لیے آتا ہے۔ تاہم اگر صاحب منجد کا معنی "خدا کی قسم" کر لیا جائے تو بھی درست ہے اور تاکید مزید ہی پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (۱۱/۲۲) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔

۴۔ قَدْ فعل ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب بھی کر دیتا ہے۔ یعنی فعل ماضی کو ماضی قریب میں بدل دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ (۱:۵۸) بلا شبہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے۔

ماحصل: اِنَّ صدر کلام میں اَنَّ درمیان میں آتا ہے۔ لاجرم اَنَّ پر داخل ہو کر تاکید مزید پیدا کرتا ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنوں میں بھی کر دیتا ہے۔

۷۵۔ بیقرار ہونا۔ گھبرانا

کے لیے فَرِغَ، جَزِعَ، فَزِعَ، کَرُبَ، هَلِعَ، اِضْطَرَّ اور اِسْتَفَزَّ کے الفاظ آئے ہیں،

۱۔ فَرِغَ: بمعنی خالی ہونا اور اس کی ضد شَغَلَ یعنی کسی کام میں معروف ہونا ہے اور قَلْبٌ فَارِغٌ ایسی کیفیت ہے جب اس میں کچھ شغل نہ ہو (ف ل ۷۰) یعنی حوصلہ یا صبر نہ رہے اور بے قرار ہو جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا (۲۸:۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دے

۲۔ جَزِعَ: اس کی ضد صبر ہے) یعنی بے صبر ہو جانا۔ اور اس لفظ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب انسان کسی دکھ یا مصیبت پر صبر کرنے کے بجائے غم و تکدر کا زبان سے اظہار بھی شروع کر دے (منجد) قرآن میں ہے:

سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ (۱۴:۲۱) برابر ہے ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی (عثمانیؒ)

۳۔ فَزِعَ: بمعنی دہشت زدہ ہونا (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک یہ جزع ہی کی قسم ہے (مف) یعنی جب جزع کے ساتھ گھبراہٹ بھی شامل ہو جائے تو یہ فزع کی کیفیت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (۲۷:۸۹) جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے بہتر (بدلہ تیار) ہے اور ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔

۴۔ کَرُبَ: ایسی بیقراری جس میں غم بھی شامل ہو (ف۔ل ۱۷۰) بے چینی۔ اضطراب اور گھبراہٹ ارشادِ باری ہے:

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ (۲۱:۷۶) اور نوح کا قصہ بھی یاد کرو) جب (اس سے پیشتر انہوں نے ہمیں پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔

۵۔ هَلَعَ: صاحب فقہ اللغۃ کے مطابق یہ جزع کی انتہائی کیفیت ہے (ف ل ۴۸) بے حوصلہ اور بے صبر ہونا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (۷۰/۱۹) — کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔

۶۔ اِضْطَرَّ: ضَرَّ اور ضُرَّ بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ نقصان پہنچانا اور اضطرہ علی الامر بمعنی کسی کو کسی کام پر مجبور کر دینا۔ اور اضطر بمعنی کسی کو مجبور کرنا۔ حاجتمند بنانا (منجد) گویا اضطرار ایسی بے قراری ہے جس سے انسان کی کوئی حاجت وابستہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۱۷۳) — پھر جو کوئی بیقرار ہو جائے بشرطیکہ وہ نہ تو خدا کا نافرمان ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر (سخت بھوک کی حالت میں کوئی حرام چیز کھا لینے پر) کچھ گناہ نہیں۔

۷۔ اِسْتَفَزَّ: فَزَّ کے معنی کسی کے ہوش اڑا دینا۔ کسی کو گھبراہٹ میں مبتلا کر کے نکال دینا۔ اور اِسْتَفَزَّ بمعنی مضطرب کر دینا، ہلکا بنا دینا (مف) اور ذلیل جاننا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (۱۷/۶۴) — اور گھبرا لے تو ان کو جن کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل:
(۱) فَرَغَ: دل کا صبر و سکون سے خالی ہونا۔
(۲) جَزِعَ: جب بے صبر بن کر زبان سے واویلا کرنے لگے۔
(۳) فَزِعَ: گھبراہٹ جو کسی چیز کی دہشت کی وجہ سے ہو۔
(۴) کرب: جس بیقراری میں غم کا عنصر بھی شامل ہو۔
(۵) هَلَعَ: جزع کی انتہائی کیفیت۔
(۶) اضطر: کسی ضروری حاجت کی تکمیل کے لیے بیقرار ہونا۔
(۷) اِسْتَفَزَّ: کسی دوسرے کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنا۔

۷۶۔۔۔ بیکار ہونا

کے لیے فَرَغَ اور عَطَلَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَغَ: کسی کام سے فارغ ہونا (ضد شغل مف) یعنی کسی شخص کا کسی ایک کام کو ختم کر کے فارغ ہونا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴/۷،۸) — تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

۲۔ عَطَلَ: بمعنی کسی مزدور کا بے کار ہونا یا عورت کا زیور سے خالی ہونا (مف) اور عَطَّلَ بمعنی کسی کو بے کار چھوڑ دینا۔ قرآن میں ہے:

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار چھٹی پھریں۔

ماحصل: فراغت ایک کام کے ختم ہونے اور دوسرا شروع کرنے کے درمیانی وقفہ کا نام ہے۔ اور یہ بیکاری کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو تو عارضی ہوتی ہے۔

اور عَطَّلَ: بے کاری جو اضطراراً ہو۔

۷۷۔ بے نصیب

کے لیے محروم اور شقیّا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ محروم: حرام وُہ چیز ہے جس سے روک دیا گیا ہو۔ پھر یہ امتناع بعض دفعہ تسخیری ہوتا ہے۔ کبھی جبری اور کبھی شرعی۔ اور محروم وُہ شخص ہے جس سے وسعتِ رزق اور خوشحالی کو روک دیا گیا ہو (مف) محروم کا لفظ قرآن میں غالباً تین جگہ آیا ہے اور ہر مقام پر تنگدست ہی کے معنوں میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ۔ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۷۰-۲۴-۲۵) اور ان (اغنیاء) کے اموال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حصّہ مقرر ہے۔

۲۔ شقیّا: شقی کی ضد سعید ہے۔ اور سعید وُہ شخص ہے۔ جسے فطری طور پر نیک بختی ودیعت ہوئی ہو۔ اسی طرح شقی وہ شخص ہے جو اس بہرہ قسمت سے محروم ہو۔ قرآن میں ہے:

وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۱۹/۴) (حضرت زکریاؑ نے کہا) اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔

ماحصل: محروم معاشی لحاظ سے بے نصیب کے لیے اور شقیا تمام بھلائی کی باتوں سے بے نصیبی کے لیے آیا ہے۔

بے نور ہونا ـــــ دیکھیے ـــــ "دُھندلانا"

۷۸۔ بے نیاز

کے لیے دو لفظ آئے ہیں۔ غنی اور صمد۔

۱۔ غنی کی ضد فقیر بمعنی محتاج ہے۔ اور غنی وُہ ہے جسے کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو۔ اور یہ لفظ اکثر مال و دولت سے بے نیاز ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور غنی دولت مند کو کہتے ہیں (ج اغنیاء)۔ یعنی کم از کم اتنا مالدار ضرور ہو کہ وُہ اُسے معاش کے سلسلہ میں دوسروں کی احتیاج نہ ہو (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲/۲۷۳) ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص اُن کو مالدار خیال کرتا ہے۔

۲۔ صَمَد: اس میں دو باتیں بنیادی ہیں (۱) کسی چیز کا ٹھوس اور مضبوط ہونا (۲) لوگ ہر طرف سے اس کی طرف قصد کریں (م۔ل منجد) یعنی ایسی ذات جو خود تو کسی کی محتاج نہ ہو مگر دُوسرے سب اس کے محتاج ہوں۔

غنی اور صمد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ غنی کا تعلق زیادہ تر معاشی امور سے ہے جبکہ صمد جملہ پہلوؤں میں بے نیاز اور دوسرے اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ (۱۱۲/۲) کہہ دیجئے کہ وُہ اللہ ایک ہے معبود برحق بے نیاز ہے۔

بے وفائی کرنا کے لیے خان، خذل اور ختر ـــــ "دھوکہ دینا" میں دیکھیے۔

۷۹ــــ بے ہُودہ کلام

کے لیے لَغو اور لاغیۃ، ھَزل اور نزف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لغو: لَغی (یلغوا) کے معنی بے سوچے سمجھے بولنا اور بکواس کرنا۔ اور لَغِیَ الطَّیرُ بِاَصواتِھا پرندوں کے اپنی اپنی بولیاں بولنے کو کہتے ہیں۔ معروف لفظ "لغت" اسی سے مشتق ہے۔ بمعنی سب کی ملی جلی زبان۔ اور لغو ہر بیہودہ کلام اور کتے کی آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لاغیۃ کے معنی بیہودہ اور قبیح کلام ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا (۱۹/۶۲) نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے سلام (عثمانیؒ)

دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً (۸۸/۱۱) نہیں سنتے اس میں بکواس۔ (عثمانیؒ)

۲۔ ھَزل، ھَزَلَ کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں۔ (۱) لاغر، دبلا یا کمزور ہونا (۲) ھَزَلَ فِی کَلَامِهٖ یعنی ہنسی مذاق کرنا۔ بکواس کرنا (م۔ل منجد) اور ھزالۃ بمعنی ظرافت و خوش طبعی بھی ہے۔ (منجد) گویا ھزل کے معنی دل لگی کے طور پر گپیں ہانکنا ہے (فق۔ل ۲۱۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔ (۸۶/۱۸) بیشک یہ کلام حق کو باطل سے جُدا کرنے والا ہے۔ اور کوئی بیہودہ بات نہیں (جالندھری) نہیں بات ہنسی کی (عثمانیؒ)

۳۔ نزف: نزف کے معنی کسی چیز کا ختم ہونا اور منقطع ہونا ہے (م۔ل) نَزَفَ دَمُهٗ: اس کا سب خون نکل گیا۔ اور نزیف وُہ آدمی جس کی عقل کھینچ لی گئی ہو۔ مدہوش اور متوالا (م۔ل) اور نَزَفَ الماءَ کے معنی بتدریج پانی کھینچ لینا ہے (مف) گویا نزف کے معنی وہ بہکی بہکی باتیں ہیں جو کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے یا کسی دوسری وجہ سے عقل و ہوش میں کمی واقع ہونے سے بدمست آدمی کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ان میں شراب لطیف کے جام کا دور چل رہا ہوگا

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ - لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۳۷/۴۷)

جو سفید رنگ اور پینے میں نہایت لذیذ ہو گی۔ اس سے نہ تو درد سر ہو اور نہ اس سے متوالے ہوں۔

ماحصل: (۱) لغو: فضول بکواس اور بے سوچے سمجھے شور مچانا۔

(۲) ھزل: دفع الوقتی کے لیے ہنسی مذاق اور خوش گپیوں کو۔ اور

(۳) نزف: ان بہکی باتوں کو کہتے ہیں جو نشہ میں بدمست آدمی کیا کرتے ہیں۔

۸۰ — بیہوش ہونا

کے لیے صَعِقَ، سَكَرَ، غَمَرَ اور صَرَعَ اور غَشِيَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- صَعِقَ: دہشت اور گھبراہٹ کی وجہ سے بیہوش ہونے کو کہتے ہیں (ف-ل ۱۳۰) اور صاعقہ گرنے والی بجلی کو یا اس خوفناک دھماکہ کو جس کا تعلق اجسام علوی سے ہو (تفصیل "بجلی" میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (۷/۱۴۳)

جب اس کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

۲- سَكَرَ: سُكْر ایسی حالت کو کہتے ہیں جب انسان عقل و ہوش کھو بیٹھے (مف) قرآن میں ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ (۵۰/۱۹)

اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی۔

لیکن اس کا اکثر استعمال کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے عقل و ہوش کھونے پر ہوتا ہے، کیونکہ سکر شراب اور ہر نشہ آور چیز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا (۱۶/۶۷)

اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی کہ ان سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو)۔

اور سکر بمعنی شراب سے مدہوش ہونا اور صفت سکران ہے۔ مونث سَكْرٰى اور اس کی جمع سُكَارٰى آتی ہے (منجد)۔

۳- غَمَرَ: کے معنی بیہوشی طاری ہونا اور غمرات الموت کے معنی موت کی تکالیف اور سختیاں ہیں جس سے انسان کے ہوش و حواس جاتے رہیں (منجد) غمرۃ کثیر پانی کو بھی کہتے ہیں جس کی اتھاہ معلوم نہ ہو سکے۔ ابن الفارس غمر کے معنی شدائد اور سختیوں کی وجہ سے عقل و ہوش کا مستور ہونا لکھتے ہیں (م-ل) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا

اور کاش تم ان ظالم لوگوں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں اور فرشتے اُن کی

اَيۡدِيۡهِمۡ (۶/۹۳) طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

بَلۡ قُلُوۡبُهُمۡ فِيۡ غَمۡرَةٍ مِّنۡ هٰذَا۔ (۲۳/۶۳) کوئی نہیں۔ ان کے دل بیہوش ہیں اس طرف سے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ صَرَع: صرع بمعنی مرگی یا اُمّ الصبیان۔ مشہور بیماری ہے جس میں انسان بیہوش ہو کر پٹاخ سے زمین پر ایسے گر پڑتا ہے جیسے کسی نے پٹخ دیا ہو۔ اور صَرَع بمعنی اضطراب اور گھبراہٹ کی وجہ سے زمین پر گرنا (ف ۔ل ۱۳۰) قرآن میں ہے:

فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى (۶۹/۷) پھر تو دیکھے کہ لوگ اس میں بچھڑے گئے (عثمانیؒ)

۵۔ غشی: غَشَا کے معنی کسی چیز کو ڈھانپ لینا اور اس پر پردہ ڈال دینا ہے۔ اور جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور اس کے حواس کام نہ کریں تو اسے بھی غشی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ خواہ دہشت ہو یا خوف یا کوئی اور۔ اور مغشی اس کو کہا جاتا ہے جو بے ہوش ہو گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَيۡتَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ تَدُوۡرُ اَعۡيُنُهُمۡ كَالَّذِيۡ يُغۡشٰى عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ (۳۳/۱۹) پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔

ماحصل: (۱) صَعِق: کسی آسمانی حادثہ سے بیہوش ہونے کے لیے۔

(۲) سکر: عموماً شراب یا نشہ آور چیزوں سے بے ہوشی۔

(۳) غمر: شدائد اور سختیوں کی وجہ سے بے ہوشی۔

(۴) صرع: بے ہوشی کی وجہ سے پٹاخ سے زمین پر گر پڑنے کے لیے۔

(۵) غشی: کسی چیز کی دہشت یا مرض کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے بیہوشی کے لیے عام لفظ ہے۔

پاس

کے لیے عِنْدَ، لَدَیٰ اور لَدُنْ، تِلْقَاء اور حَوْل کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں؛

۱- عِنْدَ، بمعنی نزدیک۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ عند المکان بمعنی کسی مقام کے پاس یا قریب اور عند اللیل بمعنی رات کو یا رات کے قریب۔ (م۔ ل) غروبِ آفتاب سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد۔ ارشادِ باری ہے؛

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱۶/۹۶) — جو کچھ تمہارے پاس ہے وُہ ختم ہو جائے گا۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وُہ باقی رہنے والا ہے۔

اور کبھی عِنْدَ سے پہلے مِنْ آتا ہے جو مزید تاکید کو ظاہر کرتا ہے۔ مِنْ عِنْدِ بمعنی پاس سے، طرف سے۔ جیسے فرمایا؛

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (۳/۱۶۵) — تو تم چلا اٹھے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ کہہ دو یہ تمہاری ہی طرف سے شامتِ اعمال ہے۔

۲- لَدَیٰ اور لَدُنْ۔ دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ اگر لَدَیٰ پر مِنْ داخل ہو تو یہ لَدُنْ سے بدل جائے گا۔ جیسے مِنْ لَدُنْكَ، مِنْ لَدُنَّا۔ اگر مِنْ کے بغیر آئے تو لَدَیٰ آتا ہے۔ جیسے بِمَا لَدَيْهِمْ یا لَدَا الْبَاب۔ یہ لفظ عِنْد سے اخص اور ابلغ ہے (مف) اور مزید قربت کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز تمکّن کو مقتضی ہے۔ مثلاً میرے پاس مال اگر حاضر ہو تو لَدُنِّیْ مَالٌ کہتے ہیں لیکن عِنْدِیْ مَالٌ اس صورت میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مال ملکیت میں تو ہو مگر پاس موجود اور حاضر نہ ہو (فق ل ۲۴۶) ارشادِ باری ہے؛

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (۱۲/۲۵) — ان دونوں نے زلیخا کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔

دوسرے مقام پر ہے؛

وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا (۴/۶۷) — اور اس وقت ہم انہیں اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بھی عطا فرماتے۔

۳- تِلْقَاء، لَقِيَ يَلْقِىْ لِقَاءً۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز کے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔ اور تلقاء، لقاء سے اسم (حاصل مصدر) ہے۔ اور مقابل یا متقابل کے معنوں میں آتا ہے۔ کہتے ہیں جَلَسَ تِلْقَاءَهٗ بمعنی وُہ اس کے سامنے یا مقابل بیٹھا۔ قرآن میں ہے؛

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲) اور جب موسیٰ نے مدین کی طرف رُخ کیا۔

اور تلقاء نفس بمعنی خود بخود۔ اپنے آپ۔ فَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اس نے کام کو خود بخود کیا (منجد) نہ اس کی کسی نے مدد کی نہ کسی نے مجبور کیا۔ قرآن میں ہے:

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (۱۰/۱۵) کہہ دو مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنے آپ بدل دوں۔

۴۔ حَوْل، حَالَ کا بنیادی معنی تغیر پذیری حرکت اور انتقال ہے۔ اور حول الشئ بمعنی کسی چیز کی وہ جانب جس کی طرف اسے پھیرنا ممکن ہو۔ (مف) بعد میں یہ لفظ کسی چیز کے ارد گرد، گرداگرد (منجد) یا آس پاس کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ (۲/۱۷) پھر جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو خدا نے ان لوگوں کی روشنی زائل کر دی۔

ماحصل: (۱) عِنْدَ: قرب زمانی اور مکانی کے لیے آتا ہے اور مِنْ داخل ہو تو مزید تاکید کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) لَدُنْ: پر مِنْ ہمیشہ داخل ہوتا ہے۔ عِنْدَ سے اخص اور ابلغ ہے۔ مزید قربت اور تمکن کے لیے آتا ہے لَدَی اس کا ہم معنی ہے جو من کے بغیر آتا ہے۔

(۳) تلقائ: نفس کے ساتھ مل کر خود بخود اپنے آپ کے معنی دیتا ہے۔ عند انفسکم کی نسبت اس میں تاکید بھی ہے اور قربت بھی۔ اور مقابل کی سمت بھی متعین کرتا ہے۔

(۴) حول: کسی چیز کے گرداگرد یا آس پاس۔

۲۔ پاک

کے لیے سُبْحَان، قُدُّوس، زَکِیَّہ، طَهُورًا، طَیِّب اور ان کے مشتقات آئے ہیں۔

۱۔ سُبْحَان: ابن فارس کے نزدیک لفظ سَبَحَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) عبادت کی قسم۔ (۲) دوڑنے کی قسم۔ (م۔ ل)

اور امام راغب سَبْحٌ کے معنی کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیرنا یا تیز رفتاری سے گزر جانا لکھتے ہیں (مف) سَبَّاح بمعنی بڑا تیراک۔ اور فَرَسٌ سَبُوْحٌ اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں تیزی کی وجہ سے اِدھر اُدھر نہ ہلے (منجد) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۲۱/۳۳) اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا (یہ) سب (یعنی سورج، چاند اور ستارے) آسمان میں تیر رہے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹/۳) اور ان فرشتوں کی قسم جو (فضا میں) تیرتے پھرتے ہیں۔

پھر اس لفظ کا استعمال کسی کام کو سرعت سے کرنے پر ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (۷۳:۷) دن کے وقت تو آپ کو اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔

۱۔ سُبْحَان: سَبَحَ سے مصدر ہے۔ جیسے غَفَرَ سے غُفْرَان فضا میں لاکھوں اور کروڑوں سیارے نہایت تیزی سے گردش کر رہے ہیں۔ جن میں نہ کبھی لرزش پیدا ہوتی ہے نہ جھول اور نہ ہی تصادم یا ٹکراؤ۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان پر کنٹرول کرنے والی ہستی اپنی تقدیر و تدبیر اور انتظام میں نہایت محکم اور ہر قسم کی بے تدبیری اور عیب یا نقص سے پاک ہستی ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہی سُبْحَان کا معنی ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی مُدبّر ہستی جو اپنی تدبیر محکم سے کائنات کا انتظام چلا رہی ہے، وُہ اس انتظام و انصرام میں بلا شرکت غیرے مختارِ کل ہو۔ کیونکہ کسی بھی دُوسرے کا عمل دخل اس کائنات کے انتظام میں خلل انداز ہو کر اس میں گڑبڑ پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا سبحان کے معنی وُہ ہستی ہے جو عیب و نقص سے بھی پاک ہو۔ اور وُہ بلا شرکت غیرے مختارِ کل بھی ہو۔ اور کائنات میں اس طرح کی حرکت پذیر تمام اشیا پر پُورا پُورا کنٹرول بھی رکھتی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ (۲:۱۱۶) اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ (نہیں) وُہ پاک ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اسکے فرمانبردار ہیں

اور کائنات کی جملہ اشیاء کا یہ عمل جس کے تحت وُہ مدبّر ہستی کے تجوزہ قوانین کے تحت سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کی تسبیح، فرمانبرداری یا عبادت کہلاتا ہے۔ گویا کائنات کی جملہ اشیاء زبانِ حال اور اپنے عمل سے اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ ان کا انتظام کرنے والی مدبّر ہستی ہر طرح کے عیوب و نقائص اور شرک سے منزّہ و مبرّا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۶۱:۱) جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، سب خدا کی تنزیہہ کرتی ہے اور وُہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

پھر کائنات اور اس کی جملہ اشیاء کے اس مربوط اور منظم عمل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اسکی تنظیم اور باقاعدگی جس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم میں تاخیر ناممکن ہے، نہ جھول ہے نہ تصادم اور ٹکراؤ کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے اس مدبّرِ کائنات کی بزرگی اور تعریف جاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سُبْحَان کا لفظ ایسے مقام پر بھی استعمال ہوتا ہے جب خالق کائنات کی کار آفرینیاں انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ گویا یہ کلمہ تنزیہہ بھی ہے اور استعجاب بھی۔ ہماری زبان میں "سبحان تیری قدرت" ایسے ہی موقع پر بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا وُہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (۱۷/۱) — مسجد الحرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

اس مقام پر لفظ سُبحان کا استعمال اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سیر روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھی۔

۲۔ قُدُّوس: قَدُسَ کے معنی پاک اور صاف ہونا ہے (مف) اور صاحب منجد کے نزدیک پاک اور بابرکت ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (۱۶/۱۰۲) — (اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اس پاکیزہ رُوح (جبرئیل) کو تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کیساتھ لیکر نازل ہوئے ہیں

تو یہاں رُوح القدس سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل خدا کے کلام کو ہر طرح کی آلائشوں اور آمیزشوں سے پاک و صاف رکھ کر نازل فرماتے تھے۔ اسی لیے انہیں دوسرے مقام پر رُوح الامین بھی کہا گیا ہے۔

اور ارضِ مقدسہ میں سے مراد وُہ پاک اور مبارک سرزمین (منجد) ہے جو انبیاء کے مولد و مدفن ہونے کی نسبت کی وجہ سے بابرکت ہو گئی ہے اور ان کی تبلیغ کی وجہ سے شرک کی آلائشوں سے پاک رہی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (۵/۲۲) — (موسیٰؑ نے کہا) تو بھائیو! تم ارضِ مقدس (یعنی ملک شام) میں جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے داخل ہو جاؤ۔

اور قُدُّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ جس کے معنی ہیں اضداد اور انداد (جمع ند بمعنی شریک) سے پاک (م۔ل) اور بمعنی ہر بُری بات سے پاک اور بابرکت ذات (منجد) ارشادِ باری ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (۶۲/۱) — جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے، سب خدا کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔

۳۔ زَكِيَّة، زَكّٰى (زکو) کے معنی بالیدگی، نشوونما پانا، بڑھنا اور عمدہ ہونا ہے۔ اور زَكّٰى کے معنی کسی چیز کو عمدہ بنانا، اس کی اصلاح کرنا اور آگے بڑھانا ہے۔ اور زَكّٰى نَفْسَهٗ کے معنی اپنی تعریف آپ کرنا یا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۔ (۵۳/۳۲) — تو اپنے آپ کو صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیز گار ہے، وُہ (اللہ) اس سے خوب واقف ہے۔ (جالندھریؒ)

سومت بیان کرو اپنی خوبیاں وُہ خوب جانتا ہے اسکو جو بچکر نکلا (عثمانیؒ)

اور تزکیہ کا استعمال عموماً نفس سے متعلق ہے۔ تزکیۂ نفس کے معنی نفس کو روحانی آلائشوں بیماریوں یا اخلاقِ رذیلہ سے پاک صاف کر کے اوصافِ حمیدہ پیدا کرنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ — جس نے (اپنے) نفس (یعنی رُوح) کو پاک رکھا، وُہ مراد کو

دَسّٰهَا۔ (۹۱/۹) پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔

اور نفس زکیہ وہ شخص ہے جو بے گناہ اور ہر طرح کے الزام سے پاک صاف ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ (۱۸/۷۴) (موسیٰؑ نے خضر سے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی۔

۴۔ طهور: طهر کی ضد دنس بمعنی میل کچیل اور تلچھٹ وغیرہ ہے (م۔ل) اور طهور وہ چیز ہے کہ میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف ہو، یا بقول امام راغب نجاست محسوسہ سے پاک ہو۔

ارشادِ باری ہے:

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۷۶/۲۱) اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

اسی طرح عورت کا حیض، نفاس وغیرہ سے پاک ہونا بھی طهر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (۲/۲۲۲) سو ایامِ حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

اور طَهَّرَ (باب تفعیل) ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاکیزگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری نجاست کو دُور کرنے کے لیے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۷۴/۴) اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔

(۲) باطنی برائیوں سے صاف کرنے کے لیے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (۳۳/۳۳) اے (پیغمبرؐ کے) اہل بیت! خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دُور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

۵۔ طَيِّب: طَابَ بمعنی کسی چیز کا دل کو خوش لگنا، خوش ذائقہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (۴/۳) تو نکاح کر لو جو عورتیں تم کو خوش آویں۔ (عثمانیؒ)

اور طِيْب بمعنی خوشبو (منجد) اور طيبة دل کی خوشی اور رضا کو کہتے ہیں (م۔ق) اور طَيِّب ہر وہ چیز ہے جو خوشگوار، پاکیزہ اور حلال ہو (مف) اور اس کی ضد خبیث ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (۲/۱۷۲) اے اہل ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو کھاؤ۔

اور بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ ایسے شہر کو کہتے ہیں جو صاف ستھرا، خوش منظر اور صاف ستھرے ماحول والا اور زرخیز ہو۔

ماحصل: (۱) سُبْحَان: وہ ذات جو ہر طرح عیب اور نقص کمی اور کوتاہی سے پاک ہو۔ اور وہ صرف اللہ ہے

(۲) قُدُّوس: اللہ تعالیٰ کا نام۔ شرک اور اسی طرح کی دُوسری برائیوں سے پاک اور بابرکت ہستی یا مقام۔
(۳) زکیہ: نفس کا اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہونا اور صلاح یافتہ ہونا یا سنورنا۔
(۴) طھر: ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاستوں سے پاک ہونا۔ اور یہ اَزکیٰ سے ابلغ ہے۔
(۵) طیّب: ظاہری نجاستوں سے پاک حلال اور خوش منظر چیز۔

۳۔ پاک کرنا

کے لیے مَحَّصَ، زَکّٰی اور طَھَّرَ، صَفَا، بَرَّاَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ مَحَّصَ: محص بمعنی کسی چیز کو کھوٹ، آلائش اور آمیزش سے پاک صاف کرنا۔ اور محص الذّھب بمعنی سونے کو کٹھالی میں ڈال کر اور آگ پر پگھلا کر اس سے میل کچیل اور آمیزش کو دُور کر کے اسے خالص بنانا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ (۳/۱۴۱)
تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص مومن بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ گویا محّص سے مراد عملی زندگی میں انسان کو کمزوریوں اور تقاضوں سے پاک کرنا مراد ہے۔

۲۔ زکّٰی سے مراد نفس کو روحانی آلائشوں، بیماریوں اور اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا ہے (تفصیل اوپر دیکھئے)

۳۔ طَھَّرَ سے مراد ظاہری نجاست کو دُور کرنا بھی ہے۔ اور دل کو شرک اور شیطانی وساوس سے پاک کرنا بھی۔ تفصیل اوپر گزر چکی)

۴۔ صَفَا بمعنی کسی چیز کا ہر طرح کی آمیزش سے پاک و صاف ہونا ہے (مف) اور صَفّٰی بمعنی کسی چیز کو پاک و صاف بنانا۔ جیسے شہد کو موم اور ستھا وغیرہ کی آمیزش اور آلائش سے پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷/۱۵)
اور (جنت میں) صاف شدہ شہد کی نہریں ہوں گی۔

۵۔ بَرَّاَ: بَرِءَ بمعنی بیماری سے شفا پانا اور اَبْرَاَ بمعنی تندرست کرنا اور بَرَّاَ بمعنی کسی کو تہمت یا عیب سے پاک کرنا (منجد۔ مف) بَری قرار دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (۳۳/۶۹)
تو اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کو لوگوں کے الزام سے بے عیب ثابت کیا اور وہ خدا کے نزدیک آبرو والے تھے۔

ماحصل: (۱) محّص: کسی چیز کو ظاہری اور باطنی آلائشوں اور کمزوریوں سے پاک کرنا۔
(۲) زکّٰی: نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا۔
(۳) طھّر: ظاہری نجاست نیز شرک و وساوس کی آلائشوں سے پاک صاف کرنا۔
(۴) صفّا: خام پیداوار کو اس کی آلائشوں سے پاک کرنا۔

(۵) بَرَّأَ: کسی کو تہمت یا عیب سے پاک کرنا۔ نیز دیکھیے صاف کرنا۔
پاکیزگی بیان کرنا کے لیے دیکھیے "تسبیح و تقدیس"

۴ ـــــــ پانا

کے لیے وَجَدَ، ثَقِفَ، اَلْفٰی اور اَدْرَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وجد۔ کسی چیز کو موجود دیکھنا (مف) اس لفظ کا استعمال عام ہے اور ہر جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (۳/۳۷) — زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس (مریم) کے پاس آتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔

۲۔ ثقف، بمعنی کسی چیز کے پالینے یا کسی کام کے کرنے میں حذاقت اور مہارت سے کام لینا (مف) اور ثقف فن حرب وضرب کے استاد اور ماہر کو کہتے ہیں (م۔ل) ثقیف بمعنی دانا اور ہوشیار اور ثقافت بمعنی دانائی اور مہارت اور ثَقِفَ بمعنی کسی کو پانا اور اس کی خوب خبر لینا اور اس پر فتح پانا ہے۔ (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (۲/۱۹۱) — اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی اُن کو نکال دو۔

دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع کے لیے ثقف کے بجائے وجد کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وجد کی عمومیت پر دال ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۴/۸۸) — تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

۳۔ اَلْفٰی، لفو بمعنی کسی چیز کے آگے سے حجاب دُور ہونا اور اس کا ظاہر ہو جانا (م۔ل) اور اَلْفٰی یعنی از خود کسی چیز کا علم میں آنا یا کوئی چیز سامنے آنا۔ قرآن میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (۱۲/۲۵) — اور وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا۔

دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے:

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۲/۱۷۰) — کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

اس آیت میں الفی کا استعمال اس لحاظ سے ہوا ہے کہ چیز انہیں نسلاً بعد نسل ورثہ میں ملی تھی۔ ایک دوسرے مقام پر بالکل ایسے ہی موقع پر اَلْفٰی کی جگہ وَجَدَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وَجَدَ کی عمومیت

پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۵/۱۰۴) — کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔

۴۔ اَدْرَكَ: دَرَكٌ اور درج ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ سیڑھیوں پر جب نیچے سے اُوپر کو چڑھیں تو یہ درج یا درجۃ ہے۔ اور جب اوپر سے نیچے آئیں تو یہ درک ہے۔ اسی لیے درجاتُ الجنّۃ اور درکاتُ النار کا محاورہ استعمال ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵) — کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

اور اَدْرَكَ کے معنی کسی چیز کا درجہ بدرجہ اپنی غایت کو پہنچنا۔ پالینا (مف) یا کسی چیز کا اپنے وقت پر پہنچنا۔ اَدْرَكَ الثَّمَرُ پھل کا پک جانا اور اَدْرَكَ الْوَلَدُ بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا ہے۔ (منجد) اور ابن الفارس اس کے معنی کسی چیز کا دوسری کو مل کر اسے پالینا (یعنی آپکڑنا، آلینا، یا آدبوچنا) بتلاتے ہیں (م۔ل) مزید تفصیل گرانا میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۶/۱۰۳) — نہیں پاسکتیں اس کو آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) وَجَدَ: کسی چیز کو موجود دیکھنا۔ اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) ثقف: کسی چیز کو پانے میں مہارت سے کام لینا۔ دورانِ جنگ مطلوبہ افراد کو پانا۔

(۳) اَلْفٰى: اتفاقاً کسی چیز کو پانا۔ حجاب دُور ہونے پر کسی چیز کا موجود پانا۔ ازخود کسی چیز کو پانا۔

(۴) اَدْرَكَ: کسی چیز کی انتہا تک پہنچ کر اس کو پانا۔

۵ — پانی اور اس کی اقسام!

پانی کے لیے عام مستعمل لفظ مَاءٌ ہے۔ پانی گدلا ہو یا ستھرا، میٹھا ہو یا کھاری۔ سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کی درج ذیل اقسام قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں۔ حَمِيْم۔ غَسَّاق۔ اٰنٍ اور اٰنِيَةٍ۔ غَوْر۔ مَعِيْن۔ عَذْب۔ فُرَات۔ مِلْح۔ اُجَاج۔

ا۔ بلحاظ حرارت:

۱۔ حَمِيْم: حَمَّ بمعنی گرم ہونا اور حمّٰی تپ یا بخار کو کہتے ہیں (منجد) اور حمیم ایسے گرم پانی کو کہتے ہیں جو دُھوپ کی وجہ سے (جوہڑوں وغیرہ میں) سخت گرم اور بعض دفعہ بدبودار بھی ہو جاتا ہے۔ صاحب فقہ اللغۃ اس کے معنی "سخت گرم پانی" بتلاتے ہیں۔

۲۔ غَسَّاق: کا ترجمہ عموماً پیپ یا رِستی پیپ سے کیا جاتا ہے لیکن صاحب فقہ اللغۃ اور صاحب منجد دونوں اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتلاتے ہیں (ف ل ۲۶۰۔ منجد) قرآنِ کریم سے

بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن میں حمیم اور غساق کے الفاظ دوبار ایک دوسرے کے مقابلے میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸/۲۵)
وہاں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے۔ نہ پلینا ہوگا مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ (جالندھری)

(۲) جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ هٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ (۳۸/۵۷)
دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے وہ بری آرامگاہ ہے۔ یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ ہے۔ اب اس کے مزے چکھیں۔ (جالندھری)

۳۔ اٰنٍ۔ اٰنِيَةٍ: اَنٰی کے معنی پکنا یا اس کا وقت قریب آنا ہے۔ اور اٰنٍ ایسے شدید گرم پانی کو کہتے ہیں جو کھولنے لگ جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ۔ (۵۵/۴۴)
وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (۸۸/۵)
وہ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔

(ب) بلحاظ گہرائی:

۴۔ غَوْر: وہ پانی جو زمین کے نیچے ہو۔ گہرائی میں پانی (ف ل ۲۵۹) اور صاحب منجد غَوْر کے معنی "زمین میں جذب ہونے والا پانی" لکھتے ہیں۔

۵۔ معین، مَعَنَ بمعنی پانی کا نرم رفتار سے بہنا (منجد) اور معین ایسا پانی جو سطح زمین پر جاری ہو (ف ل ۲۵۹) سیلاب کی طرح تندی اور تیزی سے نہیں بلکہ نرمی اور سہولت سے جاری ہونے والا ہو۔ (ل) چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ (۶۷/۳۰)
کہہ دیجئے بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے۔

(ج) بلحاظ ذائقہ:

۶۔ عَذْبٌ: میٹھا اور خوشگوار پانی (منجد) ٹھنڈا اور میٹھا پانی جسے پینے کو خواہ مخواہ جی چاہے۔ (مف)

۷۔ فُرَاتٌ: فرات بمعنی سمندر۔ نیز ایک بڑے دریا کا نام ہے جو خلیج فارس میں گرتا ہے اور فُرَاتَان دریائے دجلہ اور فرات کو کہتے ہیں۔ اور فَرُتَ الْمَاءُ کے معنی پانی کا بہت میٹھا اور خوشگوار ہونا ہے (منجد) گویا فرات میں خاصیت عذب کی ہے جبکہ مقدار میں کافی زیادہ ہو۔ (۴۴/۴۴)

۸۔ مِلْحٌ: نمکین پانی۔ آبِ شور۔ (ف۔ل ۲۳۳)

۹۔ اُجَاج: ایسا پانی جو نمکین بھی ہو اور کڑوا بھی (فل ۴۳) سخت کھاری اور گرم پانی چھاتی جلانے والا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (۳۵/۱۲)

اور دونوں دریا یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ تو میٹھا ہے۔ پیاس بجھانے والا جس کا پانی خوشگوار ہے۔ اور یہ کھاری ہے۔ کڑوا کسیلا

ماحصل:

(۱) حمیم: گرم پانی

(۲) اٰن: کھولتا ہوا پانی

(۳) غَسَّاق: ٹھنڈا اور بدبودار پانی یا پیپ۔

(۴) غَوْرٌ: زمین کے نیچے موجود پانی

(۵) مَعِیْن: سطح زمین پر نرمی سے بہنے والا پانی۔

(۶) عَذْبٌ: ٹھنڈا اور میٹھا پانی۔

(۷) فُرَاتٌ: ٹھنڈا اور میٹھا پانی جبکہ کثیر مقدار میں ہو۔

(۸) مِلْحٌ: آب شور

(۹) اُجَاجٌ: کھاری اور کڑوا پانی۔

۲۔ پانی کے راستے اور ذخیرے

کے لیے اَوْدِیَة (ودی) عَیْن، اَنْهَار، سَرِیٌّ، یَمّ اور بَحْر کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَوْدِیَة: وادی کی جمع ہے۔ وادی اصل میں اس کشادہ میدان کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے درمیان ہو اور اس ڈھلوان کو بھی جو پہاڑوں کے درمیان ہوتی ہے اور اس میں پانی بہتا ہو۔ (مف) پہاڑوں کے درمیان ہونے کی وجہ سے اس میدان میں ندی نالوں کا جاری ہونا ضروری ہے۔ پہاڑوں پر ہونے والی بارش اور پگھلنے والی برف کے پانی کے بہنے کے یہی راستے ہوتے ہیں۔ پھر وادی کا لفظ کبھی تو صرف درمیان کے وسیع میدان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی ندی نالے کے معنوں میں۔ ارشادِ باری ہے:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا (۱۳/۱۹)

اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنی اپنی گنجائش کے مطابق ندی نالے بہہ نکلے۔

۲۔ عَیْن، بمعنی چشمہ۔ پہاڑوں یا زمین میں کسی جگہ اگر پانی پھوٹ کر کسی نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے تو یہ چشمہ ہے۔ اور چشمہ اتنے بڑے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے دریا اور نہریں بہنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی چشمہ کو آج کے معنوں میں جھیل کہا جاتا ہے۔ پھر ایسی ہی جھیلوں کا اگر کوئی ایک حصہ بڑے سمندر سے مل رہا ہو تو اسے خلیج کہا جاتا ہے۔ (ج عیون) قرآن میں ہے:

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (۱۸/۸۶)

جب ذوالقرنین غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو گرم اور بدبودار پانی کے چشمہ میں ڈوبتے دیکھا۔

اور تاریخی تحقیق کے مطابق یہ وہ مقام تھا جہاں بحر ایجین چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

قرآن نے یہاں بحر کی بجائے عین کا لفظ استعمال کیا ہے جو عین کے لغوی مفہوم کے مطابق ہے۔

۳۔ اَنْهٰر: نَهَر کی جمع ہے۔ یعنی پانی کے بہاؤ کے لیے وُہ بڑا نالہ جس میں ادھر ادھر سے کئی نالے آکر شامل ہوجاتے ہیں۔ نہر کا اطلاق عام طور پر اس بڑے نالے پر ہوتا ہے جس کے بہاؤ کا راستہ انسان اپنی ضرورت کے مطابق اپنی کوششوں سے بناتے ہیں۔ نہریں یا تو پہاڑوں کے درمیان پانی کے کسی بہت بڑے ذخیرہ چشمہ یا جھیل سے نکالی جاتی ہیں یا دریاؤں سے۔ ارشادِ باری ہے:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (۷۶/۶)	یہ ایک چشمہ ہوگا جس سے خدا کے بندے پئیں گے اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے پاس لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵)	باغات جن میں نہریں جاری ہیں۔

۴۔ سَرِيّ: سری میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) رات کو چلنا (۲) چھوٹا ہونا۔ سریۃ بمعنی چھوٹا سا لشکر بھی اور چھوٹی کشتی بھی۔ اور اس کی جمع سرایا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو روانہ ہونے والا چھوٹا سا لشکر۔ اور سَرِيّ بمعنی چھوٹی سی نہر جو جاری ہو (منجد۔ ف ل ۳۶) ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۱۹/۲۴)	تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کردیا ہے۔

۵۔ يَمّ: کا معنی اکثر اہلِ لغت پانی کا بہت بڑا ذخیرہ۔ دریا، سمندر لکھتے ہیں۔ (مف منجد) لیکن ہمارے خیال میں یم کا اطلاق پانی کے اس ذخیرہ پر ہوتا ہے جو نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ یعنی دریا قرآن میں ہے:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (۲۰/۳۹)	(ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ) موسیٰ کو صندوق میں رکھو۔ پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا۔ پھر میرا اور تمہارا دشمن (فرعون) اسے اٹھالے گا۔

اور دوسرے مقام پر ہے کہ:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۸/۱۱)	اور موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس (صندوق) کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وُہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یم پانی کا وُہ ذخیرہ ہے جو ندی، نالوں اور نہروں کی طرح نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ اور اس کے لیے ہمارے ہاں دریا کا لفظ مخصوص ہے۔

۶- بَحر (ج: اَبحُر) اہل لغت بَحر کا معنی بھی دریا یا سمندر لکھتے ہیں۔لیکن آج کی زبان میں بحر پانی کا وُہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جو نشیبی جگہ میں جمع ہو جائے اور ہر طرف سے پانی اس میں آکر شامل ہوتا رہے۔نشیبی علاقہ میں جمع ہونے والا پانی اگر قلیل مقدار میں ہو تو اسے جوہڑ کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے جھیل کہتے ہیں زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بُحیرہ یعنی چھوٹا سمندر اور اس سے زیادہ مقدار میں ہو تو اسے بَحر کہتے ہیں۔قرآن میں بحیرہ اور بحر کے لیے بحر ہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۲/۵۰)	اور (اے بنی اسرائیل وُہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لیے بحر کو پھاڑ دیا اور تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اور تاریخی تحقیق یہ ہے کہ "یہ بحر" بحیرۂ قلزم تھا۔

سمندر میں جمع شدہ پانی کبھی بھی ساکن ہوتا ہے۔بسا اوقات ہوائیں اس میں تموّج پیدا کرتی اور اسے متحرک رکھتی ہیں۔گو یہ حرکت کسی نشیبی علاقہ کی طرف نہیں ہوتی۔پھر سمندر کے جمع شدہ پانی کے اندر بھی پانی کے دریا نشیب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی دو دریا بھی ساتھ ساتھ رواں ہوتے ہیں۔جن میں ایک گرم پانی کا ہوتا ہے دُوسرا سرد پانی کا۔ یا ایک میٹھے پانی کا دُوسرا کڑوے پانی کا۔اور یہ آپس میں ملتے نہیں۔حالانکہ یہ بات بھی پانی کی خاصیت کے خلاف ہے۔اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے تحت ہوتا ہے۔اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵/۱۹)	اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ تجاوز نہیں کر سکتے۔

اس آیت میں دریا کے لیے قرآن میں بحر کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔اس لیے کہ ایسے دریا سمندر میں ہی چلتے ہیں۔

ماحصل:
(۱) اَوْدِيَة: بمعنی ندی نالے۔
(۲) عَيْن: چشمہ۔جھیل۔خلیج وغیرہ۔
(۳) نَهَر: معروف لفظ ہے۔
(۴) سَرِی: چھوٹی سی نہر۔
(۵) يَمّ: پانی کا بڑا ذخیرہ جو نشیب کو بہتا ہو۔دریا۔
(۶) بَحر: سمندر یا سمندر میں بہنے والے دریا کے لیے آتا ہے۔

۷- پانی مانگنا

کے لیے اِستَسقٰی اور اِستَغَاثَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اِستَسقٰی: سقٰی بمعنی کسی کو پانی پلانا اور اَسقٰی بمعنی کسی دُوسرے کو پینے کے لیے پانی دینا۔ اور اِستَسقٰی بمعنی پینے کے لیے پانی مانگنا ہے۔قرآن میں ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲/۶۰) — اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے (خدا سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔ اِسْتِغَاثٌ: غَيْثٌ اس بارش کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت ہو اور ضرورت کے مطابق ہو (نہ کم نہ زیادہ) (ف ل ۲۵۸-م ل) اور غیث اس گھاس اور نباتات کو بھی کہتے ہیں جو اس بارش سے اُگے۔ (منجد-م-ق) اور غاث اللہ البلاد بمعنی اللہ تعالےٰ نے ملک پر بارش برسائی۔ (منجد) اور استغاث بمعنی ایسی ہی بارش کے لیے فریاد کرنا یا فریاد کے طور پر پانی مانگنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (۱۸/۲۹) — اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے جیسا کھولتا پانی دیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) اِسْتَسْقٰی: پینے کو پانی مانگنا۔ (۲) اِسْتِغَاث: پانی مانگنے کے لیے فریاد یا التجا کرنا

۸۔ پاؤں (پیر)

کے لیے دو الفاظ ہیں، رِجْلٌ اور قَدَمٌ۔

۱۔ رِجْلٌ: پنڈلی کے نیچے سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک معروف عضوِ بدن (مف) اور اس کی جمع اَرْجُلٌ آتی ہے۔ (۵/۶) ارشادِ باری ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۳۸/۴۲) — (ہم نے ایوبؑ سے کہا) کہ زمین پر لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)

اور رَجُلٌ بمعنی مرد کی جمع رِجَالٌ آتی ہے۔ اور اگر رِجَالًا بطور صفت ہو تو اس کے معنی پیادہ پا اور اس کی ضد رُكْبَانًا (بمعنی سوار) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (۲/۲۳۹) — اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں ہو نماز ادا کرلو)

۲۔ قَدَمٌ: چلتے وقت پچھلے پاؤں اور اگلے پاؤں کے درمیانی فاصلہ کو قدم کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع اقدام آتی ہے (مف) اور انگریزی میں رجل اور قدم دونوں کے لیے لفظ (FOOT) آتا ہے اور فٹ ۱۲ انچ کی لمبائی کا پیمانہ بھی ہے۔ لہٰذا جدید عربی میں اس لمبائی کے پیمانہ کو بھی قدم کہتے ہیں۔ چالیس فٹ کی لمبائی کا عربی ترجمہ ہے اربعین اقدام (قاموس الجدید) اور قَدَمٌ بطور فعل استعمال ہو تو اس کے معنی آگے بڑھنا اور آگے چلنا کے ہوں گے۔ اور قدم بطور اسم رجل یعنی پاؤں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا رِجل اور قدم میں بالکل ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ عَین اور بصر میں ہے جس کی تفصیل "آنکھ" میں گزر چکی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۵۵/۴۱) — گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائینگے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

نیز دیکھئے "قدم"!

۹۔ پتھر

کے لیے حَجَر اور حِجَارَۃ، حَصَب اور سِجِّیل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَجَر: بمعنی سخت پتھر اور اس کی جمع اَحْجَار اور حِجَارَۃ آتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ (۲/۷۴) — اور کچھ پتھر ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔

۲۔ حَصَب: بمعنی چھوٹے چھوٹے پتھر، کنکر اور حَاصِب اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ایسی کنکریوں کو اڑائے پھرتی ہے۔ قرآن میں حَاصِب کا لفظ پتھروں، کنکروں کی بارش کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا (۶۷/۱۷) — یا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو گئے کہ وہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔

۳۔ سِجِّیل: بمعنی کنکر۔ سنگِ گل (مف ۔ منجد) یعنی وہ نوکدار کنکریاں جس میں مٹی کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔ اور وہ مٹی سے کنکریاں بن رہی ہوتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ (۱۱/۸۲) — تو جب ہمارا حکم آیا، ہم نے اس بستی کو (الٹ کر) اس کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (یعنی پے درپے) کنکریاں برسائیں۔

ماحصل: (۱) حجر: سخت اور بڑا پتھر۔

(۲) حصب: چھوٹی کنکریاں اور چھوٹے چھوٹے پتھر۔

(۳) سجّیل: بمعنی سنگِ گل۔ مٹی کی آمیزش والی نوکدار کنکریاں۔

۱۰۔ پچھلا

کے لیے دو الفاظ اٰخِر اور خَلْف آئے ہیں:

۱۔ اٰخِر: بعد کا۔ اوّل کی ضد۔ اس لفظ میں عمومیت ہے۔ ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (۵۶/۴۰) — بہت سے اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے پچھلوں میں سے۔

۲۔ خَلَفَ: (ضد سَلَفَ) ایک ہی قوم یا گروہ کی بعد کی نسل۔ (خَلَفَ بمعنی جانشین ہونا) اور خَلْف کا لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نالائق اور نااہل نسل ناخلف۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۵۹)
پھر ان کے بعد چند ناخلف اُن کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو چھوڑ دیا۔ اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب اُن کو گمراہی کی سزا ملے گی۔

اور خلف کی ضد بین یدی یا بین ایدی بھی ہے اور یہ الفاظ بطور زمان و مکان دونوں طرح آتے ہیں۔ زمانی کی صورت خلف سے مراد بلا کسی تخصیص پچھلے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶)
تو اس قصّے کو ہم نے اس دور کے لوگوں کے لیے اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔

لیکن بین یدی کے مقابلہ میں اگر خَلْف ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو تو اس کا معنی پچھلے نہیں بلکہ پیچھے ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱)
اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں۔ جو اس کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) الخر، صرف ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ اور اس کے استعمال میں عمومیت ہے۔

(۲) خَلْف، ظرف زمانی و مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ زمانی کی صورت میں پچھلے کا معنی تو دیتا ہے۔ مگر اس میں اگلے اور پچھلوں میں نسلی تعلق ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ پچھتانا

کے لیے نَدَم، حَسِرَ اور سُقِطَ فِي يَدِهٖ کے الفاظ آتے ہیں:

۱۔ نَدَمَ: اپنے کیے ہوئے کسی بُرے فعل پر پشیمان ہونا۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ (۵/۵۲)
سو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) تو پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو یہ چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

۲۔ حَسِرَ: صاحب فقہ اللغۃ حسرۃ کے معنی اَشَدُّ النَّدَامَة (بہت زیادہ نادم ہونا) بتلاتے ہیں۔ (ف ل ۴۰) لیکن صاحب منجد حَسِرَ اور حسرۃ کے معنی افسوس کرنا لکھتے ہیں۔ یعنی حسرۃ اپنے کسی کئے ہوئے فعل پر افسوس اور ندامت کے اظہار کا نام ہے۔ ارشادِ

باری ہے:

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ (۶/۳۱) — تو کہیں گے کہ ہائے اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی۔ اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

۳۔ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ: محاورہ ہے جس کے معنی اپنی کی ہوئی بات یا دلیل کے غلط معلوم ہونے پر لوگوں کے سامنے نادم اور ذلیل ہونا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (۷/۱۴۹) — اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

ماحصل: (۱) نَدِمَ: اپنے کسی بُرے فعل پر پچھتانا۔

(۲) حَسْرَةٌ: انتہائے ندامت اور اس کا اظہار۔

(۳) سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ: اپنا سا منہ لے کر رہ جانا۔ اپنی بات یا دلیل کی غلطی کے احساس پر نادم ہونا۔

پراگندہ ہونا دیکھیے "بکھرنا"

۱۲۔ پُرانا — پُرانا ہونا

کے لیے بَلِيَ، قَدِيْم اور عَتِيْق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلِيَ (يَبْلٰى بَلَاءً) کسی قابلِ استعمال چیز کا استعمال میں رہنے کی وجہ سے پُرانا اور بوسیدہ ہو جانا۔ بَلِيَ الثَّوْبُ بمعنی کپڑا کا پرانا اور بوسیدہ ہونا (منجد۔ مف) پنجابی "ہنڈ جانا" قرآن میں ہے:

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (۲۰/۱۲۰) — شیطان نے کہا اے آدم! میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو (عثمانیؒ)

۲۔ قَدِيْم: پُرانے زمانے کا۔ پرانے وقت کا۔ پُرانا اور اس کی ضد جدید (بمعنی نیا) ہے۔ قَدَمَ بمعنی آگے بڑھنا اور قَدُمَ بمعنی پُرانا ہونا ہے۔ (منجد)

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (۱۲/۹۵) — (یعقوبؑ کے بیٹے) بولے کہ واللہ آپ اسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں۔

۳۔ عتیق: العتق (مصد) کے معنی خالص الاصل ہونا۔ جمال۔ شرافت۔ نجابت آزادی۔ کہنگی۔ (منجد) عتیق وہ چیز ہے جس کے قدیم ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں کوئی فرق نہ آئے۔ زندۂ جاوید۔ اسی لحاظ سے خانہ کعبہ کو بیت العتیق کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (۲۲/۲۹) — پھر چاہیے کہ (حجاج) اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں

ماحصل: (۱) قَدِیم: پُرانا۔ پُرانے زمانے کا۔ مدّتوں سے۔

(۲) بَلِیَ: کسی قابلِ استعمال چیز کا استعمال کی وجہ سے پُرانا ہونا۔

(۳) عَتِیق: کسی چیز کے پرانا ہونے کے باوجود اس کی شرافت و نجابت میں فرق نہ آنا۔

۱۳۔ پردہ

کے لیے غِطَاء (غطو)، غِشَاوَة (غشی) غُلْف، اَکْمَام، اَکِنَّة، سِتْر، حِجَاب، عَوْرَة اور سُرَادِق کے الفاظ آئے ہیں۔

اور ان کے علاوہ حَجر، حَجز، بَرزخ کے الفاظ بھی اس سے قریب المعنی ہیں۔ جو "آڑ" میں گزر چکے ہیں۔

۱۔ غِطَاء: ہر وُہ چیز جو کسی چیز پر بطور سرپوش رکھی جائے اور اسے مکمل طور پر ڈھانپ دے۔ وُہ غطاء ہے (مف) جیسے ہانڈی کا طباق یا ڈھکنا، یا دوات کا ڈھکنا۔ اور اس لفظ کا اطلاق عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جن کی ایک ہی طرف خالی ہو۔ اور اس خالی طرف پر جو چیز رکھ دی جاتے، تاکہ اسے مکمل طور پر ڈھانک دے وُہ غِطَاء ہے۔ غِطَاء کے لیے ضروری ہے کہ وہ کثیف بھی ہو اور ملا ہوا بھی تاکہ مکمل طور پر ڈھانک کر اوجھل کر دے (فق۔ل ۲۳۸) ارشادِ باری ہے:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۵۰/۲۲) — اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

۲۔ غِشَاوَة: غشی بمعنی کسی چیز کو کسی رقیق چیز سے ڈھانپنا کہ وُہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آتی رہے۔ (فق۔ل ۲۳۸) اور یہ غِطَاء سے عام ہے۔ غشی اس مرض کو کہتے ہیں جس سے حواس پر پردہ پڑ جائے اور وُہ جواب دے جائیں۔ اسی طرح یہ پردہ کپڑے وغیرہ یا تاریکی کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

خَتَمَ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲/۷) — خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

۳۔ غُلْفٌ: غَلَفَ بمعنی کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینا تاکہ وُہ چیز پوری طرح چھپ جائے۔ غَلَّفْتُ السَّيْفَ یعنی میں نے تلوار کو نیام میں ڈال دیا (مف) اور غلاف وُہ چیز جس میں کوئی چیز چھپائی جاتے۔ اس کی جمع غُلُف آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللهُ بِكُفْرِهِمْ (۲/۸۸) — اور یہود کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردے میں ہیں (نہیں) بلکہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔

۴۔ اَکْمَام: کَمَّ بمعنی چھپانا اور کَمَّ الْبَعِيرَ بمعنی اونٹ کے منہ پر چھوتنی چڑھانا (منجد) اور کِمّ

کا لفظ خوشوں کے غلاف کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی جمع اَکْمَام ہے (مف) ارشاد باری ہے:

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (۵۵/۱۱) — اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔

۵۔ اَكِنَّةٌ: كَنَّ الشَّيْءَ بمعنی کسی چیز کو محفوظ مقام میں چھپانا اور دھوپ سے بچانا۔ اور كَنَّ فِي نَفْسِهٖ کے معنی کسی بات کو دل میں چھپانا (منجد) اور كِنّ اس جگہ کو کہتے ہیں، جہاں حفاظت یا پناہ حاصل کی جائے اور اس کی جمع اَكْنَان اور اَكِنَّة آتی ہے۔ گویا یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری طور پر:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (۱۶/۸۱) — اور خدا نے تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۲) معنوی استعمال:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ (۴۱/۵) — اور کہنے لگے جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں۔

۶۔ سِتْرًا: سَتَرَ بمعنی چھپانا اور پردہ کرنا ہے۔ اور سِتْر ڈھال کو بھی کہتے ہیں (منجد) نیز اس چیز کو بھی جو چھپائے یا پردہ کا کام دے (مف) اور سُتْرَة اس روک کو کہتے ہیں جو نمازی نماز پڑھتے وقت اپنے آگے رکھ لیتا ہے۔ اور سُتْرَةُ السَّطْح چھت پر پردہ کی دیوار کو کہتے ہیں (منجد) گویا ستر میں کوئی چیز مکمل طور پر نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ اور ستر کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں جبکہ حجاب کا تعلق کئی دوسری چیزوں سے ہوتا ہے (فق ۲۳۸)

ارشادِ باری ہے:

وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (۱۸/۹۰) — ذوالقرنین کو یوں معلوم ہوا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔

۷۔ حجاب: حجب کے معنی کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہو جانا ہے۔ اور حاجب دربان کو کہتے ہیں (مف، فق۔ل ۲۳۸) اور تَحَجَّبَ کے معنی پردہ میں کر دینا (م۔ل) وہ اس طرح کہ دو چیزوں کے درمیان یوں پردہ کر دینا کہ ایک چیز دوسری کو نہ دیکھ سکے نہ دوسری تک پہنچ سکے۔ عورتوں سے متعلق پردہ کے احکام کو آیۂ حجاب کہا جاتا ہے۔ اور حجاب کا مطلب یہ ہے کہ چادر یا کوئی دوسرا کپڑا نگاہوں سے اتنا نیچے ہو جانا چاہیے کہ عورت راستہ تو دیکھ سکے، لیکن کسی راہ چلتے کو نہ دیکھ سکے اور نہ کوئی مرد عورت کے چہرہ یا جسم وغیرہ کو دیکھ سکے۔ اسی طرح ہر ایسی آڑ یا روک جو یہ مقصد پورا کر دے وہ حجاب ہے۔ بالفاظِ دیگر حجاب دو چیزوں

کے درمیان ایسا پردہ ہے جس سے ایک دوسرے کو دیکھنا اور پہنچنا ممنوع ہو۔ ارشادِ باری ہے؛
وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (۳۳/۵۳) اور جب پیغمبرؐ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

۸۔ عَوْرَة ، العوار و العورة ۔ بمعنی کپڑے یا مکان میں شگاف ہونا۔ رخنے پڑ جانا۔ قرآن میں ہے:
اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَّمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ (۳۳/۱۳) کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وُہ کھلے نہیں تھے۔

یعنی ان مکانوں میں کوئی شگاف یا رخنے نہیں پڑے تھے جن سے کوئی اندر گھس آتا۔
اور عَوْرَة بمعنی ہر وُہ چیز جس سے شرم (عار) محسوس ہو۔ اور کنایۃً انسان کے وُہ اعضا جنہیں شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے۔ مقاماتِ ستر۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:
اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (۲۴/۳۱) یا ایسے لڑکوں سے جو ابھی عورتوں کے پردہ کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔

اور عورت کو عورت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے چہرہ اور ہاتھوں کے سوا سارے جسم کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ اور بے ستر رہنے کو باعثِ عار سمجھا جاتا ہے۔ گویا عورت کا معنی شگاف یا رخنہ بھی ہے۔ مقامِ ستر بھی اور اُن کو پردہ سے ڈھانپنا بھی۔ پھر یہ لفظ صرف پردہ کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ قرآن میں ہے؛
ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ (۲۴/۵۸) یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

۹۔ سُرَادِق ؛ یہ لفظ فارسی سے معرب ہے۔ بمعنی سراپردہ (مف) موٹے کپڑے کی دیواریں — قناتیں یا شامیانے یا ایسے خیمے جن پر چھت نہ ہو۔ واحد سَرْدَق) قرآن میں ہے:
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۱۸/۲۹) ہم نے ظالموں کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی قناتیں اس کو گھیر رہی ہوں گی۔

ماحصل: (۱) غِطَاء ، کسی چیز کی ایک خالی طرف کو کثیف چیز سے ڈھانپ کر اُسے اوجھل کرنے والا۔
(۲) غِشَاوَة : کسی رقیق چیز کا پردہ جس سے وُہ کچھ نہ کچھ نظر بھی آئے۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے۔
(۳) غُلْف ، کسی چیز کو ہر طرف سے ڈھانک دینے والی چیز۔
(۴) اَكْمَام : درختوں کے میووں کے اوپر کے پردے
(۵) اَكِنَّة ، حفاظتی پردے اور جگہیں۔
(۶) سِتْرًا : جزوی طور پر حائل ہونے والے پردے۔ اس کا تعلق کسی دوسری چیز سے ہونا ضروری نہیں۔
(۷) حِجَاب : ایسا پردہ جس سے ایک چیز کا دُوسری کو دیکھنا یا اس تک پہنچنا ممنوع ہو۔
(۸) عَوْرَة : شگاف۔ مقاماتِ ستر اور ان کا پردہ۔
(۹) سُرَادِق : قناتیں۔ بغیر چھت کے موٹے کپڑے کے کھڑے کیے ہوئے پردے۔

۱۴ــــــ پردہ کرنا

کے لیے اِسْتَتَرَ اور حَجَبَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

ان دونوں الفاظ کی تشریح اور فرق اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (۴۱/۲۲) — اور تم اس (بات کے خوف) سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔

۲۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۸۳/۱۵) — بلاشبہ یہ لوگ اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے۔

۱۵ــــــ پرورش کرنا

کے لیے رَبَا اور رَبّٰی (ربو)، اَنْبَتَ، اَنْشَاَ، رَبَّ اور كَفَّلَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَبٰی اور رَبّٰی۔ رَبَا الْوَلَدُ بمعنی بچے کا نشوونما پانا۔ اور رَبّٰی بمعنی بچے کی پرورش کرنا، پالنا۔ مہذب بنانا (منجد) قرآن میں ہے: فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا:

اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (۲۶/۱۸) — کیا ہم نے تم کو کہ تم ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۱۷/۲۴) — اور دعا کرو کہ جس طرح ان دونوں (والدین) نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے تو بھی ان پر رحم فرما۔

۲۔ اَنْبَتَ۔ نَبَتَ بمعنی گھاس یا سبزی وغیرہ کا اگنا۔ اور انبت بمعنی اگانا ہے۔ لیکن اگر کسی بچے کی یوں پرورش کی جائے کہ بچے کے پلنے اور بڑھنے کی رفتار عام بچوں سے غیر معمولی طور پر زیادہ ہو تو اس کے لیے بھی اَنْبَتَ کا لفظ قرآن کریم نے استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (۳/۳۷) — تو اس عمران کی بیوی کے پروردگار نے اس (نذر) کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا۔

۳۔ اَنْشَاَ: نَشَاَ کے معنی پیدا ہونا، زندہ ہونا اور جوانی کو پہنچنا (منجد) اور اَنْشَاَ بمعنی کسی کو پیدا کرنا پھر اس کو پال پوس کر بڑھانا ہے (مف) اور نَاشِئ نوجوان کو کہتے ہیں اور نَشْاَۃ (۵۶/۶۲) اُٹھان کو۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (۵۶/۷۲) — بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو، کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳/۱۲) — اور وہ (خدا) بھاری بادل پیدا کرتا ہے (جالندھری) اور اُٹھاتا ہے بادل بھاری (عثمانیؒ)

اور نَشَّأَ یُنَشِّئُ باب تفعیل) کے معنی صرف پالنا اور پرورش کرنا کے ہوتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (۴۳/۱۸) — کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت وضاحت نہ کر سکے (خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے)۔

۴۔ رَبّ: رَبٌّ مصدر ہے جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے بتدریج حدِّ کمال تک پہنچانا اور اس کی پوری ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے (مف)۔ یہ لفظ عموماً بطور اسم فاعل استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱/۱) — سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کنندہ ہے۔

ربوبیت کی صفت اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اور الرّبّ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تاہم لفظ ربّ کی نسبت آقا اور مالک کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ (اور اس صورت میں اس کا مصدر ربوبیۃ نہیں بلکہ ربابیت آئے گا (مف) قرآن میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲/۴۱) — اے میرے جیل خانہ کے رفیقو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔

اسی طرح رَبّ کی جمع آنے کی بھی کوئی تُک نہیں۔ لیکن چونکہ کفار نے کئی رَبّ بنا لیے تھے اس لیے قرآن نے اس کی جمع اَرْبَابٌ استعمال کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۱۲/۳۹) — اے میرے جیل خانہ کے ساتھیو! بھلا کئی جُدا جُدا آقا اچھے یا ایک خدائے یکتا و غالب؟

۵۔ كَفَلَ، فُلَانًا بمعنی کسی کو پالنا اور اس پر خرچ کرنا (م۔ق) اور بمعنی کسی کے نان و نفقہ اور اس کی خبر گیری کا ذمہ دار ہونا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (۳/۴۴) — اور آپؐ اس وقت ان کے پاس نہیں (بطور قرعہ) اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریمؑ کو پرورش میں لے۔

ماحصل: (۱) رَبّٰی: محض تربیت کرنے اور پالنے کے لیے آتا ہے۔

(۲) اَنْبَتَ: خوراک وغیرہ کا خیال رکھ کر نہایت اچھی طرح پرورش کرنا۔

(۳) نَشَّأَ: بمعنی پیدا کرنا۔ پھر پال پوس کر بڑھانا۔

(۴) رَبَّ : پیدا کرنا۔ پھر تربیت کر کے بتدریج حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال رکھنا۔

(۵) کَفَّلَ : کسی کی پرورش اور تربیت کا ذمہ دار بننا۔

۱۶۔۔۔ پڑھنا ۔ پڑھانا

کے لیے قَرَأَ اور اَقْرَءَ ، تَلَى ، رَتَّلَ ، دَرَسَ اور دراسۃ اور اَمْلٰی (ملی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ قَرَءَ : پڑھنا اور مطالعہ کرنا کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ خواہ کوئی تحریر پڑھی جائے یا کتاب یا ایک آدھ لفظ (فق۔ل ۴۸) اور قرآنِ کریم کو قرآن اس لیے کہا گیا ہے کہ وُہ بکثرت اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اور اس لفظ قرآن میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ جیسے غَفَرَ سے غفران۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتَابِیَهْ (۶۹/۱۹) تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وُہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجیے میرا نامہ (اعمال) پڑھیے۔

اور اَقْرَأَ بمعنی کسی دوسرے کو پڑھانا۔ ارشادِ باری ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی (۸۷/۶) ہم تمہیں پڑھائیں گے تو پھر تم نہیں بھولو گے۔

۲۔ تَلٰی ، یَتْلُوا ۔ تلوا کے معنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آتے رہنا ——————— (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۹۱/۲) سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب اس کے پیچھے چلے۔

اور تَلٰی (یَتْلُوْا ۔ تَلَاوَۃً) بمعنی کتاب یا قرآن پڑھنا۔ اور تلاوۃ کا لفظ صرف خدا کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے پڑھنے سے مخصوص ہے (مف) کیونکہ اس میں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری آیات (علی ہذا القیاس) پڑھی جاتی ہیں۔ (م۔ل) الہامی کتابوں کا ایک آدھ حرف یا جملہ پڑھنے پر تلاوت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (فق ل ۴۸) ارشادِ باری ہے:

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (۲۹/۴۵) (اے محمدؐ) یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کو پڑھا کرو۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ لغت کا تلاوت کے لفظ کو الہامی کتابوں کے پڑھنے سے مختص کرنا نزولِ قرآن سے بہت بعد کی پیداوار ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو عام پڑھنے حتیٰ کہ جنتر منتر اور جادو کے الفاظ و اوراد پڑھنے کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمٰنَ (۲/۱۰۲) اور وُہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہدِ حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔

۳۔ رَتَّلَ: رَتَل کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں (م۔ل) اور رَتَّلَ کے معنی سہولت اور حسنِ تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا (مف) ہے۔ اور ترتیل بمعنی خوش آوازی سے پڑھنا یا پڑھنے میں خوش الحانی اور حسنِ ادائیگی حروف کا لحاظ رکھنا ہے (منجد) اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۷۳/۴) — اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (جالندھریؒ)
اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف (عثمانیؒ)

۴۔ دَرَسَ: بمعنی بوسیدہ ہونا۔ کہا جاتا ہے، دَرَسَ الثَّوبُ یعنی کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہو گیا اور درس العلم بمعنی علم کو یاد کرنے کے لیے متوجہ ہونا ہے۔ (منجد) اور امام راغب کے نزدیک اس کے معنی علم کو حفظ اور ضبط کر کے اس کا اثر حاصل کرنا ہے۔ اور چونکہ یہ بات مسلسل پڑھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے لہٰذا دَرَسَ مسلسل اور باقاعدہ پڑھنے کے معنی میں آتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (۳/۷۹) — (اے اہل کتاب!) تم (علماء سے) ربّانی بن جاؤ۔ کیونکہ تم کتابِ خدا کو سکھلاتے اور پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

اور دَرَسَ (دِرَاسَةً) بمعنی پڑھنا پڑھانا اور دَارَسَ (دِرَاسًا) بمعنی ایک دوسرے کو پڑھ کر سنانا باہم پڑھنا (منجد) قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰي طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (۶/۱۵۶) — تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے۔

۵۔ اَمْلٰی: اَلْاِمْلَاءُ کو اہلِ لغت دو مادوں کے تحت لاتے ہیں۔ (۱) اَمَلَّ يُمِلُّ اِمْلَاءً (ملل) اور (۲) اَمْلٰی يُمْلِیْ اِمْلَاءً (ملی) اور دونوں صورتوں میں املاء کا ایک ہی معنی ہے یعنی تحریر کرانا یا لکھوانا (منجد۔مف) اور چونکہ املاء کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی بولتا جاتا ہے اور دوسرا لکھتا ہے۔ تو اس لحاظ سے تُمْلٰی کا لفظ قرآن کریم میں بعض کے نزدیک لکھی ہوئی عبارت کو پڑھ کر سنانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ (۲۵/۵)

(۱) اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنکو اس نے جمع کر رکھا ہے اور وہ صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (جالندھریؒ)

(۲) اور کہتے ہیں یہ نقلیں ہیں پہلوں کی جن کو اس نے لکھ رکھا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح و شام (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) قَرَأَ، پڑھنے کے لیے اس کا استعمال عام ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ کتاب ہو یا چٹھی۔

(۲) تلاوۃ: الہامی کتابوں یا جنتر منتر کے پڑھنے کے لیے آتا ہے۔

(۳) رَتَّل، ٹھہر ٹھہر کر اور سنوار سنوار کر پڑھنا۔

(۴) دَرَس، باقاعدہ سیکھنے کے لیے اور اس کا ضبط کرنا۔

(۵) اَمْلٰی، لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر سنانا۔

پسند آنا کے لیے دیکھیے "خوش ہونا"

۱۷- پسند کرنا

کے لیے حَبَّ، وَدَّ، اِرْتَضٰی اور تَخَیَّرَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱- حَبَّ اور حَبَّۃ دانہ (گندم، جو وغیرہ) کو کہتے ہیں۔ اور حَبَّۃُ الْقَلْب سویدائے دل کو، اور محبۃ کے معنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر سویدائے دل میں جگہ دینا، اس کا ارادہ کرنا اور چاہنا (مف) اور بمعنی چاہنا اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا (فق ل ۹۹) قرآن میں ہے:

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ (۴۹/۱۲) — کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔

۲- وَدَّ: کے معنی بہت محبّت کرنا (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک کسی چیز سے محبّت کرنا اور بعض دفعہ صرف اس کے ہونے کی تمنّا کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے (مف) اور مَوَدّت بمعنی بہت محبّت اور وَدُوْد بہت محبّت کرنے والا ہے۔ اور یہ لفظ صرف کسی چیز کو پسند کرنے یا کسی چیز کی تمنّا کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْہِ — (اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنا بیٹا دیدے۔

(۲) رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (۱۵/۲) — کسی وقت کافر یہ آرزو کریں گے، کاش وہ مسلمان ہوتے۔

۳- اِرْتَضٰی، رَضِیَ بمعنی کسی سے خوش اور راضی ہونا۔ اور اِرْتَضٰی بمعنی اپنے دل کی خوشی سے کسی چیز کو پسند کر لینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (۷۲/۲۶-۲۷) — اللہ تعالیٰ اپنا علم غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے (تو اسے غیب کی باتیں بتلا بھی دیتا ہے)۔

۴- تَخَیَّرَ: خَیْر بمعنی بہتری، بھلائی۔ اور تَخَیَّرَ بمعنی بہت سی چیزوں میں سے کسی چیز کے

اوصاف کی بنا پر اسے پسند کرنا۔ قرآن میں ہے ؛

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ (۵۶/۲۰) اور میوے جس طرح ان کو پسند ہوں۔

ماحصل: (۱) حَبَّ: کسی چیز کی پسندیدگی اور خواہش اور اس کے حصول میں حکمت سے کام لینا۔

(۲) وَدَّ : انتہائی محبت یا اس کے حصول کی تمنا کے لیے آتا ہے۔ گویا پسندیدگی کی اصل سے وَدَّ کا لفظ حَبَّ سے ابلغ ہے۔

(۳) ارتضٰی: میں پسندیدگی کی اصل وجہ دل کی خوشی ہے جبکہ ؛

(۴) تَخَيَّر میں پسندیدگی کی اصل وجہ اس پسندیدہ چیز کے اوصاف ہیں۔

نیز دیکھیے "چن لینا"

۱۸ ــــــ پکارنا

کے لیے دُعَا، نَادٰی، اَذَّنَ، اِبْتَهَلَ اور جَمَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱-۲- دُعَا اور نِدَاء : دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ دُعَاء کا لفظ نداء سے اخص ہے۔ اور ان میں درج ذیل باتوں میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) دُعَاء کے معنی محض پکارنا ہے جبکہ نداء عموماً بلند آواز سے پکارنے کے لیے آتا ہے کیونکہ نِدٰی کے معنی لمبے فاصلے کے بھی آتے ہیں۔ (م-ل) اور منادی ڈھنڈورچی یا اعلانچی کو کہتے ہیں۔

(۲) دُعَا میں کلام کا بامعنی ہونا ضروری ہے جبکہ نداء بامعنی بھی ہو سکتی ہے اور بے معنی بھی یعنی صرف بلند آواز نداء تو ہے مگر دُعَاء نہیں ہے۔ گویا نداء کا لفظ محض چلّانے پر بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

(۳) دُعَاء میں کسی کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔ مگر نِدَاء میں مُنادٰی کا نام لینا ضروری نہیں (مف) ارشادِ باری ہے ؛

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً (۲/۱۷۱) اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے۔

نعق، کوّے کے چلّانے کو کہتے ہیں۔ اور آیتِ بالا میں نِدَاء سے مراد محض چلّانا اور دُعاء سے مراد پکارنا ہے۔ اور یہ جو قرآن میں آیا ہے ؛

إِذْ نَادٰى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (۱۹/۳) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا

تو یہاں خَفِيًّا کا لفظ استثنا کی صورت پیدا کر رہا ہے۔

اور نِدَاء کا لفظ قرآن کریم میں اذان کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے ؛

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ - (۶۲/۹)	مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لیے جلدی کرو۔

گویا نداء کی اس صورت میں منادیٰ کا نام بھی نہیں لیا جاتا اور بلند آواز اور لمبے فاصلے کی شرط بھی موجود ہے۔

۳۔ اَذَّنَ، کے معنی کسی کو بلند آواز سے متوجہ کرنا اور بلانا ہے۔ اس طرح کہ آواز اس کے کانوں تک پہنچ سکے۔ گویا اذان اور تاذین کا لفظ نداء سے اخص ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۱۲/۷۰)	پھر (جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ قافلے والو تم تو چور ہو۔

۴۔ اِبْتَهَلَ: بَهْلٌ۔ علیحدگی اور دعا کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں۔ اور ابتہال یا مباھلہ یہ ہے کہ کسی فیصلہ طلب امر میں فریقین میں سے ہر ایک جھوٹا اور غلط ہونے کی صورت میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے نہایت آزادی اور عاجزی سے بددعا کرے۔ (م۔ ل) ارشادِ باری ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ - (۳/۶۱)	تو (اے پیغمبر! نصاریٰ سے) کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ ہم بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریقین (خدا سے) دعا و التجا کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

۵۔ جَهَرَ، بمعنی اتنی بلند آواز سے پکارنا یا بولنا جسے دوسرے ساتھ والے سن سکیں۔ اور اس کی ضد اَسَرَّ ہے یعنی اتنی خفی آواز سے بولنا جسے ساتھ والے نہ سن سکیں۔ جیسے نماز میں مقتدی پڑھتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے،

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۲۰/۷)	اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک جانتا ہے۔

ماحصل: (۱) دُعَا، بامعنی کلام، عام یا دبی آواز سے اور مدعو کو مخاطب کرنا ضروری ہے۔

(۲) نداء: کا اطلاق صرف بلند آواز سے اور بے معنی کلام پر بھی ہو سکتا ہے اور منادی کا نام بھی لینا ضروری نہیں!

(۳) اذان اور تاذین: بلند آواز سے پکار کر اپنی طرف کسی کو متوجہ کرنا یا بلانا۔

(۴) اِبتہال، بددعا کی ایک خاص قسم ہے۔

(۵) جَهَرَ: اتنی بلند آواز سے پکارنا جسے کم از کم ساتھ والے سن سکیں۔

۱۹ — پکڑنا

کے لیے اَخَذَ، بَطَشَ اور تَنَاوُش (نوش) قَبَضَ، خَطِفَ، سَطَا (سطو) اِعْتَصَمَ (عصم)

استمسك (مسك) اور درك کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَذَ: پکڑنے کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز کو حاصل کر لینا یا احاطہ میں لے لینا (مف) اور یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) ظاہری لحاظ سے:

قَالَ يَابْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (۹۴/۲۰) — (ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے) کہنے لگے کہ بھائی میری داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے۔

(۲) معنوی لحاظ سے:

خُذُوا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا (۹۳/۲) — جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اسے قوت سے پکڑ و اور (جو تمہیں حکم ہوتا ہے اسکو) سنو۔

۲۔ بَطَشَ: بمعنی کسی چیز کو غلبہ اور قوت سے پکڑنا (م۔ل) یا کوئی چیز زبردستی سے پکڑنا یا لے لینا۔ (مف) ہے۔ سخت اور مضبوط گرفت۔ جابرانہ گرفت۔ سختی اور رعب سے پکڑنا (م۔ق) اخذ کی طرح یہ لفظ بھی ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (۱۳۰/۲۶) — اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔

۳۔ تَنَاوُش: نَاشَ بمعنی کسی چیز کو اتنی دُور سے پکڑنا کہ اس تک ہاتھ پہنچ سکے۔ طلب کرنا (منجد) اور تناوش بمعنی کسی مطلوبہ چیز تک رسائی ہونا۔ دست رسی ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (۵۲/۳۴) — اور (اب) اتنی دُور سے ان کا ہاتھ (ایمان کے لیے) کیونکر پہنچ سکتا ہے؟ (نیز دیکھیے پہنچنا)

۴۔ قَبَضَ: کسی چیز کو مٹھی میں پکڑنا اور قبضۃ بمعنی مٹھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (۹۶/۲۰) — (سامری نے) کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے فرشتے کے نقش پا سے (مٹی کی) ایک مٹھی بھر لی۔

۵۔ خطف: کسی چیز کو پکڑنا اور لے اُڑنا۔ جلدی سے کوئی چیز پکڑنا اور چلتے بننا (فل ۱۷۰) اچک لے جانا۔ کسی (پرندے وغیرہ) کا کوئی چیز جلدی میں لے اُڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۳۱/۲۲) — اور جو شخص (کسی کو) خدا کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اڑا کر پھینک دے۔

۶۔ سَطَا: بمعنی کسی پر حملہ کر کے اسے مغلوب کرنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک حملہ کے دوران سختی سے گرفت کرنا ہے (مف) اور سَطْوَة کے معنی البطش برفع الید، کسی پر ہاتھ اُٹھا کر سخت

گرفت کرنا ہے، ہاتھ چلانا (م-ق) ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (۲۲/۷۲)

اور جب ان کو واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور تم ان کے چہروں میں صاف طور پر ناخوشی (کے آثار) دیکھتے ہو۔ قریب ہوتے ہیں کہ جو لوگ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں۔

۷۔ اِعْتَصَمَ: عَصَمَ معنی چیز کو محفوظ رکھنا اور بچانا (منجد) اور اِعْتَصَمَ بمعنی دونوں ہتھیلیوں سے مضبوط پکڑنا اور پنجہ مارنا ہے (فل ۱۷۰) ارشادِ باری ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (۳/۱۰۳)

اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

۸۔ اِسْتَمْسَكَ: اَمْسَكَ: کے معنی جو چیز پاس ہو اسے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا۔ روک لینا۔ چمٹنا اور تَمَسَّكَ اور اِسْتَمْسَكَ معنی مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ چمٹ جانا۔ مضبوط پکڑے رکھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ (۲/۲۵۶)

تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور خدا پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔

۹۔ دَرَكَ بمعنی کسی چیز کا پیچھے سے دوسری چیز کو ملنا اور اسے آپکڑنا (م-ل) دَرَكَ سمندر کی تہ کو بھی کہتے ہیں اور اس رسی کو بھی جس کے ساتھ پانی کی تہہ تک پہنچنے کے لیے دوسری رسی باندھ کر ملائی جاتی ہے (مف) گویا دَرَكَ کسی چیز کو جالینا۔ جاپکڑنا یا آپکڑنا کا معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ (۳۶/۴۰)

نہ تو سورج سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے

ماحصل:

(۱) اَخَذَ: پکڑنا کے لیے عام لفظ ہے۔
(۲) بطش: سخت اور جابرانہ گرفت۔
(۳) تناوش: کسی دُور کی چیز کو پکڑنے کی کوشش۔
(۴) قبض: مٹھی میں کوئی چیز پکڑنا۔
(۵) خطف: جلدی سے کوئی چیز لے کر چلتے بننا۔ اچک لے جانا۔
(۶) سطا: یوں پکڑنا جیسے کوئی حملہ کر رہا ہو۔
(۷) اعتصم: دونوں ہتھیلیوں سے کسی چیز کو مضبوط پکڑنا۔
(۸) استمسك: جو چیز پکڑی ہے یا پاس ہے اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔
(۹) درك: کسی چیز کو پیچھے سے جا پکڑنا۔

۲۰- پناہ- پناہ گاہ یا جائے پناہ

کے لیے وَزَرٌ، مَوْئِلًا، اَكْنَانًا، مَلْجَأً، مَفَازَةً، مَحِيصٍ اور مُلْتَحَدًا کے الفاظ آئے ہیں:

۱- وَزَر: پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور جائے پناہ کو بھی (م - ل) اور بقول امام راغب کسی پہاڑ میں جائے پناہ کو (مف) غار - کھوہ وغیرہ - ارشادِ باری ہے:

كَلَّا لَا وَزَرَ ۔ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ (۷۵/۱۱) — بیشک کہیں پناہ نہیں اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔

۲- مَوْئِلًا: وَأَلَة، اُونٹ اور بھیڑ بکریوں کے باڑہ کو کہتے ہیں اور استیئال بمعنی اونٹوں کا جمع ہونا ہے (م - ل) اور ابن فارس کے نزدیک "اکٹھا ہونے اور حفاظت و نجات"، پر دلالت کرتا ہے - گویا مَوْئِلًا ایسی خود ساختہ جگہ ہے جو چوری چکاری اور دوسرے خطرات سے محفوظ رہنے کے لیے بنائی گئی ہو - ارشادِ باری ہے:

"بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (۱۸/۵۸) — مگر ان کے لیے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

۳- اَكْنَان، كَنَّ بمعنی کسی چیز کو گھر میں چھپانا اور دھوپ وغیرہ سے بچاؤ کرنا (منجد) اور كِنّ وہ محفوظ مقام ہے جہاں دھوپ اور بارش سے پناہ لی جا سکے (م - ل) یا ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو چھپایا جا سکے - اور كِنّ کی جمع اَكْنَان اور اَكِنَّةٌ آئی ہے - ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (۱۶/۸۱) — اور خدا ہی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔ اور بنا دیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں (عثمانی)

۴- مَلْجَاً: لَجَا بمعنی قلعہ وغیرہ میں پناہ لینا (منجد) اور لَجَأ قلعہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کی جمع اَلْجَاء ہے (م - ق) اور ملجا کے معنی قلعہ یا کوٹ کے ہیں - جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو - ارشادِ باری ہے:

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ (۴۲/۴۷) — اس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم سے گناہوں کا انکار ہی بن پڑے گا۔

۵- مَحِيْص: حَيْص بمعنی تنگی اور سختی (م - ل) حَيْص اور بَيْص دونوں الفاظ عموماً اکٹھے استعمال ہوتے ہیں اور قریب المعنی ہیں - جن کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی مشکل اور تردّد جس سے نجات کی صورت نہ ہو - اور مَحِيْص وہ جگہ جہاں شدائد سے پناہ مہیا ہو سکے - ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا (۴/۱۲۱) — ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے - وہ وہاں سے مخلصی نہ پا سکیں گے۔

۶- مَفَازَة: فَاز بمعنی نجات حاصل کرنا مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے خیر و عافیت کے ساتھ سلامتی کی جگہ پہنچنا ہے (مف) اسی لیے فاز الرجل اور فَوَّزَ الرَّجُل کے معنی مرنا اور ہلاک ہونا بھی آتا ہے (یہ لفظ ذوی الاضداد سے ہے) (م - ل، م ق) گویا مر کر بھی انسان دنیا کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرتا ہے - اور مفازۃ وہ امن و سلامتی کی جگہ ہے جہاں

انسان کو سختیوں سے اطمینان اور پریشانیوں سے سکون نصیب ہو۔ اور نیز بمعنی ہلاکت کی جگہ اور اس کا سبب (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ (۲۹/۶۱) — اور جو پرہیزگار ہیں ان کی اسعادت اور کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دے گا تو ان کو کوئی سختی نہ پہنچے گی۔

۷۔ مُلْتَحَدًا: لَحَدَ بمعنی کسی کی طرف جھکنا اور مائل ہونا۔ گوشۂ چشم سے دیکھنا۔ اور لَحْد کے معنی وُہ شگاف جو قبر کے ایک طرف بنایا جاتا ہے (م-ل) اور مُلْتَحَدًا وُہ جگہ جہاں تھوڑا سا ادھر ادھر یا آگے پیچھے ہو کر انسان بچ سکے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (۷۲/۲۲) — یہ بھی کہدو کہ خدا (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا

ماحصل: (۱) وَزَرَ: پہاڑ کی کھوہ۔ یا غار کو کہتے ہیں۔ جس میں پناہ لی جا سکے۔

(۲) مَوْئِلًا: خودساختہ پناہ گاہ جہاں انسان یا مویشی کسی حفاظت گاہ میں اکٹھے ہوں۔ حفاظت گاہ۔

(۳) اَكْنَان: دُھوپ اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کی جگہ۔ محفوظ مقام۔

(۴) مَلْجَاً: قلعہ یا کوٹ جہاں دشمن سے حفاظت کا انتظام ہو۔

(۵) مَحِيْص: سختیوں اور مصائب سے حفاظت کی جگہ۔

(۶) مَفَازَة: سختیوں اور مصائب سے خیر و عافیت سے ایسی حفاظت گاہ میں پہنچنا جہاں امن اور سلامتی بھی نصیب ہو۔

(۷) مُلْتَحِدًا: کسی مصیبت کے مقام سے ادھر ادھر ہٹ کر بچاؤ کی جگہ۔

۲۱۔۔۔ پناہ دینا۔۔۔ مانگنا

کے لیے اَجَارَ اور اِسْتِجَار۔ اَعَاذَ اور اِسْتِعَاذ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَجَار اور اِسْتِجَار۔ جَارٌ بمعنی پڑوسی۔ ہمسایہ۔ حمایتی اور مددگار (مف) اور استجار بمعنی دشمن سے بطور حمایت و امداد حفاظت اور پناہ چاہنا۔ اس کے دُکھ اور سزا سے حفاظت کی طلب کرنا۔ اور اَجَارَ بمعنی کسی کو دشمن سے حفاظت میں لینا یا پناہ دے دینا (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (۹/۶) — اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ یہانتک کہ خدا کا کلام سنے۔ پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔

۲۔ اَعَاذ اور اِسْتِعَاذ: عَوْذ بمعنی جائے پناہ اور مَعَاذ بمعنی پناہ گاہ بھی اور جادو بھی (منجد) گویا یہ پناہ

بدرُوحوں خواہ وُہ جن ہوں یا شیطان یا جادوگر قسم کے لوگ ہوں، سے متعلق ہے۔ اور تعویذ بمعنی رقیہ منتر۔ دم جھاڑ بھی (مف) اور وُہ اسماء۔ و آیات بھی جو رفع مرض یا کسی دوسری تکلیف کے دفعیہ کے لیے گلے وغیرہ میں باندھے جاتے ہیں (منجد) اور اِستِعاذ بمعنی ایسی خبیث رُوحوں کے شر سے پناہ یا حفاظت چاہنا اور اَعاذَ بمعنی پناہ میں آنا اور چمٹے رہنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۲/۶۷)	موسیٰؑ نے کہا کہ میں خدا کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں نادان بنوں۔

دُوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۷/۲۰۰)	اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو۔

ماحصل: (۱) اَجَارَ۔ دشمن سے پناہ اور حفاظت کے لیے اور (۲) اَعَاذَ: تمام بدرُوحوں کے شر سے پناہ اور حفاظت کے لیے آتا ہے۔

۲۲۔ پُوچھنا

کے لیے سَاَلَ، اِسْتَفْتٰی اور اِسْتَنْبَاَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں:

۱۔ سَاَلَ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) استفسار یعنی کسی بات کا جواب لینے کے لیے پوچھنا (۲) کوئی چیز مانگنا اور جواب میں وُہ چیز چاہنا۔ اس وقت پہلا معنی زیرِ بحث ہے۔ استفسار کے معنوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸)	جب بھی دوزخ میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پُوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا۔

۲۔ اِسْتَفْتَاء، فتوٰی اور فُتْیَا، کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو کہتے ہیں (مف) اور اِسْتَفْتَاء بمعنی فتوٰی مانگنا۔ کسی عالم سے کسی مشکل مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم پوچھنا۔ کسی مشکل مسئلہ میں مشورہ یا رائے دریافت کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (۴/۱۷۵)	لوگ آپؐ سے کلالہ کے متعلق حکم پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔

۳۔ اِسْتَنْبَاء: نَبَاَ ایسی خبر کو کہتے ہیں جو اہم بھی ہو اور پوچھنے یا جواب دینے والے سے تعلق بھی رکھتی ہو۔ خواہ کوئی واقعہ ہوچکا ہو یا ہونے والا ہو۔ لفظ نبوّت اور نبی اسی سے مشتق ہے۔ نبی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی ایسی خبریں پاکر لوگوں تک پہنچائے خواہ یہ خبریں زمانۂ ماضی سے تعلق رکھتی ہوں یا مابعد الطبیعات اور آنے والے واقعات سے۔ اور استنبا بمعنی خبر دریافت کرنا۔ خبر

کی تحقیق کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

یَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (۱۰/۵۳) — آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وُہ بات (قیامت) سچ ہے۔ کہدو۔ ہاں۔ خدا کی قسم وُہ سچ ہے۔

اور امام راغب کے نزدیک نبا وُہ خبر ہے جس میں کذب کا احتمال نہ ہو (مف) مگر یہ قید درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (۴۹/۶) — اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکردار کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اسی طرح ہُدہُد پرندہ جو نبا حضرت سلیمان کے پاس لایا تھا۔ تو آپ نے اسی کذب کے احتمال کی بنا پر اس کی تحقیق ضروری سمجھی تھی۔

ماحصل: (۱) سَاَلَ "پُوچھنا" کیلیے عام لفظ ہے۔ (۳) اِسْتَنْبَاء: کسی اہم خبر کے متعلق پوچھنا۔
(۲) اِسْتَفْتَاء: کسی مشکل مسئلہ میں شرعی حکم پُوچھنا۔

۲۲۔ پُورا۔ سارا (سب)

کے لیے کُلٌّ، کَامِلٌ، کَآفَّةٌ اور سَلَمٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ كُلٌّ بمعنی سب۔ پورے کا پُورا (اس کی ضد جُزْءٌ ہے) یعنی جس کے اجزاء پورے ہوں۔ اور کُلّ کا استعمال اس کے پورے اجزاء کا احاطہ کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ گویا معنی ہر ایک، ہر کوئی ہر چیز اور کل پر بھی۔ اور اس صورت میں اس کا معنی پوری طرح ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۳/۱۸۵) — ہر ایک جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۸/۳۹) — اور اُن لوگوں سے لڑتے رہو یہانتک کہ فتنہ (کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

۲۔ کَامِلٌ (اس کی ضد نَاقِصٌ ہے) یعنی وُہ چیز جس کے (۱) اجزاء پورے ہوں۔ اور (۲) صفات مکمل ہوں۔ یعنی اپنی غرض و غایت کو پُورا کرے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ (۲/۲۳۳) — اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال دُودھ پلائیں۔

۳۔ کَآفَّةً: اَلْکِفَاف: کسی چیز کے پُورے گھیر کو کہتے ہیں۔ اور کَافّ اسم فاعل ہے اور اس سے مؤنث کَافَّةً ہے۔ کہا جاتا ہے، جَآءَ النَّاسُ كَآفَّةً یعنی سبھی لوگ آئے (منجد) یہ لفظ کامل سے بھی ابلغ ہے۔ کیونکہ یہ صرف اجزاء کو ہی نہیں جملہ پہلوؤں کو محیط ہوتا ہے۔ اب ان کی مثالیں دیکھیے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ — اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل

كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ — جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔

(۲/۲۰۸)

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (۳۴/۲۸) — اور (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(نیز دیکھیے سب۔ سارے)

۴۔ سَلَمٌ بمعنی بے گزند اور درست۔ صحیح وسالم (م۔ل) اَلسَّلَم کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنا۔ اور سَلَمٌ ایسی چیز جو اپنی ذات میں درست بھی ہو اور اس پر کسی دوسرے کا بھی کوئی حق نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (۳۹/۲۹) — ۱۔ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المزاج اور بدخو) اور ایک آدمی خالص ایک شخص کا (غلام) ہے۔ بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ (جالندھری)
۲۔ ایک مرد ہے کہ اس میں شریک ہیں کئی ضدی اور ایک مرد پورا ایک شخص کا کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل؟ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) کل: جز کے مقابلہ میں بھی آتا ہے اور کل اجزاء کے احاطہ کے لیے بھی۔ پورا۔ سارا۔ ہر ایک
(۲) کامل: ناقص کے مقابلہ میں آتا ہے جس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہ گئی ہو۔ اور غرض و غایت کو پورا کرے۔
(۳) کافۃ: جماعت کے سبھی افراد۔ یا کسی معاملہ کے جملہ پہلوؤں کے لیے آتا ہے۔ پورے کے پورے سب کے سب۔ ان معنوں میں یہ کل سے ابلغ ہے۔
(۴) سلم: بے گزند اور درست یعنی جس پر دوسرے کا کسی قسم کا کوئی حق نہ ہو۔

۲۴ — پورا کرنا — ہونا

کے لیے تَمَّ، اَتَمَّ، اَكْمَلَ، اَوْفٰى، قَضٰى اور اَسْبَغَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَتَمَّ: تَمَّ یا تَمَامُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کے اس حد تک پہنچ جانے کے ہیں جس کے بعد کسی اور خارجی چیز کی ضرورت باقی نہ رہے اور اس کی ضد نَقَصَ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ (۶/۱۱۵) — اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔

اور اَتَمَّ کے معنی کسی ناقص اور ناتمام چیز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اور اس کا استعمال عموماً گنتی، مقدار یا مدت کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ گنتی کے لیے فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ (۲۸/۲۷) — اور اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔

۲۔ مقدار کے لیے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (۵/۳) اور میں نے تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔

۳۔ مدت کے لیے، ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (۲/۱۸۷) پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔

۲۔ اَکْمَلَ: (کامل کی ضد بھی ناقص ہے) یعنی کسی شروع کیے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا یعنی جس غرض کے لیے وُہ وجود میں آئی تھی وُہ غرض پوری ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ (۵/۳) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔

تمام اور کمال کا فرق واضح کرنے کے لیے دوسری مثال ملاحظہ ہو:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ (۲/۲۳۳) اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دُودھ پلائیں۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دُودھ پلوانا چاہے۔

اس آیت میں رضاعت کی مدت پوری کرنے کے لیے تمام اور رضاعت کی غرض پوری کرنے کے لیے کامل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۳۔ اَوْفٰى: وَفٰى کا لفظ عہد، ماپ تول، زندگی یا شرط اور اجر کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس کی ضد غدر (بیوفائی کرنا) ہے (مف) اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ عہد کے لیے، اَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲/۴۰) اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۲۔ ماپ تول کے لیے، فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (۷/۸۵) ماپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔

۳۔ منت، نذر، شرط کے لیے، وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (۲۲/۲۹) اور انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔

۴۔ اجر یا اجرت کی ادائیگی کے لیے، اور یہ باب وَفّٰى سے آئے گا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ (۳/۵۷) اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خدا پورا پورا صلہ دے گا۔

۴۔ قَضٰى: جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس کے معنی ذمہ داری پورا کرنا اور اس سے فارغ ہونا (مف۔ م ق) ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (۲/۲۰۰) پھر جب حج کے ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ (۱) ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے

يَنْتَظِرُ (۲۳/۲۳) اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں۔

۲۔پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا عثمانی

۵۔ اسبغ ، سبغ کا لفظ کسی چیز کے تمام اور کمال پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) اور امام راغب کے نزدیک اس میں وسعت اور آسانی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور سابغ کھلی زرعہ کو کہتے ہیں (مف) اور اسبغ کے معنی کسی کام کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کچھ کسر یا کمی بھی نہ رہے۔ اور غرض و غایت بھی پوری ہو جائے۔ اور اس لفظ کا استعمال عموماً وضو اور نعمتوں کے پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے ارشادِ باری ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (۳۱/۲۰) اور خدا نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

ماحصل: (۱) اَتَمَّ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کوئی کسر یا کمی نہ رہ جائے اور اس کا استعمال مدت، مقدار یا گنتی پورا کرنے کے لیے ہے۔

(۲) اَكْمَلَ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس کی غایت پوری ہو جائے۔

(۳) اَوْفٰى: عہد، ماپ تول، اجرت، قدر اور زندگی پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۴) قَضٰى: جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری پوری کرنا اس سے فارغ ہونے کے لیے آتا ہے۔

(۵) اَسْبَغَ: کسی چیز کو اس طرح پورا کرنا کہ اس میں کمی بھی نہ رہے اور غایت بھی بطریق احسن پوری ہو جائے۔

پوشیدہ ہونا کیلیے دیکھیے "چھپنا"

۲۵۔ پوشاک

کے لیے لِبَاس اور كِسْوَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ لَبِسَ يَلْبَسُ۔ فعل ماضی میں ب مکسور اور مضارع میں مفتوح بمعنی کپڑا یا لباس پہننا اور لباس بمعنی کسی کی اپنی پوشاک۔ ارشادِ باری ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی۔

وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيْرٌ (۲۲/۲۳) اور وہاں (جنت میں) ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

۲۔ كِسْوَة: كَسَا۔ يَكْسُوا بمعنی کسی دوسرے کو کپڑا پہنانا اور كِسْوَة بمعنی کسی دوسرے کی پوشاک یا لباس۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (۲/۲۳۳) اور ان مطلقہ عورتوں کی خوراک اور پوشاک دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہے۔

ماحصل: جو پوشاک اپنے لیے ہو وہ لباس ہے اور جو دوسرے کے لیے تیار کی جائے وہ كِسْوَة ہے۔

۲۶۔ پہاڑ

کے لیے جَبَل، رَوَاسِی، طَوْد، صَخْرَة اور اَعْلَام کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جبل ، اسم جنس ہے۔اس لفظ کا اطلاق ہر طرح کے پہاڑ پر چھوٹا ہو یا بڑا ، بلند ہو یا پست ، سب پر ہوتا ہے (فل ۲۶۶) اور اس کی جمع جبال آتی ہے۔ارشادِ باری ہے :

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ — پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔
جُزْءًا (۲/۲۶۰)

۲۔ رواسی : (راسیہ کی جمع) رسو بمعنی کسی چیز کا جما ہوا اور گڑا ہوا ہونا۔ثابت اور استوار ہونا۔رَسَا السَّفِيْنَةُ بمعنی جہاز کا لنگر انداز ہونا۔اور مَرْسٰی بندرگاہ کو کہتے ہیں (منجد) اور راسی اس بڑی دیگ کو بھی کہتے ہیں جو بڑی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ نصب کی گئی ہو۔(۳۴/۱۳) اور راسیہ کے معنی مضبوط اور مستحکم پہاڑ (م۔ل منجد) اور رواسی بمعنی سلسلہ ہائے کوہ۔یہ عموماً جمع ہی استعمال ہوتا ہے۔دور تک پھیلے ہوئے پہاڑ۔ارشادِ باری ہے :

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ (۲۱/۳۱) — اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے اور جھکنے نہ لگے۔

۳۔ طَوْد : بہت بڑا پہاڑ۔جو بلند بھی ہو اور پھیلاؤ میں بھی بڑا ہو (فل ۲۶۷) اور صاحب منتہی الارب کے نزدیک بڑے پہاڑ کے علاوہ بہت بڑے تودۂ ریگ پر اس کا استعمال عام ہوتا ہے (م ل) ارشادِ باری ہے :

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (۲۶/۶۳) — تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے)۔

۵۔ صَخْرَة : بمعنی چٹان۔چھوٹا سا بلند پہاڑ۔سخت پتھر (مف) دراصل صخرۃ ایک ہی بہت بڑا پتھر ہوتا ہے جو کافی بلندی تک چلا گیا ہو۔ابن فارس اس کے معنی حجر عظیم لکھتے ہیں (م۔ل) ارشادِ باری ہے :

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۸۹/۹) — اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔

۶۔ اَعْلَام : عَلَم کی جمع ہے۔اور عَلَم کے معنی نشان۔نشانِ منزل۔جھنڈا۔روشنی کا مینار اور پہاڑ سب آتے ہیں۔اور اعلام ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے ہمسروں میں ممتاز ہو۔نامور ہستیاں پہاڑ وغیرہ۔اعلام کے ساتھ ایسا قرینہ موجود ہو تو پھر اس کے معنی یقیناً پہاڑ ہو گا۔ارشادِ باری ہے :

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (۵۵/۲۴) — اور جہاز بھی اس کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔

ماحصل: (۱) جَبَل، اسم جنس۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) رَوَاسِی، مضبوط اور مستحکم پہاڑ۔ سلسلہ ہائے کوہ۔
(۳) طَود: بہت بڑا اور بلند پہاڑ یا تودہ ریت۔
(۴) صَخرۃ چھوٹا اور بلند پہاڑ۔ بہت بڑا سا اونچا۔ پتھر۔ چٹان
(۵) اَعلَام: پہاڑ کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے۔ اصل معنی ہر وُہ چیز جو اپنے ہمسروں سے ممتاز ہو۔

۲۷- پہچاننا

کے لیے عَرَفَ اور تَوَسَّمَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱- عَرَفَ: بمعنی کسی چیز کی علامات و آثار پر غور کر کے اس کا ادراک کر لینا (ضد نَکِرَ) یہ علم سے کم درجہ رکھتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (۱۲/۵۸)

اور یوسفؑ کے بھائی (کنعان سے مصر غلہ خریدنے کیلیے) آئے تو یوسفؑ کے پاس گئے، یوسفؑ نے انہیں پہچان لیا مگر وُہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے۔

۲- تَوَسَّمَ: وَسَمَ بمعنی نشان زد کرنا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار اور تل وغیرہ کھودنا (م-ل) اور وسم اور وسام وُہ چیز جس سے داغ لگایا یا رنگا جائے۔ اور وسیم بمعنی خوبصورت (م-ق) اور تَوَسَّمَ بمعنی فراست سے کوئی چیز بیان کرنا۔ علامت طلب کرنا۔ پہچاننا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (۱۵/۷۵)

بیشک اس (قصے) میں اہلِ فراست کے لیے نشانیاں ہیں!

ماحصل: (۱) عَرَفَ، علامات و آثار سے کسی چیز کو پہچاننا۔
(۲) تَوَسَّمَ، اپنی فہم و فراست سے پہلے علامات و قرائن معلوم کرنا پھر پہچاننا۔

۲۸- پہلا- پہلی- پہلے

کے لیے اوّل، اُولیٰ، سابق اور قبل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اوّل: بمعنی پہلا اور اس کا مونث اُولیٰ بمعنی پہلی ہے۔ اور اوّل کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے
(۱) عددی ترتیب کے لحاظ سے: یعنی وُہ عدد جس سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ اس لحاظ سے اوّل کے بعد ثانی۔ پھر ثالث وغیرہ آئے گا۔
(۲) ترتیب کار یا نظامِ صناعی کے لحاظ سے جیسے الاَسّ اوّلاً ثمّ البناء یعنی پہلے بنیاد رکھی جائے گی پھر تعمیر ہو گی۔
(۳) ترتیب زمانی کے لحاظ سے۔ اس لحاظ سے اوّل کی ضد اٰخِر بمعنی پچھلا ہے۔ اور اُولیٰ (پہلی دنیا)

کی ضد آخِرت (پچھلی۔ اخروی زندگی) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۵۶/۴۹-۵۰) — کہہ دو کہ سب پہلے اور پچھلے ایک روز مقرر کے وقت پر جمع کیے جائیں گے۔

۲۔ سَبَقَ: کا اصل معنی خود آگے بڑھ جانا اور دوسروں کو پیچھے چھوڑ دینا ہے۔ یعنی سابق کا لفظ مسبوق کا مقتضی ہوتا ہے۔ جبکہ اوّل کا لفظ آخر کا مقتضی نہیں ہوتا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں، فلاں کا پہلا لڑکا ہے خواہ اس کے بعد دوسرا تیسرا کوئی بچہ نہ ہو۔ لیکن سابق نہیں کہہ سکتے (فق ل ۹۷) ارشادِ باری ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (۵۹/۱۰) — اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

۳۔ قبل (ضد بعد) ہر طرح کے تقدم (زمانی، مکانی، ترتیبی) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن میں یہ لفظ صرف تقدم زمانی کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (۲/۴) — اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوا۔

ماحصل: (۱) اَوّل اور اُولیٰ۔ یعنی پہلا صرف ترتیب عددی، صناعی اور زمانی کے لیے۔
(۲) سَبَقَ: مسبوق کا بھی مقتضی ہوتا ہے اور (۳) قبل: کسی بھی کام میں تقدم زمانی کے لیے آتا ہے۔ اور اوّل کے مقابلہ میں اخص ہے۔

۲۹— پہلو

کے لیے جَنْب، جَنَاح اور عِطْف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَنْب: بمعنی پہلو۔ طرف۔ جانب۔ کروٹ۔ اور جنب کسی چیز کی کوئی ایک طرف یا پہلو بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (۱۰/۱۲) — اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہم کو پکارتا ہے۔

اور اس کے علاوہ پاس یا پہلو والی کوئی اور چیز بھی۔ جیسے صاحِبِ بِالجنب بمعنی پاس بیٹھنے والا ساتھی اور جانب یا طرف بھی جیسے جنب الحائط بمعنی دیوار کی جانب (مف) اور جنب بنیادی طور پر بھی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ۱۔ پہلو ۲۔ دور ہونا (م۔ل) درج ذیل آیت میں:

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (۴/۳۶) — اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والا اور مسافر۔

اور جار الجنب سے مراد دُور کا ہمسایہ اور صاحب بالجنب کے معنی پاس رہنے والا ہے۔

اور اسی نسبت سے کسی "کے حق میں" "کے بارے میں" "کی بابت" کے لیے بھی یہ لفظ آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (۲۹/۵۶) — مبادا اس وقت کوئی یوں کہے۔ افسوس اس تقصیر پر جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔

۲۔ جَناح: عموماً پرندوں کے پر کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی تثنیہ جَنَاحَيْنِ (۶/۳۸) اور جمع اَجْنِحَةٌ (۳۵/۱) آتی ہے۔ پھر یہ لفظ انسان کے بازو کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ جس سے مراد کندھا، اور ہتھیلی تک کا حصہ ہے (منجد) اور جَنَحَ بمعنی مائل ہونا۔ اگر یہ میلان اچھائی کی طرف ہو، تو جَناح اور برائی کی طرف ہو تو جُناح کا استعمال ہو گا (مف) درج ذیل آیات میں جَناح کا معنی بازو یا پہلو ہی ہے مگر اس کا جھکاؤ بھلائی کی طرف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶/۲۱۵) — اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے لیے اپنے بازو نیچے رکھ۔ (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ (۱۷/۲۴) — اور عجز و نیاز سے ان (والدین کے) لیے اپنے کندھے نیچے رکھ (عثمانیؒ)

لفظ جُناح بھلائی کے میلان کے لیے نہیں آتا بلکہ گناہ یا اس کی طرف میلان کے معنی دے گا۔

۳۔ عِطف: عَطَفَ بمعنی کسی چیز کا ایک سرا دوسرے کی طرف موڑنا، دوہرا کرنا۔ اور عطاف دو تہوں والی چادر کو کہتے ہیں (مف) اور عَطْف کجی اور جھکاؤ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور عطف بمعنی پہلو اور کنارہ۔ اور عطف الرجل بمعنی مرد کے دونوں پہلو ہیں۔ اور ثنا عِطْفِهٖ بمعنی منہ موڑ لینا اور زیادتی کرنا۔ اور مَرَّ ثَانِيَ عِطْفِهٖ بمعنی تکبّر کی چال چلنا ہے (منجد) گویا عِطف کا لفظ جب پہلو کے معنی استعمال ہو تو زیادتی اور تکبّر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (۲۲/۹) — اور (تکبّر سے) کروٹ موڑ لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) خدا کے رستے سے گمراہ کر دے۔

ماحصل: (۱) جَنْب: جاندار اور بے جان دونوں کے پہلو، پاس والی اور دُور والی چیز کے لیے یکساں آتا ہے۔
(۲) جَناح: جانداروں کے پہلو کے لیے اور تواضع و انکساری کی کیفیت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔
(۳) عِطف: زیادتی اور تکبّر کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

۳۰۔ پہنچنا

کے لیے بَلَغَ، اَصَابَ (صوب) اَفْضٰى (فضی) نَالَ (نیل) نَاوَشَ، تَعَاطٰى (عطو) وَصَلَ،

مَسَّ اور وَرَدَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ بَلَغَ: بمعنی کسی مقصد کے منتہیٰ کو پہنچنا، آخری حد کو پہنچنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۴/۶) — اور سدھاتے رہو یتیموں کو۔ جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو۔

۲۔ اَصَابَ: صَوْب کے معنی کسی چیز کے اُترنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔ اور الصوب بارش برسنے کو بھی کہتے ہیں۔ اور اَصَابَ بمعنی تیر وغیرہ کا ٹھیک نشانے پر لگنا۔ اور صواب بمعنی درست اور ٹھیک۔ اور اس کی ضد خطا ہے (منجد) اور مُصِیْبَۃٌ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر لگ جائے۔ پھر عرف عام میں مصیبت کا لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۲/۱۵۶) — کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (عثمانیؒ)

گویا اَصَابَ کا اطلاق خدا کی طرف سے انسان کو پہنچنے والی تنگی ترشی پر ہوتا ہے۔ گو اس کا استعمال زیادہ تر بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ تاہم اچھے معنیٰ میں بھی آ سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (۴/۷۳) — اور اگر تم کو پہنچے فضل اللہ کی طرف سے (عثمانیؒ)

۳۔ نَالَ: اس چیز تک پہنچنا یا حاصل کرنا جس کی انسان خواہش رکھتا ہو (مف) آڑے ہاتھوں لینا (ق۔ج) اور نیل مطلب اور مراد کو۔ اور نَیْلَۃٌ مطلوبہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (۳/۹۲) — جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں راہِ خدا میں صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔

۴۔ ناوش، ناش بمعنی کسی چیز کو پکڑنا۔ طلب کرنا (منجد) اور بمعنی تناول کرنا۔ اور نَاشَ فُلَانًا بمعنی اس کا سر اور داڑھی پکڑنے کو لپکا (م۔ق) نَالَ اور نَاشَ تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں یعنی بڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لینا یا ہاتھ کا کسی چیز تک پہنچ پانا۔ فرق صرف یہ ہے کہ نَالَ صرف کسی مرغوب چیز کے حصول کے لیے آتا ہے جبکہ ناش عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ (۳۴/۵۲) — اور (عذاب دیکھ کر) کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان کے لیے کیونکر پہنچ سکتا ہے؟

۵۔ تَعَاطٰی (عطو) کسی مطلوبہ چیز تک پہنچنے اور اسے پکڑنے کے ہیں۔ ابن فارس کے الفاظ میں اس کے معنی "تناول بالید" ہیں۔ اور جو چیز حاصل ہو وہ عطاء اور عطیّہ ہے۔ اور تَعَاطٰی کے معنی

ایسی چیز پر ہاتھ ڈالنا ہے جس پر کوئی حق نہ ہو (م۔ل) اور بمعنی ایڑیاں اٹھا کر انگلیوں کے بل کھڑا ہوا اور ہاتھ اٹھا کر کوشش سے ایک ناحق چیز کو پکڑا (م۔ق) ارشاد باری ہے:

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ۔ (۵۴/۲۹) — تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا۔ اور اس نے اونٹنی تک پہنچ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔

۶۔ وَصَلَ: کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز تک پہنچ کر اس میں مل جانا ہے۔ جیسے دائرہ کا قطر دونوں سروں پر محیط سے مل یا جڑ جاتا ہے (مف) لہٰذا اس کے معنی پہنچنا۔ ملانا اور جوڑنا سب آتے ہیں (منجد۔م ق) پھر یہ لفظ ان تینوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

۱۔ بمعنی پہنچنا: قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ (۱۱/۸۱) — فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

۲۔ بمعنی ملانا۔ جوڑنا: وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ (۲/۲۷) — اور جس چیز کو (رشتۂ قرابت) کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اسے قطع کیے ڈالتے ہیں (جالندھری) اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو (عثمانیؒ)

۷۔ أَفْضَىٰ۔ فَضَا کے معنی زمین و آسمان کے درمیان کھلی اور خالی جگہ ہے۔ (مف۔م۔ل) اور مَقَامٌ فَاضٍ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جو کھلی، کشادہ اور خالی پڑی ہو (منجد) اور أَفْضَىٰ إِلَيْهِ بِسِرِّهِ کسی کو راز کی بات بتا دینا۔ اور افضی بفلان۔ کسی کو کشادہ میدان کی طرف لے جانا (منجد) اور أَفْضَىٰ إِلَىٰ امْرَأَتِهِ اپنی عورت سے صحبت کرنا کے معنوں میں محاورتاً استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ (۴/۲۱) — اور تم کیونکر اس (دیے ہوئے حق مہر) کو (واپس) لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک (عثمانیؒ)

۸۔ مَسَّ: کا اصل معنی ایک چیز کا دوسری کو چھونا ہے۔ لیکن ترجمہ میں بعض دفعہ یہ لفظ پہنچنا کا معنی دے جاتا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَّقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ (۷/۹۵) — پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد) میں بڑھ گئے تو کہنے لگے کہ اسی طرح کا رنج و راحت تو ہمارے بڑوں کو پہنچتا رہا ہے۔

۹۔ وَرَدَ کا لغوی معنی کسی شخص کا پانی پینے کے لیے پانی کی تلاش میں کنویں یا گھاٹ پر آ پہنچنا ہے اور اس کی ضد صَدَرَ ہے۔ یعنی پانی لے کر یا پی کر یا سیراب ہو کر واپس چلے جانا ہے (مف) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ (۲۸/۲۳) — اور جب موسیٰؑ مدین کے پانی (کے گھاٹ) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ (اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں۔

ماحصل: (۱) بَلَغَ: کسی مقصد کے منتہٰی یا آخری حد کو پہنچنا۔
(۲) اَصَابَ: خدا کی طرف سے انسان کو تنگی یا بھلائی پہنچنا۔
(۳) نَالَ: اس چیز تک پہنچنا اور حاصل کرنا جس کی انسان خواہش رکھتا ہو۔
(۴) نَاوَشَ: ہاتھ بڑھا کر کسی چیز تک پہنچ کر اسے پکڑنا۔ نَالَ سے عام ہے۔
(۵) تَعَاطٰی: کسی ایسی چیز تک پہنچ کر ہاتھ چلانا جس پر اس کا حق نہ ہو۔
(۶) وَصَلَ: کسی چیز تک پہنچنا اور مل جانا۔
(۷) اَفْضٰی: محاورۃً میاں بیوی کے ایک دوسرے کے پاس پہنچنے یا صحبت کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔
(۸) مَسَّ: کا اصل معنی چھونا ہے۔ ترجمہ کی ضرورت سے بعض دفعہ پہنچنا کر لیا جاتا ہے۔
(۹) وَرَدَ: پانی کے گھاٹ یا کنویں پر پہنچنا۔

۳۱ — پہنچانا

کے لیے اَبْلَغَ اور بَلَّغَ، اَوْرَدَ، جَبَا (جبی) اور اَدْلٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَلَّغَ اور ابلغ دونوں کوئی چیز یا پیغام وغیرہ اصل منتہٰی تک پہنچانے کے معنی میں آتے ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (۹/۶)	اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ خدا کا کلام سنے۔ پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۵/۶۷)	اے پیغمبر! جو کچھ تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے دوسرے لوگوں تک پہنچا دو۔

۲۔ اَوْرَدَ: بمعنی دوسرے شخص کو گھاٹ پر پہنچانا (مف) ارشادِ باری ہے:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (۱۱/۹۸)	وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا پہنچائے گا۔ کیسا برا گھاٹ ہے جس پر وہ پہنچے۔

۳۔ جَبَا کے بنیادی معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو جمع کرنا یا اکٹھا کرنا (۲) پھر اسے دوسرے مقام تک پہنچانا۔ جبیت الخراج جبایۃً محاورہ جو اموال خراج کو اکٹھا کرنے پھر اسے اصل مقام کی طرف بھیجنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ (۲۸/۵۷)	کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں۔

۴- اَدْلٰی، دَلْو بمعنی پانی کا خالی ڈول۔ اور اَدْلٰی بمعنی اس خالی ڈول کو بھرنے کے لیے کنویں میں لٹکانا (مف) جو آہستہ آہستہ پانی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ادلی الی فلان کے معنی ہیں اپنے معاملہ یا جھگڑا وغیرہ کو کسی دوسرے شخص کے پاس فیصلہ کے لیے پہنچانا یا لے جانا اور رشتہ داری یا سفارش کا وسیلہ پکڑنا ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ — اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور نہ اس کو
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا — (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال
فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ (۲/۱۸۸) — کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاؤ۔

ماحصل: (۱) اَبْلَغَ اور بَلَّغَ: کوئی چیز یا پیغام منتہی تک پہنچانا۔ بَلَّغَ عام طور پر پیغام پہنچانے کے لیے آتا ہے جبکہ اَبْلَغَ عام ہے۔
(۲) اَوْرَدَ: کسی کو گھاٹ پر پہنچانا۔
(۳) جبا: کسی چیز کو جمع کر کے دوسرے مقام تک پہنچانا۔
(۴) ادلی الی فلان: اپنا قضیہ کسی دوسرے شخص تک پہنچانا۔ اور قرابت رشوت اور سفارش سے کام لینا ہے۔

۴۲ —— پھاڑنا

کے لیے خَرَقَ، قَدَّ، فَطَرَ، فَجَرَ، مَخَرَ، شَقَّ، فَلَقَ، فَرَقَ، مَزَّقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱- خَرَقَ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنا اور خراب کر دینا۔ توڑ پھوڑ دینا۔ یا بگاڑنے کے لیے توڑنا ہے۔ (مف) اور خِرْقَه کپڑے کے چیتھڑے کو کہتے ہیں اور خارق عادت کے خلاف بات کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ — تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار
خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (۱۸/۷۱) — ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا (موسیٰؑ نے) کہا، کیا آپ نے اس کو اس لیے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں۔

۲- قَدَّ: کسی چیز کو لمبائی کے رُخ پھاڑنا۔ اور قَدّ بمعنی انسان کی لمبائی۔ قد و قامت (مف) اور قدید خشک گوشت کی لمبی لمبی قاشوں کو کہتے ہیں (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ — اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے
مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — زلیخا) اور عورت نے اس کا کرتا پیچھے سے پکڑ کر (کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

۳- فَطَرَ: کسی چیز کو لمبائی میں یوں پھاڑنا کہ اس میں شگاف پڑ جائے۔ تراش خراش کرنا۔ اس لحاظ سے فَطَرَ بنانے اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور فُطُوْر شگاف کو کہتے ہیں (مف منجد) ارشادِ باری ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ — آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف

نظر آتا ہے۔ (۶۷/۲)

دوسرے مقام پر فرمایا:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰/۳۰) — ۱۔ خدا کی بنائی ہوئی (فطرت) جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو)
۲۔ وُہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ (عثمانیؒ)

۴۔ فَجَرَ: کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا۔ اور فَجْر (پو پھٹنے کا وقت) کو اسی لیے فجر کہتے ہیں کہ وُہ سارے اُفق پر نمودار ہوتی ہے۔ اور فجور بمعنی دین کے احکام کی دیدہ دلیری سے پردہ دری کرنا۔ اور اسی سے فاجر اور فجّار ہے (مف) اور فَجَرَ اور فَجَّرَ کے معنی اسی لحاظ سے پانی کو وسیع علاقے تک چلانا یا جاری کرنا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا (۹۰/۱۷) — اور کافر کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔

اور فَجَّرَ کا لفظ صرف "پانی بہانے کے لیے دور تک راستہ کھولنا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۳۳/۱۸) — اور ہم نے ان دونوں (باغوں) کے درمیان ایک نہر جاری کر رکھی تھی۔

۵۔ مَخَرَ: پانی کے کٹاؤ اور چیر پھاڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں مَخَرَ الْمَاءُ الْاَرْضَ بمعنی پانی کا زمین کو چیرنا پھاڑنا اور اس میں چکر لگانا۔ اور مخر السفینۃ بمعنی کشتی کا اپنے سینہ سے پانی کو چیرنا اور پھاڑنا۔ اور آواز پیدا کرنا۔ اور ماخر اس کشتی کو کہتے ہیں جو پانی کو پھاڑے اور اس میں آواز پیدا کردے (م۔ ل) اور ماخِر کی جمع مَوَاخِر آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ (۱۴/۱۶) — اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔

۶۔ شَقَّ: کسی سخت چیز کا پھاڑنا۔ قرآن میں اس کا استعمال آسمان، زمین، چاند اور پتھر جیسی بڑی اور سخت چیزوں کے پھٹنے پر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۲۶/۸۰) — پھر ہم نے ہی زمین کو چیرا پھاڑا۔

۷۔ فلق / ۸۔ فرق: الفلق اور الفرق دونوں قریب المعنٰی ہیں۔ اور دونوں میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ (۱) پھٹنا اور (۲) الگ ہونا۔ اور سر کے بالوں کے درمیانی حصہ یعنی مانگ کو فَرق بھی کہتے ہیں اور فِلق بھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

ایک مقام پر فرمایا:

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ (۵۰/۲) — جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تو تم کو تو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا۔

اسی واقعہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (۲۶/۶۳)

اس وقت ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو۔ تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ (ہے)

البتہ ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ فلق عام طور پر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز کا ایک حصہ علیحدہ ہو جائے۔ یعنی کل برابر دو حصوں میں سر کی مانگ کے لیے فلق کا لفظ اسی لیے آتا ہے کہ وُہ بالوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور فِلق اور فلقہ دو حصوں میں بٹی ہوئی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں۔ لیکن فرق کا لفظ اس لحاظ سے عام ہے۔ اس کا اطلاق دو اور دو سے زیادہ حصوں پر بھی ہوتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ فلق کا اطلاق عموماً بے جان اشیاء پر ہوتا ہے جبکہ فرق عام ہے۔ اس کا اطلاق بے جان اور جاندار خصوصاً انسان پر بھی ہوتا ہے۔ کسی جماعت سے الگ شدہ حصہ کو فِرق اور اگر یہ الگ شدہ حصہ بھی بڑی تعداد میں ہو تو اسے فرقہ کہا جاتا ہے۔ اور کسی جھگڑا یا معاملہ کی صورت میں فریق۔ ارشادِ باری ہے،

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (۶/۹۵) بیشک اللہ ہے کہ پھوڑ ڈالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ (عثمانیؒ)

یعنی دانہ اور گٹھلی درمیان سے پھٹ کر الگ ہوتے ہیں اور اس سے کونپل نکلتی ہے۔

اسی طرح فالق الاصباح (۶/۹۶) پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی (عثمانی) میں فلق کا لفظ اس لحاظ سے موزوں ہے کہ صبح کی دھاری آسمان میں ہے، جیسے سر میں مانگ۔

۹۔ مَزَّقَ : مَزَقَ (الثوب) بمعنی کپڑا پھاڑنا اور مَزَّقَ بمعنی پھاڑنا۔ بکھیرنا۔ تباہ کر دینا (منجد) گویا مزّق میں عمل کی شدت پیدا ہو جاتی ہے (منجد) ارشاد باری ہے:

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (۳۴/۱۹)

تو ہم نے ان کے افسانے بنا دیے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دیا۔

ماحصل:
(۱) خَرَقَ : کسی چیز کو بگاڑنے کے لیے پھاڑنا
(۲) قَدَّ : لمبائی میں پھاڑنا۔
(۳) فَطَرَ : شگاف ڈالنا اور تراش خراش کرنا۔
(۴) فَجَرَ : کسی چیز کو وسیع پیمانے پر پھاڑنا اور بہانا۔
(۵) مَخَرَ : کشتی کا پانی کو پھاڑنا جس سے آواز بھی پیدا ہو۔
(۶) شق : کسی سخت چیز کو پھاڑنا۔
(۷) فلق : کسی بے جان چیز کو دو حصوں میں پھاڑنا اور الگ کرنا۔
(۸) فرق : کسی چیز کو دو یا زیادہ حصوں میں علیحدہ کر دینا (عام ہے)
(۹) مَزَّقَ : ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دینا۔

۳۲ ——— پھٹنا

کے لیے فطر سے اِنفطر اور تفطّر، شقّ سے شقّق اور اِنشقّ، فلق سے اِنفلق۔ صدع اور تصدّع اور تمیّز کے الفاظ آئے ہیں۔ اب اُن کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ اِنفطر، جیسے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ (۸۲/۱) — (۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (۲) جب آسمان چر جائے (عثمانیؒ)

۲۔ تفطّر اور انشقّ جیسے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ (۱۹/۹۰) — قریب ہے کہ اس (افتراء) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے۔

شقق جیسے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ (۲/۷۴) — اور بعضے پتھر ایسے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

۳۔ فلق سے انفلق: مثال بھی اُوپر گزر چکی۔

۴۔ صَدَع: کسی چیز کا اس طرح پھٹنا کہ ٹکڑا جُدا نہ ہو (منجد) اور بقول امام راغب ٹھوس اجسام، جیسے لوہا شیشہ وغیرہ میں شگاف پڑنا۔ (مف) اور ایسی سر درد کو جس سے سر درد کی وجہ سے پھٹ رہا ہو صداع کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶/۱۲) — اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ۔ (۵۶/۱۹) — اس (شراب) سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔

اور تَصَدَّعَ کے معنی کسی چیز کا پھٹ کر کئی حصّے ہو جانا ہے۔ تَصَدَّعَ الْقَوْمُ بمعنی قوم کا منتشر ہونا (منجد) ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹/۲۱) — اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تُو دیکھتا کہ وُہ اللہ کے خوف سے پھٹ جاتا ہے۔

۵۔ تَمَيَّزَ: مَازَ (میز) کے معنی کسی چیز کو دوسری سے کسی فوقیت کی بنا پر الگ کرنا۔ اور امتاز اور تَمَيَّزَ کے معنی دوسروں سے جُدا ہونا ہے۔ اور تمیّز بمعنی الگ ہونا اور پھٹ کر پارہ پارہ ہو جانا (م۔ق) اور تَمَيَّزَ فُلَانٌ مِنَ الْغَيْظِ محاورہ ہے۔ بمعنی فلاں شخص غصّہ سے پھٹ پڑا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (۶۷/۸) — قریب ہے کہ جہنّم مارے جوش کے پھٹ پڑے

ماحصل: (۱) تفطر اور انفطر: لمبائی میں کسی چیز میں پھٹ کر شگاف پڑنا۔
(۲) تشقّق اور انشقّ: کسی سخت چیز کا پھٹ کر دو حصّے ہو جانا
(۳) انفلق: کسی نرم یا چھوٹی چیز کا پھٹ کر دو حصّے ہو جانا
(۴) تصدّع: پھٹ کر کئی حصّوں میں بٹ جانا۔
(۵) تمیّز: کسی چیز کا اندر کے جوش سے پھٹنا۔

۳۴ ــــ پھرنا

کے لیے دَارَ، طَافَ، حَارَ، تَقَلَّبَ اور اِنقلب، نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيۡهِ، اِنۡصَرَفَ، وَلّٰى تَوَلّٰى، اِرۡتَدَّ اور اَدۡبَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَارَ: (دَوۡرٌ) گولائی میں پھرنا۔ گھومنا۔ چکر کھانا۔ زمانہ کا پلٹا کھانا (منجد) اور دائرہ مشہور لفظ ہے۔ اس کی جمع دوائر بمعنی گردشِ ایام۔ زمانہ کی آفتیں اور مصیبتیں (منجد) یہ لفظ بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ دَوۡرَة کی ضد دَوۡلَةٌ ہے۔ جس سے مراد خوشحالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَيۡتَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ تَدُوۡرُ اَعۡيُنُهُمۡ كَالَّذِىۡ يُغۡشٰى عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ (۳۳/۱۹) — پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور اُن کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔

۲۔ طَافَ (طوف) کسی چیز کا دوسری چیز کے گرد چکر کاٹنا (م۔ ل) کسی چیز کے چاروں طرف گھومنا یا چکر لگانا۔ اور مطاف چکر لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ (۵۶/۱۷) — نوجوان خدمتگار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے ان کے ارد گرد پھریں گے۔

۳۔ حَارَ: بمعنی گھوم پھر کر اسی جگہ واپس آنا جہاں سے ابتدا ہوئی۔ ابن فارس کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) رجوع (۲) ان یدور الشئ دورا (م۔ ل) کہا جاتا ہے حار الماء فی الغدیر بمعنی پانی حوض میں گھومنے لگا۔ اور محور اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے گرد چرخی گھومتی ہے۔ یعنی چرخی کا دُھرا (مف) قرآن میں ہے:

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ (۸۴/۱۴) — وُہ (مجرم) خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر کر نہ جائیگا

۴۔ تَقَلَّبَ اور اِنۡقَلَبَ: قَلَبَ حالت کا رُخ موڑنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز کے اوپر کے حصّہ کو نیچے یا اندر کے حصّہ کو باہر کر دینا (منجد) اور امام راغب کے الفاظ میں ایک حالت سے دُوسری حالت میں بدلنا پلٹنا ہے (مف) اور تقلب اور انقلاب کے معنی خود پھرنا یا پہلی حالت کو بدلنا ہے۔ ارشادِ باری ہے،

(۱) قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ (۲/۱۴۴) — (اے محمدؐ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔

اور انقلاب کا لفظ خیر و شر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ (۶۷/۴) — پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

اور شر کے لیے یا خیر سے واپس پھرنے کے لیے اِنقلبَ علیٰ عَقِبِہٖ اور علیٰ وَجْھِہٖ دونوں محاورے استعمال ہوئے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ (۳/۱۴۴) — اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟)

(۲) وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ (۲۲/۱۱) — اور اگر اسے کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے۔

۵۔ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ: نکص بمعنی ہٹنا۔ اور نکص عن الامر بمعنی کسی کام سے باز رہنا۔ رک جانا۔ اور نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ اُلٹے پاؤں پھرنا۔ پہلے کام سے ہٹ جانا (منجد) اور اس کا استعمال صرف نیک کاموں سے پھرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (م۔ ل) گویا یہ لفظ انقلاب سے اخص ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (۲۳/۶۶) — میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاتے تھے۔

۶۔ اِنْصَرَفَ: صَرَفَ کا لفظ نَكَبَ (ٹیڑھا ہونا) سے اعم ہے۔ نکب پوری تبدیلی کے لیے آتا ہے۔ بمعنی الٹ دینا پلٹ دینا۔ پھیر دینا۔ جبکہ صَرَفَ رُخ تبدیل کرنے اور پوری تبدیلی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ بمعنی ہواؤں کا رُخ بدلنا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی بالکل تھوڑی سی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا (۹/۱۲۷) — اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں (اور پوچھتے ہیں کہ) بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے؟ پھر پھر جاتے ہیں۔

۷۔ وَلّٰی اور تَوَلّٰی: اَلشَّیْءَ یا عن الشیء بمعنی اعراض کرنا۔ منہ پھیرنا۔ الٹا پھرنا۔ دُور ہونا (منجد) اور وَلَّی الدُّبُرَ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ یا بھاگ جانا کے معنی میں آتا ہے۔

مثلاً: (۱) فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا (۲۷/۱۰) — پھر جب (موسیٰؑ نے عصا دیکھا تو وہ (اس طرح) ہل رہا تھا گویا سانپ ہے، تو پیٹھ دے کر بھاگے۔

(۲) فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ (۷/۷۹) — پھر صالحؑ ان سے ناامید ہو کر) پھرے اور کہا کہ میری قوم! میں نے خدا کا پیغام تم کو پہنچا دیا۔

۸۔ اِرْتَدَّ: رَدٌّ کے معنی کسی چیز کو قبول نہ کرنا اور واپس موڑ دینا (م۔ ق) اور مردود وہ چیز ہے جو ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دی جائے۔ اور ارتد بمعنی کسی چیز سے ناپسندیدگی کی بنا پر پھرنا۔ واپس ہونا۔ اور اِرْتَدَّ عَنْ دِیْنِهٖ دین سے پھر جانا یا مرتد ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

(۱) فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (۱۸/۶۴) — پھر الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر ہے:

(۲) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲/۲۱۷) — اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا۔ اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے۔

۹۔ اَدْبَرَ: دُبُر (ج اَدْبَار) بمعنی پشت، مقعد (ضد قبل) اور دَبَرَ فلانٌ بمعنی فلاں شخص نے پیٹھ پھیری (مف) اور اَدْبَرَ بمعنی پیٹھ پھیر کر چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ۔ (۷۴/۲۱-۲۳) — پھر تامل کیا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا پھر پیٹھ پھیر کر چلا اور تکبر کیا۔

نیز "لوٹنا" بھی ملاحظہ فرمائیے!

ماحصل:

(۱) دَارَ: گھومنا، چکر کاٹنا، گولائی میں پھرنا

(۲) طَافَ: کسی چیز کے چاروں طرف پھرنا۔

(۳) حَارَ: گھوم پھر کر اصل مقام پر آنا۔

(۴) تقلب وانقلب: ایک حالت سے اس کے مخالف حالت میں مکمل تبدیلی۔

(۵) نَكَصَ عَلٰى عقبه: اچھے کاموں سے بری طرف پھرنا۔

(۶) انصرف: رُخ موڑ دینا۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی۔ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

(۷) وَلّٰى اور تَوَلّٰى (عن) پھرنا۔ اعراض کرنا اور دور ہو جانا۔

(۸) اِرْتَدَّ: کسی بات کو ناقابلِ قبول سمجھتے ہوئے پھرنا۔

(۹) اَدْبَرَ: پیٹھ دے کر پھر جانا۔ اعراض کرنا۔

۳۵ ــــ پھیرنا

کے لیے اَقْلَبَ[۱] اور قَلَّبَ، صَرَفَ[۲]، وَلّٰى[۳]، رَدَّ[۴]، لفت[۵] اور اَفَكَ[۶] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَقْلَبَ ۔ قَلَّبَ: قلب ایک حالت سے دوسری حالت میں مکمل تبدیلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ افعال قلب سے متعدی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (۲۹/۲۱) — دکھ دے گا جس کو چاہے اور رحم کرے جس پر چاہے، اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (عثمانیؒ)

(۲) وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۸) — اور ہم اُن کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ بدلواتے رہتے۔

۲۔ صَرَفَ: موڑ دینا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ (۷/۴۷) — اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف (عثمانیؒ)

۳۔ وَلّٰی: منہ موڑنا، اعراض کرنا۔ دُور ہونا اور دور کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (۲/۱۴۴) سو اللہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔

۴۔ رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے پھیر دینا۔ لوٹانا۔ دفع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ انکا سرمایہ واپس کر دیا گیا ہے۔

۵۔ لَفَتَ بمعنی کسی چیز کو دائیں یا بائیں موڑنا۔ اور لَفَتَ اور اِلْتَفَتَ بمعنی متوجہ ہونا۔ مڑ کر دیکھنا۔ چہرے کا رُخ پھیر کر نظر کرنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

(۱) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۱۰/۷۸) فرعون کے درباری بولے (اے موسیٰؑ) کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے ہم کو پھیر دو؟

(۲) وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ (۱۱/۸۱) تم میں سے کوئی شخص مڑ کر نہ دیکھے!

۶۔ اَفَكَ: بمعنی صحیح اور درست سمت سے پھیر دینا (مف) اور اِفْكٌ جھوٹ اور بہتان کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ (۴۶/۲۲) وہ (قوم عاد) بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔

ماحصل: (۱) تَقَلَّبَ: پہلی حالت کی پوری تبدیلی اور پہلے کام سے الٹ کام کرنا۔

(۲) صَرَفَ: محض رُخ پھیرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۳) وَلّٰی: اعراض کرنا۔ منہ موڑنا اور دُور ہونا۔

(۴) رَدَّ: ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے کوئی چیز پھیر دینا۔

(۵) لَفَتَ: دائیں یا بائیں موڑنا۔

(۶) اَفَكَ: صحیح رخ سے غلط رُخ کی طرف پھیرنا۔

نیز دیکھیے "منہ پھیرنا"

۳۹۔۔۔ پھسلنا۔ پھسلانا

کے لیے زَلَقَ اور اَزْلَقَ، زَلَّ اور اَزَلَّ۔ دَحَضَ اور اَدْحَضَ، هَالَ (هيل) اور رَاوَدَ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ زَلَقَ: بمعنی پھسلنا۔ اور اس کی ضد ثَبَتَ آتی ہے (م۔ل) زَلَقَتِ الْقَدَمُ۔ پاؤں پھسل گیا اور زَلَقَ بَدَنَهٗ بمعنی بدن پر تیل وغیرہ مل کر پھسلاہٹ پیدا کرنا۔ اور مزلق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پھسلن ہو جائے اور قدم جم نہ سکے۔ قرآن میں ہے:

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اس تمہارے باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے

• فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا (۱۸/۴۰) تو وہ صاف میدان ہو جائے۔ (یعنی ایسا کہ انسان پھسل جائے)

اور اَزْلَقَ کے معنی کسی کو ڈرا کر یا مکر و فریب سے پھسلانا۔ اور اَزْلَقَ بِبَصَرِہٖ محاورہ ہے۔ بمعنی کسی کو غصّہ اور تیز نظروں سے گھورنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (۶۸/۵۱) اور کافر جب نصیحت (کی کتاب) سنتے ہیں تو یوں لگتے ہیں کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے۔ (یعنی تم کو گھور گھور کر اسطرح دیکھتے ہیں کہ تم ڈر کر پھسل جاؤ)

۲۔ زَلَّ — زَلَّ بمعنی پھسلنا اور اپنی جگہ سے ہل جانا۔ اور اس کی ضد رَسَخَ ہے (م ل) اور بعض کے نزدیک اس کے معنی پھسلنا اور گر پڑنا (م ق) ہیں۔ اور اس کی ضد ثبت بھی آتی ہے اور قرآن کریم اسی کی تائید کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶/۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائیں۔

اور اَزَلَّ بمعنی کسی دوسرے کو یوں پھسلانا کہ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ جائے۔ اور زَلَّ اور اَزَلَّ دونوں ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (۲/۳۶) پھر شیطان نے دونوں (آدم و حوا) کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش و نشاط) میں تھے اس سے ان کو نکلوا دیا۔

۳۔ دَحَضَ اور اَدْحَضَ: دحض ہر وہ چیز جو زوال پذیر اور پھسل جانے والی ہو (م ل) اور دَحَضَ بمعنی مذبوح جانور کی طرح پٹخنا اور دَحَضَ الرَّجُلُ بمعنی آدمی کا پاؤں پھسلا یا اس نے ٹھوکر کھائی (مف) اور دَحَضَتِ الْحُجَّةُ بمعنی کسی دلیل کا باطل ہونا (منجد) اور اَدْحَضَ بمعنی کسی کو پھسلا دینا۔ ڈگمگا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (۱۸/۵۶) اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں۔

۴۔ ھال (ھیل) ریت یا مٹی کے تودہ سے ریت کا اوپر سے نیچے کو پھسلنا۔ اور الھیل اور الھیال گری ہوئی ریت کو کہتے ہیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا (۷۳/۱۴) اور ہو جائیں پہاڑ ریت کے تودے پھسلتے۔

۵۔ رَاوَدَ: (ر و د) رَادَ بمعنی کسی شے کی تلاش میں گھومنا اور آنا جانا۔ اور اَرَادَ دل میں کسی خیال کا آنا۔ اور رَاوَدَ بمعنی دوسرے کو ہم خیال یا ہم ارادہ بنانا جبکہ پہلے ہم آہنگی نہ ہو۔ اور اس لفظ کا استعمال بدی اور بدکاری کی ترغیب کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی بدکاری کے لیے کسی کو پھسلانا اور بہکانا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ شاہِ مصر نے عورتوں سے پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا

يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ۔ ہوا تھا۔ جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

(۱۲/۵۱) ۲ ـــــ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلا یا یوسف کو اسکے نفس کی حفاظت سے (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) زلق: قدم پھسلنا۔ (۴) ھَالَ: ریت وغیرہ کا تودے سے نیچے پھسلنا۔

(۲) زَلّ: قدم پھسلنا اور اکھڑ جانا یا گر پڑنا۔ (۵) رَاوَدَ: کسی کو بدکاری کے لیے اس کے ارادہ سے پھسلانا۔

(۳) دحض: پھسلنا اور کمزور ہونا۔ زائل ہونا۔

۳۷ ـــ پھل

کے لیے ثَمَر، فَاکِه، جَنَی اور اُکُل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ثمر: بمعنی پھل۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ پھل تازہ ہو یا خشک اور کوئی بھی ہو سب پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس کی جمع اثمار اور ثمرات آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (۲/۲۲) پھر نکالے اس (زمین) سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے (عثمانیؒ)

۲۔ فَاکِھَة: کھجور، انگور اور انار کے علاوہ باقی سب پھلوں کو فَاکِھَة کہتے ہیں اور اس کی جمع فواکہ ہے (م۔ل) اور بعض علماء کے نزدیک صرف کھجور اور انار کے علاوہ باقی سب پھل انگور سمیت فاکہ ہیں۔ اور اس پر قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت دلیل لاتے ہیں:

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (۵۵/۶۸) ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ کھجوریں اور انار فاکہ سے الگ چیزیں ہیں اور بعض فواکہ سے خشک میوے مراد لیتے ہیں اور فَکِهَ کے معنی خوش طبعی، ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔ اور فَکَّهَ کے معنی میوہ کھلانا بھی ہے۔ اور شیریں کلام سے کسی کو خوش کرنا بھی (منجد) اسی لیے ابن فارس کے نزدیک فاکھة وہ پھل ہے جس سے لذّت اور سرور حاصل ہو۔ (م۔ل) واللہ اعلم)

۳۔ جنی: تازہ پھل۔ یعنی وہ پھل جو پک کر چننے کے لیے بالکل تیار ہو۔ خواہ وہ ابھی درخت پر ہو یا اتارا جا چکا ہو (مف) جَنیٰ کے معنی پھل چننا یا تازہ پھل توڑنا بھی ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور دونوں باغوں کے میوے قریب ہو (جھک) رہے ہیں۔

۴۔ اُکُل: درختوں اور پودوں کی ہر پیداوار کا وہ حصہ جو انسان کی خوراک بنے (مف) صاحب منجد کے نزدیک اس کے معنی پھل، خوراک اور کشادہ روزی ہے۔ قرآن میں ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ (۲/۲۶۵) واقع ہو اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے۔

ماحصل: (۱) ثمر: پھل کے لیے عام لفظ ہے۔

(۲) فاکھۃ: کھجور اور انار کے سوا باقی پھل اور بعض کے نزدیک لذیذ پھل یا خشک میوے۔

(۳) جَنِی: تازہ بہ تازہ اترے ہوئے یا لٹکتے ہوئے پھل۔

(۴) اُکُل: پھلار، درخت یا پودے کا وہ حصہ جو انسانی خوراک کا کام دے۔

۳۸ ــــــ پھل پکنا

کے لیے یَنَعَ اور جَنِی کے الفاظ آئے ہیں:

۱- یَنَعَ بمعنی پھل کا بالکل پک کر تیار ہو جانا۔ اور پختہ پھل کو یَانِعَۃٌ یا مُوْنِعَۃٌ کہتے ہیں (مف) ارشاد باری ہے:

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (۶/۱۰۰) اس کے پھل کو دیکھو۔ جب وہ پھل دیتا ہے اور اس کے پکنے کو بھی دیکھو۔

۲- جنی: جنا یجنی۔ لغوی طور پر پکے ہوئے پھل کو توڑنے اور اسے چکھنے کے معنوں میں آتا ہے (مف۔منجد) لیکن قرآن میں یہ لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے۔ تو درختوں پر لگے ہوئے پکے اور اترنے کے قابل پھل کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) اور ان دونوں باغوں کے میوے جھک رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۱۹/۲۵) اور درخت کے تنے کو اپنی طرف زور سے ہلاؤ۔ تو پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

ماحصل: (۱) ینع: پھل کا پک کر تیار ہو جانا۔

(۲) جنی، اتنا پک جانا کہ اگر چنا نہ جائے تو از خود درخت سے گر پڑے یا پھل کو توڑنا اور چکھنا۔

پھوٹنا کے لیے دیکھیے "چشمہ پھوٹنا"

۳۹ ــــــ پھونکنا ــ پھونک مارنا

کے لیے نفخ، نفش، نفث اور اَطْفَأَ (طَفَأَ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- نَفَخَ: نَفَخ بمعنی پیٹ کا پھولنا اور منفوخ بڑے پیٹ والے یا موٹے آدمی کو کہتے ہیں اور نَفَخَ بمعنی کسی جسم میں پھونک مار کر ہوا داخل کرنا (م۔ل) اور صاحب منجد کے نزدیک نَفَخَ کے معنی صرف "پھونک مارنا" ہے۔ اور منفاخ لوہار کی دھونکنی کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے

اللّٰہِ (۴۹/۳) (سچ مچ) کا پرندہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ نَقَرَ: بمعنی کسی بجنے والی چیز میں پھونک مار کر بجانا۔ اور ناقور ہر وہ چیز ہے جو کھوکھری اور اندر سے خالی ہو۔ مثلاً نرسنگا، بگل، صُور یا کوئی بجانے کی چیز (مف) قرآن میں ہے:

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (۸/۷۴) تو جب صُور میں پھونکا جائے گا۔

۳۔ نَفَثَ: کے معنی تھتکارنا۔ تھوڑا سا اُگلنا (فل ۱۹۰) جھاڑ پھونک کرنا یا زہر اُگلنا (مف) اور نَفَثُ الدَّم اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں تھوک کے ساتھ کچھ خون بھی آئے۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ (۴/۱۱۳) اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے (اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں)

۴۔ اَطْفَأَ: طَفِئَتِ النَّار بمعنی آگ کا بجھنا۔ اور اَطْفَأَ بمعنی پھونک سے بجھانا (مف) اور چراغ یا روشنی گل کرنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے (ف۔ل ۱۲۲) ارشادِ باری ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (۸/۶۱) یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کی ہدایت) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔

ماحصل: (۱) نفخ: پھونک مارنا۔ عام استعمال ہے۔ اور بعض کے نزدیک کسی جسم میں پھونک مارنا۔

(۲) نقر: کسی بجنے والی یا اندر سے خالی چیز میں پھونک مارنا۔

(۳) نفث: تھتکارنا۔ جھاڑ پھونک کرنے والے کا پھونک مارنا۔

(۴) اطفأ: پھونک مار کر چراغ گل کرنا یا آگ بجھانا۔

پھیلنا کے لیے دیکھیے "بکھرنا"

۱۴۰۔ پھیلانا

کے لیے ذَرَأَ، مَدَّ، دَحٰی اور طَحٰی، نَشَرَ، بَسَطَ اور بَثَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ذَرَأَ: ذَرْءٌ ہر وہ چیز جو بوئی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (م۔ل) اور ذَرَأَ الْاَرْضَ بمعنی زمین میں بیج ڈالنا (منجد) اور صاحب منتہی الارب اس کے معنی پیدا کرنا اور بڑھانا یا پھیلانا لکھتے ہیں (م۔ا) اور اسی سے ذُرِّيَّةٌ ہے۔ جس کا اطلاق جن اور انسان دونوں کی اولاد پر ہوتا ہے۔ اور قرآنِ کریم بھی صاحب منتہی الارب کے معنٰی کی تائید کرتا ہے۔ مثلاً:

(۱) صرف پیدا کرنے کے معنی ہیں:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (۱۷۹/۷) اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔

(۲) پھیلانا یا بڑھانا کے معنی ہیں:

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي کہہ دو کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور

الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۶۷/۲۴) اسی کے رُوبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔

۲۔ مَدَّ کسی چیز کو لمبائی میں کھینچ کر پھیلانا اور لمبا کر دینا (م ل)۔(مف) گویا مدّ کے معنی لمبا کرنا اور پھیلانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵/۴۵) بھلا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت کو) نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔

۳۔ دَحٰى اور طَحٰى: یہ دونوں حقیقتاً ایک ہی لفظ ہیں۔ صرف لہجہ یا علاقائی لغت کا فرق ہے۔ اور اس کا معنی دور دور تک پھیلا دینا ہے۔ اس کی تفصیل بچھانا میں گزر چکی ہے۔

۴۔ نَشَرَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانا، خبر مشہور کرنا (م ل) اور اس کی ضد طوی بمعنی لپیٹنا ہے۔ کہتے ہیں نشرتُ الکتابَ ثم طویتُہ میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی۔ ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (۴۲/۲۸) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلا دیتا ہے۔

۵۔ بَسَطَ کے معنی کسی چیز کو کھولنا، پھیلانا اور وسیع کرنا ہے۔ اور بساط کے معنی وسیع زمین بھی ہے۔ اور وسعت بھی (مف) اور اس کی ضد قبض بھی آتی ہے (۲/۲۴۵) اور قدر بھی۔ (۱۳/۲۶) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰهُ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ (۳۰/۴۸) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔

۶۔ بَثَّ: بمعنی پراگندہ کرنا اور بکھیرنا۔ اور بثّ پراگندگی حال اور سخت غم کو بھی کہتے ہیں (منجد) گویا بثّ پھیلانا کے معنوں میں یوں استعمال ہوتا ہے کہ اس چیز کے اجزاء بکھرے ہوئے ہوں۔ جیسے گرد و غبار (۵۶/۶) یا شمع کے پروانے (۱۰۱/۴) ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۴/۱) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔

ماحصل:

(۱) ذَرَأَ: بمعنی پیدا کرنا اور پھیلانا۔
(۲) مَدَّ: پھیلانا اور لمبا کرنا۔
(۳) دَحٰى اور طَحٰى: دور دور تک پھیلانا
(۴) نَشَرَ: اٹھانا، پھیلانا اور مشہور کرنا۔
(۵) بَسَطَ: کھولنا۔ پھیلانا اور وسیع کرنا۔
(۶) بَثَّ: اس طرح پھیلانا کہ اسکے اجزاء پراگندہ اور بکھرے ہوں۔

۱۴۔۔۔ پھینکنا

کے لیے نَبَذَ، طَرَحَ، رَجَمَ، رَمٰی، قَذَفَ اور جَفَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نبذ: بمعنی کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینا۔ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے پسِ پشت ڈال دینا (مف۔ فل ۱۹۰) ارشادِ باری ہے:

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (۲/۱۰۰) — ان لوگوں نے جب کبھی (خدا سے) عہدِ واثق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسکو (بے پرواہی سے) پھینک دیا۔

۲۔ طَرَحَ: کسی چیز کو فالتو اور ردّی سمجھ کر پھینک دینا۔ لوگوں کی نظروں سے بچا کر کہیں دُور پھینکنا (مف) کہتے ہیں رَاَيْتُهٗ مِنْ طَرَحٍ میں نے اسے دُور سے دیکھا۔ اور طروح دور دراز مقام کو۔ اور الطرح اس چیز کو کہا جاتا ہے جو فالتو سمجھ کر پھینک دی جائے۔ قرآن میں ہے:

اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ (۱۲/۹) — (یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا) یا تو یوسف کو (جان سے) مار ڈالو۔ یا کسی ملک میں پھینک آؤ، پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی۔

۳۔ رَجَمَ: پتھر، کنکر پھینک کر کسی کو ہلاک کرنا اور جان سے مار ڈالنا، سنگسار کرنا (فل ۱۸۹) قرآن میں ہے:

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ (۱۸/۲۰) — اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دینگے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے۔

۴/۵ رَمٰی، قذف، دونوں الفاظ قریب المعنیٰ ہیں۔ دونوں کے معنی کنکر۔ پتھر وغیرہ دُور پھینکنا یا دُور سے پھینکنا (مف) ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رَمٰی عام طور پر مادی اشیاء کے پھینکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (۸/۱۷) — اور (اے محمدؐ) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اسی سے رمی الجمار کی شرعی اصطلاح بھی اس معنی میں استعمال ہوتی ہے کہ حاجی لوگ منٰی میں دور سے شیطانوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ اور قذف کا لفظ معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسے حدِ قذف مشہور شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی پر بدکاری کا الزام یا تہمت لگانے کی حد اسی معنی میں قرآنِ کریم میں ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (۳۳/۲۶) — اور اللہ نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔

لیکن بعد میں یہ دونوں الفاظ ہم معنی استعمال ہونے لگے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رمی کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (۴/۱۱۲)

اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اس سے کسی دوسرے کو متہم کر دے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

اسی طرح قذف کا استعمال قرآن کریم میں مادی اشیاء کے لیے بھی ہوا ہے۔ مثلاً:

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا (۲۰/۸۷)

ولیکن اٹھوایا ہم سے بوجھ قوم فرعون کے زیور کا سو ہم نے اس کو (آگ میں) پھینک دیا۔

۶۔ جفا: الجفاء بمعنی وہ کوڑا کرکٹ جو وادی کے دونوں کناروں پر رہ جاتا ہے یا ہانڈی کا میل کچیل جو اُبال آنے سے اِدھر اُدھر گر جاتا ہے، کہا جاتا ہے اَجْفَاَتِ الْقِدْرُ زَبَدَهَا یعنی ہنڈیا نے اپنا اُبال پھینک دیا۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً۔ (۱۳/۱۷)

اور وہ جو جھاگ ہے وہ جاتا رہتا ہے سوکھ کر۔ (یعنی دریا اسے کناروں پر پھینک دیتا ہے جو بعد میں وہیں خشک ہو کر جم جاتا ہے)

ماحصل: (۱) نَبَذَ: کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پس پشت ڈال دینا۔

(۲) طَرَحَ: فالتو اور ردی چیز سمجھ کر پھینکنا۔

(۳) رَجَمَ: دُور سے پتھر کنکر مارنا یا مار کر ہلاک کرنا۔ سنگسار کرنا۔

(۴) رمی: دُور پھینکنا یا دُور سے پھینکنا } اور ان کا استعمال ظاہری اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔

(۵) قذف: }

(۶) جَفَا: دریا کا اپنے جھاگ یا ہنڈیا کا اپنے ابال کو کناروں پر پھینکنا۔

۴۲۔ پیاسا۔ پیاسا ہونا

کے لیے ظَمْاٰن، وِرْد، هِيْم اور لَهَث کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَمْاٰن: ظَمَاَ بمعنی پیاسا ہونا۔ اور ظَمَاٌ بمعنی پیاس۔ اور ظَمَاٌ کا لفظ عَطَش (بمعنی پیاس) سے اگلا درجہ ہے (ف ل ۱۶۲) اور ظَمْاٰن اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی ایسا شخص جو پیاس سے بے قرار ہو رہا ہو۔ بہت پیاسا۔ قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً۔ (۲۴/۳۹)

اور جن لوگوں نے کفر کیا۔ ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے سراب (میدان میں ریت) کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔

۲۔ وِرْد : وُہ پیاسا آدمی یا قافلہ جو پانی کی تلاش میں نکل کھڑا ہو (مف) اور وَرَدَ کے معنی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچا (۱۲/۹) اور وِرْد بمعنی گھاٹ (۱۱/۹۹) اور مَوْرِد بھی گھاٹ کو کہتے ہیں وَرَدَ کی ضد صَدَرَ ہے بمعنی پانی پی لینے کے بعد واپس ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۱/۹۹)	اور ہم گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔

۳۔ هِيم (الهيام) انتہائی شدت کی پیاس (م ل۔ فل ۱۶۲) اور هَامَ بمعنی سخت پیاسا ہونا (منجد) اور هُيَام اونٹ کی ایک بیماری ہے۔ جس میں اونٹ سخت پیاسا رہتا ہے۔ اور هِيم وُہ سخت پیاسا اونٹ جسے پیاس نہ بجھنے کی بیماری لگی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ	اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو
فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ (۵۶/۵۵)	اس طرح جیسے پیاس کی بیماری والے اونٹ پیتے ہیں۔

۴۔ لَهث : سخت پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالنا اور ہانپنا۔ اور بعض کے نزدیک یہ لفظ درماندگی اور پیاس دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے (مف) اور لُهْثَة سخت پیاس کو اور لهاث اس پیاس کو کہتے ہیں جو اندرونی گرمی کی وجہ سے ہو (ق م) ارشادِ باری ہے:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۔ (۷/۱۷۶)	تو اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تُو اس پر بوجھ لادے تو زبان نکالے رہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے رہے۔

ماحصل: (۱) ظَمْآن : پیاس سے بیقرار۔ (۲) وِرْد جو پیاسا پانی کی تلاش میں چل کھڑا ہو۔ (۳) هِيم : ایسا سخت پیاسا جس کی پیاس بجھنے میں نہ آئے (۴) لَهث : سخت پیاس کی وجہ سے زبان کا باہر نکل آنا۔

۴۳ ــــ پیالہ

کے لیے أَكْوَاب، كَأْس، سِقَايَة اور صُوَاع کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ أَكْوَاب، كُوب کی جمع ہے۔ اور كُوب ایسے پیالے کو کہتے ہیں جس کے دستی نہ ہو (گلاس وغیرہ) اور اگر دستی والا ہو تو اسے كُوز کہتے ہیں (فل ۳۰) اور اگر دستی اور ٹونٹی دونوں ہوں تو وُہ ابریق ہے۔ جس کی جمع اباریق آتی ہے۔ بمعنی لوٹا یا جگ وغیرہ۔

۲۔ كَأْس : مشروب سے بھرا ہوا پیالہ۔ جام۔ چھلکتا جام۔ اور اگر اس میں مشروب نہ ہو تو وہ قدح ہے۔ (ف ل ۳۰) کاس عموماً شراب سے بھرے ہوئے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اور کاس کا معنی شراب بھی ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ	نوجوان خدمتگذار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں
بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِنْ	رہیں گے آس پاس پھریں گے یعنی آبخورے اور آفتابے

مَّعِيْنٍ (۵۶/۱۸) — اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔

۳- سِقَایَة: سَقٰی بمعنی پانی پلانا یا کوئی مشروب پیش کرنا۔ اور سقایة پانی پلانے کو بھی کہتے ہیں اور پینے کے برتن کو بھی (مف) کوئی سا پینے کا برتن۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (۱۲/۷۰) — جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے شلیتے میں گلاس رکھ دیا۔

۴- صُوَاع اور صِوَاع بمعنی پانی پینے کا پیالہ ج صیعان (منجد) اور بمعنی پانی پینے کا برتن جو سونے یا چاندی کا ہو۔ اگر کانچ کا ہو تو اسے قدح، لکڑی کا ہو تو عُس، چمڑے کا ہو تو عَلَبَه اور مٹی کا ہو تو مرکن کہتے ہیں (الجمال والکمال سلیمان منصور پوری ص ۱۷۴) (واضح رہے کہ یہ لفظ صاع (بمعنی پیمانہ معروف) سے مشتق نہیں) ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (۱۲/۷۲) — وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس ہمیں نہیں ملا۔

ماحصل: (۱) کوب: بغیر دستی کے پیالہ۔ (۲) سقایة: پانی پینے پلانے کا پیالہ یا برتن۔ (۳) کاس: مشروب سے بھرا ہوا پیالہ۔ شراب کا جام۔ (۴) صواع: پانی پینے کا پیالہ یا گلاس جو سونے یا چاندی کا ہو۔

۴۴ پیپ

کے لیے غِسْلِیْن، غَسَّاق اور صَدِیْد کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- غِسْلِیْن: غَسَلَ کے معنی کسی چیز کو پانی سے پاک کرنا اور میل کچیل دُور کرنا۔ اور غِسْل ہر وہ چیز ہے جس سے کسی چیز کو دھویا یا میل کاٹی جائے (منجد)
اور غِسْلِیْن میلے کچیلے اور گندے پانی یا دھودن کو کہتے ہیں اور زخموں کے دھوون کو بھی جس میں پیپ، خون اور میل کچیل شامل ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ (۶۹/۳۶) — اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لیے) کھانا ہے جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتے گا۔

۲- غَسَّاق، غساق کا ترجمہ عموماً پیپ یا بہتی پیپ کر لیا جاتا ہے۔ صاحب منجد، فقہ اللغۃ اور منتہی الادب سب نے اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی بتلائے ہیں۔ اور صاحب مقائیس اللغۃ نے اس کے معنی "مَا تَقَطَّرُ مِنْ جُلُوْدِ اَهْلِ النَّارِ" یعنی "جو کچھ دوزخیوں کی جلدوں سے قطرہ قطرہ کر کے گرے گا" لکھے ہیں (م-ل) قرآن کریم میں غساق کا لفظ دو مقامات حمیم کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی ٹھنڈا اور بدبودار پانی، ہی زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸/۲۵) — (۱) مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (جالندھری) (۲) مگر گرم پانی اور بہتی پیپ (عثمانی)

(۲) هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ۔ (۵۷/۳۸) (۱) یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ (ہے) اب اس کے مزے چکھیں (جالندھریؒ)

(۲) یہ ہے۔ اب اس کو چکھیں گرم پانی اور پیپ (عثمانیؒ)

۳۔ صدید: امام راغب کے نزدیک اس کے معنی "پیپ جو گوشت اور چمڑے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے" (مف) اور یہ غالباً صَدّ کے معنی کے لحاظ سے تعریف کی گئی ہے۔ صاحب منجد اس کے معنی "خون ملی پیپ یا کچلہو" لکھتے ہیں۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور صاحب فقہ اللغۃ اس کے معنی "زخم میں پانی اور خون کی آمیزش لکھتے ہیں (ف۔ل ۱۱۸) ارشادِ باری ہے:

مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (۱۴/۱۶) اس کے پیچھے دوزخ ہے۔ اور اُسے پیپ کا پانی دیا جائے گا۔

ماحصل: (۱) غِسلین: زخموں کا دھوون، خون، پیپ اور میل کچیل کا ملا جلا مجموعہ۔

(۲) غسّاق: بدبودار، ٹھنڈا پانی یا بہتی ہوئی پیپ۔

(۳) صدید: پیپ، خون اور پانی کی آمیزش۔ کچلہو۔

۴۵۔ پیٹھ۔ پُشت

کے لیے ظَهر[۱]، دُبُر[۲] اور صُلب[۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ظَہر: مقعد کے اوپر گردن تک پچھلا بیرونی حصہ (مف) اور اس کی جمع ظُہور آتی ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ (۸۴/۱۰) اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲۔ دُبُر: بمعنی مقعد اور ہر چیز کا پچھلا حصہ (مف) جمع ادبار اور اس کی ضد قُبُل ہے۔ دُبر اور ادبار بعد یا پیچھے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ دبر الصلوۃ اور ادبار السجود (۵۰/۴۰) کے معنی بعد از نماز ہے۔ اسی طرح وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ (۱۵/۶۵) کا معنی "اور خود ان کے پیچھے پیچھے چل" ہے۔ گویا دُبر کا لفظ ظہر سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۵۴/۴۵) عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

۳۔ صُلب: صَلَبَ الْعَظْمَ بمعنی ہڈی سے چربی نکالنا۔ اور صلب ریڑھ کی ہڈی کی چربی اور گودا کو کہتے ہیں (منجد) اور چونکہ یہ ہڈی پشت کے درمیان ہوتی ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پشت یا پیٹھ ہی کر لیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (۸۶/۷) جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

ماحصل: (۱) ظَهر: کسی جاندار کا مقعد سے لے کر گردن تک کا پچھلا بیرونی حصہ۔
(۲) دُبر: مقعد اور ہر چیز کا پچھلا حصہ۔
(۳) صُلب: ریڑھ کی ہڈی۔ چربی گودا وغیرہ سمیت۔ پشت۔

۴۶۔ پیچھا کرنا

کے لیے اِبتغاء، قصّ اور اَتبع کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِبتغاء: بَغی بمعنی ڈھونڈنا، طلب کرنا۔ چاہنا۔ اور ابتغاء کے معنی مطلوبہ چیز کو ڈھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) — اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔

۲۔ قصّ: پیچھے پیچھے چلنا، کسی نشان کا پیچھا کرتے چلے جانا (مف) قرآن میں ہے:

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ (۲۸/۱۱) — اور (موسیٰؑ کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

۳۔ اَتبع: کسی کا پیچھا کرنا اور اس کو جا لینا (مف) قرآن میں ہے:

فَأَتْبَعُوهُمْ مُشْرِقِينَ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ (۲۶/۶۱) — تو انہوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) اُن کا تعاقب کیا۔ جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰؑ کے ساتھی کہنے لگے، ہم تو پکڑ لیے گئے۔

ماحصل: (۱) اِبتغاء: کسی مطلوب چیز کو ڈھونڈنا اور اس کا پیچھا کرنا۔
(۲) قصّ: کسی نشان کا تتبع کرتے چلے جانا۔ (۳) اَتبع: پیچھا کرنا اور جا لینا۔

۴۷۔ پیچھے

کے لیے بعد، وراء، خلف اور اَدبار کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعد: بمعنی پیچھے۔ بعد ازاں۔ یہ ظرف زمان ہے (منجد) اور اس کی ضد قبل بمعنی پہلے ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۲/۵۶) — پھر موت آ جانے کے بعد ہم نے تم کو از سرِ نو زندہ کر دیا، تاکہ تم احسان مانو۔

۲۔ اَدبار: دُبر ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں اور اس کی ضد قُبل ہے۔ اور یہ پیچھے کے معنوں میں بطور ظرف زمانی متصل استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی کام کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یا فوراً بعد اور دبر الصّلوٰۃ کے معنی بعد از نماز ہے (جمع ادبار) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ (۵۰/۴۰) — اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہ کیا کرو۔

اور ادبار کے معنی کسی چیز کا پیٹھ دے جانا اور غائب ہو جانا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہے،

وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (۵۲/۴۹)	اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو۔

اس آیت میں فصاحت یہ ہے کہ اِدبار کے ساتھ اَدبار کا مفہوم بھی آ گیا ہے۔

۳۔ خلف : بمعنی پیچھے اور اس کی ضد بین یدین بمعنی سامنے ہے (مف) یا قریب ہے اور یہ بھی ظرف زمان و مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ظرف زمانی کی صورت میں بین یدین کے معنی موجودہ اور مکانی صورت میں سامنے ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) زمان کے لیے،

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا (۲/۶۶)	اور اس قصّے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو بعد میں آنے والے تھے، عبرت بنا دیا۔

(۲) مکان کے لیے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱)	اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ وَرَآء : بمعنی پیچھے یا آگے (لغت اضداد) مذکر و مونث ہے (منجد) اور ظرف زمان و مکان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اب اس کی مثالیں دیکھیے:

(۱) بمعنی پیچھے ظرف مکان:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (۴۹/۴)	جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (باہر) سے آواز دیتے ہیں۔

(۲) پیچھے ظرف زمان:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (۱۱/۷۱)	تو ہم نے اس کو اسحٰق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی۔

(۳) بمعنی آگے مکان:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (۱۸/۷۹)	اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا۔ جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔

پھر یہ لفظ کبھی سوا یا علاوہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳/۷)	اور جو اُن کے سوا اوروں کے طالب ہوں (خدا کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔

اور وَرَآءَ الْاِنْسَان بمعنی "پوتا" ہے۔ جیسا کہ اُوپر مثال ۲ سے بھی واضح ہے۔ گویا وراء کے معنی پرے ہے۔ اس پار یا اس پار۔ اِدھر یا اُدھر۔ اور یہ زمانی بھی ہے اور مکانی بھی۔ جیسا کہ درج ذیل

آیت سے واضح ہے:

فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ (۴/۱۰۲)

جب وُہ سجدہ کر چکیں تم سے پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔

ماحصل: (۱) بَعْد: ظرف زمانی (ضد قَبْل بمعنی پہلے) زمانہ یا وقت کے لحاظ پیچھے۔

(۲) اَدْبَار: ظرف زمانی متصل (ضد قُبُل) بمعنی فوراً بعد۔

(۳) خَلْف: ظرف زمانی اور مکانی۔ ضد بین یدین (زمانی کی صورت میں بین یدی یا ایدی کے معنی اس وقت کے موجود لوگ۔ اور مکانی کی صورت میں سامنے۔)

(۴) وَرَآء: خود ذوی الاضداد سے ہے۔ بمعنی آگے یا پیچھے۔ اِس طرف یا اُس طرف۔ اِدھر یا اُدھر۔ اِس پار یا اُس پار۔ اس کے علاوہ۔

۴۸ ــــــ پیچھے آنا

کے لیے خَلَفَ اور خِلْفَةً، اَرْدَفَ اور تَلٰی (تلو) کے الفاظ استعمال ہُوئے ہیں۔

۱۔ خَلَفَ: سَلَفَ کی ضد ہے اور ظرف زمانی کے طور پر آتا ہے۔ بمعنی بعد میں آنا۔ قائم مقام ہونا۔ جانشین ہونا (منجد) اور خَلْفٌ عموماً نالائق اور نااہل جانشین کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (۱۹/۶۰)

پھر اُن کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب اُن کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔

اور خِلْفَةً کے معنی دو چیزوں کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا۔ پہلا دوسرے کے پیچھے، دوسرا پہلے کے پیچھے۔ یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہنا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (۲۵/۶۲)

اور وُہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔

۲۔ اَرْدَفَ: رَدِفَ بمعنی کسی کے پیچھے سوار ہونا اور رِدْفٌ ایک سوار کے پیچھے دوسرے سوار کو کہتے ہیں (منجد) ایک چیز کے بعد اسی طرح کی دوسری چیز کا آنا۔ اور اَرْدَفَ بمعنی ایک چیز کے بعد اسی طرح کی چیز کا لگاتار بھیجنا۔ تانتا باندھنا۔ (ردیف مشہور لفظ ہے) ارشادِ باری ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے

لَكُمْ اَنِّي مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (۹/۹) — تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) میں ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کروں گا۔

۳۔ تلی: بمعنی کسی چیز کے پیچھے پیچھے آنا اور بار بار آنا۔ آتے رہنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (۹۱/۲) — سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔

ماحصل: (۱) خَلَفَ: ظرف زمانی۔ انسانوں کا بعد میں آنا۔ بعد میں آنے والی نسلیں۔ خِلْفَةً۔ ایک چیز کا دوسری کے اور دوسری کا پہلی کے پیچھے آنا جانا۔

(۲) رَدِف: کسی چیز کے پیچھے اسی طرح کی دوسری چیز کا لگاتار آنا۔

(۳) تَلٰی: کسی چیز کے پیچھے کسی دوسری چیز کا بار بار آتے رہنا۔

۴۹۔ پیچھے چھوڑنا

کے لیے اَخَّرَ اور خَلَّفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَخَّرَ: تاخیرًا کی ضد تقدیم ہے۔ ظرف زمانی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی پیچھے چھوڑنا یا پیچھے کرنا۔ پھر یہ لفظ کسی کام کو پیچھے کرنے اور اس کا تعلق اگر کسی دوسرے سے ہو تو مہلت دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (۷۵/۱۳) — اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے ہونگے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔

۲۔ خَلَّفَ: پیچھے چھوڑنا۔ جہاں ظرف زمانی و مکانی دونوں کا تعلق ہو تو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ (۹/۱۱۸) — اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا (جالندھری) اور ان شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا گیا تھا (عثمانیؒ)

ماحصل: اَخَّرَ صرف ظرف زمانی کے لیے اور خَلَّفَ ظرف زمانی اور مکانی بیک وقت دونوں کے لیے آتا ہے۔

۵۰۔ پیچھے رہنا

کے لیے تَاَخَّرَ، خَالَفَ اور غَبَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَاَخَّرَ: خود اپنے اختیار سے پیچھے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۲۰۳) — اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے

اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔

۲- خَالِفٌ: نقصان یا کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہنا (مف) اس کا دوسرا معنی مخالفت کرنا بھی ہے اور خَالِفٌ اپنی سستی یا نااہلی سے پیچھے رہنے والے کو کہتے ہیں (مف) اور خالف بمعنی احمق اور وہ جو ایک شخص کے جانے کے بعد بیٹھا رہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ — تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے تو اب
فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ (۹/۸۳) — بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اور خَالِفٌ کی مؤنث خَالِفَةٌ سے عموماً گھریلو عورت مراد لی جاتی ہے جو جہاد کے دوران گھر پر رہ جاتی ہے۔ اور جس کی جمع خَوَالِفُ آتی ہے (مف) ارشاد باری ہے:

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ (۹/۸۷) — یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں گھروں میں بیٹھ رہیں۔

۳- غَبَرَ: اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ — اور ہم نے لوط اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا۔ مگر
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۷/۸۳) — ان کی بی بی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں تھی۔

ماحصل: تَاَخَّرَ: اپنے ارادہ واختیار سے پیچھے رہنا خَالِفٌ: سستی اور کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔
غَبَرَ: اپنے ساتھیوں سے کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ جانا۔

۱۵- پیچھے کرنا یا ڈالنا

کے لیے اَخَّرَ، اَرْجٰى (رجو)، اَرْجَاَ اور نَسَاَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- اَخَّرَ: مقررہ وقت سے پیچھے کرنا یا مہلت دینا (منجد۔مف) اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (۶۳/۱۱) — اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا۔

۲- اَرْجٰى: رجاء ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو (مف) اور اس کی ضد خوف ہے۔ اور رجاء اور خوف دونوں متلازم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو اس کے ضیاع کا اندیشہ بھی دامنگیر رہے گا۔ ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید بھی پائی جاتی ہے۔ اور اَرْجٰى کے معنی کسی ایسی چیز کو پیچھے ڈالنا جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ ارشاد باری ہے:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ — پیچھے رکھ دے تو جس (بیوی) کو تو چاہے ان میں سے اور
اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (۳۳/۵۱) — جگہ دے اپنے پاس جس کو تو چاہے! (عثمانیؒ)

۳- اَرْجَاَ: رَجَاَ کے معنی کسی چیز کو دانتوں سے تھامنا اور اَرْجَاَ الْاَمْرَ کسی کام کو پیچھے ڈالنا (منجد) یعنی اَرْجَاَ میں تاخیر کا سبب احتیاط اور مضبوطی ہوتا ہے تاکہ اس کام سے متوقع نتائج برآمد ہو سکیں۔ ارشاد باری ہے:

قَالُوٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۔ (۷/۱۱۱)

درباریوں نے فرعون سے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو موقوف رکھیے اور شہروں میں نقیب روانہ کر دیجئے (جالندھری)

بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو۔ (عثمانیؒ)

۴۔ نَسَأَ: بمعنی کسی چیز کو موخر کر دینا۔ محاورہ ہے۔ نَسَأَكَ اللّٰهُ فِيْ اَجَلِكَ یعنی خدا تمہاری عمر دراز کرے (مف ۴) اور نَسِيْئَةٌ تاخیر اور ادھار کو بھی کہتے ہیں۔ یعنی خرید و فروخت اور لین دین میں رقم بعد میں ادا کرنا۔ اور نَسِيْءٌ کا لفظ قرآنِ کریم نے تقدیم و تاخیر کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور فی الحقیقت یہی اس کا معنی ہے۔ یعنی ایک بات میں تعجیل ہو اور دوسری میں تاخیر (م۔ق) کفارِ مکہ یوں کرتے تھے کہ حج کے ایام کو مقدم موخر کر کے موسم کے مطابق بنا لیتے تھے تاکہ فصلیں پک تیار ہو جائیں اور خدامِ کعبہ کے نذرانوں کی ادائیگی میں سہولت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی تقدیم و تاخیر کو کفر قرار دیا اور فرمایا:

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔ (۹/۳۷)

امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اور اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں ایک سال تو اس کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

ماحصل: (۱) اَخَّرَ: اس کا استعمال عام ہے۔

(۲) اَرْجٰی: ایسی تاخیر جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ پُرامید ہونے کی وجہ سے دیر کرنا۔

(۳) اَرْجَأَ: ایسی تاخیر جس میں احتیاط ملحوظ ہو تاکہ کام درست ہو سکے۔

(۴) نسئ: ایک بات میں تعجیل اور دوسری میں تاخیر کرنا۔

۵۲۔ پیچھے لگانا۔ پیچھے لگنا

کے لیے اَتْبَعَ، تَقَفّٰی اور قَفّٰی (قفو) اور اَغْرٰی (غری) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَتْبَعَ: لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ لازم ہو تو اس کے معنی پیچھے لگنا یا تعاقب کرنا ہے۔ مثلاً:

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ (۲۶/۶۰)

تو فرعون کے درباریوں نے سورج نکلتے ہی ان کا (بنی اسرائیل) کا تعاقب کیا۔

اور متعدی ہو تو اس کے معنی پیچھے لگانا ہو گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً۔ (۲۸/۴۲)

اور اس دُنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔

۲۔ قَفّٰی اور قَفّٰی : القفاء کے معنی گدّی کے ہیں۔ اور قَفَا۔ یَقْفُوْا کے معنی کسی کی گدّی پر مارنا اور کسی کے پیچھے لگ جانا یا پیچھے پڑجانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

اور قَفّٰی کے معنی کسی کے پیچھے کسی چیز کو لگا تار لگانے کے ہیں (اسی سے لفظ قافیہ ہے۔ اس طرح پیچھے لگانا کہ تسلسل قائم رہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (۲/۸۷) اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے۔

۳۔ اَغْرٰی : کے معنی کتّے یا کسی شکاری جانور کو برانگیختہ کر کے شکار کے پیچھے لگا دینا (مف) پنجابی شِشکارنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ۔ (عثمانیؒ) (۵/۱۵)

ماحصل: (۱) اَتْبَعَ : عام ہے۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے لگنا اور لگانا۔ (۲) قَفٰی : کسی چیز کے پیچھے پڑجانا اور قَفّٰی : کسی چیز کے پیچھے کسی کو تسلسل کے ساتھ لگانا۔ (۳) اَغْرٰی : کسی چیز کو ابھار کر دوسرں کے پیچھے لگا دینا۔

۵۳۔ پیچھے کے دوسرے مشتقات

علاوہ ازیں "پیچھے" کے کچھ مشتقات ایسے ہیں جن کے لیے قرآن کریم میں ایک ہی لفظ آیا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) پیچھے چلنا کے لیے اِتَّبَعَ اور

(۲) پیچھے دیکھنا کے لیے اِلْتَفَتَ : لَفَتَ کے معنی کسی چیز کو موڑ کر دائیں یا بائیں کر دینا۔ (م۔ل) اور اَلتفت کے معنی مڑ کر دیکھنا۔ توجہ کرنا اور پیچھے کی طرف دیکھنا ہے۔ التفات مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ۔ (۱۵/۶۵) تو آپ کچھ رات رہے سے ان کو لے نکلیں اور خود ان کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔

۳۔ پیچھے ہٹنا کے لیے خَنَسَ : خَنَسَ کے معنی پیچھے ہٹنا اور سکڑ جانا (منجد) اور بمعنی سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مف) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا۔ (م۔ل) اور خَانِسٌ بمعنی پیچھے ہٹ جانے والا۔ اس کی جمع خُنَّس آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۔ (۸۱/۱۵) ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور جو سیر کرتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔

اور خَانِسٌ سے اسم مبالغہ خَنَّاس ہے یعنی جس نے بار بار پیچھے ہٹ جانے کو اپنا وطیرہ

بنا لیا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ (۱۱۴/۴) (اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں، شیطان) وسوسہ انداز کی برائی سے جو (خدا کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

۵۴۔ پیدا کرنا

کے لیے بَرَأَ، بَدَعَ، فَطَرَ، خَلَقَ، اَنْشَأَ اور ذَرَأَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرَأَ: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ جامۂ خلقت پہنانا (منجد) نق۔ل ۱۱۲)۔ ایجاد و اختراع کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ (۲/۵۴) اور اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔

۲۔ بَدَعَ: پہلی بار بنانا کسی نمونہ اور کسی کی تقلید کے بغیر بنانا (مف) اور بدیع بمعنی انوکھی چیز بنانے والا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۲/۱۱۷) وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

۳۔ فَطَرَ: کے معنی تراش خراش کو خوبصورت تخلیق کرنا۔ آیت فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰/۳۰) کا ترجمہ عثمانی صاحب یوں کرتے ہیں، "وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو"

نیز ارشادِ باری ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۳۵/۱) سب تعریف خدا ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

سب خوبی اللہ کو ہے جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین (عثمانی)

۴۔ خَلَقَ: کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) کسی چیز کو بنانے کے لیے اس کا اندازہ لگانا یا خاکہ تیار کرنا (مف) گویا تخلیق کا کام ذہنی بھی ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔

(۲) کبھی خلق اِبداع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قرآن کریم میں جیسے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آتا ہے، ایسے ہی بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بھی آتا ہے۔ اس صورت میں اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف نہیں ہو سکتی۔

(۳) اور خلق کا عام مفہوم یہ ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے۔ پہلے مادہ موجود ہو تو اس سے کوئی دوسری ایجاد کی جائے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (اور) اُس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت

كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۴/۱) — پیدا کر کے انہیں زمین پر) پھیلا دیے۔

اس صورت میں اس کی نسبت غیر اللہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (۵/۱۱۰) — اور جب تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت۔ (عثمانیؒ)

نیز یہ آیت:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ (۲۳/۱۴) — تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا ہے، بڑا بابرکت ہے۔ (جالندھری)

بہترین پیدا کرنے والا۔ (عثمانیؒ)

۵۔ اَنْشَاَ: اس کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) کسی چیز کو پیدا کرنا اور (۲) پھر اسے پال پوس کر بڑھانا (م-ل-منجد) اور یہ لفظ ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور مشترکہ طور پر بھی مثلاً:

(۱) بمعنی پیدا کرنا:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (۶/۹۸) — اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔

(۲) بمعنی پالنا پوسنا:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ (۴۳/۱۸) — بھلا ایسا شخص جو پرورش پاتا ہے زیور میں۔

(۳) پیدا کرنا اور بڑھانا مشترکہ عمل کے لیے:

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (۵۶/۷۲) — کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

۶۔ ذَرَءَ (۱) بمعنی پیدا کرنا (۲) پھیلا دینا۔ (م-ا) اور یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے اور اکٹھے معنوں میں بھی۔ مثلاً درج ذیل آیت صرف پیدا کرنے کے معنوں میں ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (۷/۱۷۹) — اور بلاشبہ ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے۔

اور ذَرَاَ بمعنی کھیت میں بیج ڈالنا (منجد) اور ذرء بمعنی ہر وہ چیز جو بوئی جائے اور کھیتی باڑی کی جائے (م-ل) گویا جس طرح بیج پھیلا کر بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح انسانوں کے زمین میں پھیلا دینے یا بکھیر دینے کے معنوں میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ — کہہ دو وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا

وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (۶۷/۲۲) اور اسی کے رُوبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔

ماحصل: (۱) بَرَأَ: بغیر مادہ کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔

(۲) بَدَعَ: بغیر نمونہ اور تقلید کے یعنی پہلی بار بنانا یا پیدا کرنا۔

(۳) فَطَرَ: تراش خراش کر اچھی شکل بنانا۔

(۴) خَلَقَ: ایسی چیز بنانا جس کا مواد پہلے موجود ہو۔

(۵) أَنْشَأَ: پیدا کرنا اور نشوونما کرنا۔

(۶) ذَرَأَ: پیدا کرنا اور پھیلانا۔

—— پیروی کرنا کے لیے دیکھیے "اطاعت کرنا"

۵۵ —— پیش کرنا

کے لیے عَرَضَ اور أَحْضَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَرَضَ: بمعنی پیش کرنا۔ سامنے لانا (منجد) اور یہ عموماً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ جیسے عرضداشت، پیغام یا دوسری اشیاء۔ اور عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (مف) قرآن میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (۲/۳۱) اور اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

۲۔ أَحْضَرَ: حَضَرَ کے معنی سامنے آنا، پیش ہونا۔ اور أَحْضَرَ بمعنی کسی دوسرے کو پیش کرنا یا سامنے لانا، حاضر کرنا اور اس میں اس شے کا ورود اور مشاہدہ ضروری ہے (م-ل) اور یہ عموماً ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ اور بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسے کسی مجرم کو حاضر کرنا اور احضار کا لفظ ناراضگی اور غضب پر دلالت کرتا ہے (فق ل ۷۷) ارشادِ باری ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا۔ (۱۹/۶۸) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان کو جمع کریں گے اور شیطانوں کو بھی پھر ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کردیں گے۔

ماحصل: (۱) عَرَضَ: غیر ذوی العقول کے لیے۔ مادی و معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۲) أَحْضَرَ: ذوی العقول کے لیے اور اس میں ورود اور مشاہدہ ضروری ہے اور بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

۵۶ —— پیشانی —— (ماتھا)

کے لیے جَبِين، جَبْهَة اور نَاصِيَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَبِين: ماتھے کے کسی ایک کنارہ کو کہتے ہیں (منجد) اور پیشانی کی دونوں اطراف (دائیں

اور بائیں کو اجبیان کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۔ (۳۷/۱۰۳) — جب دونوں نے حکم مان لیا تو باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔

۲- جَبۡهَة: بمعنی پیشانی کی چوڑائی اور اس کی خوبصورتی (منجد) جبہ دراصل پیشانی کے سامنے کے حصہ کو کہتے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتا ہے۔ پیشانی کے دونوں اطراف کا درمیانی حصہ۔ اور اس کی جمع جِبَاہ آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ (۹/۳۵) — ان بخیلوں کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں، داغی جائیں گی۔

۳- نَاصِيَة: بمعنی پیشانی یا پیشانی کے بال جبکہ وُہ دراز ہوں۔ (منجد) اس کا اطلاق پیشانی کے بالوں پر بھی ہوتا ہے اور پیشانی پر بھی۔ اس کی جمع نَوَاصِی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِيۡمٰهُمۡ فَيُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِىۡ وَالۡاَقۡدَامِ (۵۵/۴۱) — گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے۔

ماحصل: (۱) جبین: پیشانی کی کوئی ایک طرف دائیں یا بائیں۔
(۲) جبہ: پیشانی کا درمیانی حصہ۔ (۳) نَاصِيَة: پیشانی اور اس کے بال۔

۵۷ — پیغمبر

کے لیے نَبِیّ[۱]، رَسُوۡل[۲]، مُرۡسِل اور مَلٰٓئِكَة[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱-۲- نبی، رسول اور مرسل: نبی، نبا سے مشتق ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی انبائے غیب وصول کرنے والا۔ اور نبوّت کی نسبت نبی کی طرف ہوتی ہے۔

اور رسول کا لغوی معنی صرف پیغامبر ہے جو کسی کی طرف سے کوئی شخص بھی ہو سکتا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں رسول وُہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی والہام انبائے غیب اور احکام وصول کرے اور اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے۔ رسالت کی نسبت رسول کی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور رسول، مرسل صرف اسی وقت کہلا سکتا ہے جب وُہ پیغام دوسروں تک پہنچا دے۔ حالانکہ رسول وُہ اس وقت سے ہوتا ہے جب کوئی پیغام یا نامہ اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ (فق۔ ل ۲۲۳)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں اور یہ ایک ہی سکہ کے دو رُخ ہیں۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے نبی کہا، ان کو یا ان میں سے اکثر کو رسول بھی کہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی اور رسول میں بیّن فرق ہے۔ اور اس فرق کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ (۲۲/۵۲)

اور ہم نے کوئی رسول اور نہ ہی کوئی نبی ایسا بھیجا ہے کہ جب اس نے کوئی آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیا۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ نبی اور رسول دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں اور ان میں بنیادی فرق مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسول کے مبعوث ہونے کے پیشتر اس کی آمد کی خبر سابقہ نبیوں کے ذریعہ دی جاتی ہے جس کا وہ اعلان کرتے ہیں۔ لیکن نبی کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہوتی۔

(۲) رسول اپنے ساتھ ایک نئی شریعت لاتا اور ایک نئی امت کی تشکیل کرتا ہے لیکن نبی اپنے سے پہلے کے رسول کی مسخ شدہ تعلیم کی اصلاح اور پہلی ہی امت کے کردار کی اصلاح کے لیے آتا ہے۔

(۳) لوگوں کی دستبرد سے رسول کی حفاظت اللہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جبکہ انبیاء بغیر حق کے قتل بھی کیے جاتے رہے ہے۔

۳۔ مَلٰٓئِکَۃ: کا مادہ لأک ہے۔ اَلۡاَکَۃُ اِلٰی فُلَانٍ بمعنی اس کو پیغام پہنچانا۔ اَلِکۡنِیۡ اِلٰی فُلَانٍ بمعنی میرا اسے پیغام دینا۔ اور مَلۡأَكٌ اور مَلَكٌ بمعنی پیغام رساں فرشتہ (منجد) ملک بمعنی فرشتہ (ج مَلٰٓئِکَۃ) بھی ایک شرعی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس میں یہ تخصیص بھی نہیں کہ ہر ملک ضرور پیغام رساں ہو۔ اور وہ فرشتہ جو اللہ کا پیغام نبیوں اور رسولوں تک لانے کے لیے مقرر ہے وہ جبریلؑ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رُوح اور رُوح الامین کے لقب سے بھی پکارا ہے تاہم پیغام رسانی کا کام دوسرے فرشتے بھی کرتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنۡہُ ۟ۙ اسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ (۳/۴۵)

اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

ماحصل: (۱) نَبِی: اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی غیب کی خبریں وصول کرنے والا اور اس کے مطابق سابقہ تعلیم اور سابقہ امت کے کردار کی اصلاح کرنے والا۔

(۲) رَسُوۡل: وہ نبی جو صاحبِ شریعت بھی ہو اور نئی امت تشکیل کرے اور اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچائے۔

(۳) مَلٰٓئِکَۃ: فرشتے جو پیغام رساں بھی ہوتے ہیں۔

۵۸ — پیغمبروں کے حریف

حریف کا لغوی معنی تو ہم پیشہ ہے تاہم اس لفظ کا اطلاق کسی ایک پہلو میں مماثلت پر بھی ہوتا ہے۔ پیغمبروں نے جب بھی دعوت پیش کی تو کفار کی طرف سے انہیں ساحر، کاہن، شاعر اور مجنون کے

الزامات دیے جاتے رہے۔ ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے کاموں اور پیغمبروں کے کام میں بنیادی فرق کیا ہے؟

۱۔ ساحر: (بمعنی جادوگر) انبیاء و رسل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض دفعہ از خود، بعض دفعہ کفار کے مطالبہ پر اور بعض دفعہ کسی اشد ضرورت کے تحت معجزات[1] عطا کیے جاتے رہے تو کفار فوراً جادوگر کا الزام دے دیتے۔ ارشادِ باری ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۵۴/۱-۲)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے ہمیشہ سے چلا آتا۔

پہلی آیت میں انشقاقِ قمر کا معجزہ بیان کرنے کے بعد فوراً یہ حقیقت بتلائی گئی کہ کفار کا تو کام ہی یہ رہا ہے کہ وہ جھٹ معجزہ کو جادو کہہ دیتے ہیں۔ لہٰذا جادو اور معجزہ کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ اور یہ فرق درج ذیل ہیں۔

(۱) جادو میں اشیاء کی ماہیت اور حقیقت نہیں بدلتی بلکہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ اور انہیں چیز کچھ کی کچھ دکھائی دینے لگتی ہے۔ موسیٰؑ کے مقابلہ میں جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں کے جو سانپ بنائے تھے ان کے متعلق ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْھَبُوْھُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ (۷/۱۱۶)

جب ان جادوگروں نے جادو کی چیزیں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور انہیں بہت ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو دکھایا۔

جبکہ معجزہ کی صورت میں چیز کی ماہیت اور حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کا عصا جسے پھینکنے پر تو سانپ بن جاتا۔ مگر پھر پکڑنے سے اپنی اصلی حالت میں آ جاتا تھا۔

(۲) معجزہ سے نئی پیدا شدہ چیز یا تو اسی صورت میں قائم اور بحال رہتی ہے جیسے چاہِ زمزم یا بارہ چشموں کا اجرا یا پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔ جیسے انشقاقِ قمر، عصائے موسیٰ یا یدِ بیضا۔ معجزہ کا اہلاک ممکن نہیں جبکہ جادو کا اہلاک ممکن ہے۔ جیسے جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو حضرت موسیٰ کا عصا (سانپ) ہڑپ کر گیا تھا۔

---

[1] قرآن میں معجزہ کا لفظ نہیں آیا۔ اس کی بجائے اٰیۃ، اٰیۃ بیّنۃ، بصیرۃ اور برھان کے الفاظ آئے ہیں۔ قرآن کے بیان، اندازِ بیان اور سیاق و سباق سے بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معروف معنوں میں استعمال ہوا ہے یا معجزہ کے معنوں میں۔ اور بعض دفعہ ان الفاظ میں سے کوئی بھی نہیں آتا۔ صرف اندازِ بیان ہی سے معجزہ ثابت ہو جاتا ہے۔ مثلاً سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی میں سُبْحَان کا لفظ جو کلمہ حیرت و استعجاب ہے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ سفر روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا اور معجزہ تھا۔

(۳) جادو ایک فن ہے جو کسب سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن معجزہ وہبی چیز ہے جو کسب و اکتساب سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں آنے والے جادوگر، جو فن کی انتہائی بلندیوں پر تھے، یہ جان گئے کہ یہ چیز جو موسیٰ نے پیش کی ہے فن سے ماوراء ہے۔ لہٰذا وُہ فوراً ایمان لے آئے۔

(۴) جادوگروں کی سیرت و کردار مکروہ ہوتا ہے اور لوگ ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے خائف رہتے ہیں۔ جبکہ انبیاء کی زندگی انتہائی پاکیزہ ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وُہ لوگوں میں معزز اور محبوب ہوتے ہیں۔

۲۔ کاھن: انبیاءؑ بھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اور کاہن بھی۔ اس لحاظ سے انبیاء کو کاہن کا الزام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کی خبر کا ماخذ وحی الٰہی ہوتا ہے جس کا جھوٹ ثابت ہونا ناممکنات سے ہے۔ جیسے دَورِ نبویؐ میں رُومیوں کو شکست ہوئی تو وحی الٰہی نے بتلایا کہ ۳ سے ۹ سال کے عرصہ تک رومی دوبارہ غالب آجائیں گے۔ اگرچہ بظاہر اس بات کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا تاہم یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہی۔ اور کہانت کا ماخذ جنّات اور خبیث روحیں ہیں۔ جو ملاء اعلیٰ سے کوئی نہ کوئی بات سُن پاتے اور جھوٹ سچ ملاکر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں لہٰذا ان کی خبریں غلط بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی صحیح بھی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کاہنہ تو ہو سکتی ہے لیکن نبیہ نہیں ہو سکتی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے لیکن کوئی عورت حتیٰ کہ حضرت مریم بھی نبی نہ تھیں۔ کاہن مردوں اور عورتوں کو مذہبی تقدس کا درجہ حاصل تھا۔ لوگ ان سے اپنے پیچیدہ خصومات کا فیصلہ بھی کرواتے اور اسی تقدیس کی وجہ سے اسے حتمی فیصلہ سمجھتے تھے۔ دورِ نبویؐ میں ابنِ صیاد ایسا ہی کاہن تھا جس کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ انسانی جان کے مقابلہ میں سو اونٹ کی دیّت کا فیصلہ بھی کہانت کی بنا پر رواج پاگیا جسے اسلام نے بحال رکھا۔

۳۔ شاعر کا کام یہ ہے کہ وُہ فصیح و منظوم زبان میں اپنے تخیل کی بلندی اور نکتہ آفرینی کو یوں پیش کرتا ہے کہ اس سے سننے والے پر ایک وجدانی سی کیفیت آجاتی ہے۔ قرآن کریم گو بحر و اوزان کے لحاظ سے مبرّا ہے لیکن باقی تمام خصوصیات اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جو کسی انسان کے کلام میں ممکن نہیں۔ اس وجہ مماثلت کی بنا پر آپ کو شاعر بھی کہا جاتا رہا۔ شاعر اور نبی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شاعر کے تخیل کی پرواز کا میدان زندگی کا ہر اچھا یا بُرا پہلو ہوتا ہے ماحول کا تاثر اس کی طبیعت پر غالب رہتا ہے۔ اور معاشرہ کی اکثریت چونکہ گمراہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا تخیل بھی انہیں راستوں پر پرواز کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۔ الشعراء اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔

أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (۲۶/۲۲۴) تم دیکھتے نہیں کہ وُہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں۔

جبکہ نبی کے تخیل کی پرواز کا میدان وحی الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ شاعر کے نظریات میں عمر و عقل کی پختگی تجربہ اور ممارست کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن نبی ابتداء میں جو کچھ کہہ دیتا ہے۔ بعد میں جو کچھ بھی کہے گا اس کی تائید میں کہے گا۔ کفار کے ان الزامات کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ۔ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ۔ (۶۹/۴۱-۴۲) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ لیکن تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ ہی یہ کسی کاہن کے مزخرفات ہیں مگر تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

ان قباحتوں کی وجہ سے ہی آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی۔ حالانکہ آپ أَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ کہنا غلط ہے کہ سب اشعار اور شعراء مذموم ہی ہوتے ہیں۔ شاعر کا تخیل صواب کی راہ بھی دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت لبیدؓ کے دورِ جاہلیت کے اس شعر کو بہت پسند فرمایا۔ کیونکہ یہ شعر وحی الٰہی ہی کی ترجمانی پیش کرتا ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ جان لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہو کے رہے گی۔

۴۔ مجنون: یعنی فاتر العقل۔ وُہ شخص جس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہو۔ اور وُہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہو۔ اہل عرب دیوانے کو مجنون اس لیے کہتے تھے کہ ان کے خیال کے مطابق جن کسی انسان کے اندر داخل ہو کر اسے مخبوط الحواس بنا دیتا ہے اور وُہ خلافِ عقل یا دستور باتیں کرنے لگتا ہے۔ انبیاء کی تعلیم بھی چونکہ معاشرہ کو راس نہیں آتی اس لیے کفار کی طرف سے انبیاء کو مجنون کا خطاب بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ۔ (۵۱/۵۲) اسی طرح ان سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا، جسے لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔

نبی اور مجنون میں بنیادی فرق ہے کہ نبی کی دعوت گو معاشرہ کی عقل اور دستور کے خلاف ہوتی ہے۔ تاہم وُہ ہمیشہ اپنی ذات پر قائم رہتا اور اس پر عمل کر کے دکھاتا اور اپنی پاکیزہ سیرت و کردار سے اپنی بات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے جبکہ مجنون ان تینوں باتوں سے عاری ہوتا ہے۔

۵۹ — پینا

کے لیے شَرِبَ، جَرَعَ اور سَاغَ (سوغ) کے الفاظ آئے ہیں۔

شَرِبَ: بمعنی پانی یا کوئی دوسری پینے کی چیز نوش کرنا (مف) پینا کے لیے اس لفظ کا استعمال

عام ہے۔ شراب بمعنی پینے کی کوئی چیز۔ شِرْب۔ شِربۃ۔ پینے کی باری یا ایک بار پینا۔ اور مَشْرَب بمعنی پینے کی جگہ۔ گھاٹ (منجد) قرآن میں ہے:

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ (۲/۲۴۹) جو کوئی اس سے پانی پی لے گا وہ ہم سے نہیں۔

۲۔ جَرَعَ بمعنی گھونٹ گھونٹ کرکے پینا (منجد) اور جُرْعَۃ بمعنی گھونٹ اور اِجْتَرَعَ یکبارگی پی جانے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (۱۴/۱۷) وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا اور گلے سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

۳۔ سَاغَ بمعنی کسی مشروب کا آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے اتر جانا (مف) غٹ غٹ کرکے پی جانا اور ساغیۃ خوش مزہ شربت یا مشروب کو کہتے ہیں (صراح) اور اس کی ضد غَصَّ ہے یعنی ایسی چیز جو گلے سے آسانی سے نیچے نہ اترے اور پھنس جائے۔۔۔۔ ارشادِ باری ہے:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶/۶۶) ان (مویشیوں) کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔

ماحصل: (۱) شَرِبَ: پینا کے لیے عام لفظ ہے۔ (۲) جَرَّعَ: گھونٹ گھونٹ کرکے پینا۔
(۳) سَاغَ: مشروب خوشگوار ہونے کی وجہ سے غٹ غٹ کرکے پی جانا۔

تابعداری کرنا کیلیے دیکھیے" اطاعت کرنا" ___ تابع کرنا کیلیے دیکھیے " مسخر کرنا "

۱ ___ تارا ___ (اقسام)

کے لیے نجم اور کوکب کے الفاظ آئے ہیں:

۱- نَجْم: بنیادی طور پر دو معنوں میں آتا ہے۔ (۱) بے تنہ نباتات۔ جڑی بوٹیاں اور جھاڑ جھنکار (۲) سیارے جو طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ اور اس کی جمع نجوم آتی ہے۔ اور نجم بطور اسم جنس استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (۱۶/۱۶) اور لوگ ستاروں سے رستے معلوم کرتے ہیں۔

۲- كَوَاكِب: کوکبۃ ایک بڑے ستارے کا نام (منجد) اور کوکب ہر بڑے تارے کو کہتے ہیں خواہ وہ ستارہ ہو یا سیارہ (ف-ل) اور اس کی جمع کَوَاکِب ہے۔ اور کوکب الحدید بمعنی لوہے کا چمکنا دمکنا۔ چم چم کرنا (منجد) ہے۔ گویا کوکب ہر اس تارے کو کہتے ہیں جو بڑا بھی ہو اور تابناک بھی۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ (۳۷/۶) بیشک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل ستاروں کا ذکر آیا ہے:

(۱) شِعْرٰی: ایک چمکدار ستارے کا نام جو سخت گرمی کے موسم میں طلوع ہوتا ہے (مف) ایامِ جاہلیت میں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ (مزید تفصیل ص (۵۹) "معبودانِ باطل" میں دیکھیے) اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے فرمایا کہ:

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (۵۳/۴۹) اور یہ کہ وہی (اللہ) شعرٰی کا مالک ہے۔

(۲) خُنَّس: خَنَسَ بمعنی پیچھے ہٹنا اور سکڑ جانا (منجد) سیدھا چلتے چلتے ایک قدم پیچھے ہٹ جانا (مف) آنکھ بچا کر یا چوری چھپے پیچھے ہٹ جانا (م-ل) خَانِس کے معنی پیچھے ہٹنے والا اور خُنَّس اس کی جمع ہے۔ گویا خُنَّس وہ سیارے ہیں جو سیدھے چلتے چلتے الٹی چال چلنے

لگ جاتے ہیں۔
بعض کے نزدیک زہرہ، مشتری، زحل، مریخ اور عطارد یہ پانچ سیارے ہیں (منجد) اسی وجہ سے انہیں خمسہ متحیرہ بھی کہتے ہیں۔
(۳) جَوَار: جَارَ۔ جَوْرًا۔ بمعنی راستہ سے ایک طرف ہٹ جانا۔ (منجد) اور جوار سے مراد وُہ سیارے ہیں جو سیدھی چال چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھار تھوڑا سا رخ بدل جاتے ہیں۔
(۴) کُنَّس: کنس بمعنی چھپ جانا، غائب ہو جانا (م۔ ل) اور کناس ہرن کی پناہ گاہ کو اور کانس پناہ گاہ میں داخل ہونے والے ہرن کو کہتے ہیں۔ کانس کی جمع کُنَّس ہے۔ یعنی وُہ سیارے جو چلتے چلتے یک دم غائب ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ۔ (۸۱/۱۶-۱۵) ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔

۲ ـــــــ تاریکی چھانا

کے لیے عَسۡعَسَ، غَسَقَ، غَطَشَ، وَقَبَ، سَجٰی، اَظۡلَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱۔ عَسۡعَسَ، بمعنی شام کا دھندلکا ہونا۔ سورج غروب ہوتے ہی شام کا اندھیرا چھانا۔ ایسے ہی سورج طلوع ہونے سے تھوڑا پیشتر کا دھندلکا (مف) قرآن میں ہے:

وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ (۸۱/۱۷) اور رات کی قسم جب چھانے لگتی ہے۔ اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے۔

۲۔ غَسَقَ: شفق غائب ہو جانے کے بعد کا اندھیرا۔ ابتدائی رات۔ اول اللیل (ف۔ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ (۱۷/۷۸) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) اور صبح کو نماز پڑھا کرو۔ (جالندھری)

۳۔ اَغۡطَشَ: غَطَشَ (اللیل) بمعنی رات کا تاریک ہونا۔ اور غطش بمعنی کمزور نظر یا دھندلی نظر والا ہونا۔ اسی طرح غطاش رات کی تاریکی کو بھی کہتے ہیں اور نظر کی کمزوری کو بھی (منجد) یعنی اتنی تاریکی جس میں اشیاء دُھندلی سی نظر آسکیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا (۷۹/۲۹) اور اسی نے رات تاریک بنائی اور دن کو دھوپ نکالی۔

۴۔ وَقَبَ: وَقۡب کسی چٹان وغیرہ میں گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور وَقَبَ بمعنی گڑھے میں داخل ہو کر غائب ہو جانا۔ وقب الشمس بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ اور وقب الظلام بمعنی اتنی تاریکی چھانا جس کے اندر اشیاء غائب ہو جائیں (مف) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (۱۱۳/۳) اور شب تاریکی کی برائی سے (اے اللہ تیری پناہ مانگتا ہوں) جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

۵۔ سَجٰی: سجی اللیل بمعنی رات کا سنسان اور خاموش ہونا۔ اور سَجَّی الْمَیِّتَ۔ میت پر چادر ڈال کر لپیٹنا اور چھپانا۔ سَجِّ مَعَائِبَ اَخِیْكَ بمعنی اپنے بھائی کے عیبوں کو چھپاؤ (منجد) گویا اس لفظ میں چھپانے کا تصور بھی پایا جاتا ہے اور پُرسکون ہونے کا بھی۔ یعنی رات کا اتنا حصہ گزر چکا ہو کہ سب لوگ سو چکے ہوں اور تاریکی بھی پوری طرح چھا چکی ہو۔ قرآن میں ہے:

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ إِذَا سَجٰی (۹۳/۲) آفتاب کی روشنی کی قسم اور رات کی تاریکی کی جب چھا جائے۔

۶۔ اَظْلَمَ: ظَلِمَ (ظُلْمًا) اور اَظْلَمَ اللَّیْلَ بمعنی رات کا تاریک ہونا (منجد) اندھیرا چھانا۔ یہ لفظ رات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اگر دن کو بادلوں یا کسی دوسری وجہ سے اندھیرا ہو جائے تو اس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور ظُلْمَۃٌ بمعنی اندھیرا (ضد نور) (ج ظُلَمٌ اور ظُلُمٌ اور ظُلُمٰت اور ظُلُمَات) (منجد) ارشادِ باری ہے:

یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِیْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا (۲/۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں (بصارت) کو اچک لے جائے۔ جب بجلی چمکتی اور ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

ماحصل: (۱) عَسْعَس، صبح یا شام کا دھندلکا
(۲) غَسَق: رات کا ابتدائی حصہ۔
(۳) غَطَش: اتنی تاریکی کہ چیزیں اچھی طرح نظر نہ آئیں۔
(۴) وَقَبَ: جب اشیاء تاریکی میں غائب ہو جائیں۔
(۵) سَجٰی: گئی رات کا سناٹا اور تاریکی۔
(۶) ظُلُمٰت: اندھیرا کے لیے عام لفظ خواہ رات کا ہو یا کسی دوسری وجہ سے۔

۳۔۔۔۔۔ تازہ

کے لیے طَرِیٌّ، رُطَبٌ، نَضْرَۃٌ (نضر) اور نَاعِمَۃٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طَرِیٌّ بمعنی تر و تازہ۔ اس کا استعمال گوشت کے لیے ہوتا ہے (ف۔ل ۵۴) طراوت بمعنی تر و تازگی۔ قرآن میں ہے:

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَۃً تَلْبَسُوْنَهَا (۳۵/۱۲) اور ہر طرح (کے سمندر میٹھے پانی کا ہو یا کھاری کا) سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔

۲۔ رطب، بمعنی تر و تازہ اور اس کی ضد یَابِس بمعنی خشک شدہ ہے۔ لیکن عرف عام میں رطب

کا لفظ پکی اور تازہ کھجور کے ساتھ مخصوص ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۱۹/۲۵)	اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ تم پر تر و تازہ پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔

۳۔ نَضْرَةٌ: نَضَرَ بمعنی ملائم و تازہ اور خوبصورت ہونا (منجد ۔ م ۔ ل) اور نضرۃ رنگت کی خوبصورتی اور جمال کو کہتے ہیں (م۔ل) چہرے کی تر و تازگی اور رونق۔ بشاشت۔ قرآن میں ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۷۶/۱۱)	تو خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچا لے گا اور تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔

۴۔ نَاعِمَةٌ: بمعنی آسودہ زندگی۔ آسودہ حالی (منجد) نعمتوں کی فراوانی اور آسودہ حالی کی وجہ سے چہرے کا تر و تازہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ (۸۸/۹،۸)	اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اپنے اعمال (کی جزا) کی وجہ سے خوش دل ہوں گے۔

ماحصل: (۱) طری: عموماً گوشت کی تر و تازگی کے لیے۔
(۲) رطب: کھجور کی تازگی یا تازہ کھجور کے لیے
(۳) نضرۃ: چہرے کی بشاشت اور فضا کی پاکیزگی اور
(۴) ناعمۃ: آسودہ حالی کی وجہ سے تر و تازگی کے لیے آتا ہے۔

۴۔۔۔۔ تاکہ

کے لیے لِ۔ کَیْ۔ اَنْ، کَیْ لَا۔ لِکَیْلَا، لِئَلَّا کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں:

یہ سب الفاظ مضارع پر داخل ہو کر تعلیل (وجہ بتلانے) کا فائدہ دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلے تین اثبات کے لیے ہیں۔ لِ اور کَیْ ابتدا میں اور اَنْ درمیان میں آتا ہے۔ باقی تین آخر میں لا کے اضافہ کے ساتھ نفی کے لیے مرکب بنا لیے گئے ہیں اب ان کی مثالیں دیکھیے:

۱۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸/۲)	تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔
۲۔ کَیْ: کَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (۲۰/۴۰)	تاکہ اس (موسیٰ کی ماں) کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کریں!
۳۔ اَنْ: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ (۳۳/۵۱)	اس میں امید ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔
۴۔ کَیْ لَا: کَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۵۹/۷)	تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں۔ انہی کے ہاتھوں میں (وہ مال) نہ پھرتا رہے۔
۵۔ لِکَیْلَا: لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (۳/۱۵۳)	تاکہ تم اس چیز سے غمناک نہ ہو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی۔

۶- لِئَلَّا: لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۲/۱۵۰) تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو۔

۵ــــ تانبا (پگھلا ہوا)

کے لیے قِطْر اور مُہْل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قِطْر: پگھلے ہوئے تانبا کے لیے مخصوص لفظ (مف۔منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ (۳۴/۱۲) اور ہم نے اس (سلیمانؑ) کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

۲- مُہْل: بمعنی فلزات جیسے چاندی، لوہا، تانبا۔ پگھلی ہوئی دھاتیں۔ پتلا قطران (بہنے والی گندھک) زہر۔ پیپ (منجد) اور مُہْل اور مُہْلَة بمعنی زرد آب مردہ۔ یعنی وہ زرد رنگ کی پتلی آلائش جو لاش سے نکلتی ہے۔ (منجد۔م۔ق) گویا مُہْل تانبا کے علاوہ چند دوسری پگھلی ہوئی دھاتوں، نیز ہر بہنے والی زرد آلائش کے لیے بھی آتا ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے مُہْل کا ترجمہ پیپ بھی کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ (۱۸/۲۹) اگر وہ (پانی کے لیے) فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔ (کیسا) برا مشروب ہے؟

ماحصل: (۱) قطر: پگھلا ہوا تانبا۔

(۲) مُہْل: تانبہ کے علاوہ بعض دوسری پگھلی ہوئی دھاتیں۔ اور ہر بہنے والی مکردہ آلائش۔

تباہ ہونا کے لیے دیکھیے ــــ "ہلاک ہونا" تبدیل کرنا کے لیے دیکھیے ــــ "بدلنا"

۶ــــ تخت

کے لیے عرش، ارائك (اریکہ کی جمع) اور سُرُر (سریر کی جمع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عرش، بمعنی تخت شاہی۔ سریر الملك (ف ل ۲۳۰) ارشادِ باری ہے:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲/۱۰۰) اور یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔

اور عَرْشُ الْبَیْت گھر کی چھت کو کہتے ہیں۔ اور عَرَش یَعْرِشُ بمعنی لکڑی کا گھر بنانا۔ گویا عرش البیت ایسی چھت کو کہتے ہیں جو شہتیر اور بالوں وغیرہ پر مشتمل ہو۔

۲- اَرَآئِك: اریکہ کی جمع بمعنی چھپر کھٹ یا مسہری والی چارپائی یا تخت (ف۔ل۔۳۰) یا ٹیک لگائے جانے والے آرام دہ تخت پوش اور کرسیاں۔ آراستہ و مزین تخت (منجد) ارشادِ باری ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَاۗىِٕكِ (۷۶/۱۳) اہلِ جنت جنت میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے

۳۔ سُرُر: واحد سریر۔ بغیر مسہری یا چھپر کھٹ کی چارپائی (ف۔ ل ۳۰) سَرِیْرُ الْمَیِّت وہ چارپائی جس پر جنازہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور صاحب منجد کے نزدیک سریر کا استعمال بھی زیادہ تر تخت شاہی کے لیے ہوتا ہے۔ اور امام راغب اس کے معنی ایسا تخت بتلاتے ہیں جو خوشحال لوگ ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے لیے بنواتے ہیں۔ (مف) قرآن میں ہے:

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ مُّتَّکِـِٕیْنَ عَلَیْہَا مُتَقٰبِلِیْنَ (۵۶/۱۶) (لعل و یاقوت سے) جڑے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے۔

اور مَوْضُوْنَۃٍ میں وَضَنَ کا لفظ زر بافی یعنی سونے چاندی کے تاروں سے بُننے کے لیے آتا ہے (مف) گویا اس آیت کا یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ سونے چاندی کے تاروں سے بُنے ہوئے تختوں پر۔

ماحصل: (۱) عرش، تختِ شاہی کے لیے

(۲) اریکہ: ٹیک والے تخت کے لیے اور

(۳) سریر: خوشحال لوگوں کے ٹھاٹھ سے بیٹھنے کے تخت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۷۔۔۔۔۔ تختہ

کے لیے زُبَر اور اَلْوَاح کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ زُبَر: زُبْرَۃ کی جمع ہے۔ اور زُبْرَۃ بمعنی لوہے کا تختہ۔ چادر (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (۱۸/۹۶) تم میرے پاس لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ۔

۲۔ اَلْوَاح (واحد لوح) اور لوح بمعنی کشتی وغیرہ کا تختہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَحَمَلْنٰہُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۵۴/۱۳) اور ہم نے نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی۔ سوار کیا۔

نیز لَوح لکڑی وغیرہ کی اس تختی کو بھی کہا جاتا ہے جس پر کچھ لکھا جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً (۷/۱۴۵) اور ہم نے موسیٰؑ کے لیے (تورات کی) تختیوں میں ہر نصیحت کی چیز لکھ دی۔

ماحصل: (۱) زُبَر: عموماً لوہے کی چادروں اور بڑے تختوں کے لیے اور؛

(۲) لَوح: لکڑی کے تختے یا لکھنے کی تختی کے لیے آتا ہے۔

۸۔۔۔۔۔ تدبیر کرنا

کے لیے دَبَّرَ، کَادَ (کید) مَکَرَ اور حِیْلَۃ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دَبَّرَ: دُبُر بمعنی پشت یا کسی چیز کا پچھلا حصہ۔ اور دَبَّرَ بمعنی کسی کام کے انجام پر نظر رکھ کر اس میں غور و فکر کرنا اور اس کی راہ متعین کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ (۱۰/۳۱) اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ!

۲- کَیْد: کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے خفیہ تدبیر کرنا۔ داؤ یا چال چلنا (مف) اور کَیْدُ سَاحِرٍ بمعنی جادوگر کے ہتھکنڈے (مف) ایسی تدبیر کا مقصد اگر درست اور نیک ہو تو یہ جائز اور درست ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ۔ (۱۲/۷۶) اسی طرح ہم نے یوسفؑ کے لیے تدبیر کی۔

اور اگر مقصد بُرا ہو تو یہ مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (۷۷/۳۹) اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر چلو۔

۳- مَکَرَ: کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے حیلہ جوئی اور دھوکا کرنا (م-ل) اور بمعنی کسی کو خفیہ طریقہ سے مکروہ چیز دوچار کر دینا (فق ل ۲۱۴) یہ لفظ عموماً بُرے مفہوم میں آتا ہے۔ مکر بمعنی فریب اور مکار بمعنی فریب کار اور بدنہاد (م-ا) اور امام راغب اس کے معنی کسی شخص کو حیلہ بہانہ سے اس کے مقصد سے پھیر دینا بتلاتے ہیں (مف) اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہو۔ تو مکار لوگوں کے لیے جواباً کارروائی کے طور پر آتا ہے۔ جیسے فرمایا اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔ اور مشاکلہ کی صورت میں یہ بات روا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۳/۵۴) یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰؑ کو بچانے کے لیے) ایک چال چلا۔ اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔

۴- حِیْلَة: (حول) بمعنی ہوشیاری۔ دوربینی۔ تصرف کرنے پر قدرت (ج-حِیَل اور حِوَل) (منجد) اور بمعنی مکر و فریب (م-ق) حیلہ دراصل ایسے کام کو کہتے ہیں جو کہ جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت کے لیے اس طرح کیا جائے کہ لوگوں یا قانون کی گرفت سے بچ جائے مثلاً سال گزرنے سے پہلے اپنا مال، اپنی بیوی کو ہبہ کر دینا تاکہ زکوٰۃ نہ ادا کرنی پڑے اور وقت گزرنے کے بعد پھر بیوی سے اپنے لیے ہبہ کرلے۔ یہ ہوشیاری بھی ہے اور دھوکہ بھی اور تدبیر بھی۔ مکر یا کید کی طرح یہ کوئی خفیہ تدبیر نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۴/۹۸) ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں۔ جو نہ تو حیلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی رستہ جانتے ہیں۔

ماحصل: (۱) دَبَّرَ: کسی کام کے انجام کو سامنے رکھ کر غور و فکر کرنا۔

(۲) کَیْد: ایسی خفیہ تدبیر جو کسی کو مکروہ چیز سے دوچار کر دے۔ ہلکے پیمانہ پر ہو تو مکر اور بڑے پیمانہ پر ہو تو کید ہے:

(۳) مکر: } اور یہ اچھے مقصد کے لیے درست اور بُرے مقصد کے لیے ہوں تو ناجائز ہیں البتہ مکر کا لفظ اکثر بُرے مفہوم میں آتا ہے۔

(۴) حیلۃ: ہوشیاری اور چالاکی سے تصرف پر قدرت حاصل کرنا۔

۹۔۔۔۔۔ترازو

کے لیے مِیْزَان اور قِسْطَاس کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مِیْزَان: وزن کرنے کا آلہ کسی وزن کے برابر وزن کرنے کے آلہ کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ اور میزان ترازو میں دونوں طرف پڑے ہوئے وزن میں سے ہر ایک کو بھی کہتے ہیں۔ تول

ارشادِ باری ہے:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۵۵-۸-۹)	تاکہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے کمی بیشی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تول کم مت کرو۔

۲۔ قِسْطَاس: رومی لغت کا لفظ ہے جو عربی میں استعمال ہونے لگا (ف۔ل ۲۸۶) اور اس ترازو کو کہتے ہیں جو بہت حساس ہو۔ راست تر ترازو۔ (م۔ا) ایسا ترازو جس میں جھکاؤ دیکھنے کے لیے کانٹا (لِسَانُ الْمِیْزَان) بھی لگا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (۱۷/۳۵)	اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔

۱۰۔۔۔۔۔تراشنا

کے لیے نَحَتَ اور جَابَ (جوب) کے الفاظ ہیں۔

۱۔ نَحَتَ: کسی سخت چیز مثلاً لکڑی، پتھر، لوہا وغیرہ کو چھیلنے یا تراشنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور نُحَاتَۃ برادہ یا تراشہ کو کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۳۷/۹۵)	کیا تم انھیں پوجتے ہو جنھیں خود تراشتے ہو۔

اور ظاہر ہے کہ یہ بت، پتھر، لکڑی یا دھاتوں سے بنائے جاتے تھے۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا (۷/۷۴)	اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔

۲۔ جَابَ: بمعنی قطع کرنا (مف) اور سوراخ یا شگاف کرنا (منجد) اور پھر اسے چھیل چھال کر درست کرنا ہے۔ گویا باریک کام کے لیے نَحَتَ کا لفظ موزوں ہے اور بھاری کام کے لیے جَاب کا۔ ارشادِ باری ہے:

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۸۹/۹)	اور ثمود جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔

ماحصل: نَحَتَ: صرف تراشنے اور باریک کام کے لیے اور جَاب، کاٹنے، شگاف کرنے اور چھیلنے کے معنوں میں آتا ہے۔ اور اس کا تعلق بھاری کام سے ہے۔

ترغیب دینا ـــــ "اُبھارنا"، میں دیکھیے!

۱۱ ـــــ ترکاری

کے لیے قَضْبٌ اور بَقْلٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قَضْب بمعنی وُہ ترکاری یا سبزی جو تازہ کاٹ کر کھائی جائے (منجد) اور صاحب مفردات اور منتہی الارب اس میں تازہ گھاس (یعنی مویشیوں کی خوراک) کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور صاحب تفسیر محمّدی نے بحوالہ معالم التنزیل قضب کی جو تعریف کی ہے۔ وُہ خوب تر معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ہر وُہ سبزی یا ترکاری جس کے پتے مویشیوں کی خوراک) زمین سے باہر ہوں اور کارآمد چیز، انسانوں کی خوراک) زمین کے اندر ہو۔ مثلاً گاجر مولی، شلجم، چقندر وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا (۸۰/۲۸) — پھر ہم نے اس میں سے اناج اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں۔

۲۔ بقل، امام راغب کے نزدیک ایسی سبزیاں جن کی جڑیں اور شاخیں سردیوں میں باقی نہیں رہتیں (مف) اور صاحب منتہی الارب کے نزدیک بَقْل ہر وُہ سبزی اور ترکاری ہے جو بیج سے اُگتی ہے نہ کہ جڑ سے۔ جیسے گنا وغیرہ۔ لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بقل کا لفظ عام ہے جو ہر قسم کی سبزی ترکاری کو محیط ہے۔ اور بَقّال سبزی فروش کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی سبزی ترکاری بیچتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا (۲/۶۱) — تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ ترکاری جو زمین سے اُگتی ہے ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۱۲ ـــــ تسبیح و تقدیس (پاکیزگی بیان کرنا)

کے لیے سَبَّحَ، قَدَّسَ اور حَاشَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ سَبَّحَ: تسبیح کہنا۔ سبحان اللہ کہنا یا سبحان اللہ کا ذکر کرنا۔ اس ذات کی زبان یا زبان حال سے صفت بیان کرنا۔ جو ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اس کی خوبیوں کا مثبت انداز میں ذکر اور حمد بیان کرنا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "پاک")

۲۔ قَدَّسَ: قُدُّوس اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یعنی وُہ ذات جو دوسرے کی شرکت کی احتیاج اور شرک کی دوسری آلائشوں سے پاک ہو۔ (تفصیل "پاک" کے تحت دیکھیے) اور قدّس بمعنی ایسی ذات کی پاکیزگی کا ذکر کرنا۔ تنزیہہ کرنا۔ جو باتیں اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ان کی نفی کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۲/۳۰) — (فرشتے کہنے لگے) اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ حَاشَ، کلمۂ استعجاب ہے۔ اور حَاشَا لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہ کے ہم معنی ہے۔ لیکن بہت محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ کلمہ تنزیہہ اور کلمۂ استثنا۔ ہے (مف) کلمۂ استعجاب کے لحاظ سے بھی اس کا استعمال نہیں ہوتا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ۔ (۱۲/۳۱)	جب ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کا رعب ان پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بلیساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن اور یہ کردار) یہ آدمی نہیں، کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (۱۲/۵۱)	(بادشاہ نے عورتوں سے) پوچھا، بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حاشا للہ ہم نے ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی

اور کبھی حاشا کے ساتھ کلّا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حَاشَ وَکَلَّا جو اپنے یا کسی دوسرے سے الزام کی پرزور تردید کے لیے آتا ہے۔ اس کا استعمال قرآن میں نہیں ہے۔ گویا حَاشَ میں الزام کی پرزور تردید کا پہلو شامل ہوتا ہے۔

ماحصل: (۱) سَبَّحَ: تسبیح کہنا۔ سبحان اللہ کا ذکر نا۔ اس ذات کی مثبت صفات کا ذکر اور اس کی حمد بیان کرنا

(۲) قدّس: بری اور منفی صفات کی تردید کرتے ہوئے کسی ذات یا چیز کا ذکر کرنا۔ تنزیہہ کرنا

(۳) حَاشَ: سبحان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور الزام کی تردید کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ تسکین (تسلّی)

کے لیے سَکِیْنَۃٌ اور اِطْمَاَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَکِیْنَۃٌ: سکون حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ یہ جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور ذہنی یا قلبی بھی۔ اگر ذہنی یا قلبی ہو تو اسے سکینتہ کہا جاتا ہے۔ یعنی تفکرات اور غم و فکر سے دل کو نجات ملنا۔ اور قرار حاصل ہونا۔ قرآن میں ہے:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ (۹/۴۰)	جب پیغمبرؐ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے انؐ پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔

۲۔ اِطْمَاَنَّ: اطمینان حاصل ہونا۔ خلجان، تردد اور شک و شبہ کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا (مف) طبیعت کا مطمئن ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ	فرمایا کیا تم نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں لیکن

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي (۲/۲۶۰) اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جائے میرے دل کو (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) غم و تفکرات سے سکون کے لیے سَكِينَة اور (۲) شکوک و شبہات سے نجات کے لیے اِطْمِينَان کا لفظ آتا ہے۔

۱۴۔ تعبیر بتلانا

کے لیے عَبَّرَ، أَوَّلَ اور أَفْتَى کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ عَبَرَ: بمعنی کسی وادی یا نہر کو پار کر جانا اور عِبَارَةَ الرُّؤْيَا اور عَبَّرَ الرُّؤْيَا بمعنی خواب کی تعبیر بیان کرنا اور عَبَّار بمعنی تعبیر خواب دینے والا (منجد) اور اَلْعِبْرَة وَالْاِعْتِبَار بمعنی کسی دیکھی ہوئی چیز سے ان دیکھے نتائج تک پہنچنا۔ اور تعبیر بمعنی خواب کا انجام بتلانا (مف) قرآن میں ہے:

إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ (۱۲/۴۳) اگر تم خواب کی تعبیر بیان کر سکتے ہو۔

۲۔ أَوَّلَ: (تاویل) بمعنی کسی چیز کو اس کی غایت یا انجام کی طرف لوٹانا۔ اور یہ لفظ تعبیر سے اعم ہے۔ کیونکہ تاویل کے معنی مطلق کسی بات کا انجام بیان کرنا۔ خواہ یہ خواب ہو یا کوئی دوسری بات ہو۔ جبکہ تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بیان کرنے کے لیے مخصوص ہے اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک تاویل متشابہ چیز کی ہی کی جاتی ہے (فق۔ل ۴۳) ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ (۱۲/۳۶) دوسرے نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے ان میں سے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا دیجئے!

۳۔ أَفْتَى: بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل بتلانا۔ فتویٰ ایک شرعی اصطلاح ہے یعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا شرعی حل پیش کرنا۔ بتلانا۔ اور استفتاء بمعنی کسی عالم سے ایسے مسئلہ کا حل پوچھنا۔ قرآن میں أَفْتَى کا لفظ خواب کی تعبیر کے لیے صرف اس لحاظ سے آیا ہے کہ جس خواب کی تعبیر مطلوب تھی وہ خواب بڑا پیچیدہ اور مشکل تھا۔ قرآن میں ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ (۱۲/۴۳) بادشاہِ مصر نے کہا، اے سردارو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ!

اور اسی پیچیدہ خواب کو ان تعبیر بتلانے والوں نے اضغاث احلام کہہ کر ٹال دیا۔ پھر یوسفؑ کے آزاد شدہ ساتھی نے کہا:

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ (۱۲/۴۶) یوسف! اے سچے دوست ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے کہ سات موٹی گائیں؟ ...

ماحصل: (۱) عبر اور تعبیر کا لفظ خواب کا انجام بتلانے سے خاص ہے۔

(۲) تاویل: کسی بات یا واقعہ کا انجام بتلانا عام ہے جس میں خواب بھی شامل ہے۔

(۳) اَفْتُوْنِیْ: کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل پیش کرنا جس میں خواب کی تعبیر بھی شامل ہے۔

۱۵۔۔۔تعریف کرنا

کے لیے حَمْدٌ اور شُکْرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَمْدٌ: کسی کے اوصافِ حمیدہ اور فضائل بیان کرنا۔ بشرطیکہ وہ افعال اختیاری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص سخاوت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل اختیاری ہے۔ اس پر جو تعریف کی جائے گی وُہ حَمْد ہوگی۔ اور اگر اضطراری ہوں۔ مثلاً کوئی شخص دراز قامت یا خوش شکل یا عالی نسب ہے تو اس میں اس کا اپنا کچھ عمل دخل نہیں ہے۔ تو ان اوصاف پر اگر اسکی تعریف کی جائے تو یہ مدح کہلائے گی۔ اور اس کی ضد ذمّ ہے۔ یعنی ایسے عیوب کا بیان جو کسی شخص میں موجود ہوں۔ خواہ وُہ اختیاری ہو یا اضطراری۔ گویا حمد کا لفظ مدح سے خاص ہے۔ مدح ہر اختیاری اور اضطراری خوبی پر ہو سکتی ہے۔ لیکن حمد کا اطلاق افعال اختیاری پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔ (۳/۱۸۸) اور وُہ چاہتے ہیں کہ جو (پسندیدہ) کام انہوں نے نہیں کیے ان پر بھی ان کی تعریف کی جائے۔

اور اللہ کے لیے مدح کا لفظ ناموزوں ہے۔ کیونکہ اللہ کے سب افعال پسندیدہ بھی ہیں اور اختیاری بھی۔ اسی لیے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱/۱) سب طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

اور مدح کا لفظ قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔

۲۔ شُکْرٌ: کسی کے احسانات و انعامات کے تصور اور اظہار کو کہتے ہیں (مف) اور اس کی ضد کُفْر ہے۔ یعنی کسی کے احسان کو بھلا دینا یا نعمت کو چھپانا اور ظاہر نہ ہونے دینا۔ احسان ناشناسی یا کفرانِ نعمت۔ گویا شُکْر، حَمْد سے بھی خاص ہے۔ اگر ہم کہیں کہ خدا تعالیٰ نے کائنات کا نظام کس خوبی سے چلایا ہے تو یہ حَمْد ہے اور اگر ہم کہیں کہ خدا ہی ہمیں کھلاتا پلاتا ہے تو یہ شُکْر ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (۱۴/۷) اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے!

ماحصل: مدح، ہر طرح کی صفت کی خوبی بیان کرنے کیلیے حمد اختیاری اوصاف کیلیے اور شکر انعامات و احسانات کیلیے آتا ہے۔

۱۶۔۔۔تعظیم کرنا

کے لیے عَظَّمَ اور وَقَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَظُمَ: عَظُمَ کے معنی بڑا ہونا بھی ہیں اور ہڈی بھی۔ گویا عظم میں بڑائی کے ساتھ صلابت یا سختی کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ اور عَظَّمَ کے معنی کسی کو دل سے بڑا اور قابلِ عزت سمجھنا ہے۔ اور یہ جاندار اور بے جان سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (۲۲/۳۲) — اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے (عثمانیؒ)

۲۔ وَقَّرَ: وقار بمعنی سنجیدگی اور عظمت (منجد) اور صاحبِ مفردات کے نزدیک سنجیدگی اور حلم (مف) ہے۔ ابن فارس بھی اس کے معنی الحلم والرّزانۃ (م۔ل) لکھتے ہیں۔ اور وَقَّرَ کے معنی کسی صاحبِ مرتبہ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھنا اور اس کے منافی کوئی بات نہ کرنا۔ اور یہ لفظ صرف انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (۴۸/۹) — تاکہ تم خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔

ماحصل: (۱) عظم عام ہے، جبکہ (۲) وَقَّرَ صرف انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تقویت دینا کیلیے دیکھیے "قوت دینا"

۱۷۔۔۔ تک

کے لیے دو الفاظ ہیں۔ اِلٰی اور حَتّٰی۔

یہ دونوں الفاظ انتہا اور غایت بتلانے کے لیے آتے ہیں۔ ظرف زمان اور مکان دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

۱۔ اِلٰی: اسم ضمیر پر بھی داخل ہوسکتا ہے۔ جیسے اِلَیْکُمْ اور اس صورت میں یہ "طرف" کا معنی دیگا لیکن حتّٰی صرف اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوسکتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ اسم یا فعل ہی پر داخل ہوتا ہے، جیسے فرمایا حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے دیکھ لیں۔

۲۔ حَتّٰی: انتہی اور غایت بتلانے کے لیے حَتّٰی، اِلٰی سے زیادہ ابلغ ہے۔ حَتَّى الْآنَ (اس وقت تک) تو کہہ سکتے ہیں، مگر اِلَی الْآنَ نہیں کہتے۔ اِلٰی کا معنی صرف تک سے کیا جاتا ہے جبکہ حَتّٰی کا معنی "تک" "یہاں تک کہ" ہے۔ جیسا کہ اوپر کی مثال سے واضح ہے۔

تکبر کرنا ـــــ "اترانا" میں دیکھیے!

۱۸۔۔۔ تکلیف

کے لیے ضَرٌّ، ضُرٌّ، ضَرَّاءُ، کُرْهًا، اَذًى اور مَعَرَّةٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ ضَرٌّ: بمعنی نقصان۔ کوئی بھی مادی یا معنوی تکلیف یا نقصان۔ اور اس کی ضد نفع ہے۔ اور یہ

بعض دفعہ اچھی بھی ہوسکتی ہے جیسے کڑوی دوا سے تکلیف پہنچنا (فق ل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (۵/۷۶)
کہو کہ تم خدا کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں۔

۲۔ ضُرٌّ میں مبالغہ پایا جاتا ہے اور یہ عموماً جسمانی تکلیف کے لیے آتا ہے۔ بدحالی، بیماری زخم یا دوسرے جسمانی اور ذہنی عوارض (مف۔ منجد) کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بُرے مفہوم میں آتا ہے (فق ل ۱۶۲) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا (۱۰/۱۲)
اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا، کھڑا اور بیٹھا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے۔

۳۔ ضَرَّآء: تکالیف اور بدحالی کا دور۔ جان، مال یا اولاد کا نقصان ہونا یا قحط (منجد۔ م ق) اور اس کی ضد نعمآء بمعنی خوشحالی کا دور ہے یعنی ایسی ظاہری تکالیف جو دوسروں کو نظر آئیں۔ (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (۲/۲۱۴)
ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔

۴۔ اَذًى: بمعنی اَلضُّرُّ الْيَسِيْرُ (م ق) یعنی ہلکی تکلیف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى (۳/۱۱۱)
یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

پھر یہ ہلکی تکلیف ذہنی بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے کسی کا دل دُکھانا یا گالی گلوچ۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹/۶۱)
اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبرؐ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے۔

اور جسمانی بھی جیسا کہ قرآن کریم میں حیض کو اَذًى سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ناپاکی یا گندگی بھی کیا جاتا ہے۔

۵۔ كُرْهًا: بمعنی جبریہ مشقت یا اضطراری تکلیف (مف) کسی تکلیف دہ کام کے سرانجام دینے پر مجبور ہونا۔ (اور اس کی ضد طَوْعًا ہے۔ یعنی کسی کام کو دل کی خوشی سے سرانجام دینا۔ قرآن میں ہے:

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ (۴۶/۱۵)
اس کی ماں نے اس (انسان) کو تکلیف سے پیٹ میں اٹھایا اور تکلیف ہی سے جنا۔

۶۔ مَعَرَّۃٌ : اَلْعَرُّ وَالْعُرُّ: خارش کی بیماری کو کہتے ہیں جو پورے بدن کو عارض ہو جاتی ہے۔ اسی نسبت سے مَعَرَّۃٌ ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے (مف) اور صاحب منجد اس کے معنی گناہ، تکلیف، بدی، قصور، عیب، بُری بات، سختی اور گالی لکھتے ہیں۔ گویا یہ لفظ وسیع المفہوم ہے جو ہر طرح کے دُکھ، رنج اور خرابی پر بولا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّۃٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵) پھر تم پر اُن کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بے خبری سے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) ضَرٌّ: نقصان کے معنوں میں فائدہ کے مقابلہ پر۔

(۲) ضُرٌّ: جسمانی تکلیف اور عوارض کے لیے۔

(۳) ضَرَّاءُ: ظاہری مشکلات کے دَور کے لیے۔

(۴) اَذًی: ہلکی تکلیف کے لیے۔

(۵) کُرْهًا: جبری تکلیف کے لیے۔

(۶) مَعَرَّۃٌ: ہر طرح کی تکلیف اور خرابی کے لیے آتا ہے۔

۱۹ — تکلیف اُٹھانا — دینا

کے لیے اَذًی سے اٰذٰی یُؤْذِیْ اور ضَرَّ اور ضُرٌّ سے یَضُرُّ اور کُرْهًا سے اَکْرَہَ یُکْرِہُ کے افعال تکلیف دینے کے معنوں میں قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اٰذٰی یؤذی کی مثال اوپر گزر چکی۔ اب باقی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ (۱) وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی۔ (۳۳/۶۹) اور ان لوگوں کی طرح جنھوں نے موسیٰؑ کو تکلیف دی تھی۔

۲۔ (۲) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا (۳/۱۲۰) اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا فریب تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

اور ضَارَّ یُضَارُّ بمعنی ایک دوسرے کو دُکھ دینا، نقصان دینا یا تکلیف پہنچانا۔ قرآن میں ہے: لَا تُضَآرَّ وَالِدَۃٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (۲/۲۳۳) نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب دکھ پہنچایا جائے اور باپ کو اس کی اولاد ہونے کی وجہ سے۔

۳۔ (۳) کُرْهٌ بمعنی جبری مشقت اور اَکْرَہَ بمعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈالنا جو اس کے مرضی کے خلاف ہو، کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ (۲۴/۳۳) اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرنا۔

ان کے علاوہ ان معنوں میں کَلَّفَ، شَقَّ، سَاَمَ اور عَنَتَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۴۔ کَلَّفَ: بمعنی کسی چیز سے اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ کام لینا (مف) یا مشکل کام کا حکم

دینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲/۲۸۶) خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اور تکلیف محمود بھی ہوتی ہے اور مذموم بھی۔ محمود یہ ہے کہ کسی کام کو اس لیے سرانجام دے کہ وُہ اس پر آسان ہو جائے اور اس سے اُسے محبت ہو جائے۔ اور یہی شرعی تکلیف ہے۔ اور مذموم وُہ ہے جسے تکلّف کہتے ہیں۔ بمعنی بناوٹی تکلیف یا بناوٹ کرنا۔

۵۔ شَقَّ: شَقَّ بمعنی پھاڑنا بھی آتا ہے۔ اور شَقَّ يَشُقُّ کسی سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لینا یا محنت و مشقت میں مبتلا کرنا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ (۲۸/۲۷) اور میں تجھ کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

۶۔ عَنَتَ: ایسی تکلیف پانا جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو (مف) اور بمعنی اشدّۃ الضرر یا انتہائی تکلیف (م ق)۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (۳/۱۱۸) مومنو! کسی غیر مذہب کے آدمی کو کو اپنا رازدار نہ بنانا۔ یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ جس طرح ہو تمہیں تکلیف پہنچے!

اور اَعْنَتَ بمعنی کسی کو ایسی مشقت میں ڈال دینا ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ (۲/۲۲۰) اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔

۷۔ سَامَ: بمعنی کسی کو تکلیف دینا اور سَامَ خَسْفًا، محاورہ ہے بمعنی کسی کو ذلیل و خوار کرنا (منجد) سام سے مفہوم ایسی تکلیف ہے جس میں ذلّت اور خواری کا پہلو بھی شامل ہو۔ قرآن میں ہے:

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ (۲/۴۹) وُہ (لوگ) تم کو بڑا دُکھ دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

ماحصل:

(۱) اَذٰی: معمولی تکلیف کے لیے۔ ذہنی ہو یا جسمانی۔

(۲) ضَرّ: بڑی تکلیف اور نقصان کے لیے۔

(۳) اَکْرَہَ: جبری تکلیف کے لیے۔

(۴) تَکْلِیف: استطاعت کے مطابق کام لینے کیلیے

(۵) مُشَقَّۃ: طاقت سے زیادہ کام لینے کے لیے۔

(۶) عَنَت: ایسی تکلیف جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

(۷) سَامَ: ایسی تکلیف کے لیے جس میں ذلت کا پہلو شامل ہو۔

۲۰۔ تندرست کرنا۔ ہونا

کے لیے شَفٰی [۱] اور اَبْرَاَ [۲] (برء) اور اَفَاقَ [۳] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَفٰی: شِفَاء بمعنی مرض سے نجات پانا۔ سلامتی سے ہمکنار ہونا۔ اور شَفٰی يَشْفِي بمعنی مرض سے نجات دینا۔ تندرست کرنا (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۳۶/۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔
اور شَفٰی جس طرح جسمانی بیماریوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ویسے ہی رُوحانی بیماریوں سے نجات کے لیے بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔
(۹/۱۴)

۲۔ اَبْرَءَ: بَرَءَ بمعنی بیزار ہونا۔ اور بُرْءٌ بمعنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا اور رَجُلٌ بَرِیءٌ بمعنی پاک اور بے گناہ آدمی۔ اور بَرَءَ مِنَ الْمَرَضِ بمعنی شفا پانا۔ مرض سے نجات حاصل کرنا۔ اور اَبْرَءَ الْمَرِيْضَ بمعنی مریض کو اس کی مرض سے شفا دینا ہے۔ قرآن میں ہے،
وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹) اور میں خدا کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردے میں جان ڈال دیتا ہوں۔

۳۔ اَفَاقَ: بمعنی نشہ یا غشی کی حالت سے ہوش میں آنا یا کمزوری سے قوّت کی طرف لوٹنا۔ (مف) (م۔ق) صاحبِ فقہ اللغۃ کے نزدیک اَفَاقَ کا لفظ صرف بیہوشی سے ہوش میں آنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۱۲۱) ارشادِ باری ہے:
فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ (۷/۱۴۳) جب اُن کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوارِ ربانی نے) پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے، تیری ذات پاک ہے۔

ماحصل: (۱) شَفٰی: مرض سے صحت پانا۔ (۳) اَفَاقَ: بے ہوشی سے ہوش میں آنا۔
(۲) اَبْرَءَ: کسی شدید مرض سے نجات دینا۔

۲۱ — تنگدستی

کے لیے فقر، مسکنۃ، عَیْلَۃ (عیل) اِملاق، قَتَر، بَاْسَاء اور مَتْرَبَۃ کے الفاظ آئے ہیں
۱۔ فَقْر: بمعنی مفلسی، ناداری، فقر اور فقرۃ۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں۔ اور اس کی جمع فِقَار ہے۔ فِقْرَۃ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ اور فَقَرَہٗ ریڑھ کی ہڈی یا کمر توڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے کہتے ہیں فَقَرَتْهُ الدَّاهِيَةُ اس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے اس کی کمر کی ہڈی کو توڑ دیا (منجد) گویا فقر کمر توڑنے والی یا انتہائی مفلسی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:
اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (۲۴/۳۲) اگر وُہ مفلس ہوں گے تو خدا انہیں اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا۔

۲۔ مَسْكَنَة: مِسْكِيْن وُہ شخص ہے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی نہ ہونے کے برابر ہوں (ف ل ۶۵)

بعض کے نزدیک مسکین وُہ ہے جو بمشکل گزر بسر تو کر رہا ہو لیکن اس کی ملکیت کچھ نہ ہو۔ یعنی رہائش بھی نہ ہو۔ اہلِ لغت کا اس بات میں اختلاف ہی رہا ہے کہ آیا معاشی طور پر فقیر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے یا مسکین۔ تاہم قرآن کے اندازِ بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فقیر ہی زیادہ محتاج اور تنگدست ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ (۹/۶۰) صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں، محتاجوں کا حق ہے۔

آیتِ بالا میں فقیر کا لفظ مسکین سے پہلے استعمال ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اور آیتِ ذیل

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ (۱۸/۷۹) اور جو کشتی تھی وُہ غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ مسکین مالک ہو سکتا ہے۔

۳۔ عَيْلَةً: عَوْل ہر وُہ چیز ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ اور عیال سے مراد وُہ افراد ہیں جن کے اخراجات زندگی کے لیے انسان ذمہ دار ہونے کی وجہ سے بوجھ تلے دبا ہوا ہو (مف) گویا عیلۃ وُہ مفلسی اور محتاجی ہے جو عیال کی وجہ سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (۹/۲۸) اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو غنی کر دے گا۔

۴۔ إِمْلَاق: دراصل مفلسی اور محتاجی کو نہیں کہتے، بلکہ اس اندیشے کو کہتے ہیں کہ جو مال و دولت موجود ہے وُہ کہیں خرچ ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ کہا جاتا ہے "اَمْلَقَ الدَّهْرُ مَالَهُ" زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا (منجد) اور اَمْلَقَ بمعنی موجود مال و دولت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ (۱۷/۳۱) اور اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔

یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں خشیۃ انفاق سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۔ قتر: بمعنی احتیاج، مفلسی اور ناداری بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (۲/۲۳۶) ان (مطلقہ) عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو۔ (یعنی) مال دار اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔

لیکن اہلِ لغت اس کے معنی "اپنے عیال پر نفقہ کو تنگ کر دینا" (م ا، م ق) بتلاتے ہیں۔ یعنی مُقتِر وُہ شخص ہے جو فی الواقع تنگ دست نہیں ہوتا لیکن اپنی حیثیت کے مطابق اپنے عیال پر خرچ کرنے

میں بخل سے کام لیتا ہے۔ اور ان معنوں میں بھی یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ	اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں
لَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ (۲۵/۶۷)	اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

۶۔ بَاْسَآء: بَئِسَ یَبْئَسُ بمعنی سخت حاجتمند ہونا اور بَاْس بمعنی عذاب، جنگ اور بھوک (منجد) اور بَاْسَآء عموماً مالی مشکلات کے دور اور فقر و فاقہ کے لیے آتا ہے (اور اس کی ضد سرّاء بمعنی خوشحالی اور مسرّت کا دور۔ یعنی مسرۃ فی الیسر (م۔ق) اور باساء بمعنی ایسی تکلیف جس میں خوف بھی شامل ہو۔ (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ (۲۲/۲۸)	اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔

اسی طرح مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ (۲/۲۱۴) میں بَاْسَاء سے مراد معاشی بدحالی اور ضرّاء سے مراد دوسرے شدائد ہیں۔

۷۔ مَتْرَبَة: تُرَاب بمعنی خشک مٹی اور تَرِبَ (یَتْرَبُ تَرَبًا مَتْرَبًا) الرجل بمعنی آدمی اتنا غریب ہوا کہ خاک میں مل گیا (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۲/۱ لغت اضداد (تحت، ترب) قرآن میں ہے:

اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا	یا بھوک کے دنوں میں کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو، یا
ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (۹۰/۱۴-۱۶)	خاک میں ملے ہوئے مسکین کو۔

ماحصل:

(۱) فقر: انتہائی تنگدستی۔

(۲) مَسْکَنَت: بمشکل گزر بسر کرنا۔

(۳) عیلۃ: عیال کے خرچ تلے دب جانا۔

(۴) اِمْلَاق: تنگدست ہونے کی فکر رہنا۔

(۵) قَتْر: اپنے عیال پر خرچ کرنے میں بخل کرنا۔

(۶) بَاْسَاء: فقر و فاقہ کا دور۔

(۷) مَتْرَبَة: غربت کی وجہ سے خاک میں رُل جانا۔

۲۲۔ تنگی

کے لیے عُسْر[۱]، حَرَج[۲]، ضَنْکًا[۳]، ضَیْق[۴] اور حَاجَة[۵] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عُسْر: بمعنی تنگی یا تنگی کا وقت، صعوبت اور شدّت (م ل) خواہ یہ تنگی معاشی ہو یا کسی اور قسم کی۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے اور اس کی ضد یُسر ہے بمعنی آسانی اور فارغ البالی۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (۹۴/۶)	بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

۲۔ حَرَج: دل کی گھٹن۔ ناجائز پابندیوں سے دل کا تنگ ہونا (ف ل ۵۴)

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲/۷۸)	اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

۳۔ ضَنْك: بمعنی بود و باش اور رہن سہن کی تنگی۔ (ف ل ۵۴) دل کی بے اطمینانی و بے قراری۔ تفکرات کا ہجوم رہنا۔ ضَنَاكَة بمعنی تنگ زندگی (منجد)۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (۲۰/۱۲۴) — اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔

۴۔ ضِيْق: جگہ کی تنگی کے لیے استعمال ہوتا ہے (ف ل ۵۴) اور اس کی ضد سَعَةٌ بمعنی فراخی ہے۔

(م۔ل) ارشادِ باری ہے:

اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا (۲۵/۱۳) — اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے۔

کبھی اس کی ضد رَحُبَ بھی آتی ہے جیسے:

حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۹/۱۱۸) — یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔

پھر کبھی ضِيْق کا لفظ حَرَج یعنی دل کی تنگی کے معنوں استعمال ہوتا ہے۔ گویا یہ ضِيْق کا معنوی استعمال ہے۔ جیسے:

وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (۱۶/۱۲۷) — اور جو بداندیشی کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔

۵۔ حاجة، الحوج بمعنی احتیاج اور فقر و فاقہ۔ اور حَاجَ بمعنی محتاج ہونا۔ اور حاجت بمعنی ضرورت۔ وہ تنگی جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے کی وجہ دل میں محسوس ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا (۵۹/۹) — اور جو کچھ انہیں ملا ہے۔ اس سے اپنے سینوں میں تنگی محسوس نہیں کرتے۔

ماحصل: (۱) عُسْر: تنگی کے وقت کے لیے۔
(۲) حرج: دل کی تنگی اور گھٹن کے لیے۔
(۳) ضنك: زندگی کی تنگی اور پریشانیوں کے لیے یا تفکرات سے زبوں حالی کے لیے۔
(۴) ضِيْق: جگہ کی تنگی کے لیے۔
(۵) حاجة: وہ گھٹن جو کسی خواہش یا ضرورت کے پورا نہ ہونے پر پیدا ہوتی ہے۔

۲۳۔ تنگ کرنا۔ ہونا

کے لیے ضَاقَ، قَدَرَ، قَبَضَ، حَصِرَ اور حَفًّا (حفو) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ ضَاقَ: جگہ کی تنگی پر دلالت کرتا ہے۔ تفصیل اوپر گزر چکی۔

۲۔ قَدَرَ: قَدَرَ کے معنی بنیادی طور پر کسی چیز کا اندازہ کرنا اس کی دیکھ بھال اور اس کی تدبیر کرنا ہے (منجد) لیکن جب یہ لفظ رزق کے ساتھ منسوب ہوگا تو اس سے مراد رزق کی تنگی ہوتا ہے اور اس کی ضد بسط آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ (۲۹/۶۲)	خدا ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۳۔ قبض: کے معنی کسی چیز کو پورے پنجے سے پکڑنا (مف) مٹھی میں بند کرنا اور سکڑنا۔ اور قَبْضَۃٌ بمعنی مٹھی اور اس میں بند شدہ چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی ضد بھی بسط آتی ہے۔ اور قبض کا استعمال اس وقت ہوتا ہے۔ کسی ایسی چیز میں تنگی یا کمی کر دی جائے جو پہلے زیادہ ہو۔ خواہ رزق کا معاملہ یا اور کچھ۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (۲/۲۴۵)	کوئی ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے۔

۴۔ حَصِرَ: حَصِرَ بمعنی تنگی ہونا۔ گھر جانا اور حصر الرجل بمعنی دل پر کسی کا دباؤ محسوس کرنا (منجد) دل گھٹ جانا۔ تنگ ہو جانا۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍۢ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَھُمْ (۴/۹۰)	مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ ہے۔ یا تمہارے پاس آئیں تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں کہ وہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑائی کریں۔

۵۔ حفا: حفا کا لغوی معنی کسی چیز میں طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے۔ (مف م ق) اور حَفِیٌّ کے معنی کسی چیز کے متعلق پورا پورا علم رکھنے والا۔ عزت و اکرام و اظہار خوشی میں مبالغہ کرنیوالا۔ کسی شخص کے حالات بہت پوچھنے والا اور سوال کرنے میں اصرار کرنے والا (منجد) تو اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا (۴۷/۳۷)	اور وہ تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو۔

ماحصل: (۱) ضَاق: جگہ کی تنگی کے لیے۔

(۲) قدر: اگر رزق سے منسوب ہو تو رزق کی تنگی کے لیے۔

(۳) قبض: اگر رزق سے منسوب ہو تو پہلی حالت کے مقابلہ میں تنگی کے لیے۔

(۴) حَصِرَ: (صدر) دل کی گھٹن اور گھبراہٹ کے لیے اور

(۵) حفا: کسی سوال میں مبالغہ اور اصرار سے تنگ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۴ـــــــ توڑنا

کے لیے نَکَثَ، نَقَضَ، اَنْقَضَ، فَقَرَ اور جَذَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَکَثَ: بمعنی بٹی ہوئی یا بُنی ہوئی چیز کو اُدھیڑنا۔ اور نِکْث دوبارہ کاتنے کے لیے اُدھیڑے ہوئے کمبل یا خیمے کو۔ اور نَکَّاث بُنی ہوئی یا بٹی ہوئی چیز کو اُدھیڑنے والے کو کہتے ہیں۔ (منجد) اور اس کا استعمال عموماً عہد و پیمان، قسم اور بیع کے لیے ہوتا ہے۔ یعنی عہد توڑ دینا، وعدہ کا خلاف کرنا (م۔ ا) ارشادِ باری ہے:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (۹/۱۳) بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔

۲۔ نَقَضَ: بمعنی کسی چیز کا شیرازہ بکھیرنا (اور اس کی ضد اَبْرَمَ ہے۔ یعنی کسی معاملہ کو مضبوط و مستحکم بنانا) (مف) اور یہ لفظ نکث سے زیادہ عام ہے۔ جیسے نقضتُ البناءَ بمعنی عمارت کو ڈھانا۔ ـــ العظمَ ہڈی توڑنا ـــ العقدَ گرہ کھولنا۔ اسی طرح نَقَضْتُ الْحَبْلَ رسی کے بل اتارنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پھر نقض، نکث سے ابلغ بھی ہے۔ اور اس عہد یا قسم کو توڑنے کے لیے آتا ہے۔ جو پختہ کیا جا چکا ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (۱۶/۹۱) اور جب خدا سے عہد واثق کرو تو اُس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (۲/۲۷) جو خدا کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

۳۔ اَنْقَضَ کے معنی کسی چیز کا اس طرح توڑنا کہ کڑکڑانے کی آواز سنائی دے (مف) پھر اس کا اطلاق مختلف مواقع پر بھی ہونے لگا۔ مثلاً اَنْقَضَتِ الدَّجَاجَةُ بمعنی مرغی کا انڈا دیتے وقت کڑکڑ کرنا۔ الادیم چمڑے کا چڑ چڑانا۔ اور اَنْقَضَ اَصَابِعَهٗ بمعنی انگلیاں چٹخانا (منجد) اور اَنْقَضَ الْحَمْلُ الظَّهْرَ بمعنی پیٹھ پر اتنا زیادہ بوجھ لادنا۔ کہ کڑکڑانے لگے اور دوہری ہو جائے

چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۹۴/۲-۳) اور ہم نے تم پر سے بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔

۴۔ فَقَرَ: یہ لفظ اَنْقَضَ سے اخص ہے۔ جو صرف کمر توڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جبکہ اَنْقَضَ عام ہے۔ اَلْفَقْرَةُ اور اَلْفِقْرَةُ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں جس میں سوراخ ہوتا ہے اور

اور اس کی جمع فِقَار اور فِقَرات آتی ہے۔ اور فَقَرَ الْخَرَزَ بمعنی موتی کے پرونے کے لیے اس میں سوراخ کرنا۔ اور فَاقِرَۃٌ ایسی مصیبت کو کہتے ہیں جو ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ (۲۵/۷۵) — اور کتنے منہ اس دن اداس ہیں، خیال کرتے ہیں کہ ان پر وُہ آئے جس سے ٹوٹے کمر۔ (عثمانیؒ)

۵۔ جَذَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا (تفصیل کاٹنا میں دیکھیے)

ماحصل: (۱) نَکَثَ: بیع، قسم اور عہد توڑنے یا بنی ہُوئی چیز کو ادھیڑنے کے لیے۔

(۲) نَقَضَ: کسی بھی چیز کو ادھیڑنے، شیرازہ بکھیرنے اور پختہ عہد اور قسم کو توڑنے یا حیلہ بہانہ سے خراب کرنے کیلیے

(۳) اَنْقَضَ: کسی چیز کو اس طرح توڑنا کہ کڑکڑانے کی آواز پیدا ہو۔

(۴) فَقَرَ: کمر کی ہڈی توڑنے سے مخصوص ہے۔

(۵) جَذَّ: کسی سخت چیز کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

تہمت لگانا ——— دیکھیے "پھینکنا"

۲۵ ——— توفیق دینا

کے لیے وَفَّقَ اور اَوْزَعَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں:

۱۔ وَفَّقَ: وَفِقَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان مطابقت اور ہم آہنگی (مف) اور وَفَّقَ بمعنی موافق بنانا۔ اور وَفَّقَ اللہ بمعنی اللہ تعالیٰ کا حالات کو کسی کام کے موافق بنا دینا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللہُ بَیْنَھُمَا (۴/۳۵) — اگر وُہ دونوں صلح کرا دینا چاہیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

۲۔ اَوْزَعَ: وَزَعَ بمعنی روکنا۔ وَزَعَ الْجَیْشَ بمعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا اور وَزَّعَ اور اَوْزَعَ بمعنی تقسیم کرنا۔ پراگندہ کرنا (لغت اضداد) اور اَوْزَعَ الشَّیْءَ بمعنی الہام کرنا اور استوزع اللہ شکرہ خدا تعالیٰ سے شکر کی توفیق چاہنا (منجد) اور اوزع اللہ فلانا بمعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں کو شکر گزاری کا الہام کیا (مف) ارشادِ باری ہے:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ۔ (۲۷/۱۹) (۴۶/۱۵) — تو کہنے لگا کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، اُن کا شکر ادا کروں۔

ماحصل:

(۱) وَفَّقَ اللہُ: اللہ کا حالات کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

(۲) اَوْزَعَ اللہُ: اللہ تعالیٰ کا کسی کے دل کو کسی کام کے لیے سازگار بنانا۔

۲۶ ———— تہ بر تہ

کے لیے طِبَاق (طبق) مَرْکُوم ۔ رُکام (رکم) مُتَرَاکِبًا (رکب)، نَضِید اور منضود (نضد) اور کِسَف کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ طبق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا (مف) کہ فٹ بیٹھ جائے ۔ مطابقت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ (۶۷/۳)
اس نے سات آسمان اُوپر تلے بنائے (جالندھری)
جس نے بنانے سات آسمان تہہ بر تہہ (عثمانیؒ)

۲۔ رَکَمَ: بمعنی ڈھیر لگانا (منجد) بغیر کسی نظم و ترتیب کے کسی چیز کو اُوپر نیچے یا آگے پیچھے ساتھ ملا کر اکٹھا کر دینا۔ اور رُکام اور مرکوم بمعنی تہ بر تہ بادل یا ریت (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ ثُمَّ یَجْعَلُہٗ رُکَامًا۔ (۲۴/۴۳)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادلوں کو چلاتا ہے ۔ پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے ۔ پھر اُن کو تہ بر تہ کر دیتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا (۸/۳۷)
اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنا دے۔

۳۔ تراکب: رَکِبَ بمعنی سوار ہونا ۔ اور رکیب دو سواروں میں سے پچھلا سوار یا جڑی ہوئی چیز جیسے انگوٹھی میں نگ ہوتا ہے (منجد) اور تراکب بمعنی اس طرح تہ بر تہ ہونا کہ ان میں کوئی خاص نظم اور ترتیب پائی جاتی ہو۔ اور متراکب بمعنی گتھے ہوئے یا گندھے ہوئے۔

ارشادِ باری ہے:

فَاَخْرَجْنَا مِنْہُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْہُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا (۶/۹۹)
پھر ہم اس میں سے سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑے ہوتے دانے نکالتے ہیں ۔ (جالندھریؒ)

۴۔ نضید: نَضَدَ بمعنی سامان کا ایک دوسرے پر چُننا ۔ اور نضد گھر کے چُنے ہوئے سامان کو کہتے ہیں (منجد) اور تَنَضَّدَتِ الْاَسْنَان بمعنی دانتوں کا باترتیب ہونا (منجد) گویا نضد اس طرح اکٹھا کرنے کو کہا جاتا ہے ۔ جس میں کوئی سلیقہ اور ترتیب پائی جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّہَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ (۱۰/۵۰) اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بتہ ہوتا ہے۔

۵۔ کِسَف: کِسْفَۃٌ کے معنی کسی متخلخل جسم مثلاً بادل یا روئی وغیرہ کا ٹکڑا ہے جس کی جمع کِسَفٌ آتی ہے۔ اور کِسَفًا ایسے متخلخل ٹکڑوں کو، خواہ وہ چھوٹے بڑے ہوں، ایک دوسرے کے اُوپر تہ

لگا دینے کو کہتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا (۳۰/۴۸)	خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر خدا اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہ بتہ کر دیتا ہے۔

ماحصل: (۱) طباق: ایک چیز کے اوپر اس کے برابر دوسری چیز رکھنا۔
(۲) رکم: بغیر کسی نظم و ترتیب کے کسی چیز کا اُوپر نیچے یا آگے پیچھے ڈھیر لگا دینا۔
(۳) تراکب: اس طرح نظم و ضبط سے اوپر نیچے یا آگے پیچھے رکھنا کہ وہ جڑی ہُوئی ہوں۔
(۴) نضد: قرینے سے اشیاء کو اوپر نیچے رکھنا اور سجانا۔
(۵) کِسَف: متخلخل اجسام مثلاً روئی بادل وغیرہ کو اُوپر نیچے رکھنا۔

۲۷ — تھکنا

کے لیے سَئِمَ، نَصِبَ، عَیَّ، لَغَبَ، حَسَرَ اور اَدَّ (اود) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَئِمَ: کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہونا۔ (مف) اُکتا جانا۔ کسی چیز سے دل کا اُچاٹ ہو جانا۔ کسی کام کو کرتے کرتے دل بھر جانا۔ یہ تھکنے کی ابتدائی حالت ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ (۴۱/۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا نہیں۔

۲۔ نَصَبَ: کے لغوی معنی گاڑنا ہے۔ اور عَلِمَ یَعْلَمُ باب سے ہو تو اُلٹ معنی پیدا ہو جاتے ہیں یعنی انسان تھکاوٹ کی وجہ سے اپنا جسم مستوی اور قائم نہ رکھ سکے۔ (م-ل) لہٰذا نصب بمعنی سخت محنت کرنا، نیز بمعنی محنت کی وجہ سے تھکاوٹ۔ شدۃ التعب (ف ل ۴۸) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىہُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸/۶۲)	جب آگے چلے تو (موسیٰ ؑ نے) اپنے شاگرد سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔ اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے۔

۳۔ لَغَبَ: کام یا محنت کی زیادتی کی وجہ سے تھک جانا اور کمزور ہو جانا۔ (م ل) درماندہ ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (۵۰/۳۸)	اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا۔ اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوا۔

۴۔ عَیَّ: تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام نہ کر سکنا اور عاجز و درماندہ ہونا۔ اَلْعَیُّ اور اَلْعَیَانُ تھکے ہوئے

اور دَاءٌ عَیَاءٌ لاعلاج مرض کو کہتے ہیں (منجد) ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ (۴۶/۳۳)	کیا انہوں نے نہیں دیکھا، خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں

۵۔ حَسَرَ: اَلْعَیُّ سے اگلا درجہ ہے (ف ل ۱۰) یعنی تھکاوٹ کی وجہ سے سخت لاچار ہو جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ (۶۷/۴)	پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو (ہر دفعہ) نظر تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

۶۔ اَدَ (یَئُوْدُ) کے اصل معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے اپنی گزرگاہ سے ٹیڑھا ہو جانا ہے (مف) اور عرفِ عام میں اس کا معنی بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھک جانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا (۲/۲۵۵)	اس کی کرسی زمین و آسمان پر حاوی ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت گرانبار نہیں کرتی۔

ماحصل: (۱) سَئِمَ: کسی کام سے طبیعت اکتا جانا۔
(۲) نَصَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے جسم مستوی رکھ سکنا۔
(۳) لَغَبَ: تھکاوٹ کی وجہ سے کمزور ہو جانا۔
(۴) عَیَّ: تھکاوٹ کی وجہ سے مزید کام کرنے سے عاجز ہونا۔
(۵) حَسَرَ: تھکاوٹ اور عاجزی میں عیّ سے اگلا درجہ
(۶) اَدَ: بوجھ اور گرانباری کی وجہ سے تھکنا۔

۲۸ ـــــ تھمنا (رُکنا)

کے لیے سَکَنَ، سَکَتَ اور رَهْوًا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ سَکَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کو سکون کہتے ہیں۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کی ضد علی الترتیب حرکت اور اضطراب ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ (۴۲/۳۳)	اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔

۲۔ سَکَتَ: بمعنی خاموش ہونا (منجد) باتیں کرتے کرتے چپ ہو جانا (مف) ٹھہر جانا۔ تھم جانا اور سَکِیْت اور سَاکُوْت اس شخص کو کہتے ہیں جو زیادہ چپ رہنے والا ہو۔ اور سَکَتَ الْغَضَبُ بمعنی غصہ کا فرو ہونا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ (۷/۱۵۴)	اور جب تھم گیا موسیٰؑ کا غصہ (عثمانیؒ)

۳۔ رَهْوًا: رَهَا یَرْهُوْا: بمعنی نرم رفتار سے چلنا۔ اور رَهَا الْبَحْرُ بمعنی سمندر کا سکون پذیر ہونا۔

(منجد) یعنی پانی میں موجوں اور لہروں کا تھم جانا۔ اور بمعنی ہموار قطعہ زمین جمع شدہ پانی (مف) قرآن میں ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (۴۴/۲۴) اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔

ماحصل: (۱) سَكَنَ : کا استعمال عام ہے۔ ہر چیز کی حرکت کے بعد تھمنے کو سکون کہتے ہیں۔

(۲) سَكَتَ : بولتے بولتے تھم جانے کے لیے اور

(۳) رَهْوًا : پانی پر لہروں اور موجوں کے تھمنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۵ــــــ تھوڑا

کے لیے قلیل، فتیل، نقیر، قطمیر اور فواق کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ قَلِیل: اس کی ضد کثیر ہے۔ یعنی زیادہ کے مقابلے میں کم، اس کا استعمال عام ہے۔ مقدار، وزن، فاصلہ مدت وغیرہ سب جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (۲/۴۱) اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا (عثمانیؒ)

۲۔ فَتِیل: فتل بمعنی رسی وغیرہ بٹنا۔ اور فتیل بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں۔ اس کی مؤنث فتیلہ ہے۔ جس کے معنی وُہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ نیز فتیلہ اس باریک سے دھاگے کو بھی کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے (منجد) اور اس لفظ سے بہت تھوڑی مقدار مراد لی جاتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۴/۴۹) اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۳۔ نَقِیر: نقر الطیر بمعنی پرندہ نے چونچ لگائی۔ اور نقر الطیر الحب بمعنی پرندے نے دانہ چنا۔ منقار بمعنی چونچ اور نقیر کھجور کی گٹھلی میں چھوٹے سے گول نشان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی شکل ایسی ہوتی ہے جیسے کسی پرندے نے چونچ لگائی ہو۔ اور نقیر سے مراد بھی بہت ہی قلیل مقدار لی جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (۴/۵۳) یا اُن کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے (تو) لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے۔

۴۔ قِطْمِیر: کھجور کی گٹھلی کے اوپر باریک سا پردہ یا چھلکا (منجد) اور اس لفظ سے انتہائی قلیل مقدار مراد ہے جو نہ ہونے کے برابر ہو۔ محاورہ ہے "مَا اَصَبْتُ عَنْهُ قِطْمِيْرًا" یعنی" اس سے مجھے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (۳۵/۱۳) اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں

۵۔ فَوَاق: دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقت۔ دوہنے والے کے ہاتھ سے تھنوں کو دبانے اور ہاتھ کھولنے کے درمیان کا وقت (منجد) اور اس سے مراد قلیل وقت یا مدت لی جاتی ہے۔ ارشادِ

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (۳۸/۱۵)
اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں شروع ہونے کے بعد) کچھ وقفہ نہیں ہوگا انتظار کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) قلیل: ہر زیادہ چیز کے مقابلہ میں تھوڑی کے لیے۔ اس کا استعمال عام ہے۔
(۲) فتیل: تھوڑی سی مقدار کے لیے۔
(۳) نقیر: بہت تھوڑی مقدار کے لیے۔
(۴) قطمیر: اتنی تھوڑی مقدار جو نہ ہونے کے برابر ہو۔
(۵) فواق: بہت تھوڑی مدت یا وقفہ کے لیے آتا ہے۔

نوٹ: اسی طرح قرآن میں خردل (رائی کا دانہ) اور ذرّۃ بھی انتہائی قلیل مقدار ظاہر کرنے کیلیے آئے ہیں۔

۳۰ ـــــ تیار کرنا

کے لیے هَيَّأَ، اَعْتَدَ، اَعَدَّ اور جَهَّزَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ هَيَّئَ: (هَاءَ يَهِيْئُ) هَيْئَةً کسی چیز کی حالتِ محسوسہ کو کہتے ہیں (مف) اور هَيَّأَ بمعنی موافقت کرنا۔ درست کرنا۔ تیار کرنا (منجد) یعنی کسی کام کی سرانجام دہی کے لیے اس کے موافق اسباب تیار کرنا اور انہیں درست کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ (۱۸/۱۶)
تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع کرے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کرے گا۔

۲۔ اَعْتَدَ: العتاد اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی مقصد کے لیے تیار کیا جائے اور عَتُدَ بمعنی آمادہ ہونا۔ تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۔ (۱۸/۱۰۲)
ہم نے (ایسے) کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔

۳۔ اَعَدَّ: بمعنی تیار کرنا۔ حاضر کرنا (منجد) یعنی تیار کر کے سامنے لا کھڑا کرنا۔ عَدَّ بمعنی گننا اور شمار کرنا ہے۔ اور اَعَدَّ بمعنی اس کی تیاری سے متعلق ایک ایک چیز کو مکمل کر کے سامنے حاضر کر دینا۔

ارشادِ باری ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (۲/۲۴)
اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اکثر اہلِ لغت اَعْتَدَ کو بھی عدد کے تحت لے آتے ہیں۔ امام راغب کے نزدیک اَعْتَدْنَا دراصل اَعْدَدْنَا تھا۔ پہلی (د) (ت) سے بدل گئی تو اَعْتَدْنَا ہو گیا (مف) گویا اکثر اہلِ لغت کے نزدیک اَعَدَّ اور اَعْتَدَ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

۴۔ جَهَّزَ: جِهَازٌ: مسافر کا وہ سامان ہے جو تیار کر کے رکھا جاتے۔ اور جَهَّزَ بمعنی تیارہ شدہ سامان

کو لادنا اور بھیجنا (مف) عموماً اس لفظ کا اطلاق یا تو میّت کے لیے ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین مشہور لفظ ہے۔ یا پھر مسافر کا سامان تیار کرنے کے لیے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (۱۲/۷۰) پھر جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کا سامان تیار کر دیا۔

ماحصل: (۱) هَيَّأَ: کسی چیز کی تیاری میں سامان کا موافقت کرنا۔

(۲) عَتَّدَ: تیاری سے متعلقہ سامان تیار کر رکھنا۔

(۳) اَعَدَّ: سب کچھ مکمل کر کے سامنے لا کر حاضر کرنا۔

(۴) جَهَّزَ: مسافر یا میت کا سامان تیار کرنا۔

۳۱ ——— تیر

کے لیے سَهْمٌ اور زَلَمٌ کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ سَهْمٌ: عام تیر کو بھی کہتے ہیں۔ اور جوئے کے تیر کو بھی جس سے قرعہ نکالتے ہیں (ج سہام) اور سَاهَمَ بمعنی قرعہ اندازی کرنا۔ اور تَسَاهَمَ بمعنی کسی چیز کو آپس میں بانٹ لینا ہے۔ سَهْم بمعنی بانٹا ہوا حصّہ۔ نصیب۔ قسمت (م۔ق) قرآن میں ہے:

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (۳۷/۱۴۱) اس وقت قرعہ ڈالا تو یونسؑ نے زک اٹھائی۔

۲۔ زلم: بے پر کا تیر۔ فال لینے کا تیر (ج۔ ازلام) (منجد) وہ چھوٹا سا تیر جس میں ریش اور نصل نہ ہو (م۔ق) پانسہ۔ ارشادِ باری ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (۵/۹۰) اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں۔

۳۲ ——— تیز

کے لیے حدید اور حداد اور سلق کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حدید اور حداد: حد بمعنی کسی چیز کا آخری کنارا جو اسے دوسری چیزوں سے علیحدہ کر دے اور حَدَّ السَّيْفَ وَالسِّكِّيْنَ بمعنی تلوار یا چھری کی دھار تیز کرنا۔ اور حدید بمعنی لوہا بھی اور تیز بھی۔ حدید الفهم بمعنی تیز فہم۔ اور حديد النظر بمعنی تیز نظر والا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰/۲۲) تو اس (قیامت کے دن) سے غافل ہو رہا تھا۔ اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا۔ سو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اور حديد اللسان بمعنی تیز زبان اور حدید کی جمع حداد ہے۔ اور

۲۔ سَلَقَ: بمعنی قہر اور غلبہ کے ساتھ دست درازی یا زبان درازی کرنا ہے۔ اور سلق اللسان بمعنی زبان کو تیزی سے چلانا۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (۳۳/۱۹) — پھر جب (جنگ کا) خوف دُور ہو جائے تو تیز تیز زبانوں سے تمہارے بارے میں زبان درازی کریں۔ اور بہت حریص ہیں مال پر۔

۳۳ — تیل

کے لیے زَیْتٌ، دُھْنٌ اور دِھَانٌ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ زَیْت: زیتون کے درخت کے تیل کو زیت اور پھل کو زیتونۃ کہتے ہیں (م۔ق) اور زَاتَ الطَّعام بمعنی کھانے میں زیتون کا تیل ڈالا یا اس کو زیتون کے تیل سے مرغن کیا۔ اور یہ تیل جلانے کے لحاظ سے بہت عمدہ تیل ہے۔ ارشادِ باری ہے،

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (۲۴/۳۵) — اس کا تیل خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے۔

۲۔ دُھْن: بمعنی تیل، روغن، چکنائی یہ لفظ عام ہے۔ خواہ یہ روغن یا تیل کسی قسم کا ہو، نباتاتی ہو، یا حیواناتی۔ اور دَھَنَ اور اَدْھَنَ بمعنی دھوکا دینا۔ منافقت کرنا اور تَدَھَّنَ بمعنی تیل سے چکنا کرنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ (۲۳/۲۰) — اور وہ درخت (بھی ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے اور روغن لیے ہوئے اگتا ہے۔

۳۔ دِھَان: بمعنی تیل کی تلچھٹ۔ پھسلنے کی جگہ۔ وارنش۔ پلینٹ (منجد) ارشادِ باری ہے،

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵/۳۷) — پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

ماحصل: زَیْت صرف زیتون کے تیل کو کہتے ہیں اور دُھْن زیت سمیت ہر قسم کے تیل کو۔ اور تیل خواہ کسی قسم کا ہو اس کا تلچھٹ دِھَان ہے۔

۳۴ — تیوری چڑھانا

کے لیے عَبَسَ، کَلَحَ اور بَسَرَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ عَبَسَ: بمعنی چیں بہ جبیں ہونا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی میں سلوٹ پڑ جانا۔ یہ پہلا درجہ ہے (ف ل ۱۳۹) قرآن میں ہے:

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى (۸۰/۱) — (محمد مصطفےٰ) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ

اُن کے پاس ایک نابینا آیا۔

۲۔ کَلَحَ : یہ عبس کا اگلا درجہ ہے۔ چہرہ پر سلوٹیں پڑ جانا کہ شکل بگڑ جائے (ف۔ل ۱۳۹) اور بعض کے نزدیک ہونٹوں کو اس طرح اوپر نیچے کرنا کہ دانت نظر آنے لگیں اور چہرہ بدنما نظر آئے۔

(م۔ق) قرآن میں ہے:

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (۲۳/۱۰۴) آگ اُن کے مونہوں کو جُھلس دے گی اور وُہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔ (جالندھریؒ)

جھلس دیگی انکے منہ کو آگ اور وُہ اسمیں بدشکل ہو رہے ہونگے (عثمانیؒ)

۳۔ بَسَرَ : عَبَسَ کا آخری درجہ۔ جب تیوری چڑھانے کا عمل انتہا کو پہنچ جائے تو بَسَرَ کہلائیگا۔ ترش رُو ہونا (ف۔ل ۱۳۹) قرآن میں ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (۷۴/۲۲) پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ (جالندھریؒ)

۱۔ ٹکڑا

کے لیے جُزء، قِطَع، بُقعَة، کِسَفا، زُبَر، اَنکَاث، عِضِین (عضو)، جُذَاذ (جذّ) فِرق، بعض کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جُزء: بمعنی ٹکڑا یا کسی چیز کا علیحدہ شدہ حصّہ۔ اس کی ضد کُل ہے (ج اجزاء) ہے۔ یعنی کسی چیز کے وُہ حصّے جن کے ملانے سے وُہ چیز مکمل ہوتی ہے۔ اور جزءَ الشیء بمعنی کسی چیز کو مختلف اجزاء میں تقسیم کرنا۔ ایک حصّہ لینا (منجد) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲/۲۶۰) — پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔

۲۔ قِطَعٌ: قِطعَۃٌ کی جمع ہے یعنی کسی چیز کا جُدا کردہ حصّہ یا ٹکڑا۔ قِطعَہ۔ اشعار کے اس مجموعہ کو بھی کہتے ہیں جن میں ۴ سے زیادہ اور ۱۰ سے کم شعر ہوں اور زمین کے علیحدہ کئے ٹکڑے کے لیے بھی آتا ہے۔ پلاٹ وغیرہ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ۔ (۱۳/۴) — اور زمین کئی طرح کے قطعات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔

اور قِطعٌ کا لفظ اگر رات سے منسوب ہو۔ تو اس سے مراد رات کا کوئی ایک حصّہ ہوتا ہے (منجد) لیکن بعض مترجمین اس سے رات کا آخری حصّہ مراد لیتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ۔ (۱۱/۸۱) — تو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

۳۔ بُقعَۃ: صاحب مقیاس اللغۃ کے نزدیک (بحوالہ خلیل) بقعۃ زمین کا وُہ قطعہ ہے جو آس پاس کے قطعات سے نمایاں ہو (م-ل) قرآن میں ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ (۲۸/۳۰) — جب اُس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی۔

۴۔ کِسَف: کِسْفَۃ کی جمع ہے۔ بمعنی متخلخل اجسام جیسے بادل یا روئی کا ٹکڑا (مف) جو آسانی سے علیحدہ ہو سکتے اور جڑ سکتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶/۱۸۷) اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا لاؤ۔

۵۔ زُبر: زُبْرَۃ کی جمع ہے۔ بمعنی لوہے کا بڑا ٹکڑا (منجد) لوہے کی چادریں، تختے۔ پھر ہر پھیلائی ہوئی چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس کی موٹائی تو کم ہو لیکن پھیلی ہوئی زیادہ ہو۔ مثلاً کاغذ کے تختے۔ کتب کے اوراق، صحیفے وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ (۱۸/۹۶) تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے میرے پاس لاؤ۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶/۱۹۶) اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں (لکھی ہوئی) ہے۔

زُبُر کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا۔ (۲۳/۵۳) پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا (جالندھری)

پھر پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے۔ (عثمانیؒ)

۶۔ انکاث، نُکْث کی جمع ہے۔ بمعنی دوبارہ کاتنے کے لیے اُدھیڑا ہوا کمبل یا خیمہ۔ اور نکاث کسی بنی ہوئی یا لپٹی ہوئی چیز کو اُدھیڑنے والے کو کہتے ہیں (منجد) پھر اُدھیڑنے میں ایسی چیزیں چونکہ خراب اور ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جاتی ہیں لہٰذا انکاث ایسے ہی ٹکڑوں کے معنی میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا (۱۶/۹۲) اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

۷۔ عِضِیْن: اَلْعُضْو اور اَلْعِضْو بمعنی بدن کا حصہ اور اس کی جمع اَعْضَاء آتی ہے۔ اور عَضَا یَعْضُوْا بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اور اَلْعِضَۃ کے معنی ٹکڑا، فرقہ۔ اس کی جمع عِضِیْن اور عِضُوْن آتی ہے (منجد) اور صاحب مقاییس اللغۃ کے نزدیک عَضَنَ کے معنی کسی چیز کے ٹکڑے کرنا۔ اور اسی سے عُضْو اور عِضْو ہے۔ (م۔ل) گوشت کے ٹکڑے۔ بوٹیاں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔ (۱۵/۹۱) یعنی قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (جالندھری)

جنھوں نے کیا ہے قرآن کو بوٹیاں (عثمانیؒ)

۸۔ جُذاذ: جَذَّ بمعنی کاٹنا۔ توڑنا۔ اور جِذٌّ کٹی ہوئی چیز کے چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُذاذ اور جذاذات آتی ہے۔ بمعنی کٹی ہوئی شے کے باریک ٹکڑے یا ریزے۔ جذاذات من الفضۃ بمعنی چاندی کے ریزے اور جذاذ سونے کے ڈلے کو بھی کہتے ہیں۔ (منجد) گویا جذاذ قیمتی دھاتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا ریزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ پھر ان (بتوں) کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ مگر ایک بڑے

لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ (۲۱/۵۸) (بت)کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

۹۔ فِرق: بمعنی کسی چیز کا ٹوٹا ہوا یا کٹا ہوا ٹکڑا (منجد) اس میں بالعموم دو ٹکڑوں کا تصور پایا جاتا ہے۔ایک کٹ کر علیحدہ شدہ ٹکڑا۔ دوسرے وہ جو کٹنے کے بعد باقی رہ گیا۔اور فَرق سر کے بالوں کے درمیانی رستہ یا مانگ کو بھی کہتے ہیں (منجد) اور فَرَق سامنے کے دو دانتوں کے درمیانی فاصلہ کو (منجد)

ارشادِ باری ہے:

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (۲۶/۶۳) پھر دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ یوں ہو گیا۔گویا بڑا پہاڑ ہے۔

(فِرق اور فِلق میں فرق کیلیے دیکھیے "پھاڑنا")

۱۰۔ بَعْض کا استعمال عام ہے۔یہ کسی "کل" کے "جزء" کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے ارشادِ باری ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا (۲/۷۳) تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے کا) ایک ٹکڑا دوسرے پر مارو۔

اور اگر کُل کئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو فرد کے لیے بھی آتا ہے۔جیسے بعض اللیالی بمعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات یا بعض الناس۔کوئی آدمی۔قرآن میں ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (۶۸/۳۰) پھر لگے ایک دوسرے کو ملامت کرنے۔

علاوہ ازیں بعض کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (۴۳/۶۳) نیز اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تمہیں سمجھا دوں۔

ماحصل: (۱) جزء: کسی چیز کے حصے جن سے وہ مکمل ہوتی ہے۔

(۲) قطعة: زمین، اشعار اور رات کے حصے یا ٹکڑے کے لیے۔

(۳) بقعه: وہ قطعۂ زمین جو دوسروں سے ممتاز ہو۔

(۴) کِسَف: متخلخل اجسام مثلاً بادل، روئی یا آسمان کا ٹکڑا۔

(۵) زُبُر: لوہے یا کاغذ وغیرہ کے تختے۔اوراق۔

(۶) انکاث: بُنی ہوئی روئی یا اُون کے ٹکڑے۔

(۷) عضین: گوشت کے ٹکڑے۔بوٹیاں۔

(۸) جذاذ: قیمتی دھاتوں کے ریزے اور ٹکڑے۔

(۹) فِرق: بالعموم دو حصوں میں سے کوئی ایک۔

(۱۰) بعض: کل کے مقابلہ میں جزء کے لیے اور مجموعہ کے مقابلہ میں فرد یا کچھ افراد کے لیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے "حصہ"

۲ــــ ٹوٹنا

کے لیے تَبَّ، اِنْفَصَمَ، اِنْقَضَّ، تَقَطَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ تَبَّ: کے لغوی معنی مسلسل نقصان و خسارہ کی وجہ سے ہلاکت کو پہنچنا ہیں (مف) اور قرآن میں تباب کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور تَبَّ دعائیہ کلمہ بھی ہے۔ کہتے ہیں تَبًّا لَكَ بمعنی خدا تجھے غارت کرے یا ہلاک کرے۔ اسی طرح تَبَّتْ يَدَاهُ بمعنی اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱) — ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو۔

۲۔ اِنْفَصَمَ: کسی چیز کا اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں بلکہ جڑے رہیں (منجد) لکیر آجانا۔ بال آنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶) — تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور یقین لاوے اللہ پر اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط۔ جو ٹوٹنے والا نہیں۔ (عثمانیؒ)

۳۔ اِنْقَضَّ: نَقَضَ بمعنی توڑنا اور اِنْقَضَّ بمعنی عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخ جانا۔ اور اَلنَّقْض بمعنی عمارت وغیرہ کا ٹوٹا ہوا حصہ (منجد) دیوار وغیرہ کا تڑخ کر اس میں دراڑ پڑنا اور شکستہ ہو کر ایک طرف کو جھک جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (۱۸/۷۷) — پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ تو اس (خضر) نے اسکو سیدھا بنا دیا۔

۴۔ تَقَطَّعَ: کسی چیز کا ٹوٹ کر یا کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ (۲/۱۶۶) — وہ عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

ماحصل: (۱) تَبَّ: دعائیہ کلمہ۔ برے مفہوم میں بمعنی کسی کی تباہی و بربادی کے لیے بددعا۔
(۲) اِنفِصام: اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں۔
(۳) تقطّع: اس طرح ٹوٹنا کہ اس کے حصے الگ ہو جائیں۔
(۴) انقض: عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخنا۔

ٹھٹھا کرنا ــــ دیکھئے "مذاق اڑانا"

۲ــــ ٹھنڈا ہونا ــ کرنا

کے لیے بَرَدَ اور قَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرَدَ: بمعنی ٹھنڈا ہونا۔ اور بَرَد۔ بُرُوْدَت بمعنی ٹھنڈک یا سردی۔ اور بَرَد بمعنی اولے۔ بُرِدَتِ الارض بمعنی زمین پر اولے برسے (منجد) اور بارد بمعنی کوئی بھی ٹھنڈی چیز۔ ارشادِ باری ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ (ہم نے ایوبؑ سے کہا کہ زمین پر) اپنی ایڑی مارو۔
بَارِدٌ وَّشَرَابٌ (۳۸/۴۲) (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں۔

۲۔ قَرَّ: قَرَّ الْيَوْمُ بمعنی دن کا ٹھنڈا ہونا۔ يَوْمٌ قَرٌّ بمعنی ٹھنڈا دن۔ لَيْلَةٌ قَرَّةٌ بمعنی ٹھنڈی رات۔ پھر یہ معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قَرَّتْ (قُرَّةً و قُرُوْرًا) عَيْنُهٗ بمعنی کسی کی آنکھ ٹھنڈی ہونا۔ دل کی خوشی اور مراد حاصل ہونا (مف۔ منجد) گویا ایسی ٹھنڈک جو خوشگوار بھی ہو اسکے لیے قَرَّ کا لفظ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا (۱۹/۲۵) تو (اے مریم) کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

ماحصل: برد ٹھنڈک کے لیے عام ہے۔ اور قَرَّ ایسی ٹھنڈک کو کہتے ہیں جو خوشگوار اور باعثِ راحت سکون ہو۔

۴۔۔۔ ٹھہرنا (بمعنی رُکنا)

کے لیے سَكَنَ، رَكَدَ، جَمَدَ، رَهْوًا، قَرَّ اور وَقَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَكَنَ: حرکت کے بعد ٹھہراؤ کے لیے آتا ہے (مف)

۲۔ رکد: کسی چیز کی احتیاج کے بعد کسی چیز کا اپنے سہارے قائم وثابت ہو جانا (م۔ ا) رکد المیزان بمعنی ترازو کا برابر ہو کر ٹھہر جانا۔ اور رَكَدَ الشَّمْسُ بمعنی سورج کا سر پر آکر ٹھہرتا معلوم ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ (۴۲/۳۳) اگر خدا چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔

۳۔ جَمَدَ: بے جان چیزوں کا بالکل بے حس وحرکت ہونا۔ جمد الماء بمعنی پانی کا جم جانا۔ اور جمد الدم بمعنی خون خشک ہونا۔ اور جَمَد جمے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (۲۷/۸۸) اور تم پہاڑوں کو دیکھو کہ (اپنی جگہ پر) جمے کھڑے ہیں مگر وہ (اس روز) اس طرح اڑتے پھریں گے، جیسے بادل اڑتے پھرتے ہیں۔

۴۔ رَهْوًا: سمندر یا سطح آب پر لہروں اور موجوں یا تلاطم کا رُک جانا (منجد) دوسری لغت یہ ہے: دو بلندیوں کے درمیان کھلی جگہ یا راستہ (م۔ ا۔ مف)
قرآن کریم میں یہ لفظ ایک ہی بار استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معانی کا ساتھ دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا (۴۴/۲۴) اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا۔

۵۔ قَرَّ: کسی جگہ قرار پکڑنا (منجد) جم کر ٹھہرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى (۲۲/۵) — اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔

۶۔ وقف، بے حس و حرکت کھڑا ہونا (م۔ ق) کسی کام کے کرتے کرتے تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنا۔ (موقف سیّارات بس سٹینڈ کو کہتے ہیں) یا ایسا ٹھہراؤ جس کے بعد پہلی سی حرکت یا کام متوقع ہو۔ اور یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) لازم: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ (۶/۳۰) — اور کاش تم ان کو (اس وقت) دیکھو جب وہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔

(۲) متعدی (بمعنی ٹھہرانا): وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ (۳۷/۲۴) — اور ان کو ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔

ماحصل: (۱) سکن: حرکت کے بعد ٹھہرنا۔

(۲) رَکَدَ: کسی حرکت کرتی ہوئی چیز کا اپنے سہارے قائم و ثابت ہو کر ٹھہر جانا۔

(۳) جَمَدَ: جم جانا۔ بیجان اشیاء کا مستقل ٹھہراؤ۔

(۴) رَهْوًا: سطحِ آب کا پرسکون ہونا۔ یا دو برقرار چیزوں کے درمیان کھلی جگہ۔

(۵) قَرَّ: کسی چیز کا کسی جگہ قرار پکڑنا۔ کچھ مدت کے لیے ٹھہرے رہنا۔

(۶) وقف: دورانِ کار ٹھہرنا۔

۵۔ ٹھہرنا ___ (آباد ہونا)

کے لیے لَبِثَ، مَکَثَ، عَکَفَ کے الفاظ آئے ہیں۔ نیز دیکھیے "آباد ہونا"

۱۔ لَبِثَ، بمعنی کسی جگہ جم کر ٹھہرنا اور مستقل قیام کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا (۱۸/۲۵) — پس وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے (جالندھری)

۲۔ مَکَثَ: کسی چیز کی انتظار میں ٹھہرنا (مف۔ م ل) قرآن میں ہے:

فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا (۲۰/۱۰) — موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ آپ ٹھہریں۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ (۲۷/۲۲) — ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔

اور تیسرے مقام پر ہے:

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ — اور قرآن کو ہم نے جزو جزو کر کے (نازل کیا ہے)

عَلٰی مُکْثٍ (۱۷/۱۰۶) تاکہ آپ انھیں ٹھیر ٹھیر کر پڑھ کر سنائیں۔ (تاکہ وہ ساتھ ساتھ سمجھتے جائیں)

لیکن بعد میں یہ لفظ اپنی اصل کو چھوڑ کر لَبِثَ کا ہم معنی قرار پا گیا۔ جیسے قرآن میں ہے:

مَاکِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا (۱۸/۳) وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔

۳۔ عَکَفَ: بمعنی تعظیماً کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا (مف) اور بمعنی گوشہ نشین ہونا، اپنی اصلاح کرنا اور خود کو باز رکھنا (م۔ل) یعنی کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنا اور رُکے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (۲/۱۸۷) اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

ماحصل: (۱) لبث: بہت طویل مدت تک ٹھہرنے کے لیے۔

(۲) مکث: کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرنے کے لیے۔

(۳) عکف: کسی متبرک مقام پر بغرض عبادت ٹھہرنے کے لیے آتا ہے۔

نوٹ: سَکَنَ، خَلَدَ وغیرہ کے لیے دیکھیے ــــــ آباد ہونا۔

۶ــ ٹیلہ اور اس کی اقسام

کے لیے رَبْوَۃٌ، اَمْتًا، حَدَبٌ، رِیْعٌ، اَحْقَافٌ اور نَجْدٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَبْوَۃ: بمعنی جائے بلند جس میں نشیب و فراز ہو (م۔ل) ربا یربوا بمعنی بڑھنا اور پھلنا پھولنا۔ اور رَبْوَۃ سے مراد ایسی ریتلی زمین ہے جس کی سطح قدرے بلند ہو۔ یہ عموماً سرسبز اور شاداب ہوتی ہے (پنجابی میرا زمین) قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَهَا ضِعْفَیْنِ (۲/۲۶۵) ایک باغ کی مانند، جو اونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے۔

۲۔ اَمْتًا: اونچان (م۔ق) ٹبہ چھوٹا ٹیلہ۔ بلند مقام (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (۲۰/۱۰۷) جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلہ اور بلندی۔

۳۔ حَدَب: کے لغوی معنی اُبھار اور کبڑا پن ہے۔ اور مجازاً بلند اور سخت زمین کو بھی کہتے ہیں جو اس شکل کی ہو (مف) یعنی ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو۔ (محدّب ضد مجوّف شیشے جو نزدیک اور دور کی نظر کی کمزوری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور محدّب شیشہ کو عدسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مسور کے دانوں کی شکل کی طرح دونوں طرف اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۲۱/۹۶) یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج چھوڑ دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۴- رِیْع : ریعة کی جمع ہے۔ بمعنی بلند وادی۔ پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں (م۔ ل) اور ریعۃ بمعنی بلند ٹیلہ۔ وادی کی بلندی سے پانی بہنے کی جگہ۔ پہاڑی کشادہ راستہ (منجد) ارشادِ باری ہے،

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ (۲۶/۱۲۸) بھلاتم ہر اُونچی جگہ پر عبث نشان تعمیر کرتے ہو۔

۵- احقاف: حقف کی جمع ہے۔ بمعنی ریت کا ناہموار ٹیلہ (مف) ریت کا لمبا اور پیچدار قطعہ (منجد) اور احقاف بمعنی ریت کے ٹیلے۔ ریگستان۔ ایک ریگستان کا نام۔ ارشادِ باری ہے۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ (۴۶/۲۱) اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو۔ جب انہوں نے سرزمین احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا۔

۶- نَجد: بلند اور سخت زمین۔ ٹیلہ کو بھی کہتے ہیں اور پستان کو بھی (منجد) اور بمعنی چھوٹا پہاڑ (منجد) پھر نجد گھاٹی کو اور گھاٹی کو جانے والے بلند راستہ کو بھی کہتے ہیں اور اترنے والے کو بھی (منجد) ارشادِ باری ہے؛

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۹۰/۱۰) اور انسان کو (خیر و شر) دونوں راستے بھی دکھا دیئے مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

ماحصل: (۱) ربوۃ : بلند اور نرم ریتلی زمین۔ (۲) امت : چھوٹا سا ناہموار ٹیلہ۔ (۳) حدب : ایسا ٹیلہ جو پھیلاؤ میں زیادہ اور بلندی میں کم ہو (۴) ریع : پہاڑوں کے درمیان قابلِ رہائش وادیاں۔ (۵) احقاف : ریگستان۔ ریت کے لمبے اور پیچدار ٹیلے (۶) نجد : گھاٹی اور اس پر چڑھنے اور اترنے کا راستہ

۷- ٹیڑھ (کجی) ٹیڑھا ہونا

کے لیے عِوَج، زَیْغ، اِلحاد، جَوْر اور نَکَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- عوج: بمعنی کسی ایستادہ چیز مثلاً دیوار یا درخت کے بالائی حصّہ کا ٹیڑھا ہونا اور اَعْوَج بمعنی ٹیڑھی چال والا آدمی۔ اور العَوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور العِوَج وہ ٹیڑھا پن ہے جو عقل و بصیرت سے دیکھا جا سکے (مف) لیکن درج ذیل آیت کی رُو سے یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۲۰/۱۰۷) جس میں تم کوئی پستی اور بلندی نہ دیکھو گے۔

عوج اور امت متضاد الفاظ ہیں۔ بمعنی اونچ نیچ اور خلیل کے نزدیک یہ دونوں لفظ مترادف یا ہم معنی ہیں جو کہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ (م ل) بہرحال عوج وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ظاہری اشیاء میں اس کا مفہوم اونچ نیچ اور موڑ ہے اور معنوی چیزوں میں اس کا مفہوم پیچیدگی، الجھن یا ابہام ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا (۱۸/۱) سب تعریف خدا ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی پیچیدگی نہ رکھی۔

زیغ: زاغ بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ زاغ البصر بمعنی نظر کا تھکنا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی (مف) یہ لفظ عموماً معنوی طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا مفہوم زاویۂ نگاہ یا نقطۂ نظر میں تبدیلی، ٹیڑھ اور انحراف ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ (۳/۷) — تو پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ ان میں سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (۶۱/۵) — تو جب انہوں نے کجروی کی تو اللہ نے (بھی) اُن کے دل ٹیڑھے کر دیے۔

۳۔ اَلْحَدَ: لَحَد بمعنی قبر اور اس کا بغلی حصہ۔ اور اَلْحَدَ بمعنی راہِ راست سے کسی ایک طرف ہو جانا اور اَلْحَدَ السَّهْمُ الْهَدَفَ بمعنی تیر کا نشانہ کے کسی ایک پہلو میں لگنا۔ اور اَلْحَدَ عَنِ الدِّيْنِ بمعنی دین میں طعن کرنا (مف) اور اس الحاد کا تعلق عقائد سے ہوتا ہے (فق-ل ۱۸۹) جیسے خدا کی ذات وصفات میں شک کرنا یا معجزات سے انکار کرنا۔ تاہم اس سے انسان کافر نہیں ہوتا (فق ل ۱۸۹)

ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۲/۲۵) — اور جو اس میں شرارت سے کجروی (وکفر) کرنا چاہے۔ اس کو ہم دکھ دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (۷/۱۸۰) — اور خدا کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ اُن کو چھوڑ دو۔

۴۔ جَوْر: جَارَ بمعنی مَيْلٌ عن الطريق (م-ل) یعنی راستہ سے ایک طرف مائل ہو جانا اور بمعنی شریعت کے احکام سے رک جانا (منجد) اور اس کجی کا تعلق شریعت کے احکام سے عدول کرنا ہے (فق ل ۱۹۹) اور جائر بمعنی ایک طرف جھکا ہوا۔ زیادتی کی طرف مائل۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ (۱۶/۹) — اور سیدھا راستہ خدا تک پہنچتا ہے۔ اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) (جالندھری)

۵۔ نکب: نَكَبَ الْاِنَاءَ: بمعنی برتن میں جو کچھ ہے اسے جھکا کر گرا دینا۔ اور نَكَبَتِ الرِّيْحُ بمعنی ہوا کا ٹیڑھا چلنا (منجد) اور اَلْاَنْكَب (۱) بمعنی ٹیڑھے شانے والا اور (۲) وہ اونٹ جو جھک کر چلے (مف) اور اَلْاَنْكَب بمعنی ایک شانہ کو دوسرے سے اونچا رکھنے والا۔ ظالم۔ جفا کار۔ اور نکب (ج نُكُوْب اور نکبات) بمعنی مصائب (منجد) گویا نَكَبَ ایسے جھکاؤ اور ٹیڑھ کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ عیب، ظلم یا مصیبت ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ (۲۳/۷۴) — اور وُہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ وُہ راہِ (حق) سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) عوج: اجسام میں بلندی، پستی، موڑ، ٹیڑھ، جھکاؤ اور معنوی استعمال ہو تو اس کا معنی پیچیدگی الجھاؤ اور ابہام ہے۔

(۲) زَیغ: زاویۂ نگاہ اور نظریات میں ٹیڑھ کے لیے۔

(۳) اِلْحَاد: خدا کی ذات وصفات اور عقائد میں ٹیڑھ کے لیے۔

(۴) جَوْر: احکامِ شریعت کی تعمیل میں بے راہروی کے لیے۔

(۵) نَکْب: ایسی ٹیڑھ اور جھکاؤ جو کسی عیب، ظلم اور معصیت کا سبب ہو۔

۸ ـــــ ٹیک لگانا

کے لیے اِتَّکَاَ اور اِرْتَفَقَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اِتَّکَاَ: اَتْکَاَ بمعنی کسی کے لیے تکیہ لگانا۔ اور اَتْکَاَ عَلَی الشَّیْئِ بمعنی سہارا لینا، ٹیک لگانا۔ تَوَکَّاَ عَلَی الْعَصَا بمعنی اس نے عصا پر ٹیک لگائی اور تُکَاَةٌ بمعنی جس چیز پر ٹیک لگائی جائے مثلاً لاٹھی تلوار، کمان وغیرہ۔ اور اِتَّکَاَ بمعنی ٹیک لگا کر بیٹھ جانا (منجد م۔ق) ارشادِ باری ہے:

مُتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ (۷۶/۱۳) — وُہ اس جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۲۔ اِرْتَفَقَ: مِرفق بمعنی کہنی اور ہر وُہ چیز جس سے سہارا لیں۔ اور مِرْفَقَة بمعنی چھوٹا تکیہ اور اِرْتَفَقَ بمعنی کہنی یا تکیہ پر ٹیک لگانا۔ اور مُرْتَفَق ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں تکیے لگے ہوں اور ہر طرح کا آرام میسّر ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۱۸/۳۱) — کیا اچھا بدلہ ہے اور کیا خوب آرام کی جگہ ہے۔

ماحصل: اِتَّکَاَ۔ کسی بھی چیز سے ٹیک لگانے اور اِرْتَفَقَ صرف آرام دہ چیزوں سے ٹیک لگانے کیلیے آتا ہے۔

۱۔ ثابت ہونا

کے لیے حَقَّ اور حَصْحَصَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَقَّ : بمعنی ثابت ہونا۔ واجب ہونا منجد اور اس کی ضد بَطَلَ ہے۔ (م۔ل) اور حَقٌّ بمعنی ثابت شدہ بات۔ سچائی۔ راستی (ضد باطل) ارشادِ باری ہے:

فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا (۱۷/۱۶) — تو وُہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ پھر اس (بستی) پر (عذاب کا) حکم ثابت ہوگیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔

۲۔ حَصْحَصَ : حق بات جو کسی دباؤ کے تحت چھپی رہے۔ پھر دباؤ اٹھنے پر اس کا واضح طور پر سامنے آجانا (مف) حق کا پوشیدگی کے بعد ظاہر ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ (۱۲/۵۱) — عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے کہ) میں نے ہی اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔

۲۔ ثابت قدم رہنا۔ رکھنا

کے لیے ثَبَتَ، اِسْتَقَامَ (قوم) اور اِصْطَبَرَ (صبر) اور صَابَرَ اور رَابَطَ کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ثَبَتَ : بمعنی کسی بات پر جم جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔ ثابت قدم رہنا (ضد زلّ) ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (۸/۴۵) — اے ایمان والو! جب تمہارا (کفار کی) جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔

۲۔ اِسْتَقَامَ : قام علی الامر بمعنی کسی کام یا بات پر برقرار رہنا۔ اور اقام الشیٔ بمعنی کسی کو کھڑا کر دینا سیدھا کرنا اور استقام بمعنی کسی چیز کو قائم اور جاری رکھنا۔ اور مداومت کرنا (منجد) نیز استقام بمعنی سیدھی راہ پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا — جن لوگوں نے کہا۔ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے پھر

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (۴۶/۱۳) اس بات پر ثابت قدم رہے انہیں نہ تو کچھ خوف ہوگا اور نہ وُہ غمناک ہوں گے۔

۳- اِصْطَبَرَ: صَابَرَ اور صَبَرَ بمعنی اپنے آپ کو تنگی یا مصیبت کے وقت ناجائز افعال سے روکنا۔ (مف) (ضد جزع) اور صَبَرَ بمعنی بہادری سے برداشت کرنا۔ اور صَبَرَ الدَّابَّۃ بمعنی کسی جانور کو بغیر چارہ کے باندھے رکھنا۔ صابر بمعنی ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کرنا۔ (منجد) اور اصطبر بمعنی مصائب ومشکلات کے آگے سینہ سپر ہونے کی عادت بنا لینا۔ اسی پر مداومت کرنا۔ ڈٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۲۰/۱۳۲) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے۔ پھر اس پر ڈٹ جا۔

۴- رَابَطَ: ربط الفرس بمعنی گھوڑے کو حفاظت کے لیے کسی جگہ باندھنا۔ اور رباط وُہ مقام جہاں حفاظتی دستے متعین رہتے ہیں۔ چھاؤنی قلعہ اور رباط الجیش بمعنی فوج کا کسی جگہ پر متعین کرنا (مف) اور رابط الجیش دشمن کی سرحد کے پاس لشکر کا ہمیشہ پڑاؤ رکھنا اور رَابَطَ الْاَمْرَ بمعنی کسی امر پر ہمیشگی اختیار کرنا (منجد) گویا رَابَطَ کسی ایسے امر پر ہمیشگی اختیار کرنے کے لیے آئے گا۔ جس کا تعلق اس امر کی حفاظت اور مضبوطی سے ہو۔ ارشادِ باری ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (۳/۲۰۰) اے اہلِ ایمان! کفار کے مقابلے میں صبر کرو، استقامت اختیار کرو اور (مورچوں میں) جمع رہو (جالندھری)

ماحصل: (۱) ثبت: کسی بات پر ثابت قدم رہنا۔

(۲) استقام: کسی درست بات پر چلنا اور ثابت قدم رہنا۔ اس پر مداومت کرنا۔

(۳) اصطبر: مصائب ومشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونا اور اس کو عادت بنا لینا۔

(۴) رابط: کسی ایسے کام پر ثابت قدم رہنا جس کا استحکام اور حفاظت ضروری ہو۔

اور ثابت قدم رکھنا کے لیے ثَبَّتَ آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (۱۱/۱۲۰) (اے محمدؐ!) ہم رسولوں کے حالات سے سب کچھ بیان کیے دیتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو ثابت قدم رکھیں۔

۱۔ جاسوسی کرنا

کے لیے تَجَسَّسَ اور سَمَّاع کے الفاظ قرآنِ کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ تَجَسَّسَ: جَسَّ بمعنی پتہ لگانے کے لیے ہاتھ سے چھونا۔ اور جَسَّ بِعَيْنِهٖ بمعنی تیز نظر سے دیکھنا گھورنا۔ اور جَسَّسَ اور تَجَسَّسَ بمعنی تفتیش کرنا (منجد) کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اُس کی ٹوہ میں رہنا۔ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور جسیس بمعنی جاسوس (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (۴۹/۱۲) اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

۲۔ سَمَّاع: سَمِعَ بمعنی سننا اور سامع بمعنی سننے والا۔ اور سَمَّاع بمعنی جاسوسی کرنے کے لیے کوئی بات چوری چھپے سننے والا۔ جاسوس (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ۔ (۵/۴۱) یہودی غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لیے جاسوس بنے ہیں۔ جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے۔

ماحصل: تَجَسَّسَ، عموماً بُرے مفہوم میں آتا ہے۔ بمعنی کسی کے عیب تلاش کرنا۔ اور اس کی ٹوہ لگانا۔ خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

سَمَّاع: وہ شخص جو جاسوسی کرنے کے لیے کسی بات پر کان لگائے اور دوسروں کو خبر پہنچائے۔

جانچنا ــــــ دیکھیے آزمائش کرنا۔

۲ــــ جاننا

کے لیے عَلِمَ، اَدْرٰی (دری) اور اَحَسَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَلِمَ: بمعنی کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا (مف) جاننا۔ معلوم کر لینا قرآن میں ہے:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (۲/۶۰) اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

۲۔ اَدْرٰی: کسی دوسری چیز کی وساطت، تدبیر یا حیلہ سے کسی بات کا علم ہونا (مف) بمعنی جاننا، سمجھنا یہ علم ناقص ہوتا ہے کیونکہ بالواسطہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس پر ہمیشہ لَا یا مَا یا اِنْ نافیہ یا استفہامیہ

داخل ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا (۷۲/۲۵)	کہہ دو کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ (دن) قریب (آنے والا) ہے یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے۔
(۲) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ (۱۰۱/۱۰)	اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔
(۳) لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (۶۵/۱)	تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانیؒ)

۳۔ اَحَسَّ: قوتِ حس سے کسی چیز تک پہنچنا (مف) حواسِ خمسہ ظاہری سے کسی بات کا علم میں آنا۔ محسوس کر لینا۔ اس کو قریب بہ علم کہہ سکتے ہیں (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ (۳/۵۲)	پھر جب معلوم کیا عیسٰیؑ نے بنی اسرائیل کا کفر (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) عَلِمَ: کسی چیز کو صحیح اور ٹھیک طور پر جاننا۔

(۲) اَدْرٰی: بالواسطہ کسی چیز کا علم ہونا۔

(۳) اَحَسَّ: حواسِ ظاہری سے کسی چیز کا علم ہونا۔ یہ قریب بہ علم ہوتا ہے۔

۳۔ جانب (سمت)

کے لیے جَانِب، طَرَف، وِجْهَة، شَطْر، تِلْقَاءَ اور قِبَل کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَانِب اور جَنْب بمعنی پہلو۔ طرف۔ گوشہ۔ سمت اور اس کی جمع جَوَانِب ہے (منجد) سمتیں جہات یہ چھ ہیں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اُوپر نیچے، شمال، مشرق، جنوب، مغرب وغیرہ۔ اور جانب وہ سمت ہے جس کا کسی کام کے وقت قریب ہونے سے تعلق ہو (فق ل ۲۴۴) ارشادِ باری ہے:

وَنَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا (۱۹/۵۲)	اور ہم نے موسٰیؑ کو طور کی داہنی طرف سے پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔

۲۔ طَرَف: بمعنی کسی شے کی آخری حد یا کنارا (مف۔ م۔ ل) ج اَطْرَاف۔ سمت کے لیے طَرَف کا لفظ عربی میں مستعمل نہیں۔ البتہ اُردو میں اس کا استعمال عام ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا ہے آخری حد یا کنارا کے معنی میں آیا ہے۔ یا پھر حدِ نگاہ اور نگاہ کے لیے۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (۱۱/۱۱۴)	اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو۔
(۲) یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ (۴۲/۴۵)	نیچی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔ (جالندھریؒ)

۳۔ وِجْهَة: وَجْهٌ بمعنی چہرہ۔ اور کسی چیز کے سامنے کی طرف۔ وَجْهُ النَّهَار بمعنی دن کا پہلا حصہ اور وَاجَهَ بمعنی آمنے سامنے ہونا (منجد) اور وِجْهَة وہ سمت ہے جس کی طرف کوئی متوجہ ہو (مف)

یعنی وُہ مخصوص سمت اور مقام جدھر کوئی رُخ کر کے عبادت وغیرہ کرے۔ قبلہ (فق۔ل ۲۴۴) ارشادِ باری ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۲/۱۴۸)	اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے۔ جدھر وُہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔

۴۔ شَطْرٌ کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) نِصْفُ الشَّيْءِ (۲) اَلْبُعْدُ وَالْمُوَاجِهَةُ (م۔ل) یعنی شَطْر میں آمنے سامنے ہونے کے علاوہ دُوری بھی ضروری ہے جبکہ وِجْهَة میں یہ ضروری نہیں یعنی دُور دراز مقام سے کسی مخصوص جگہ کی طرف منہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۴۹)	اور تم جہاں سے نکلو (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔

۵۔ تِلْقَاءَ: لَقِيَ بمعنی کسی چیز کے سامنے آنا اور اسے پالینا (مف۔منجد) اور تِلْقَاءِ لِقَاء کا اسم ظرف ہے بمعنی ملاقات کی جگہ۔ کہتے ہیں۔ جَلَسَ تِلْقَاءَهُ وُہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْأَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ اس نے وُہ کام خود بخود کیا۔ اسے کسی نے مجبور نہیں کیا (منجد) اور قرآنِ کریم کی آیت:

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي (۱۰/۱۵)	کہہ دو مجھ کو اختیار نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔

یعنی اپنی مرضی سے نہیں بدل سکتا۔ اور آیت:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (۲۸/۲۲)	اور جب مدین کی طرف رُخ کیا۔

میں مقابل یا سامنے کی طرف ہے۔

۶۔ قِبَلَ: بمعنی مقابلہ بھی اور ایک چیز کا دوسری کے سامنے ہونا بھی ہے۔ گویا قِبَل وُہ جانب ہے جو سامنے نظر آ رہی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۲/۱۷۷)	نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر اُن کی طرف منہ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

ماحصل: (۱) جَانِب۔ قریبی سمت۔
(۲) طَرَف: عربی میں جانب یا سمت کے لیے نہیں آتا۔ البتہ اردو میں غلط العام ہے۔ اس کے معنی کنارہ یا حد کے ہیں۔
(۳) وِجْهَة: مخصوص مقام اور سمت جدھر منہ کر کے عبادت کی جائے۔
(۴) شَطْر: دُور دراز مقام سے کسی چیز کی طرف رُخ کرنا۔
(۵) تِلْقَاءَ، سامنے کی طرف کسی چیز کے بالمقابل ہونا۔ (۶) قِبَل: سامنے کی طرف جو نظر آ رہی ہو۔

۴۔ جب

کے لیے اِذْ[۱]۔ اِذَا[۲] اور اِذًا اور لَمَّا[۳] اور كُلَّمَا[۴] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اِذْ : ماضی کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد جملہ ہی آتا ہے۔ یا پھر جملہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا،

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۲/۳۰) — اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا، کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

۲۔ اِذَا : مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر آتا ہے۔ اور فعل ماضی پر داخل ہو کر اس میں مضارع کے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا (۲/۱۴) — اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱/۱) — جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا۔

اور کبھی اس پر تنوین لا کر مستقبل میں وقت کا تعین کیا جاتا ہے یعنی اِذًا بمعنی اُس وقت۔ اُس صورت میں۔ اُس حال میں۔ جیسے فرمایا،

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (۲۹/۴۸) — اس وقت اہل باطل ضرور شک کرتے۔

حِیْن کے بعد بھی اس لفظ کا اضافہ کر کے حِیْنَئِذٍ بمعنی اس وقت کے معنوں میں۔ اور یَوْمَ کے بعد اضافہ کر کے یَوْمَئِذٍ اُس دن کے معنوں میں مختص کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ سب مشتقات مستقبل میں ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ لَمَّا : ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا،

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (۱۲/۹۶) — تو جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا۔

۴۔ كُلَّمَا : بمعنی جب کبھی۔ جب بھی۔ کئی امور میں بطور ظرف زمانی (ماضی) سب کا احاطہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ (۲/۸۷) — تو جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لے کر آیا جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو گئے۔

ماحصل: (۱) اِذْ : ماضی میں بطور ظرف زمان۔ (۲) اِذَا : مستقبل میں بطور ظرف زمان (۳) لَمَّا : ماضی میں شرط کے طور ظرف زمان۔ (۴) كُلَّمَا : کئی امور کا احاطہ کرنے کے لیے۔

جتلانا دیکھیے "آگاہ کرنا اور خبر دینا" جُدا ہونا کے لیے دیکھیے "الگ ہونا"، اور جُدا کرنا کے لیے "الگ کرنا"

۵۔۔۔ جڑ

کے لیے اَصْل۔ اَعْجَاز اور دَابِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَصْل : بمعنی کسی چیز کی بنیاد اور درختوں اور پودوں وغیرہ کی جڑ (ضد فرع بمعنی شاخ) (مف منجد) (ج اصول) اور اصول ان قواعد کو بھی کہتے ہیں جن پر کسی علم کی بنیاد ہو (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (۱۴/۲۴) — پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جسکی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو) اور شاخیں آسمان میں ہوں۔

۲۔ اَعْجَاز: اَعْجَازُ النَّخْلِ بمعنی کھجور کے درخت کی جڑیں (منجد) درخت کی جڑ کے کئی حصے بن کر زمین میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ جڑ کے ان حصوں کو اعجاز کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹/۷) — تو اس قوم کو اس طرح پچھڑے ہوئے دیکھے جیسے کھجور کی کھوکھلی جڑیں۔

۳۔ دَابِر: دُبُر بمعنی پشت۔ مقعد۔ اور ہر چیز کا پچھلا حصہ۔ اور دَابِر بمعنی ہر چیز کا آخر۔ اصل اور قَطَعَ اللّٰهُ دَابِرَهُمْ بمعنی اللہ اُن کی بیخ کنی کرے (منجد) اور اِدْبَار کا ایک معنی نحوست ہے اور اس کی ضد اِقْبَال ہے۔ اور دَابِر دراصل کسی چیز کے رہے سہے یا بچے کھچے بُرے اثرات کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (۸/۷) — اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دے۔

ماحصل: (۱) اَصْل: درختوں اور پودوں کی جڑ۔ (۲) دَابِر: بیخ کنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خرابی کی جڑ یا بنیاد (۳) اَعْجَاز: جڑ کی زمین میں پھیلی ہوئی چھوٹی شاخیں۔

۶ — جسم

کے لیے جِسْم۔ جَسَد اور بَدَن کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جِسْم: ہر وہ چیز جو طول، عرض اور عمق رکھتی ہو (منجد) خواہ جاندار ہو یا بے جان (ج اجسام) (مف) جسامت بمعنی ڈیل ڈول۔ قد و قامت۔ تناور اور بڑا ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ (۶۳/۴) — اور جب تم ان (کے تناسب اعضاء) کو دیکھتے ہو تو اُن کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۔ جَسَد: جاندار اشیاء کا جسم جن میں دورانِ خون نہ ہو (ف۔ل ۴۵ - ۱۱۵) خواہ کسی حیوان کا جسم ہو جیسے:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ (۲۰/۸۸) — تو سامری نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا۔ (یعنی اس کا قالب) جس کی آواز گائے کی سی تھی۔

اور خواہ انسان کا جیسے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (۲۱/۸) — اور ہم نے ان پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

اسی لیے میّتِ انسانی کو جسدِ خاکی یا جسدِ عنصری کہا جاتا ہے۔

۲۔ بَدَن: جانداروں کا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہوا ہو (ف ل ۱۱۵) ارشادِ باری ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (۱۰/۹۲) — تو آج (اے فرعون) ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تُو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔

ماحصل: جسم۔ اعم ہے ہر مادی چیز جسم رکھتی ہے۔ جسد جسم سے خاص ہے یعنی کسی جاندار کا جسم جس میں خون خشک ہو چکا ہو۔ اور بدن اخص ہے۔ یعنی جاندار کا ایسا جسم جس میں خون جاری ہو یا ابھی خشک نہ ہُوا ہو۔

۷ — جکڑنا (رسّی وغیرہ سے)

کے لیے وَثَقَ اور قَرَنَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَثَقَ: بمعنی رسّی سے باندھنا اور گانٹھ دینا۔ اور وَثَاق اور وِثَاق جکڑنے کی چیز یا رسی وغیرہ کو کہتے ہیں (منجد) نیز وَثَق اس رسّے کو بھی کہتے ہیں جس سے جانوروں کو باندھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴۷/۴) — جب اُن کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں اُن کو) مضبوطی سے قید کر لو۔

اس آیت میں شَدّ کا لفظ شامل ہونے سے وَثَقَ کے معنی مضبوط باندھنا یا جکڑنا" ہو گئے ہیں۔

۲۔ قَرَنَ: قَرَن بمعنی ایک چیز کو دوسری کے ساتھ باندھنا اور ملانا۔ اور قَرَن اس رسّی کو کہتے ہیں جس سے دو یا زیادہ اونٹوں کو باندھ دیا جائے (مف) اور اس کے معنی کسی کے ساتھ ملا ہوا کے بھی ہیں (منجد) اسی لیے قرین ایسے دوست کو کہتے ہیں جو ہم عمر یا ہم نشین ہو۔ اور قَرَّنَ میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ (۳۸/۳۸) — اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہُوئے تھے۔

ماحصل: وثق: صرف رسی وغیرہ سے جکڑنے کے لیے اور قَرَّنَ جب اس رسی کا تعلق مزید مضبوطی کے لیے کسی دوسری چیز سے بھی ہو۔

۸ — جگہ

کے لیے مَقَام۔ مَکَان۔ مُرَاغَم کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ مَقَام: قَامَ بمعنی کھڑا ہونا۔ اور مَقَام اس سے اسم ظرف (مکانی) کھڑا ہونے کی جگہ کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (۲/۱۲۵) — اور جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہُوئے اُسے نماز کی جگہ بنا لو۔

اور مُقَام (م مضموم) قام سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی کھڑا ہونا۔ جیسے فرمایا:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۵/۴۶) — اور جو شخص اپنے پروردگار کے رُوبرو کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔

۲۔ مَکَان: (مکن) مکان اس جگہ کو کہتے ہیں جو کسی جسم پر حاوی ہو۔ اور اس میں رہنے والے کو مَکِیْن کہتے ہیں (مف) (بشرطیکہ یہ ظرف مکانی کے طور پر استعمال ہو) ارشادِ باری ہے، فرعون نے مُوسٰیؑ سے کہا:

فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکَ مَوْعِدًا	ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو جس کا
لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَکَانًا	نہ ہم خلاف کریں نہ تم اور یہ (مقابلہ) ایک ہموار جگہ
سُوًی (۲۰/۵۸)	(میدان) میں ہو گا۔

۳۔ مُرَاغَم: رغم بمعنی خاک اور رَغِمَ اَنْفُ فُلَانٍ بمعنی اس کی ناک خاک آلود ہو یا وہ ذلیل ہو۔ (ناراضگی کا کلمہ ہے) اور رَاغَمَ بمعنی ایک دوسرے کو ذلیل کی کوشش اور منازعت۔ اور مُرَاغَم اس جگہ کو کہتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ منازعت اور کوشش سے حاصل کی جائے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ	اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو زمین میں بہت
فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَةً (۴/۱۰۰)	سی جگہ اور کشائش پائے گا۔

ماحصل (۱) مقام، کھڑا ہونے یا قیام کرنے کی جگہ۔ (۲) مراغم، منازعت اور کوشش سے حاصل شدہ جگہ۔ (۲) مکان، ایسی جگہ جو کسی جسم پر حاوی ہو۔

۹ ـــــــ جلاوطنی

کے لیے جَلَا (جلو) اور نَفٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جلاء: جَلَا بمعنی کسی امر کو واضح کرنا۔ ظاہر و آشکارا کرنا۔ اور جلا الرجل (عن بلدہ) کسی کو اس کے شہر یا ملک سے نکالنا۔ جلاوطن کرنا۔ جَلَا النَّحل بمعنی شہد نکالنے کے لیے دھونی دے کر مکھیوں کو بھگانا۔ اور الجالی بمعنی وہ مسافر لوگ جو اپنا وطن چھوڑ کر آتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ	اور اگر خدا نے ان کے بارے میں جلاوطن کرنا لکھ رکھا ہوتا
لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا (۵۹/۳)	تو اُن کو دُنیا میں بھی عذاب دے دیتا۔

۲۔ نَفٰی: بمعنی موجود نہ رہنا۔ اور اس کی ضد ثَبَتَ ہے۔ اور منفی بمعنی نیست و نابود کیا ہوا۔ دور ہٹایا ہوا اور نفی الرجل من بلدہ بمعنی کسی کو شہر بدر کرنا (منجد) اور نَفٰی ینفوا بمعنی قید خانہ میں قید کرنا (منجد م۔ق) اور کسی چیز کو باہر پھینک دینا کے بھی آتے ہیں جیسے چکی آٹے کو، یا ہنڈیا اُبل کر اُبال کو یا سیلاب کوڑا کرکٹ کو باہر پھینک دیتا ہے (م۔ق) اور اَلنِّفَایَة اس ردی شے کو کہتے ہیں جو پرے پھینک دی جائے (م۔ل) گویا نَفٰی ینفوا میں بے بسی اور بے آبروئی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کریں اور ملک

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ۔ (۵/۳۳)

میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں۔

ماحصل: جلاء: بمعنی کسی کو جلاوطن کرنا۔ اور نفی ینفوا بمعنی کسی کو ذلت اور رسوائی سے نکالنا ہے۔

۱۰ ـــــ جلدی کرنا

کے لیے سَرِعَ۔ عَجِلَ۔ اور اِسْتَعْجَلَ۔ بَدَرَ اور فَوْر۔ سَ اور سَوْفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرِعَ: جو کام کرنا ہو اس میں دیر نہ کرنا (مف) آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا۔ سستی نہ کرنا۔ کام کو وقت پر یا ذرا پہلے کر لینا۔ اور یہ صفت محمود ہے اور اس کی ضد بَطَأَ یعنی دیر کرنا (بوجہ سستی وغیرہ) ہے۔ جہاں جلدی کرنا بہتر اور درست ہو وہاں کرنا (فق ل ۱۶۸) ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ (۲/۲۰۲)

یہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی اجر نیک تیار) ہے۔ اور خدا جلد حساب لینے والا اور جلد اجر دینے والا ہے۔

۲۔ عَجِلَ: کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا (مف) جلد بازی کرنا۔ اور صفت مذموم ہے۔ جہاں جلدی نہ کرنا چاہیے وہاں کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا (۱۷/۱۱)

اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اسی طرح بُرائی مانگتا ہے۔ اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔

اور اِسْتَعْجَلَ بمعنی کوئی چیز جلدی یا پیش از وقت طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (۱۳/۶)

اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے بُرائی کے جلد خواستگار یعنی طالبِ عذاب ہیں۔

۳۔ بَدَرَ: کسی کام کے سرانجام دینے میں جتنا وقت درکار ہو۔ اس وقت میں جلدی کر کے کام کو پہلے کر لینا۔ حدیث میں ہے:

لَا تُبَادِرُونِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ۔

رکوع و سجود مجھ سے پہلے کرنے میں جلدی نہ کیا کرو۔

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اور قرآن میں ہے:

وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا (۴/۶)

اور نہ کھاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے۔

۴۔ فَوْر: فَارَ یعنی اُبلنا اور جوش مارنا۔ اور فَوْر بمعنی بہت جلدی۔ کہا جاتا ہے رَجَعَ مِنْ فَوْرِهٖ۔ وہ بلا توقف بہت جلدی واپس ہوا (منجد) یعنی فوراً اسی دم جوش کے ساتھ کوئی کام کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ	ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور
فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ	کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کر دیں تو تمہارا پروردگار
بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ	پانچ ہزار نشان زد فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے گا۔
مُسَوِّمِيْنَ (۳/۱۲۵)	

۵۔ سَ اور سَوْفَ: علاوہ ازیں سَ اور سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر جلدی کا معنٰی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور مضارع کو مستقبل سے مختص کر دیتے ہیں۔ ان دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ سَ مستقبل قریب کے لیے آتا ہے اور اس کا معنی "اب" سے کیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ (۲/۱۴۲)	اب احمق لوگ (یہ) کہیں گے۔

اور سَوْفَ کا زمانہ سَ سے لمبا ہوتا ہے جیسے فرمایا:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۱۰۲/۳)	ہرگز نہیں تم جلد ہی جان لوگے۔

ماحصل: (۱) سَرُعَ: کام کو مناسب وقت سے ذرا پہلے سرانجام دینا۔
(۲) عجل: جلدبازی کسی چیز کو اس کے مناسب وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ کہ وہ صحیح طور پر ادا نہ ہو۔
(۳) بَدَرَ: کام کے مطلوبہ وقت میں کمی کر کے جلدی کرنا۔
(۴) فَوْر: اسی دم جوش سے کوئی کام کرنا۔ (۵) سَ اور سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر اس میں جلدی کا معنی پیدا کر دیتے ہیں
جلنا دیکھیے "آگ"

۱۱ — جماعت

کے لیے جَمْع، رَهْط، شِرْذِمَة، عُصْبَة، طَائِفَة، فِئَة (فای)، فِرْقَة، زُمْرَة، حِزْب، ثُلَّة، عِزِيْن، مَعْشَر، ثَقَلَان اور اُمَّة کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ جَمْع: جماعت کے لیے یہ لفظ عام ہے۔ خواہ تھوڑے آدمیوں کا ہو یا زیادہ کا اور خواہ کسی قسم کا ہو۔ ارشاد باری ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۵۴/۴۵)	عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔ اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (۲۶/۵۶)	اور ہم سب باساز و سامان ہیں۔

۲۔ رَهْط: ایک ہی خاندان کے نوجوانوں کی مختصر جماعت جو ۳ سے ۹ افراد تک ہو، ان کا سردار بھی رَهْط کہلاتا ہے (ف۔ ل ۲۰۵) اور امام راغب کے نزدیک یہ تعداد چالیس تک ہے۔ (مف) اور صاحب منجد یہ قید لگاتے ہیں کہ ان میں کوئی عورت نہ ہو۔ (منجد) اور اگر عدد کی طرف اضافت ہو تو اس سے افراد و اشخاص مراد ہوتے ہیں جیسے عِشْرُوْنَ رَهْطًا بمعنی بیس اشخاص (منجد) ارشاد باری ہے:

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ. (۲۷/۴۸)

اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔

دوسرے مقام پر ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (۱۱/۹۲)

شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر خدا سے زیادہ ہے؛

۳- شِرْذِمَةٌ: ناتواں اور بیکس لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔ یہ تعداد کے لحاظ سے رَھط سے بڑی ہوتی ہے (ف۔ل ۲۰۵) اور ثِیَابٌ شِرَازِمُ بمعنی پھٹے پرانے چیتھڑے (منجد۔مف) قرآن میں ہے،

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ (۲۶/۵۴) یہ لوگ ایک جماعت ہے تھوڑی سی۔

۴- عُصْبَةٌ: طاقتور اور مضبوط لوگوں کی جماعت جس کے سب افراد ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوں (مف) تعداد کے لحاظ سے یہ شرذمۃ سے بڑی ہے (ف ل ۲۰۵) لیکن صاحب فقہ اللغۃ کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن نے یہ لفظ یوسفؑ کے دس بھائیوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (۱۲/۱۴)

وُہ (یوسفؑ کے بھائی) کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا۔ تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔

۵- طَآئِفَة: ایک رائے اور مذہب کے لوگ (منجد) تعداد کے لحاظ سے عصبۃ سے بڑی ہوتی ہے (ف۔ل ۲۰۵) ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (۴۹/۹)

اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

اور بعض مفسّرین کا خیال ہے کہ طآئفۃ کا اطلاق ایک فرد بھی ہو سکتا ہے جبکہ وُہ ایک فریق ہو۔ اور دلیل میں یہی آیت پیش کرتے ہیں۔

۶- فئة: ایسی جماعت جس کے افراد تعاون کے لیے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آئیں (مف) ارشادِ باری ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲/۲۴۹)

بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے۔

۷- فِرقة: ایسی جماعت جو کسی بڑی جماعت سے کٹ کر علیحدہ ہو گئی ہو۔ اور فِرق بمعنی کسی چیز کا الگ شدہ ٹکڑا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ (۱۲۲/۹) — اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم) سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے۔

اس آیت میں بھی طآئفۃ کا اطلاق ایک فرد پر ہونا مراد لیا جاتا ہے۔

۸۔ ثُلَّة: ثُلَّةٌ اون کے ڈھیر کو بھی کہتے ہیں اور بکریوں کے ریوڑ کو بھی (مف) اور ثُلَّة الانسانوں کی جماعت کو بھی (منجد) (گویا اس کی بنیاد کثیر مقدار یا تعداد ہے) کہتے ہیں فُلَانٌ لَا يفرق بَيْنَ الثَّلَّةِ وَالثُّلَّةِ یعنی فلاں شخص بھیڑوں اور انسانوں کی جماعت میں تمیز نہیں کرتا۔ اور تعداد کے لحاظ سے صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک ثُلَّة کی تعداد طائفۃ سے زیادہ اور فرقہ سے کم ہے (ف ل ۲۰۵)

قرآن میں ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ (۱۳/۵۶) — وہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔

۹۔ زُمَرَةٌ: صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک زُمَرَة، ثُلَّة سے بڑی جماعت کو کہتے ہیں (ف ل ۲۰۵)

اور اس کی جمع زُمَر ہے۔

اور امام راغب کے نزدیک زمرۃ چھوٹی سی جماعت کو کہتے ہیں۔ اور شَاةٌ زَمِرَةٌ بمعنی کم اُون والی بھیڑ۔ اور زَمِرٌ بے مروت آدمی کو کہتے ہیں (مف) اور قرآن کریم بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے یعنی جب کوئی بڑی جماعت چھوٹے چھوٹے دستوں یا ٹولوں میں بٹ کر نقل و حرکت کرے تو یہ ٹولے زُمَر کہلائیں گے۔ قرآن میں ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ (۷۳/۳۹) — اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے۔

۱۰۔ عِزِيْن: اَلْعِزَة کی جمع عِزِيْن اور عِزُوْن آتی ہے۔ اور اَلْعِزَةُ بمعنی ایک ہی نسب کے لوگوں کی جماعت (مف) اور اَلِاعْتِزَاءُ فِي الْحَرْبِ بمعنی کسی شخص کا لڑائی کے دوران اپنا حسب نسب بیان کرنا (مف) ہے۔ قرآن میں ہے:

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ۔ (۳۷/۷۰) — تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں (اور) دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر جمع ہوتے جاتے ہیں۔

۱۱۔ حِزْب: ایسی جماعت جس میں سختی اور شدت پائی جائے (مف) اور حزب بمعنی پارٹی، گروہ، جتھا، ہتھیار، انسانوں کی فوج اور آپس میں ہم خیال ساتھی۔ ج احزاب اور حَازَبَ بمعنی کسی پارٹی میں شامل ہونا۔ مدد دینا۔ اور قوت پہنچانا ہے (منجد) ایک جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ (م۔ق) گویا حِزْب کا لفظ سیاسی پارٹی یا فوج اور لشکر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جس کا مقصد مملکت میں عمل دخل حاصل کرنا ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا	اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے
هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (۲۲/۳۳)	لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے وعدہ کیا تھا

۱۲۔ معشر: عشر بمعنی دس اور عشیرۃ خاندان کے کل افراد کو کہتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں۔ گویا اس میں عدد کامل جو دس ہے کا تعلق پایا جاتا ہے (مف) اس لحاظ سے معشر کسی جماعت کے وُہ کل افراد ہوتے ہیں جن کا مقصد و مطلوب ایک ہو۔ اور ان میں اختلاط اور موافقت پائی جائے (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ	اے گروہِ جن وانس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین
اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کے کناروں سے نکل سکو تو نکل جاؤ۔
فَانْفُذُوْا (۳۳/۵۵)	

۱۳۔ ثقلان: ثِقْل بمعنی بوجھ۔ وزن۔ گرانباری۔ اور ثَقِیل اور ثِقال بمعنی بوجھل اور وزنی چیز اور ثقلان دو بڑی بھاری جماعتیں۔ دو بڑی انواع یعنی جنّ اور انسان (منجد۔ ف ل ۱۳۴) ارشادِ باری ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (۳۱/۵۵)	اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۱۴۔ اُمّۃ: ہم جنس لوگوں یا جانوروں یا پرندوں کی جماعت۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ	اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا (حیوان) یا دو پروں سے
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (۳۸/۶)	اڑنے والا جانور ہے ان کی بھی تمہاری ہی طرح جماعتیں ہیں۔

اور جب اس لفظ کا اطلاق انسانوں کے لیے ہو تو اس سے مراد ہم عقیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (۲۱۳/۲)	(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔

اور عرفِ عام میں اُمّۃ ان ہم عقیدہ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جسے کوئی نبی یا رسول تشکیل دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔	(مومنو) جتنی امتیں بھی لوگوں کے لیے پیدا ہوئیں
(۱۱۰/۳)	تم ان میں سے بہتر ہو۔

اور اُمّۃ کا لفظ قرآن کریم نے صرف حضرت ابراہیمؑ (فردِ واحد) کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اکیلے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اتنا کام کر دکھایا جتنا کہ ایک امت کام کرتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک امۃ بمعنی امام یعنی پیشوا یا راہ ڈالنے والا ہے۔ (جالندھری، عثمانیؒ) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ	بیشک ابراہیمؑ ایک پوری امت تھے۔ خدا کے فرمانبردار
حَنِيْفًا (۱۲۰/۱۶)	اور صرف اسی کے ہو رہے تھے۔

ماحصل: (۱) جمع اور جمیع: کسی بھی موقعہ پر جمع شدہ لوگ۔
(۲) رَھطٌ: ایک خاندان کے نوجوانوں کی جماعت جو دس تک ہو اور اس جماعت کا سردار۔
(۳) شِرذِمۃ: ناتواں لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔
(۴) عُصبۃ: مضبوط اور طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت جو ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہوں۔
(۵) طائفۃ: ایک رائے اور مذہب کے لوگ۔
(۶) فئۃ: ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرنے والی جماعت۔
(۷) فرقۃ: کسی بڑی جماعت سے الگ شدہ چھوٹی جماعت۔
(۸) ثلۃ: صرف کثیر تعداد کے لیے آتا ہے۔
(۹) زمرۃ: کسی بڑی جماعت کے متفرق شدہ نقل و حرکت کرنے والے ٹولے۔
(۱۰) عزین: ایک ہی نسب کے لوگ۔
(۱۱) حزب: لشکر، سیاسی پارٹی۔ مملکت کے کاروبار میں عمل دخل حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی جماعت۔
(۱۲) معشر: کسی مخصوص مقصد والی جماعت کے کل افراد جن میں اختلاط و موافقت ہو۔
(۱۳) ثقلان: دو بڑی مخلوقات جنّ اور انسان۔
(۱۴) اُمّۃ: ہم جنسوں (انسان، جانور، پرندے) کی جماعت۔ یا ایسے ہم عقیدہ لوگ جو کسی ایک امام کے متبع ہوں۔

۱۲۔ جماعت (جانوروں کی)

کے لیے رَکْبٌ[۱]، اَلْخَیْلُ[۲]، غَنَمٌ[۳] اور اَبَابِیْلُ[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَکْبٌ: بمعنی اونٹوں کا گلہ بھی اور قافلہ بھی اور شتر سوار بھی سب پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (مف)
ارشادِ باری ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۸/۴۲) — جب تم (مدینے سے) قریب کے ناکہ پر تھے اور کافر بعید کے ناکہ پر اور شتر سوار قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا۔

۲۔ خَیْلٌ: (مع) بمعنی گھوڑوں کا گلہ۔ پھر رَکْبٌ کی طرح لفظ خیل کا اطلاق گھڑسوار (بمعنی فارس) پر بھی ہوتا ہے (منجد۔مف) اور گھوڑے اور سوار دونوں کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے (مف)
ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸/۶۰) — اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ۔

۳۔ غَنَمٌ: بمعنی بکریوں کا ریوڑ (مف) قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ — اور داؤدؑ اور سلیمانؑ جب ایک کھیتی سے متعلق مقدمہ

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ (۲۱/۷۸) کا فیصلہ کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر کر (اسے اجاڑ) گئی تھیں۔

۴۔ ابابیل: بمعنی پرندوں کا جھنڈ۔ اور بعض کے نزدیک ابابیل کا اطلاق پرندوں، اونٹوں اور گھوڑوں کی جماعت پر ہوتا ہے (م۔ق) ہاں اگر طَيْرًا اَبَابِيْلَ ہو تو اس کا معنی پرندوں کا جھنڈ ہی ہوگا۔ پرندوں کی ٹکڑیاں۔ غول۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ (۱۰۵/۳-۴) اور اللہ نے ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجے جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔

۱۳۔۔۔ جنّ

کے لیے جِنّ، شَیْطان، مَارِد، خَنَّاس اور عِفْرِیت کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ جنّ: اَلْجِنّ وَالْجِنَّة: اسم جنس۔ انسان کے علاوہ دوسری بڑی مخلوق جو شریعت کی مکلّف ہے۔ پوشیدہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی۔ آتشین مخلوق۔ جنّ۔ پری۔ دیو اور جَانّ جنّ کا اسم جمع ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱/۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

۲۔ شَیْطٰن: شَطَنَ بمعنی دُور ہونا۔ شَطَنَ الرَّجُلُ کسی آدمی کا حق سے دُور ہونا۔ اور شَیْطَان ہر بدروح کو کہتے ہیں جو اپنی سرکشی اور نافرمانی سے حق سے دُور ہو چکا ہو (م۔ل) جنوں میں سے کچھ نیک اور صالح بھی ہوتے ہیں اور کچھ خبیث، موذی اور بدکردار بھی۔ اس دوسری قسم کو شیطان کہتے ہیں (ف ل ۱۲۵) پھر اس لفظ کا اطلاق ہر سرکش اور نافرمان پر بھی ہونے لگا خواہ انسان ہو یا جنّ یا کوئی جانور۔ سانپ کو اس کی ایذا دہی کی وجہ سے شیطان (منجد) جنّ اور جَانّ (۲۷/۱۰) کہتے ہیں۔ مثلاً شیاطین العرب کے معنی ہیں عرب کے سرکش اور نافرمان لوگ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶/۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

۳۔ مَارِد: اگر شیطان اپنی سرکشی اور ایذا رسانی میں غایت کو پہنچ جائے تو اسے مارد کہتے ہیں (ف ل ۱۲۵) ارشادِ باری ہے:

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ (۳۷/۷) اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔

۴۔ خَنَّاس: خَنَسَ: بمعنی پیچھے ہٹنا اور سکڑنا اور خَانِس (ج خُنَّس) ایسے ستاروں کو کہتے ہیں جو سیدھی چال چلتے چلتے اُلٹے چلنے لگتے ہیں۔ مثلاً زحل، مشتری اور مریخ وغیرہ (مف) اور خَنَّاس مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی ہر وقت داؤ فریب کی غرض سے پیچھے ہٹنے اور پھر آگے چلنے والا۔ اور

اس سے مراد وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان ہے، جو ہر آن انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس انداز سے وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے خواہ وُہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (۱۱۴/۴تا۶)

میں شیطان وسوسہ انداز کی بُرائی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو خدا کا نام سن کر پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے (خواہ یہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے۔

۵۔ عِفْرِیْت: وُہ جن جو بہت شہ زور اور قوی ہیکل ہو اسے عِفْرِیْت کہتے ہیں (ف۔ل ۱۲۵) ارشاد باری ہے:

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ۔ (۲۷/۳۹)

جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس تخت کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔

ماحصل: (۱) جنّ۔ انسان کے علاوہ دوسری پوشیدہ اور آتشیں مخلوق جو شریعت کی مکلف ہے۔

(۲) شَیْطَان: خبیث، سرکش اور موذی جن یا انسان۔

(۳) مَارِد: وُہ شیطان جو ایذا رسانی اور شرارت و سرکشی میں حد درجہ کو پہنچ جائے۔

(۴) خَنَّاس: وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان۔

(۵) عِفْرِیْت: شہ زور اور قوی ہیکل جن۔

۱۴۔ جنّت اور اس کے مختلف نام!

۱۔ جَنَّةٌ: بمعنی باغ (ج جَنَّاتٌ) جَنَّ بمعنی ڈھانپنا اور جَنَّةٌ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین درختوں یا کھیتی کی وجہ سے نظر نہ آئے (مف) قرآن میں ہے:

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ (۲/۲۶۶)

بھلا تم سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔

اور الجَنَّة اور جَنَّة کا لفظ قرآن کریم اکثر مقامات پر اس باغ کے لیے استعمال ہوا ہے جہاں نیک اور متقی لوگوں کو اخروی زندگی میں ٹھکانا ملے گا۔ بہشت۔ ارشادِ باری ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

۲۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ: عَدَنَ بمعنی کسی جگہ قرار پکڑنا۔ رہائش پذیر یا مقیم ہونا (مف) کسی جگہ اقامت کرنا اور ہمیشہ رہنا۔ (م۔ا) گویا جَنّٰتُ عَدْنٍ ایسے باغات ہوں گے جو طویل مدت تک برقرار

رہیں گے۔ اور جنتی لوگ اس میں اقامت پذیر ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۹۸/۸)

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۳- جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ، فِرْدَوْس بمعنی سرسبز وادی (منجد) اور فردوس بمعنی رود بار میں واقع باغ جس میں ہر قسم کے پھل اور پھول موجود ہوں (م ل) گویا جَنّٰتُ الْفِرْدَوْس سرسبز، گھنے سائے والے اور ٹھنڈی چھاؤں والے باغ کو کہتے ہیں جو پھولوں کی خوشبو سے معطر اور ہر قسم کے پھل بافراط ہوں۔ بہشت کا وہ حصہ جس کے لیے حضور اکرمؐ نے مسلمانوں کو دُعا سکھلائی۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ" اور قرآنِ کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ (۱۸/۱۰۸)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام۔ ان کے واسطے ہیں ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی۔ (عثمانیؒ)

۴- جَنّٰتُ النَّعِيْمِ: نَعَمٌ بمعنی آرام و آسائش و عیش و عشرت کا سامان اور پاکیزہ زندگی (م ل) گویا جَنَّاتُ النَّعِيْم ایسے باغات ہیں جن میں باغ کی خوبیوں کے علاوہ آسائش رہائش کے دوسرے لوازم بھی موجود ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۶۸/۳۴)

پرہیزگاروں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں نعمتوں والے باغ ہیں۔

۱۵ ــــ جنگ

کے لیے حَرْبٌ، قِتَالٌ، زَحْفٌ، بَأْسٌ، جِهَادٌ اور غَزْيٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- قِتَال: قَتَلَ بمعنی کسی کو مار ڈالنا۔ اور قِتَال بمعنی ایسی لڑائی جس میں ایک دوسرے کو مار ڈالنے کا ارادہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (۲/۲۱۶)

تم پر (خدا کے راستے میں) لڑنا فرض کیا گیا ہے جو تمہیں ناگوار ہے۔

اور کبھی قتال بمعنی مَقْتَل یا میدان کارزار بھی آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳/۱۲۱)

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر موقع بہ موقع متعین کرنے لگے۔

۲- حَرْب: حَرَبَ بمعنی لُوٹ لینا یا چھین لینا۔ اور حَرْبَةٌ نیزہ، برچھی یا برچھے کو کہتے ہیں (منجد) اور اَحْرَبَ الْحَرْبَ کے معنی لڑائی کو بھڑکانا یا دشمن کا مال لوٹنے کے لیے کسی کی راہنمائی کرنا ہے۔

(منجد) حَرْب کا لفظ قِتَال سے زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں لڑنے کے علاوہ مالِ غنیمت حاصل کرنے کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ نیز یہ لفظ لڑائی کے اسباب و نتائج اور متاثرہ حالات تک کے پورے زمانہ کو محیط ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۵/۶۴)	جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لیے اللہ اُسے بجھا دیتا ہے (عثمانیؒ)

۳۔ زَحْف: زَحَفَ بمعنی گھٹنوں یا سرین کے بل دھیرے دھیرے گھسٹنا۔ اور زَحَفَ الْعَسْکَرُ اِلَی الْعَدُوِّ بمعنی لشکر کا کثیر ہونے کی وجہ سے دشمن کی طرف آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔ اور اَلزَّحْفُ دشمن کی طرف بڑھنے والے لشکرِ جرّار کو کہتے ہیں (منجد) گویا زَحْفًا کے لغوی معنی لڑائی کرنا یا لڑائی کا میدان نہیں بلکہ کسی لشکرِ جرّار کا میدانِ کارزار کی طرف آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا ہے۔ جن کی آپس میں مٹھ بھیڑ ہو جائے (م۔ق) اور زَحُوْف اور زحافات، زمین کے ساتھ پیٹ لگا کر چلنے والے یا رینگنے والے جانوروں کو کہتے ہیں جیسے سانپ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (۸/۱۵)	اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرنا۔

۴۔ بَاْس: کا بنیادی مفہوم سختی، شدت، قوت اور ناگواری ہے۔ (م ل مف) خواہ وُہ معیشت میں ہو جیسے تنگ دستی اور فقر وفاقہ۔ اور اس کے لیے عموماً بَاْسَآء کا لفظ آتا ہے خواہ عذاب کی صورت ہو یا لڑائی کی۔ صاحبِ منجد نے بأس کے معنی شجاعت، دلیری، قوت، خوف اور عذاب لکھے ہیں۔ اور بَاْس کا لفظ جب جنگ یا میدانِ جنگ کے لیے آتا ہے تو اس سے لڑائی کی سختیاں، شدائد اور جسمانی نقصان مراد ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (۲/۱۷۷)	اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہنے والے۔

۵۔ جِهَاد: بمعنی کسی کام میں اپنی انتہائی کوشش صرف کرنا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ ہر وہ کوشش ہے جو ذاتی غرض کو چھوڑ کر محض اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کی جائے۔ اور جہاد ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا اطلاق عموماً جہاد بالسیف یعنی اپنی ذاتی غرض کو چھوڑ کر محض کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لیے کفار سے لڑائی کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ (۹/۸۶)	اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جنگ کرو۔ تو جو ان میں دولت مند ہیں تم سے اجازت طلب کرنے لگتے ہیں۔

۶- غَزٰی: (غزوۃ) بمعنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلنا۔ اور غازی وُہ ہے جو اس ارادہ سے نکلے۔ اور اس کی جمع غُزَاۃٌ اور غُزّیٌ ہے۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِہِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا (۳/۱۵۶)	ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کفر کرتے اور اپنے ان بھائیوں سے، جو سفر کرتے یا لڑائی کے لیے نکلتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر وُہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

ماحصل: (۱) قتال۔ ارادہ سے ایک دوسرے کو مارنا۔ جنگ اور میدانِ جنگ۔

(۲) حَرْب: لڑائی کرنا اور دشمن سے مال چھیننا۔

(۳) زَحْفًا: میدانِ جنگ کی طرف کسی بڑے لشکر کا آہستہ آہستہ پیش قدمی کرنا۔

(۴) بَاْس: دورانِ جنگ کی سختیاں اور جسمانی نقصان۔

(۵) جِہَاد: ذاتی اغراض کو چھوڑ کر محض دین کی سربلندی کے لیے لڑنا۔

(۶) غَزٰی: دشمن کو لڑنے کے لیے بغرض جہاد نکل کھڑا ہونا۔

۱۶ ــــ جننا

کے لیے وَضَعَ اور وَلَدَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱- وَضَعَ کے بنیادی معنی کسی چیز کو نیچے رکھ دینا ہے (مف) وَضَعْتُ الْحَمْلَ بمعنی میں نے بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ (مف) جب وضع کے ساتھ حمل کا لفظ آئے اور اس کی نسبت مادہ کی طرف ہو تو اس کا معنی بچہ جننا ہے۔ وضع حمل کا لفظ عام ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ ایک وقتی عمل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْہَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُہَآ اُنْثٰی (۳/۳۶)	پھر جب عمران کی بیوی نے بچہ جنا تو کہنے لگیں اے میرے پروردگار میں نے مادہ جنا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَہَا (۲۲/۲)	اور ہر حمل والی اپنا بچہ جن دے گی۔

۲- وَلَدَ: عمومًا انسان کے لیے آتا ہے۔ اور ولادت کی نسبت وقتی نہیں بلکہ دائمی ہوتی ہے۔ والدہ ہمیشہ کے لیے اپنے مولود کی والدہ ہے مگر وُہ ہمیشہ کے لیے واضع حمل نہیں۔ پھر وَلَدَ میں صرف جننے کا ہی تعلق نہیں ہوتا مولود کی تربیت کا بھی ہوتا ہے۔ اور وَلَدَ الْوَلَدَ بمعنی اس نے بچہ کی پرورش کی۔ قرآن میں ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ کو مخاطب کر کے کہا:

اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا (۲۶/۱۸)	کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا؟

۱۷۔ جواب دینا

کے لیے اَجَابَ (جوب) رَجَعَ اور اَفْتٰی (فتو) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَجَابَ (ضد سَأَلَ) اور سَاَلَ معنی سوال کرنا، کوئی چیز مانگنا بھی ہے اور کچھ پوچھنا بھی ہے۔ اسی طرح اَجَابَ کے معنی کسی سوال کا جواب دینا بھی ہے۔ اور کوئی چیز مانگی جائے تو اس کا قبول کرنا یا دینا بھی ہے۔ یہاں سوال کا جواب زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے،

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ (۵/۱۰۹)	اس دن اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کریگا۔ پھر پوچھے گا۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؛

۲۔ رَجَعَ، کا بنیادی معنی پھرنا، لوٹنا یا واپس ہونا ہے۔ اور الرَّجْعُ (مصدر) بمعنی خط کا جواب دینا (منجد) ہے۔ قرآن میں ہے:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ۔ (۲۷/۲۸)	میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے۔ پھر ان کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

۳۔ اَفْتٰی، بمعنی کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا خواہ یہ مسئلہ شرعی ہو یا عام دنیوی امور سے متعلق ہو اور فتوٰی بھی شرعی اصطلاح میں کسی عالم سے کسی پیچیدہ مسئلہ کا جواب لینے کو کہتے ہیں۔ اور استفتاء بمعنی ایسے مسئلہ کا جواب طلب کرنا۔ ارشادِ باری ہے؛

یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ (۴/۱۷۶)	لوگ آپ سے فتوٰی پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوٰی دیتا ہے۔

ماحصل: (۱) اَجَابَ: کسی سوال کا جواب دینا۔ (۲) رَجَعَ: خط کا جواب دینا۔ (۳) اَفْتٰی: کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا جواب دینا۔ فتوٰی دینا۔

۱۸ — جوانی

کے لیے حُلُم اور اَشُدّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حلم: (حُلُمًا) بمعنی لڑکے کا بالغ ہونا (منجد) اور حُلُم بمعنی خواب میں جماع کرنا (م۔ا) گویا جب لڑکے کو پہلی بار احتلام ہو تو اس عمر کو حُلُم یا سنّ بلوغت کہتے ہیں۔ آغازِ جوانی۔ قرآن میں ہے،

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۴/۵۹)	اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح (گھروں میں داخل ہونے کے لیے) اجازت لینی چاہیے جس طرح اُن سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں۔

۲۔ اَشُدَّ: اَشُدّ بمعنی عقل یا عمر کی پختگی تک پہنچنا (منجد) اور یہ تقریباً ادھیڑ عمر ہوتی ہے۔ بھرپور جوانی جس کے بعد بڑھاپے کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (۴۶/۱۵)	یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

۱۹ ــــ جوڑا

کے لیے زَوْج اور شَفْع کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ زَوْجٌ: زوج کا لفظ بہت وسیع معنوں میں آیا ہے۔ زوج بمعنی (۱) بیوی یا مادہ (۲) شوہر یا نر۔ (۳) میاں بیوی یا نر و مادہ دونوں مل کر بھی ایک زوج ہیں۔ اور نر و مادہ یا میاں بیوی کے ملانے کو زوج کہتے ہیں۔ نکح کے برعکس زَوْجٌ کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جس میں نر و مادہ کا وجود یا شعور پایا جاتا ہے جیسے نباتات وغیرہ۔

اب زوج کے دو حصے ہوئے۔ ایک نر اشیاء۔ انہیں ذَکَر (ج ذُکُور اور ذُکْرَان) دوسرے مادہ انہیں اُنْثٰی (ج اناث) کہا جاتا ہے پھر زَوْجٌ کے لیے یہ بھی ضروری نہیں، ان کا جنسی لحاظ سے ملاپ ہو بلکہ صرف ایک نر اور ایک مادہ کے الگ کر دینے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا (۴۲/۴۹-۵۰)	جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا پھر انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔

۲۔ شفع: کا اطلاق ان اشیاء پر ہوتا ہے جن میں نر و مادہ کی تمیز نہیں۔ اور شفع بمعنی ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا اور جفت چیز کو شَفْعٌ اور جس کے ساتھ اس جیسی دوسری چیز نہ ہو اسے وَتْر کہتے ہیں۔ اور اعداد میں ہر وہ ہندسہ جو دو پر تقسیم ہو جائے وہ شفع یا جُفت ہے۔ اور جو دو پر پورا تقسیم نہ ہو وہ وتر یا طاق ہے۔ مثلاً ایک، تین، پانچ سات وغیرہ۔ اور دو، چار چھ، آٹھ وغیرہ جُفت یا شَفع ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (۸۹/۱-۳)	قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی

اور شَفَعَ بمعنی ایسی چیزوں کا جوڑا بنانا۔ یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ البتہ شَفَعَ سفارش کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲/۲۵۵)	کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی (سفارش) کر سکے۔

۲۰ ــــ جوڑنا

کے لیے وَصَلَ، خَصَفَ اور رَصَّ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ وَصَلَ، بمعنی ملانا اور جوڑنا (م-ل) ملانا کے لحاظ سے اس کی ضد فَصَلَ ہے۔ اور جوڑنا کے لحاظ سے قَطَعَ۔ اور وَصَلَ کے معنی ایک چیز کو دوسری سے اس طرح ملانا کہ وہ جڑ جائے۔ یہ لفظ دونوں معنوں میں الگ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں بھی۔

ارشادِ باری ہے:

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ۔ (۲/۲۷) — اور وہ اس تعلق کو توڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے ملانے (یا جوڑنے) کا حکم دیا تھا۔

۲۔ خَصَفَ: خَصَفَ چمڑے کے اس ٹکڑے (یا فرمے) کو کہتے ہیں جس کے اوپر چمڑا رکھ کر نئے جوتے کا ماپ کاٹا جائے (مف) اور خَصَفَ بمعنی جوتا سینا، جوتے میں پیوند لگانا۔ اور خصف الشیء علی الشیء بمعنی ایک چیز کو دوسری پر رکھ کر جوڑنا اور چپکانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۲) — تو آدم و حوا کی شرمگاہیں [illegible] پر ظاہر ہوگئیں۔ اب وہ ان پر بہشت کے پتے جوڑنے لگے۔

۳۔ رَصَّ: بمعنی ایک چیز کو دوسری سے ملانا، چمٹانا، پیوستہ کرنا (منجد) اور بمعنی دو چیزوں کو باہم جوڑ دینا (مف) اور نیز رَصَّہٗ بمعنی سیسے کی قلعی کرنا۔ اور رصاص بمعنی سیسہ (منجد) یعنی رَصَّ کے معنی کسی چیز کو کسی مسالہ وغیرہ سے جوڑ کر اسے مضبوط بنانا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱/۴) — اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کی راہ میں یوں قطار باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

ماحصل (۱) وصل: بمعنی ملانا اور جوڑنا۔ (۲) رَصَّ، دو چیزوں کو جوڑنا اور مسالہ وغیرہ سے پیوست کرنا۔ (۳) خصف: بمعنی جوڑنا اور چپکانا۔

جوش مارنا کیلئے دیکھیے ——— "ابلنا"

۲۱ — جہاں، جہاں کہیں

کے لیے حَيْثُ، حَيْثُمَا، اَيْنَمَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَيْثُ: مکان مبہم کے لیے آتا ہے مابعد کے جملہ سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ بمعنی جہاں (مف)

ارشادِ باری ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۲/۱۴۹) — اور تم جہاں سے نکلو، مسجد الحرام کی طرف منہ (کرکے نماز پڑھا) کرو۔

۲۔ حَيْثُمَا: بمعنی جہاں کہیں۔ مَا کا اضافہ صرف معنوں میں وسعت کے لیے ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ — اور تم جہاں کہیں بھی ہو، اس (مسجد حرام) کی طرف رُخ

شَطْرَہٗ (۲/۱۴۹) کر لیا کرو۔

۳۔ اَیْنَمَا: اَیْنَ بمعنی کہاں۔ کسی جگہ کے متعلق سوال کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اَیْنَمَا بمعنی کوئی بھی جگہ اس طرح اَیْنَمَا اور حَیْثُمَا ہم معنی بن جاتے ہیں۔ البتہ اَیْنَمَا میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں (منجد م۔ق) ارشادِ باری ہے:

اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا (۳۳/۶۱) جہاں کہیں بھی پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔

۲۲۔ جھڑکنا

کے لیے زَجَرَ، اِزْدَجَرَ اور نَھَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ زَجَرَ: کسی کو اونچی آواز سے تہدید آمیز کلمات کہنا۔ جھڑکنا۔ دھتکارنا۔ ڈانٹنا۔ اور زَجْرَۃٌ بمعنی ڈانٹ (۷۹/۱۳) قرآن میں ہے:

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (۳۷/۲) پھر (قسم ہے) ڈانٹنے والے فرشتوں کی جھڑک کر۔

۲۔ اِزْدَجَرَ: بمعنی کسی کو جھڑک کر بھگا دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

فَکَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (۵۴/۹) تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔

۳۔ نَھَرَ: بمعنی کسی مائع چیز کا زور سے بہنا بھی۔ اور نَھَرَ السَّائِلَ بمعنی سائل کو جھڑکنا بھی (منجد) جھڑکنے اور ڈانٹنے میں سختی سے کام لینا۔ الزّجر الغلیظ (مف۔ف ل ۱۸۸) ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ (۹۳/۱۰) اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔

ماحصل: (۱) زجر۔ جھڑکنا۔ ڈانٹنا۔ (۳) نھر: سختی سے جھڑکنا۔
(۲) ازدجر۔ جھڑک کر نکال دینا۔

۲۳۔ جُھکنا

کے لیے جَنَحَ، مَالَ (میل) عَنَا (عنو) صَغَا (صغو) رَکَنَ، مَادَ (مید) خَشَعَ، ذَلَّ، عَالَ دَنٰی، جَنَفَ، صَبَا کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جَنَحَ: کسی ایک طرف جھکنا۔ جَنَحَتِ السَّفِیْنَۃُ۔ کشتی کا ایک جانب جھکنا۔ اور جَنَاحٌ بمعنی پرندہ کا پَر۔ انسان کا پہلو۔ (تثنیہ جَنَاحَیْنِ) اور جَنَاحٌ بھلائی کی طرف جھکاؤ، اور جُنَاحٌ (گناہ) برائی کی طرف جھکاؤ کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا (۸/۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔

۲۔ مَالَ: المیل بمعنی میلان طبع۔ رغبت (منجد) طبیعت کا جھکاؤ ہونا۔ کسی بات یا چیز پر طبیعت کا

مائل ہونا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ (۴/۱۲۹) — اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کر سکو گے۔ تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی طرف جھک جاؤ۔

۳۔ عَنَا يَعْنُوا بمعنی ذلیل ہونا، پست ہونا۔ فرمانبردار ہونا۔ اور عَنَا يَعْنِيْ بمعنی مشقت برداشت کرنا۔ اور عَنِيَ يَعْنٰی بمعنی تھکنا (منجد) گویا عَنَا يَعْنِيْ ذلیل ہو کر، تھک کر یا مشقت سے عاجز آ کر جھکنا کے معنی دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ (۲۰/۱۱۱) — اور زندہ و قائم کے رُوبرو منہ جھک جائیں گے۔

۴۔ صَغَا يَصْغُوا، پوری طرح جھکنے کے معنی میں آتا ہے۔ صَغَتِ النُّجُوْمُ وَالشَّمْسُ بمعنی سورج یا ستاروں کا مائل بہ غروب ہونا (مف۔ منجد) اور صَغَيْتُ الْاِنَاءَ میں نے برتن کو جھکایا کہ اس سے چیز نکل آئے اور اَصْغٰى اِلَيْهِ بمعنی کسی طرف کان جھکانا۔ کان دھرنا (م۔م) قرآن میں ہے:

اِنْ تَتُوبَآ اِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا (۶۶/۴) — اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے، کیونکہ) تمہارے دل کج ہو گئے ہیں۔

۵۔ رَكَنَ: رُکن بمعنی قوت۔ غلبہ۔ قلعہ۔ مضبوط پہلو۔ اور رَكَنَ بمعنی کسی پر بھروسہ کرنا اور اس کی طرف جھکنا جس سے قوت حاصل کی جائے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا (۱۷/۷۴) — اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔

۶۔ مَادَ: بمعنی کسی چیز میں حرکت پیدا ہو کر جھکنا۔ ہل جُل کر کسی بھی طرف جُھک پڑنا (م۔ل) حرکت کرنا، ہلنا، کانپنا (منجد) مادت الغصن بمعنی شاخ جُھک پڑی (منجد) قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيدَ بِهِمْ (۲۱/۳۱) — اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے (اور جُھکنے) نہ لگے۔

۷۔ خَشَعَ: عاجزی کی وجہ سے جھکنا۔ ایسا خوف جس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو (مف) یہ عموماً آنکھوں، چہرہ، آواز اور دل کے جُھکنے کے لیے آتا ہے۔ اور اس میں خوف بھی شامل ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) آواز کے لیے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (۲۰/۱۰۸) — اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔

(۲) آنکھ کے لیے:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ (۷۰/۴۴) — اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔

۸۔ ذَلَّ: بمعنی زور اور قہر اور دباؤ کی وجہ سے جھکنا۔ (اور اس کی ضد عَزَّ ہے) (مف) ذلیل ہونا طبیعت

کی تیزی اور سختی کا از خود مغلوب ہو جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا (۷۶/۱۴) — ان سے (ثمردار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے۔ اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔

۹۔ عَالَ: (عول) بمعنی ظلم کرنا۔ سیدھی راہ سے ہٹنا (منجد) اَلْعَوْلُ ہر ایسی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے (مف) اس سے مراد ایسا جھکاؤ ہے جس میں کسی کا حق تلف ہوتا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا (۴/۳) — اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب عورتوں سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک (عورت) کافی ہے۔ یا لونڈی جس کے تم مالک ہو۔ یہ (اس لیے کہ) تم ایک طرف نہ جھک جاؤ (عثمانیؒ)

۱۰۔ دَنیٰ: بمعنی قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ اور اگر اس کی نسبت کسی بلندی کی طرف ہو تو یہ جھک کر قریب ہونا کے معنی دے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۵/۵۴) — اور ان دونوں باغوں کے پکے میوے جھک رہے ہوں گے (یعنی زمین سے قریب ہو رہے ہوں گے)

۱۱۔ جَنَفَ: بمعنی جانبداری کرنا۔ طرفداری کرنا۔ جھکاؤ کا رُخ کسی ایک فریق کی طرف ہو جانا ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا (۲/۱۸۲) — پھر جو شخص وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری یا حق تلفی کا خوف رکھتا ہو۔

۱۲۔ صَبَا: (صبو) صَبِیٌّ بمعنی بچہ، چھوٹا لڑکا (ج صِبْيَان) اور صَبَا بمعنی بچوں جیسی حرکتوں کی طرف مائل ہونا۔ اور تَصَبّیٰ بمعنی کھیل کی طرف راغب ہونا (م۔ق) گویا صَبَاءَ ایسے جھکاؤ کو کہتے ہیں جو ازراہِ بچپن ہو۔ یوسفؑ نے فرمایا:

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ (۱۲/۳۳) — (اے اللہ!) اگر تو مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔

ماحصل:

(۱) مَالَ: طبیعت کا جھکاؤ اور رغبت عام ہے۔
(۲) جَنَحَ: اچھے کام کی طرف جھکنا۔
(۳) عَنَا: مشقت کی وجہ سے تھک کر جھکنا۔
(۴) صَغَا: پورے یا زیادہ جھکاؤ کے لیے۔
(۵) رَكَنَ: کسی چیز کی طرف قوت یا پناہ حاصل کرنے کیلئے جھکنا
(۶) مَادَ: حرکت یا بوجھ کی وجہ سے جھک پڑنا۔ ہچکولے کھانا۔
(۷) خَشَعَ: خوف اور عاجزی سے جھکنا جس کا اثر جوارح سے نمایاں ہو
(۸) ذَلَّ: کسی دباؤ کی وجہ سے جھکنا۔
(۹) عَالَ: ایسا جھکاؤ جس میں دوسرے کی حق تلفی ہو۔
(۱۰) دَنیٰ: جھک کر قریب ہونا۔
(۱۱) جَنَفَ: جانبداری کی وجہ سے جھکنا
(۱۲) صَبَا: ازراہِ بچپن کسی ناشائستہ حرکت کی طرف جھک پڑنا

۲۴ — جھکانا

کے لیے خَفَضَ[1]، غَضَّ[2]، رَکَعَ[3] اور نَکَسَ[4] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَفَضَ: بمعنی جھکانا۔ پست کرنا (اور اس کی ضد رَفَعَ ہے۔ بمعنی اُوپر اُٹھانا۔ بلند کرنا) خَفَضَ ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ خافض اور رافع دونوں اللہ تعالیٰ کے نام یا صفات بھی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷/۲۴) — اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے (عثمانیؒ)

۲۔ غَضَّ: نظر جھکا لینے یا آواز کو پست کرنے سے مخصوص ہے (م۔ق) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (۲۴/۳۰) — مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

۳۔ رَکَعَ: بمعنی بدن کو جھکانا، سر کو خم کرنا، خمیدہ پشت ہونا (مف) کنایۃً نماز ادا کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ (۷۷/۴۸) — اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں۔

۴۔ نَکَسَ: بمعنی اوندھا کرنا۔ اور نَکَسَ رَأْسَهٗ کے معنی سر جھکانا۔ سرنگوں ہونا۔ شرم و ندامت سے سر جھکا لینا اور تَنَكَّسَ الْعَلَمُ بمعنی جھنڈا کا سرنگوں ہونا (منجد) ہے اور اِنْتَكَسَ بمعنی سر کے بل گرنا۔ اور نُكِسَ عَلٰى رَأْسِهٖ محاورہ ہے بمعنی لاجواب ہو کر ندامت سے سر جھکا لینا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۵) — پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ) تم جانتے تو ہو کہ یہ بولتے نہیں۔

ماحصل: (۱) خَفَضَ: جھکانے یا پست کرنے کے لیے عام لفظ۔
(۲) غَضَّ: نظر اور آواز کے لیے۔
(۳) رَکَعَ: بدن کو جھکانے اور خمیدہ پشت ہونے کے لیے۔
(۴) نَکَسَ: عَلٰی رَأْس لاجواب ہو کر ندامت سے سر ڈال دینا۔

۲۵ — جھگڑنا

کے لیے شَجَرَ، تَنَازَعَ، حَاجَّ، جَدَلَ، مَارٰی (مری) خَصَمَ، لَدَّ اور تَشَاكَسَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَجَرَ: جھگڑنا اور اختلاف کرنا (مف) بحث کرنا مختلف فیہ ہونا (منجد) اختلاف رائے کی بنا پر

جھگڑا کرنا جبکہ اصول پر فریقین متفق ہوں اور جھگڑا فروعی نوعیت کا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (۴/۶۵) — تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں تب تک مومن نہیں ہونگے۔

۲۔ تنازع: بمعنی اختلاف کرنا اور اپنی طرف کھینچنا (منجد) اور نزع کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنا (مف) کھینچا تانی۔ جھگڑے کا طول پکڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۴/۵۹) — پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے۔ (عثمانیؒ)

۳۔ حَاجَّ: حَجَّ بمعنی دلیل میں غالب آنا۔ اور حُجَّة بمعنی دلیل۔ اور اِحْتَجَّ بمعنی اپنے دعوٰی پر دلیل لانا (منجد) ہے۔ گویا حَاجَّ دلائل سے بحث کرنے اور ایک دوسرے کی بات کو دلیل سے ردّ کرنے کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِيْ رَبِّهٖٓ (۲/۲۵۸) — بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیمؑ سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

۴۔ جَدَلَ: گفتگو میں ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا (مف) بے جا تکرار کرنا۔ اور جَدَلَ بمعنی پچھاڑ دینا اور زمین پر گرانا (منجد) بطور سوال جواب جھگڑنا (م۔ق) صاحب مقائیس اللغۃ کے نزدیک طویل گفتگو سے جھگڑا کو طول دینا (م۔ل) ارشادِ باری ہے:

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ (۸/۶) — وہ لوگ حق بات میں اس کے ظاہر ہوئے پیچھے جھگڑنے لگے۔

۵۔ مَارَ: مِرْيَة بمعنی تردّد اور شک۔ اور مَارٰی بمعنی ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کے تسلیم کرنے میں تردّد ہو۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (۵۳/۱۲) — جو کچھ انہوں (محمدؐ) نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں اُن سے جھگڑتے ہو۔

۶۔ خَصَمَ: بمعنی دعویدار۔ مدّعی اور مدعا علیہ یا دونوں میں سے کوئی ایک۔ مخالف فریق۔ خواہ ایک فرد ہو یا زیادہ۔ ایسا جھگڑا یا مقدمہ جس میں فریقین کے حقوق زیرِ بحث ہوں۔ اور اَخْصَمَ بمعنی کسی کے خلاف دلیل مہیا کرنا۔ دلیل سجھانا (منجد) قرآن میں ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (۳۸/۲۱) — بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے (جالندھری) اور پہنچی تجھ کو خبر دعوے والوں کی (عثمانیؒ)

۷۔ لَدّ: بمعنی شدّة الخصومة (ف۔ل ۴۸) اور اَلَدّ بمعنی سخت جھگڑالو آدمی۔ پنجابی (اڑئے خور) جو دوسروں کی بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھے اور اپنی بات کے لیے شور مچاتا جائے۔ قرآن میں ہے:

وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ — اور وہ اپنے ما فی الضمیر پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ

اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲/۲۰۴) وُہ سخت جھگڑالو ہے۔

۸۔ تشاکس: اَلشَّکِسُ بمعنی بدمزاج آدمی۔ اور تَشَاکَسَ بمعنی بدمزاجی کی وجہ سے باہم جھگڑا کرنا (مف) اور شَکُسَ بمعنی سخت مزاج اور بخیل ہونا (منجد) گویا تشاکس کے معنی بخل، تند خوئی اور بدمزاجی کی وجہ سے ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے کھینچا تانی کرنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ شُرَکَآءُ مُتَشَاکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا (۳۹/۲۹) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے، ایک شخص چند بدسرشت اور بخیل مالکوں کا غلام ہے اور دوسرا صرف ایک ہی آدمی کا غلام ہے۔ تو کیا ان دونوں کی حالت ایک جیسی ہو سکتی ہے؟

ماحصل: (۱) شَجَرَ: اختلافِ رائے ہونا۔
(۲) تَنَازَعَ: اختلافِ رائے میں کھینچا تانی۔
(۳) حَاجَّ: دلیل سے جھگڑا کرنا۔
(۴) جَدَلَ: خصومۃ بالباطل۔ کج بحثی۔
(۵) مَارَ: ایسی بات میں جھگڑا کرنا جس کو تسلیم کرنے میں تردّد ہو۔
(۶) خصمہ: کسی چیز کے دعویدار ہونے کی بنا پر دوسروں سے جھگڑنا۔
(۷) لَدَّ: شدۃ الخصومۃ۔
(۸) تشاکس: بدمزاجی اور بخل کی بنا پر ایک دوسرے سے اپنے اپنے حق کے لیے جھگڑنا۔

۲۶۔ جھوٹ

کے لیے کِذْب[۱]، باطل[۲]، زُور[۳] اور اِفک[۴] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کِذب: بمعنی جان بوجھ کر غلط خبر دینا (منجد) دل اور زبان کی ہم آہنگی نہ ہونا (مف) یا خلافِ واقعہ بات کہنا ہے۔ اور اس کی ضد صِدق ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (۳/۷۸) اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور (وہ یہ بات) جانتے بھی ہیں۔

۲۔ باطل: بمعنی ہر وُہ بات جس میں تحقیق کے بعد ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے (مف) ناحق، بے اصل، لغو، فضول (منجد) اور اس کی ضد حق ہے۔ بمعنی حقیقت۔ سچ۔ سچائی۔ راستی وغیرہ۔ گویا باطل کا لفظ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس کا ایک معنیٰ کذب یا جھوٹ بھی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۳/۷۱) اے اہلِ کتاب تم سچ کے ساتھ جھوٹ کو کیوں خلط ملط کرتے ہو؟

۳۔ زُور: زور بمعنی سینہ کے اوپر کے حصّہ کی خمیدگی کجی اور زُوْر بمعنی حق کے خلاف جھوٹ اور اللہ سے شرک کرنا (منجد) اور زَاوَرَ کے معنی راہِ حق سے کترا جانا۔ سیدھی راہ سے ایک طرف ہو کر نکل جانا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ) اُن کے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ (۱۸/۱۷) غار سے داہنی طرف سمٹ جائے۔

اور قولَ الزور کے مقابلہ میں قرآن میں قَوْلًا سَدِيْدًا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ایسی بات جس میں کوئی رخنہ، ابہام، ہیراپھیری اور پیچیدگی نہ ہو۔ اور قَوْلَ الزُّوْرِ ایسی بات ہے جس میں یہ باتیں یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ اور ابوہلال عسکری کے نزدیک زُور ایسا جھوٹ ہے جسے بنا سنوار کر پیش کیا جائے کہ وہ بھلا اور درست معلوم ہو۔ (فق ل ۲۴) ارشادِ باری ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰) تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔

۴۔ اِفْكٌ: اَفَكَ بمعنی اصل سمت سے رُخ موڑ لینا جس میں بدنیتی شامل ہو (مف) بات کچھ ہو تو اس سے کچھ اور ہی بنا لینا۔ باتیں گھڑنا۔ الزام۔ بہتان۔ اور یہ جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک اس جھوٹ کا تعلق فاحش القبح یعنی زنا وغیرہ کی تہمت سے ہوتا ہے (فق ل ۳۱) ارشادِ باری ہے:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۲۴/۱۲) جب تم نے بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔ اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح طوفان ہے۔

ماحصل: (۱) کذب: خلافِ واقعہ بات۔

(۲) باطل: ناپائیدار اور بے بنیاد بات بہت وسیع معنوں میں آتا ہے جس کی ایک قسم کذب ہے۔

(۳) زور: ایسی بات جو ہیر پھیر ڈال کر حقیقت کو چھپاتے ہوئے بنا سنوار کر یوں پیش کی جائے کہ وہ سچ معلوم ہو۔

(۴) افک: بدنیتی سے کسی بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا۔ اور اس کا تعلق تہمت سے بھی ہوتا ہے۔

۲۷۔ جھوٹ بولنا یا بنانا

کے لیے کَذَبَ، اَفَكَ اور تَقَوَّلَ (قول) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَذَبَ: جان بوجھ کر ایسی خبر دینا جو واقعہ کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۲/۲۷) اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ (زلیخا) جھوٹی اور وہ (یوسفؑ) سچا ہے۔

۲۔ اَفَكَ: کسی چیز کا رُخ موڑ دینا۔ بدنیتی سے بات کو کچھ کا کچھ بنا دینا جیسا کہ اوپر گذرا) اور یہ بدترین قسم کا جھوٹ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۶/۲۲۲) (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔

۳۔ تَقَوَّلَ: ایسی بات کہنا جس کا اصل موجود ہی نہ ہو۔ کسی پر جھوٹ تھوپنا (منجد) ارشاد باری ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۶۹/۴۴) — اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔

ماحصل: (۱) کَذَبَ: خلافِ واقعہ بات یا جھوٹ بولنا۔ (۲) اَفَكَ: کسی پر بہتان تراشنا۔ (۳) تَقَوَّلَ: جھوٹ بنانا اور دوسرے کے نام لگا دینا۔

۲۸ ــــ جھٹلانا

کے لیے کَذَّبَ[۱] اور اَبْطَلَ[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ کَذَّبَ: بمعنی کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ معروف لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (۳/۱۸۴) — پھر اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو آپ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں۔

۲۔ اَبْطَلَ: باطل بمعنی ناحق اور ناپائیدار (ضد حق) تو جس طرح حق کا ایک معنی سچ ہے اسی طرح باطل کا ایک معنی جھوٹ بھی ہے۔ اور اَبْطَلَ حالات و واقعات کے ساتھ کسی چیز کو جھٹلانا یا جھوٹ ثابت کر دینا۔ ارشادِ باری ہے:

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۸/۸) — تاکہ (اللہ تعالیٰ) سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت کر دے۔ اگرچہ مجرم (مشرک) ناخوش ہی ہوں۔

ماحصل: کَذَّبَ: محض کسی کی بات کو جھٹلا دینے کے لیے اور ابطل کسی بات یا کام کو دلائل، تجربات اور مشاہدات سے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آتا ہے۔

جینا کے لیے دیکھیے ــــ "زندہ رہنا"

۱۔ چابی (کُنجی)

کے لیے مَقَالِید اور مَفَاتِح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مقالید: قَلَدَ بمعنی لوہے کو تپلا کرنا اور کسی چیز پر موڑنا یا موڑ کر گچھا بنانا۔ اور قلاد یا اقلید تانبے یا پیتل کے اس تار کو کہتے ہیں جس کو ہار میں استعمال کیا جائے۔ اور قلادۃ گلے کے ہار کو کہتے ہیں۔ مِقلَد اس لوہے کی چابی کو کہتے ہیں جو تالے میں موڑ کر تالا کھولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَقَالِد اور جمع الجمع مقالید آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۴۲:۱۲) — آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ مَفَاتِح: فَتَحَ کے معنی کھولنا یا کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی دور کرنا (مف) اور یہ لفظ دروازہ کھولنے، تالا کھولنے، پانی بہنے کے لیے راستہ کھولنے، کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے اور کسی ملک کو فتح کرنے سب معنوں میں آتا ہے۔ مِفْتَحٌ (ج مَفَاتِح) کے معنی چابی بھی ہے اور پانی کی نالی بھی۔ (منجد) اور مِفْتَاح کی جمع مَفَاتِح پھر اس کی جمع مفاتیح ہے (منجد) اور یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔ گویا مفاتح کا لفظ مقالید سے زیادہ ابلغ ہے جو ہر قسم کی بندش اور رکاوٹ کو دُور کرنے اور کھولنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (۶:۵۹) — اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲ — چادر

کے لیے خُمُر اور جلابیب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خُمُر: واحد خِمَار بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ۔ پردہ (منجد) خِمَار وہ چھوٹی چادر یا دوپٹہ جس سے چہرہ کا پردہ کیا جا سکے۔ اور پہلوؤں کو نیز سینہ کو ڈھانپا جا سکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ (۲۴/۳۱) — اور (مومن عورتوں کو) چاہیے کہ اپنے گریبانوں کو اوڑھنیوں سے اوڑھے رہا کریں۔

۲۔ جَلَابِیْب : واحد جِلْبَاب ۔ بمعنی چادر یا قمیص اور جَلْبَبَ بمعنی چادر یا قمیص پہنانا (منجد) جلباب دراصل وُہ بڑی چادر ہے جو سر سے پاؤں تک سارا بدن ڈھانپ سکے۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (۳۳/۵۹) — اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں، اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ وُہ اپنی چادریں نیچے لٹکائے رکھیں تاکہ وُہ پہچانی جائیں اور نہ انہیں کوئی ایذا دے۔

۳۔ چارہ

کے لیے مَرْعٰی[1]، اَبّ[2] اور عَصْف[3] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَرْعٰی : رَعٰی بمعنی مویشی کا گھاس چرنا۔ اور مَرْعٰی کا لفظ چراگاہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور تازہ گھاس یا چارہ کے بھی (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى (۸۷/۵) — اور جس نے چارا اگایا پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

۲۔ اَبّ : ایسی گھاس جو جانوروں کے چرنے اور کٹنے کے لیے بالکل تیار ہو (مف) اور صاحبِ منجد کے نزدیک اس لفظ کا اطلاق تروخشک ہر قسم کے چارہ پر ہوتا ہے جو مویشیوں کی خوراک ہو، مثلاً توڑی، گھاس، بھوسہ وغیرہ۔ یا ایسا چارہ جسے سٹاک کیا جا سکے۔ جو حیثیت انسان کے لیے فاکھۃ کی ہے وہی چارپایوں کے لیے اَبّ کی ہے۔ فاکھۃ بمعنی میوے خشک ہوں یا تر۔ اسی طرح اَبّ خشک و تر چارہ کے لیے آتا ہے (م۔ق) قرآن میں ہے:

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۸۰/۳۱) — اور میوے اور چارا (بھی زمین سے نکالا۔ یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لیے بنایا۔

۳۔ عَصْف : دانہ کے اوپر کے پردے اور چھلکے (م۔ل) توڑی، بھوسہ۔ وغیرہ۔ اور عصف ماکول چارے کا وُہ حصہ یا ڈنٹھل ہیں۔ جو جانور چرنے کے آخر پر چھوڑ دیتے ہیں (عثمانیؒ) اور صاحبِ منجد کے نزدیک کھیتی کے تنے اور بھوسہ کے تنکے ہیں۔ عَصَفَ بمعنی ہوا کا تیز چلنا اور عَاصِفَه آندھی کو کہتے ہیں۔ اور آندھی جو گھاس پھوس اور اس کے تنکے اڑاتی پھرتی ہے وُہ بھی عَصْف ہے قرآن میں ہے:

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (۱۰۵/۵) — تو اُن کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔

ماحصل : مَرْعٰی : تازہ چارہ کے لیے اَبّ : ایسے چارہ کے لیے جو خشک ہو رہا ہو۔ اور عَصْف چرنے کے بعد

چھوڑے ہوئے حصّہ کے لیے آتا ہے۔

۴۔ چاند

کے لیے قَمَر اور اَہِلَّۃ کے الفاظ آئے ہیں۔
۱- اَہِلَّۃ
۲- قمر

اَہِلَّۃ : ھِلَال کی جمع ہے۔ اور ھلال بمعنی نیا چاند اور ھَلّ بمعنی ہلال کا ظاہر ہونا۔ اور اَھَلّ بمعنی کسی بات کو مشہور کرنا۔ جیسے لوگ نئے چاند دیکھتے وقت ایک دوسرے کو اشارہ سے بتلاتے، دکھاتے اور مشہور کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (۲/۱۸۹) (اے پیغمبرؐ!) لوگ آپ سے نئے چاند کے بارہ میں پوچھتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) تو کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے اوقات مقرر کرنے اور حج کا وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اہل عرب نے چاند کو شکلوں کے لحاظ سے تین حصّوں میں تقسیم کر رکھا تھا ہلال کا وقت ۷ دن ہے۔ تین دن نمودار ہونے کے بعد اور چار دن پہلے۔ چوتھی سے لے کر بارھویں تک اور پھر انیسویں سے لے کر چھبیسویں تک قَمَر ہے۔ اور تیرھویں سے اٹھارہویں تک ایک ہفتہ بَدْر ہے۔ تاہم اس کا عام مستعمل نام قمر ہی ہے۔ اور ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ (۳۶/۳۹) اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے

ماحصل: ہر شکل کے چاند کو قمر کہہ سکتے ہیں۔ اور ھلال صرف نئے چاند یا پتلی شکل کے چاند کو کہتے ہیں۔ یعنی چھبیسویں تاریخ کے چاند سے لے کر تیسری تک کا چاند۔

۵۔ چاہنا

کے لیے شَاءَ اور اَرَادَ، اِشْتَھٰی اور بَغٰی، اِبْتَغٰی اور رَغِبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شَاءَ : کا مصدر شَیْئٌ ہے بمعنی چیز۔ اور شَیْئٌ وہ ہوتی ہے جس کا علم ہو سکے اور اس کی خبر دی جا سکے (ج اشیاء) (منجد۔مف) اور شِیْئَۃ اور مَشِیْئَۃ اسم ہے بمعنی ارادہ۔ (منجد) اصل میں مشیئۃ کے معنی کسی چیز کی ایجاد یا اس کو پا لینے کے ہیں۔ لیکن ہر چیز کو وجود میں لانے اور اس کا انتظام رکھنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا مشیئت کا لفظ صرف ارادہ الٰہی کے معنوں میں آتا ہے۔

۲۔ اَرَادَ : مشیئت الٰہی اور ارادہ الٰہی میں بھی فرق ہے۔ مشیئت ایسا ارادہ ہوتا ہے جو اللہ کے علم اور تقدیر کے مطابق وجود میں آنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کہتے ہیں مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ یعنی اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔ جبکہ ارادہ الٰہی اس کے حتمی وجود کا مقتضی نہیں ہوتا۔ قرآن میں ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲/۱۸۵) خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (۴۰/۳۱) اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

حالانکہ یہ امر واقع ہے کہ لوگوں میں سختی، تنگی اور ظلم پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ مشیئت ان باتوں کی مقتضی ہوتی ہے۔ شاء کی نسبت جب انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد ایسی خواہش یا ارادہ ہوتا ہے جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۸۱/۲۹) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔ مگر وُہی جو خدائے رب العٰلمین چاہے۔

جبکہ انسان کا ارادہ اس قید سے آزاد ہے وُہ اللہ کی مشیئت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مثلاً انسان چاہتا ہے کہ اسے موت نہ آئے۔ لیکن ایسا ہونا مشیئتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ لہٰذا نہیں ہو سکتا۔ ارشادِ باری ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (۶۱/۸) یہ چاہتے ہیں کہ خدا (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہیگا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

نیز ارادہ اور مشیئت کا واضح یہ فرق ہے کہ ارادہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن مشیئت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا (فق ل ۴۰)

۳۔ اِشْتَهٰى: بمعنی نفس کا اس چیز کی طرف کھنچ جانا جسے وُہ فطری طور پر پسند کرتا ہو۔ فطری میلانات مثلاً بھوک، شہوت، حرص وغیرہ (مف) (ضد نَفَرَ) اور صاحب منجد اس کے معنی مرغوب چیزوں کی خواہش کرنا لکھتے ہیں (منجد) ایسی خواہشات جن میں ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فق ل ۹۸) ارشادِ باری ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۴۱/۳۱) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہو گی۔

۴۔ بَغٰى: بمعنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا (مف) (اور یہ صفت محمود بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرائض سے آگے بڑھ کر تطوع بجا لانا اور مذموم بھی۔ جیسے حق سے تجاوز کر کے باطل کی طرف مائل ہونا) قرآن میں ہے:

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (۱۲/۶۵) کہنے لگے ابا! ہمیں (اور) کیا چاہیے، یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔

گویا یہ پونجی کی بازیافت "اُن کا حق نہ تھا جو انہیں مل گیا۔

اور اِبْتَغٰی بمعنی کوشش کے ساتھ کسی چیز کا طلب کرنا (مف) ہے۔ یعنی واجبی کوشش سے زیادہ کرنا۔
ارشادِ باری ہے:

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی (۹۲/۲۰) — مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے۔

۵۔ رَغِبَ: کسی چیز کو دل سے چاہنا۔ اور مرغوب بمعنی من بھاتا۔ خواہ یہ چیز طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

عَسٰی رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (۶۸/۳۲) — شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس سے بہتر باغ عطا کر دے ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

ماحصل: (۱) شَآءَ: ایسی خواہش یا ارادہ جو اللہ کی تقدیر کے تابع ہو۔ اور یہ مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوتا۔

(۲) اَرَادَ: عام ہے۔ خواہ مشیت الٰہی کے تابع ہو یا نہ ہو۔ اس کا وقت آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔

(۳) اِشْتَہٰی: مرغوب چیزوں کی خواہش طبعی میلانات کی خواہش کرنا۔

(۴) بَغٰی: کسی چیز کو حاصل کرنے میں حدِّ اعتدال سے آگے چلا جانا۔

(۵) رَغِبَ: کسی چیز کی محض چاہت۔ خواہ یہ طبعی میلانات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

۶۔ چُپ ہونا ــ رہنا

کے لیے سَکَتَ، صَمَتَ اور اَنْصَتَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَکَتَ: بات کرتے کرتے رُک جانا۔ تھم جانا۔ چپ ہو جانا۔ خلاف الکلام (م۔ ل منجد) اس معنی میں اس لفظ کا استعمال قرآنِ کریم میں نہیں۔ البتہ غصہ تھم جانے کے لیے آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ (۷/۱۵۴) — جب موسیٰؑ کا غصہ فرو ہوا۔

۲۔ صَمَتَ: بمعنی چپ رہنا۔ کم گویا "خاموش طبع" ہونا۔ فرمانِ نبویؐ ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو شخص خاموش رہا وُہ نجات پا گیا۔ صَمَتَ کی ضد نَطَقَ ہے۔ مالِ صامت روپے پیسے اور نقدی کو کہتے ہیں جبکہ مال ناطق حیوانات کو (منجد) قرآن میں ہے:

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ (۷/۱۹۳) — تمہارے لیے برابر ہے تم اُن کو بلاؤ یا چپکے ہو رہو۔

۳۔ اَنْصَتَ: نَصَتَ اور اَنْصَتَ بمعنی دوسرے کی بات چپ چاپ رہ کر سننا (منجد) قرآن میں ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۷/۲۰۴) — اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔

ماحصل:

خاموش طبع یا کم گوئی کے لیے صَمَتَ، باتیں کرتے کرتے چپ ہونے کے لیے سَکَتَ اور دوسرے کی بات خاموش ہو کر سننے کے لیے اَنْصَتَ آتا ہے۔

۷ ـــــ چراغ

کے لیے مِصْبَاح[1] اور سِرَاج[2] کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مِصْبَاح، صَبَحَ بمعنی روشن اور چمکدار ہونا، صَبَحَ الشَّعْرُ بمعنی بالوں کا چمکدار ہونا۔ اور صَبَحَ الْحَدِیْد بمعنی لوہے کا تابدار ہونا۔ اور صَبِیْح اور صَبْحَان خوبصورت کے معنوں میں آتا ہے (منجد) اور ابن فارس لکھتے ہیں کہ صَبَحَ کا لفظ بنیادی طور پر سرخ رنگ پر دلالت کرتا ہے۔ صبح کو بھی اسکی سرخی کی وجہ سے صبح کہتے ہیں۔ اور مِصْبَاح (ج مصابیح) (چراغ) کو بھی اس کی سرخی کی وجہ سے مصباح کہتے ہیں (م ل) قرآن میں ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ (۳۴/۳۵) اس (اللہ) کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔

پھر مِصْبَاح کا لفظ روشن ستاروں کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ۔ (۶۷/۵) اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔

۲۔ سِرَاج: ابن فارس کہتے ہیں کہ سَرَجَ کا لفظ حسن، زینت اور جمال پر دلالت کرتا ہے۔ اور سِرَاج (چراغ) کو سراج اس کی روشنی اور زینت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ گھوڑے کی زین کو بھی سرج اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اس کی زینت ہے۔ کہا جاتا ہے سَرَّجَ وَجْهَهٗ اس نے اپنے چہرے کی آرائش کی۔ سَرَّجَ شَعْرَهٗ اس نے اپنے بال سنوارے یا گوندھے۔ (م ل) قرآن میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا (۲۵/۶۱) (وہ خدا) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

ابن الفارس صاحب مقائیس اللغۃ کے حوالے سے اوپر جو لغوی تحقیق پیش کی گئی ہے قرآن اس کی تائید نہیں کرتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ قرآن نے سورج کو سراج (۲۵/۶۱) اور سِرَاجًا وَّهَّاجًا (۷۸/۱۳) کہا ہے حالانکہ اس کی روشنی سرخی مائل ہوتی ہے سفیدی مائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن نے ستاروں کو مصابیح کہا ہے حالانکہ ان کی روشنی سفیدی مائل ہوتی ہے سرخ نہیں ہوتی۔ لہذا اصل یہ ہے کہ:

ماحصل: سِرَاج وہ ہے جس کی روشنی سرخی مائل ہو اور مصباح وہ ہے جس کی روشنی سفیدی مائل ہو۔ واللہ اعلم!

۸ ـــــ چرانا

کے لیے رَعٰی[1] اور اَسَامَ[2] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ رَعٰی: بمعنی کسی حیوان کو چرانا اور اس کی حفاظت اور نگہداشت کرنا۔ اور رَاعِی بمعنی چرواہا۔ گڈریا۔ اور

مَرْعٰی بمعنی چارہ بھی اور چراگاہ بھی (مف) کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔ اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب دُور کرنا (ضد اهمال) بمعنی ریوڑ کا چرواہا کے بغیر ہونا (فق ل ۱۵) ارشادِ باری ہے:

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ (۲۰/۵۴) — خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ (یا کھلاؤ)

لفظ رَعٰی کا بنیادی معنی چونکہ تربیت اور نگہداشت ہے لہٰذا اس کا اطلاق انسانوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ بادشاہ راعی ہے اور پبلک رعیت۔

۲۔ اَسَامَ: سَوْمٌ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) طلب (۲) روانگی یعنی کسی چیز کی طلب میں روانہ ہو جانا سامت الْاِبِلُ بمعنی اونٹ چرنے کے لیے چراگاہ کی طرف چلے گئے۔ اور اَسَامَ بمعنی چرانے کو لے جانا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (۱۶/۱۰) — اور اس بارش سے درخت (بھی شاداب ہوتے) ہیں جنھیں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔

ماحصل: (۱) رَعٰی: بمعنی چرانا اور نگہداشت کرنا۔ (۲) اَسَامَ: چرانے کے لیے لے جانا۔

۹۔ چڑھنا (اُوپر کو)

کے لیے عَرَجَ، رَقِیَ، صَعِدَ، ظَهَرَ، رَهِقَ اور تَسَوَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

نوٹ: سورج اور سیارات کے چڑھنے یا طلوع ہونے کے لیے دیکھیے نکلنا۔

۱۔ عَرَجَ: کے معنی میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ جھکاؤ اور بلندی (م-ل) عَرَجَ بمعنی لنگڑا کر چلنا اور اَعْرَجَ لنگڑے کو کہتے ہیں۔ اور عَرَجَ فِي السُّلَّمِ بمعنی سیڑھی پر چڑھنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (۱۵/۱۴) — اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں۔ اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں۔

۲۔ رَقِیَ: کے معنی جھاڑ پھونک کرنا بھی ہیں اور بلندی پر چڑھنا بھی۔ اس طرح کہ اس میں اپنی وسعت کے مطابق قوت صرف کی جائے۔ آہستہ آہستہ نرم رفتار سے اُوپر چڑھنا (منجد) کہا جاتا ہے اِرْقِ عَلٰى ظَلْعِكَ یعنی اپنی ہمت کے مطابق چڑھو۔ اپنے نفس پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ (منجد-مف) اور کہا جاتا ہے رَقِيْتُ فِي الْعِلْمِ وَالشَّرَفِ میں نے علم اور شرف میں ترقی کی (فق ل ۱۵۲) گویا اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (۱۷/۹۳) — یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

۳۔ صَعِدَ: کے مفہوم میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) بلندی (۲) مشقت (م-ل) یعنی کسی بلند

مقام پر مشقت سے چڑھنا۔ اور صُعُوْد بلندی اور گھاٹی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر چڑھنے والے دشوار گزار راستے کو بھی (منجد) کسی چیز کا بمشکل اوپر اُٹھنا جیسے دُھواں اُوپر اٹھتا ہے۔ اور مصعد الکھربائیہ برقی لفٹ کو کہتے ہیں (مف) اور اصعد اور صعّد بمعنی دقّت اور دشواری سے اوپر چڑھنا قرآن میں ہے:

يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ (۶/۱۲۶) — اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔ گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تینوں الفاظ عَرَجَ، رَقِیَ اور صَعَدَ کی ضد نَزَلَ ہے۔

۴۔ ظَهَرَ: بمعنی ظاہر ہونا۔ غالب آنا۔ چڑھنا اور چڑھ کر اُوپر تک پہنچ جانا خواہ یہ سیڑھیاں ہوں یا دیوار وغیرہ جس پر بغیر سیڑھیوں کے چڑھا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (۱۸/۹۷) — پھر نہ تو وہ اس (دیوار) پر چڑھنے کی طاقت رکھیں اور نہ سوراخ کرنے کی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (۴۳/۳۳) — ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے۔

۵۔ رَهِقَ: بمعنی ایک چیز کے اوپر دُوسری چیز چڑھ جانا اور اسے چھپا لینا (اس میں اضطراری کیفیت پائی جاتی ہے) رھقہ الامر بمعنی کسی معاملہ نے اسے بزور و جبر دبا لیا (مف) یعنی اسے ڈھانپ لیا۔ (م-ل) چنانچہ قرآن میں ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۸۰/۴۱) — اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہوگی (اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔

۶۔ تَسَوَّرَ: سُوْر بمعنی شہر پناہ یا ایسی بلند دیوار جسے پھاند کر اندر داخل نہ ہو سکیں (م-ل) اور سَارَ بمعنی دیوار پر چڑھنا یا اس کو پھاندنا۔ اور تَسَوَّرَ کا معنی دیوار پر چڑھنا اور پھاندنا بھی ہے اور کنگن پہنانا بھی (جو سِوَار، سَوَار (ج اساور اور اسورة) بمعنی کنگن سے مشتق ہے) ارشادِ باری ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۳۸/۲۱) — بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی خبر بھی آئی ہے۔ جب وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔

ماحصل:
(۱) رُک رُک کر چڑھنے کے لیے عَرَجَ۔
(۲) اپنی ہمت کے مطابق چڑھنے کے لیے رَقِیَ۔
(۳) بہ مشقت اوپر چڑھنے کے لیے صَعَدَ۔
(۴) اوپر تک چڑھ جانے کے لیے ظَهَرَ۔
(۵) ایک چیز پر دوسرے کے چڑھنے اور اسے دبا لینے کے لیے رَهِقَ۔
(۶) دیوار پر چڑھنے یا اُسے پھاندنے کے لیے تَسَوَّرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۰۔ چشمہ

کے لیے عَیْن[1]، یَنْبُوْع[2] اور سَرِیّ[3] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَیْنٌ: بمعنی آنکھ اور اس کی جمع قرآن میں اَعْیُن آئی ہے پھر اس اعتبار سے کہ آنکھ سے پانی بہتا ہے۔ مشکیزہ کے منہ کو بھی عَیْنٌ کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح پانی کے اس چشمہ کو بھی جس سے پانی جاری ہو جائے (مف) اور عَیْنٌ جاری چشمہ کے معنی میں آتا ہے اور اس کی جمع قرآن میں عُیُوْن آئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴/۱۲)	اور زمین میں چشمے جاری کر دیے تو پانی ایک کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

اور عَیْن کا اطلاق جھیل اور خلیج پر بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھیے ـــ "پانی کے راستے"

۲۔ یَنْبُوْع: نَبَعَ بمعنی چشمہ سے پانی پھوٹنا اور منبع اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے پانی پھوٹتا ہے۔ اور یَنْبُوْع ایسے چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی اُبل رہا ہو (مف) اور اس کی جمع ینابیع (۲۱/۲) آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا (۱۷/۹۰)	اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دو۔

۳۔ سَرِیٌّ: بمعنی چھوٹی سی نہر۔ جاری نہر (ف ل ۲۶۱ منجد) اس کی جمع اَسْرِیَةٌ اور سُرْیَان آتی ہے اور سَرِیَّة چھوٹے سے لشکر یا فوجی دستے کو بھی کہتے ہیں جس کی جمع سرایا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو جانے والی تھوڑی سی فوج (منجد) گویا اس میں چھوٹائی کا تصور پایا جاتا ہے۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا (۱۹/۲۴)	تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

ماحصل: چشمہ کو جریان کے اعتبار سے عین اور زمین سے پانی پھوٹنے کے اعتبار سے ینبوع اور جاری شدہ چشمہ جو چھوٹی نہر کی شکل اختیار کر جائے اسے سَرِیٌّ کہتے ہیں۔

۱۱۔ چشمہ کا پھوٹنا اور بہنا

کے لیے فَارَ[1]، اِنْبَجَسَ[2]، اِنْفَجَرَ[3] اور فَجَّرَ[4]، نَضَخَ[5]، سَالَ[6] (سیل)، جَرٰی[7] اور فَاضَ[8] (فیض) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَارَ: بمعنی جوش مارنا اور ابلنا (منجد) اور فور بمعنی غلیان یا اُبال (م ل) ہے۔ فَارَ الْقِدْرُ بمعنی ہانڈی کا جوش مارنا۔ فَارَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا جوش مارنا اور فَارَ الْعِرْقُ بمعنی رگ کا مضطرب ہونا (منجد) ہے گویا فار میں پانی بہنے کی بجائے اس کے جوش مار کر اُوپر اٹھنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ نیچے پانی کا دباؤ زیادہ ہو اور راستہ تنگ ہو۔ اسی سے مشہور لفظ فوّارہ مشتق ہے۔ ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱/۴۰) یہاں تک کہ ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور سے چشمہ جوش مارنے لگا۔

۲۔ نَضَخَ: بمعنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ اور اِنْضَخَ بمعنی پانی کا اُچھل کر نیچے گرنا۔ نَضَّاخ موسلا دھار بارش اور منضخۃ پانی چھڑکاؤ کرنے کے آلہ کو کہتے ہیں (منجد) گویا اس لفظ میں جوش مار کر اُوپر اُچھلنے کی بجائے اُبلنے اور بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (۵۵/۶۶) ان (دونوں باغوں میں) دو چشمے اُبل رہے ہیں۔

۳۔ اَنْبَجَسَ: بمعنی کسی چیز کا پانی کی وجہ سے کھل جانا، خواہ زمین ہو یا پتھر یا پہاڑ (م۔ل) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک پہاڑ یا پتھر سے پانی نکلنے اور بہنے کے لیے انبجس کا لفظ خاص ہے (ف ل ۲۵۹)

ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (۷/۱۶۰) اور جب موسیٰ سے اُن کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

۴۔ اِنْفَجَرَ اور اِنْبَجَسَ قریب المعنیٰ الفاظ ہیں۔ اور قرآنِ کریم میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی موقع کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً اَنْفَجَرَ سے متعلقہ آیت اس طرح ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (۲/۶۰) اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے خدا سے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انھوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

ان دونوں میں خفیف سا فرق یہ ہے کہ جب چشمہ کا دہانہ پوری طرح نہ کھلا ہو اور پانی کچھ تھوڑا بہت اوپر بھی اٹھتا ہو تو اَنْبَجَسَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور جب منہ پوری طرح کھل جائے اور پانی دہانہ پر آکر بہنے لگے تو اِنْفَجَرَ کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ انجس پہاڑ یا پتھریلی زمین سے چشمہ پھوٹنے سے خاص ہے جبکہ انفجر کا لفظ عام ہے۔ یہ پہاڑی اور میدانی زمین دونوں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ طوفانِ نوحؑ کے وقت پانی عام زمین سے پھوٹ کر بہ نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴/۱۲) اور ہم نے زمین میں سے چشمے جاری کر دیے اور پانی ایک کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

۵۔ سَالَ: میں صرف پانی کے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے خواہ یہ پانی بارش کا ہو یا چشمے کا۔ مثلاً:

(۱) اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا (۱۳/۱۷) اسی نے آسمان سے مینہ برسایا۔ پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے۔

(۲) وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ (۳۴/۱۲) اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔

اسی سے لفظ سیّال ہے جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پانی کی طرح نشیب کی طرف بہہ نکلے۔ گویا سیل میں نیچے کی طرف زور سے بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ اور سیل کو ہی ہماری زبان میں سیلاب

کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (۳۴/۱۶) — انہوں نے (ناشکرگزاری سے) منہ پھیر لیا۔ پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا۔

۶۔ جَرٰی: پانی کا چلنا اور جاری ہونا۔ جبکہ نشیب بھی زیادہ نہ ہو اور پانی کا زور بھی زیادہ نہ ہو۔ معمولی رفتار سے پانی کا بہنا یا چلنا خواہ یہ چشمہ کا ہو یا نہر کا یا دریا کا۔ مثلاً:

(۱) فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ (۵۵/۵۰) — ان دونوں باغوں میں دو چشمے بہ رہے ہیں۔

(۲) لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵) — ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

اور جَرٰی کا استعمال عام ہے جو سیال چیزوں کے علاوہ ہواؤں اور سورج، چاند وغیرہ کے چلنے کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے جیسے سنّتِ جاریہ مشہور لفظ ہے۔ مگر قرآن میں اس معنوی استعمال کی مثال غالباً موجود نہیں۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، بمعنی دور تک یا دیر تک جاری ہونا یا بہنا۔

۷۔ فاض، فیض میں دو تصوّر پائے جاتے ہیں۔ (۱) کسی چیز کی کثرت (۲) کثرت کی وجہ سے بے قابو ہو جانا۔ فَاضَ السَّيْلُ بمعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی کے کناروں کے اُوپر سے بہہ نکلنا (منجد) اور اَفَاضَ الْاِنَاءَ بمعنی اس نے برتن کو اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے بہنے لگا (OVER FLOW) (منجد۔ مف) قرآن میں ہے:

تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (۵/۸۳) — آپ دیکھتے ہیں کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کی بات پہچان لی۔

یعنی آنکھیں آنسوؤں سے اتنی بھر جاتی ہیں کہ آنسو بہنے لگتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔ (۲/۱۹۹) — پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں تم بھی وہیں سے واپس ہو۔

یہاں لوگوں سے مراد لوگوں کا ریلا، ہجوم یا کثرت ہے۔ جن کی کثرت خود بخود ان کا ساتھ دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اور ان کا ساتھ دینے اور لوٹنے کو افاض سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح تیسرے مقام پر کسی کام یا باتوں میں انتہائی انہماک کی بنا پر بھی اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (۱۰/۶۱) کا استعمال ہوا ہے۔

ماحصل: (۱) فَارَ: پانی کا جوش مار کر اُوپر اُچھلنا۔

(۲) نَضَخَ: پانی کا اچھلنا اور نیچے گرنا۔

(۳) اِنْبَجَسَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ دہانہ تنگ ہو۔

(۴) اِنْفَجَرَ: پانی کا چشمہ سے پھوٹ کر بہ نکلنا جب کہ دہانہ کشادہ ہو جائے۔

(۵) سَالَ: میں پانی یا کسی مائع چیز کے صرف بہنے کا تصور پایا جاتا ہے۔
(۶) جَرٰی: معمولی رفتار سے پانی یا کسی دوسری چیز کا دیر تک یا دُور تک بہتے یا چلتے جانا۔
(۷) فاض: محض کثرت کی وجہ سے پانی یا کسی دوسری چیز کا بہنے لگنا۔ (OVER FLOW)

۱۲۔ چلنا

کے لیے مَشٰی[1]، دَبَّ[2]، اِنْطَلَقَ[3]، سَلَکَ[4]، سَرَبَ[5]، سَرٰی[6]، دَأَبَ[7]، مَضٰی[8]، نَقَّبَ[9]، سَارَ (سیر)[10]
قَصَّ[11] اور رَجِلَ (رِجَالاً)[12] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَشٰی: بمعنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف قصد اور ارادہ سے چلنا (مف) قدم بہ قدم چلنا۔ چلنا پھرنا۔ عام رفتار سے چلنا۔ (فل ۱۷۶) چلنا کے لیے بالعموم یہی لفظ استعمال ہوتا ہے قرآن میں ہے:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (۲۵/۷) — اور کافر کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے۔ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

۲۔ دَبَّ: عام رفتار سے تھوڑی ہلکی رفتار سے چلنا (حرکۃ علی الارض اخف من المشی) (م۔ل) رینگنا، سانپ کی طرح چلنا یا بچہ جو ہاتھ پاؤں پر چلنا سیکھتا ہے سب اس میں شامل ہے (م۔ق) اور جو بھی زمین پر چلتا پھرتا ہے وُہ دابۃ ہے۔ (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶) — اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق خدا کے ذمّہ ہے۔

۳۔ اِنْطَلَقَ: طَلَقَ بمعنی کسی بندھن سے آزاد کرنا (مف) اور انطلق بمعنی کسی توقف کے بعد چلنا۔ چل کھڑا ہونا۔ روانہ ہونا۔ قیدی کا رہائی کے بعد روانہ ہونا یا چُپ رہنے کے بعد گفتگو شروع کرنا۔ ارشاد باری ہے:

(۱) فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ (۱۸/۷۱) — پھر وُہ دونوں چل کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ایک کشتی میں سوار ہوتے۔

(۲) وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (۲۶/۱۳) — (موسیٰؑ نے عرض کی) اور میری زبان نہیں چلتی سو ہارونؑ کی طرف بھی وحی بھیج (کہ میرا مددگار رہے)۔

۴۔ سَلَکَ: دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی رستہ کو پکڑے چلے جانا اور ادھر ادھر نہ ہونا (منجد) رستہ پر چلنا اور چلانا (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) — (اے شہد کی مکھی) ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جا۔

اور (۲) نفوذ الشیٔ فی الشیٔ (م ل) یعنی ایک چیز میں دوسری کا نفوذ کرنا۔ داخل ہو جانا، کرنا۔ پرونا۔

قرآن میں ہے:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ (۲۸/۳۲) — اور (اے موسیٰ) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو۔ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔

۵۔ سَرَبَ: بمعنی نشیب کی طرف جانا۔ گھستے چلے جانا۔ اور سَرَب بمعنی وحشی جانوروں کا سوراخ یا بل۔ زمین کے اندر کا گڑھا۔ تہ خانہ۔ قید خانہ (مف) کہتے ہیں اِنْسَرَبَتِ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔ یعنی سانپ اپنے بل میں گھس گیا (مف) قرآن میں ہے:

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (۱۸/۶۱) — تو اس (مچھلی) نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنا لیا۔

۶۔ سَرٰى (يَسْرِيْ) بمعنی رات کو چلنا۔ رات کو سفر کرنا۔ اور اَلسَّارِيَةُ بمعنی رات کو سفر کرنے والی چھوٹی سی جماعت (مف) قرآن میں یہ لفظ رات کو چلنے کے معنی میں نہیں، بلکہ خود رات کے چلنے کے معنی میں آیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (۸۹/۴) — اور رات کی قسم جب جانے لگے۔

۷۔ دَأَبَ: کوشش اور مشقت سے برابر کسی کام کو کرتے رہنا (منجد) مسلسل چلتے جانا۔ بغیر وقفہ کے چلتے رہنا (مف) قرآن میں ہے:

سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ۔ (۱۴/۳۳) — اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا۔ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے:

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا (۱۲/۴۷) — سات برس متواتر کھیتی باڑی کرو گے۔

۸۔ مَضٰى: بمعنی گزرنا۔ چلے جانا۔ اور خالی ہونا (م۔ق) مضٰی میں یا تو محض وقت یا زمانہ کے گزرنے کا تصور پایا جاتا ہے اور ماضی گزرے ہوئے زمانہ کو کہتے ہیں یا کسی چیز کے وقت اور زمانہ کے ساتھ چلنے اور گزر جانے کے معنی دیتا ہے مَضٰى مَا مَضٰى بمعنی جو ہوا سو ہوا۔ جو گزرا سو گزرا (منجد) قرآن میں ہے:

(۱) فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ (۴۳/۸) — تو جو اُن میں سخت زور والے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی حالت گزر گئی۔

(۲) حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (۱۸/۶۰) — جبتک کہ میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں۔ ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا جاؤں۔

یہاں زمانہ کے لحاظ سے مَضٰى کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہٹنے کا نہیں خواہ مدتیں گزر جائیں۔

۹۔ نَقَبَ: نَقَبَ بمعنی (۱) دیوار یا چمڑے میں سوراخ کرنا اور (۲) خبروں کی تحقیق کرنا۔ اور نَقَّبَ بمعنی گشت لگانا۔ کسی ملک میں داخل ہونا۔ اور حالات کی تحقیق و تفتیش کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (۵۰/۳۶) — وہ شہروں میں گشت کرنے لگے۔ کیا کوئی بھاگ کر پناہ

پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہے؛

۱۰۔ سَارَ: بمعنی چلنا پھرنا۔سیر کرنا، چہل قدمی کرنا خواہ یہ کسی بھی مقصد کے لیے ہو۔ اور چلنے والے آدمی کو سائرؔ، اور ایک ساتھ چلنے والی جماعت کو سَیَّارَة (۱۲/۱۹) کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ (۲۸/۲۹) — جب موسیٰؑ مدت (مقررہ) پوری کر چکے تو اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔

۱۱۔ قصّ: کے معنی کسی نشان پر چلنا۔ بتدریج پیچھے پیچھے چلنا اور اتباع کرتے جانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۲۸/۱۱) — اور موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا، اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وُہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور اُن (لوگوں کو) کچھ خبر نہ تھی۔

۱۲۔ رَجِلَ: بمعنی پاؤں پر یا پیدل چلنا۔ اور اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب مقابلہ میں کچھ سوار بھی ہوں۔ قرآن میں ہے:

يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ (۲۲/۲۷) — وہ تیرے پاس پیدل بھی آئیں گے۔ اور دُبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (۲/۲۳۸) — یعنی یا پیادہ یا سوار۔

اور اگر سوار نہ ہوں تو مشی کا لفظ آئے گا۔

ماحصل:
(۱) مَشٰی: عام رفتار سے چلنا۔ چلنا کے لیے عام لفظ۔
(۲) دَبَّ: مشی سے ذرا ہلکی چال چلنا۔
(۳) انطلق: روانہ ہونا۔ چل کھڑا ہونا۔
(۴) سَلَكَ: رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا۔
(۵) سَرَبَ: نشیب کی طرف چلنا۔ بل میں گھسنا۔
(۶) سری: رات کو چلنا یا رات کا چلنا۔
(۷) دَأَبَ: کسی معین راہ پر چلتے رہنا۔
(۸) مَضٰی: وقت کا گزرنا یا وقت کے ساتھ چلنا۔
(۹) نَقَّبَ: گشت لگانا۔
(۱۰) سَارَ: چلنا پھرنا۔ سیر کرنا سفر کرنا۔
(۱۱) قَصَّ: کسی کے پیچھے پیچھے چلتے جانا۔
(۱۲) رَجَلَ: پیدل چلنا جبکہ کچھ لوگ سوار بھی ہوں۔

۱۳۔۔۔ چلانا

کے لیے سَاقَ (سوق) حَرَّكَ، اَزْجٰى (زجو)، سَلَّكَ، سَيَّرَ اور اَسْرٰى کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَاقَ: ہانکنا۔ کسی کو پیچھے سے ہانک کر چلانا۔ جیسے چرواہا چوپایوں کو ہانکتا ہے۔ (ف ل ۱۸۷)۔ ڈرائیور کا گاڑی چلانا (ڈرائیور کو سواق کہتے ہیں) (ق۔ ج) قرآن میں ہے:

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹/۸۶) — اور ہم گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔

۲۔ حَرَّكَ : حَرَكَ بمعنی ہلنا، حرکت کرنا اور حَرَّكَ بمعنی کسی چیز کو ہلانا، حرکت دینا۔ حرکت دے کر آگے بڑھانا یا چلانا۔ ارشادِ باری ہے :

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (۷۵/۱۶) — اور (اے محمدؐ! وحی کے پڑھنے کے لیے) اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کر لو۔

۳۔ أَزْجَى : آہستہ آہستہ ہانکنا۔ نرمی سے چلانا اور مُزْجٰی بمعنی کمزور (منجد) ارشادِ باری ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ (۲۴/۴۳) — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔

۴۔ سَلَكَ : (۱) معین راستہ پر چلنا اور چلانا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۲) کسی چیز کا دوسری میں نفوذ کرنا یا آر پار ہونا (م۔ل) پرونا۔ بدھنا۔

اس لفظ کا راستہ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن میں ہے :

اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا (۲۰/۵۳) — اور وُہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے چلائے۔

۵۔ سَيَّرَ : سَارَ بمعنی چلنا پھرنا۔ سیر کرنا۔ سفر کرنا۔ اور سَيَّرَ بمعنی چلانا۔ سفر کرانا۔ سفر پر روانہ کرنا۔ ارشادِ باری ہے :

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۰/۲۲) — وہی تو ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے۔

۶۔ أَسْرٰى : سَرٰى يَسْرِي بمعنی رات کو چلنا۔ اور أَسْرٰى بمعنی رات کو چلانا۔ سیر کرانا۔ سفر کرانا۔ قرآن میں ہے :

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ۔ (۱۱/۸۱) — (اے لوط) کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو۔

اور دوسرے مقام پر ہے :

سُبْحٰنَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ (۱۷/۱) — پاک ہے وُہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔

ماحصل : (۱) سَاقَ ۔ پیچھے سے چلانا۔
(۲) حَرَّكَ : حرکت دے کر چلانا۔ ہلانا
(۳) أَزْجٰى : دھیرے دھیرے چلانا۔
(۴) سَلَكَ ، راستہ پر چلانا یا راہ چلنا۔
(۵) سَيَّرَ : سیر کرانا۔ چلانا۔
(۶) أَسْرٰى ، رات کو چلانا۔ سیر کرانا۔

۱۴— چلّانا—چیخنا

کے لیے نَعَقَ، صَدَّ، جَئَرَ، اِسْتَصْرَخَ (صرخ) اور صَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَعَقَ: بلند آواز سے گلا پھاڑ کر کسی کو پکارنا۔ کوّے کا زور سے کائیں کائیں کرنا۔ چرواہے کا ریوڑ کو دُور سے آواز دینا۔ (ف۔ل ۱۹۴) قرآن میں ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً (۲/۱۷۱) — جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن (اور سمجھ) سکے۔

۲۔ صَدَّ: يَصِدُّ بمعنی خواہ مخواہ شور مچانا۔ چلّانا۔ واویلا کرنا۔ اور صَدَّد بمعنی تالی بجانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ (۴۳/۵۷) — اور جب (عیسٰی) ابن مریم کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ چلّا اٹھے۔

۳۔ جَئَرَ: بلند آواز سے گڑگڑانا۔ زاری کرنا (منجد) گھبراہٹ کے وقت وحشی جانوروں مثلاً ہرن وغیرہ کا زور سے آواز نکالنا اور چیخنا (مف) ارشادِ باری ہے:

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ (۲۳/۶۴) — یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وُہ اس وقت چلانے لگے۔ (عثمانیؒ)

۴۔ اِسْتَصْرَخَ: صَرَخَ بمعنی چیخنا چلّانا تاکہ دوسرے لوگ مدد کو پہنچیں۔ فریاد کرنا۔ اور اَصْرَخَ بمعنی کسی کی فریاد سن کر اس کی مدد کو پہنچنا۔ اور اِسْتَصْرَخَ کے معنی موجود لوگوں کے سامنے چیخ اور چلّا کر اپنی مدد کو بلانا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (۲۸/۱۸) — تو اس وقت وُہی آدمی جس نے کل مدد مانگی تھی، پھر ان سے فریاد کرنے لگا۔

۵۔ صَرَّ اور صَرَصَرَ الرَّجُلُ بمعنی کسی کا زور سے چلّانا (منجد) اور صَرَّةٌ بمعنی چیخ (مف) ارشادِ باری ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِىْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ (۵۱/۲۹) — تو ابراہیمؑ کی بیوی چلّاتی آئیں اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگیں کہ (اے ہے ایک تو) بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ (جالندھری)

ماحصل:
(۱) نَعَقَ: گلا پھاڑ کر آواز دینا۔
(۲) صَدَّ: خواہ مخواہ شور مچانا۔
(۳) جَئَرَ: گھبراہٹ کی وجہ سے زاری کرنا۔
(۴) اِصْطَرَخَ: فریاد کے طور پر چلّانا۔
(۵) صَرَّ: چیخ مارنا۔

۵— چمٹنا

کے لیے اَلْحَفَّ، لَزَبَ اور لَزِمَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلْحَفَ: لِحَاف بمعنی اوڑھنے کا کپڑا۔ محاورہ ہے، اَلْحَفْتُهٗ فَالْتَحَفَ میں نے اسے لحاف میں ڈھانپ دیا چنانچہ وُہ اس سے لپٹ گیا۔ اور اَلْحَاف کے معنیٰ اَلْحَاح یعنی چمٹ کر مانگنا ہیں۔ (مف) ارشادِ باری ہے:

تَعْرِفُهُمْ بِسِيمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (۲/۲۷۳) — تم ان کے چہروں سے پہچان لوگے (کہ وہ حاجتمند ہیں مگر شرم کے باعث) لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔

۲۔ لَزَبَ: لَازِب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر شدت سے ثبت ہو جائے اور چمٹ جائے (مف) اور صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک لازب سے مراد ہی چپکدار اور لیسدار مٹی ہے (ف ل ۲۶۸) قرآن میں یہ لفظ صرف مٹی ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا دونوں معنٰی کی تائید ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷/۱۱) — ہم نے انہیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

۳۔ لَزِمَ: میں ثبت اور دوام دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک ایک جگہ ٹھہرے یا لگے رہنا (مف) اسی مفہوم کے لحاظ سے اس لفظ کا مختلف مقامات پر اُردو زبان کے لحاظ سے مختلف الفاظ میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (۲۰/۱۲۹) — اور اگر ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر (اور اجزائے اعمال کے لیے) ایک مدت مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب (تم سے) چمٹ جاتا۔

ماحصل: (۱) اَلْحَفَ: کسی سے چمٹ کر یا لپٹ کر اسے کام پر آمادہ کرنا۔

(۲) لَزَبَ: کسی چیز کا چپکدار اور لیسدار ہونے کی وجہ سے چمٹنا۔

(۳) لَزِمَ: ایک چیز کا دوسری سے عرصہ دراز کے لیے لگنا یا چمٹنا۔

۱۶۔ چمکنا۔ چمک

کے لیے بَزَغَ، اَشْرَقَ (شرق) ثَقَبَ، سَنَا (سنو) اور دُرِّيٌّ (درّ) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَزَغَ: (سورج) کا طلوع ہونا جبکہ اس کی روشنی پھیل رہی ہو۔ (مف) سورج، چاند، ستاروں یا اجرام فلکی کی روشنی کے لیے آتا ہے جبکہ وُہ طلوع ہو رہے ہوں۔ اور نُجُوْمٌ بَوَازِغُ طلوع ہونے والے ستاروں کو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ (۶/۷۸) — پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے۔

۲۔ اَشْرَقَ: شرق بمعنی روشنی کا کھل جانا یا پھیل جانا (م ل) اور اَشْرَقَ کسی چیز کو منوّر کرنا۔ اس پر پوری پوری روشنی ڈالنا کہ وُہ چمک اُٹھے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۹/۶۹) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھی۔

۳۔ ثَقَبَ: آگ کا روشن ہونا۔ ستارہ کا چمکنا۔ اور ثَقَبَ سرخی میں آگ کے مشابہ ہونا (منجد) روشنی کا پوری طرح نفوذ کر جانا اور آر پار ہو جانا (م۔ ل) ثَقَبَ بمعنی کسی چیز میں سوراخ کرنا اور ثاقب کے معنی اتنا روشن کہ جس چیز پر اس کی شعاعیں پڑیں ان میں سے چھید کرتی ہوئی پار گزر جائیں (مف) گویا ثقب میں تیزی اور آگ کی طرح سرخ روشنی کا تصور پایا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (۳۷/۱۰) مگر جو کوئی (شیطان فرشتوں کی بات کو) جھپٹ لیتا ہے تو جلتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔

۴۔ سَنَا: بمعنی (چمکنے والی بجلی کی) کوند۔ پنجابی لشک۔ نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی (منجد) قرآن میں ہے:

یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۲۴/۴۳) (اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے) اس کی چمک آنکھوں کو (خیرہ کر کے بینائی کو) اچکے لیے جاتی ہے۔

۵۔ دُرِّیٌّ: دَرَّ میں چمک اور زیادتی دو تصور پائے جاتے ہیں۔ سَیْفٌ دُرِّیٌّ بمعنی چمک دمک والی تلوار۔ اور دَارٌّ اور اَدْوَرُ بہت زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ لفظ مِدْرَارًا میں یہی مفہوم ہے اور دُرّ چمکنے والے موتی کو کہتے ہیں۔ اور کبھی یہ دونوں باتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں جیسے کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ بہت زیادہ چمکدار ستارہ۔ یعنی روشن بھی بہت ہو اور چمک دمک بھی بہت رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے:

کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ (۲۴/۳۵) گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا ہے۔

ماحصل: (۱) بَزَغَ: اجرامِ فلکی کا بوقتِ طلوع جگمگانا۔

(۲) اشرق: کسی چیز پر روشنی پڑنا اور پھیلنا اور اسے منور کر دینا۔

(۳) ثقب: سرخ اور تیز روشنی کا آر پار گزر جانا۔

(۴) سنا: نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی۔ کوند، لشک۔

(۵) دُرّی: بہت زیادہ چمکدار

۱۷۔۔۔ چند

کے لیے مَعْدُوْدَۃ، بِضْع اور نَفَر کے الفاظ آئے ہیں:

۱۔ مَعْدُوْدَۃ کے معنی ہیں گنتی کے، چند ایک یا تھوڑے۔ زیادہ کے مقابلہ میں کم۔ جیسے ہزار کے مقابلہ میں سینکڑہ بھی تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (۱۲/۲۱) اور یوسفؑ کے بھائیوں نے انہیں حقیر سی قیمت چند درہموں کے عوض بیچ دیا۔

۲۔ بِضْع : تین سے لے کر دس تک کے درمیانی اعداد میں ہر ایک کو بضع کہہ سکتے ہیں (ف ل ۲۶۔ مف) ۲ سے ۹ تک کے صرف طاق اعداد بضع ہیں (م۔ق) قرآن میں ہے :

وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (۳۰/۴) — اور وُہ (اہلِ روم) اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند ہی برسوں میں۔

۳۔ نَفَرٌ : اَلنَّفَرُ بمعنی سارے لوگ بھی اور تین سے لے کر دس تک کی جماعت اور ثَلَاثَةُ نَفَرٍ اَوْ اَنْفَارٍ بمعنی تین آدمی (منجد) ارشادِ باری ہے :

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا (۷۲/۱) — (اے پیغمبرؐ! لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

ماحصل : (۱) معدودۃ : گنتی کے چند۔ زیادہ کے مقابلہ میں کم۔ (۲) بضع : ۳ سے ۹ تک عام چیزوں کے لیے۔ (۳) نفر : ۳ سے ۹ تک کی جماعت۔ ذوی العقول کے لیے۔

۱۸ ــــ چُن لینا

کے لیے اِخْتَارَ (خیر)، اِصْطَفٰی (صفو)، اِجْتَبٰی (جبو)، اِسْتَخْلَصَ (خلص) اور اِصْطَنَعَ (صنع) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اِخْتَارَ : خیر ہر اس چیز یا بات کو کہتے ہیں جو سب کو مرغوب ہو (مف) اور اختار سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی بہت سی اشیاء میں بہتر چیز کا انتخاب کر لینا۔ (مف) قرآن میں ہے :

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (۷/۱۵۵) — اور موسیٰؑ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب کیے۔

۲۔ اِصْطَفٰی : اَلصَّفَا اور صفو کے معنی ہیں پاک وصاف ہونا (مف) اَلصَّفِيُّ اور اَلصَّفْوَةُ مخلص دوست کو کہتے ہیں (منجد) اور اصطفٰی بمعنی پاکیزگی اور طہارتِ نفس کی بنا پر کسی چیز کا انتخاب کرنا۔ قرآن میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۳/۳۳) — بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ اور آلِ عمران کو تمام جہان والوں سے برگزیدہ کیا۔

۳۔ اِجْتَبٰی : جبو کے معنی (۱) کسی چیز کو جمع کرنا (۲) پھر اسے کہیں لے جانا۔ یُجْمَعُ وَیُحْمَلُ (م۔ق) ابن فارس کے الفاظ میں جمع الشئ والتجمّع (م۔ل) ہیں۔ نیز جبو کا لفظ عموماً خراج یا محصول اکٹھا کرنے کے لیے آتا ہے جس میں اسے خزانہ تک پہنچانا بھی شامل ہے۔ اور مُجْبٰی بمعنی خراج۔ (م۔ق) قرآن میں ہے :

يُجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ — یعنی مکہ میں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں (عثمانیؒ)

شَيۡءٍ (۲۸/۵۷) پہنچائے جاتے ہیں (جالندھری)

اور اِجۡتَبٰی کے معنی ہیں کسی عمدہ چیز کو انتخاب کر کے قریب کر لینا، مقرب و برگزیدہ بنا لینا۔ قرآن میں ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجۡتَبِيۡكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ — اور اسی طرح (اے یوسفؑ) خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا
مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ (۱۲/۶) — اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم تمہیں سکھلائے گا۔

۴۔ اِسۡتَخۡلَصَ، خَلَصَ (ضد خَلَطَ) بمعنی دوسری چیزوں کی آمیزش اور آلائش سے صاف ہونا خالص ہونا۔ اور خَلَّصَ بمعنی خالص بنانا (منجد) خلص، صفی سے ابلغ ہے۔ کیونکہ صفی کبھی پہلے ہی صاف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا استخلص کے معنی کسی کو چننا اور اسے اپنے لیے مختص کر لینا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِيۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ — شاہ مصر نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ۔ میں
لِنَفۡسِيۡ (۱۲/۵۴) — اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔

۵۔ اصطنع، صنع کے معنی ہیں کسی چیز کو فنی مہارت سے بنانا۔ اور اصطنع کے معنی کسی خاص مقصد کے لیے کسی موزوں شخص کا انتخاب کر کے اس کی خاص طور سے تربیت کرنا۔ حضرت موسیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِيۡ (۲۰/۴۱) — اور (اے موسیٰؑ) میں نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے۔

ماحصل: (۱) اختار: بہت سی چیزوں میں سے کسی بہتر چیز کا انتخاب کرنا۔
(۲) اِصۡطَفٰی، کسی چیز کو پاکیزگی کی بنا پر انتخاب کرنا۔
(۳) اِجۡتَبٰی: کسی کو انتخاب کر کے اسے اپنا مقرب بنانا۔
(۴) اِسۡتَخۡلَصَ، کسی خاص مقصد کے لیے کسی شخص کا انتخاب کرنا۔
(۵) اِصۡطَنَعَ: کسی خاص مقصد کے لیے کسی کا انتخاب کر کے اس کی موزوں طریقہ پر تربیت کرنا۔

۱۹ــــ چوپائے

کے لیے وُحُوۡش، بَهَآئِم، اَنۡعَام، دَوَآب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وُحُوۡش: وحش کی جمع ہے۔ اور وحش، انس کی ضد ہے۔ یعنی ایسے جاندار جو انسان سے مانوس نہ ہوں۔ جنگلی جانور اور درندے وغیرہ (مف) قرآن میں ہے:

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ (۸۱/۵) — اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جاویں گے۔

۲۔ بَهَآئِم: بَهِيۡمَة کی جمع ہے۔ اور وحشی چوپایوں کے علاوہ باقی سب قسم کے چوپایوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (مف) خواہ خشکی کے ہوں یا تری کے۔ (منجد) تاہم اس کا استعمال زیادہ تر بھیڑ بکری اور گائے پر ہوتا ہے (منجد) بھم بھیڑ بکری کے بچہ کو کہتے ہیں (مف) اور بھیمۃ کی ایک تعریف یہ ہے کہ ایسے چوپائے (ماسوائے درندوں کے) جن میں قوت گویائی نہ ہو (منجد) اور بُھم

مشکل کام کو اور اَبْھَم گونگے کو کہتے ہیں (منجد)

۳۔ انعام: نَعَم کی جمع ہے۔ گو اس لفظ کا اطلاق بھی درندوں کے علاوہ باقی جانوروں پر ہوتا ہے۔ تاہم اس کا استعمال زیادہ تر اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے (فل ۱۳۴) کیونکہ عربوں کے لیے اونٹ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ تھی۔ قرآن میں اَنعام کا لفظ تو اکیلا بھی آتا ہے۔ جیسے:

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (۸۰/۳۳) یہ سب سامان تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لیے ہے۔

كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ (۲۰/۵۴) تم خود بھی کھاؤ اور اپنے چارپایوں کو بھی چراؤ۔

لیکن بھیمۃ کا لفظ (واحد کی صورت میں) اکثر انعام کے لفظ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے:

مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ (۲۲/۲۸) مویشی چوپائے (ذبح کرنے کے بعد) خود بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔

یا جیسے فرمایا:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ (۵/۱) چوپائے جانور (چرنے والے) تم پر حلال کیے گئے ہیں۔ مگر جو تم پر پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔

۴۔ الدوّاب: دابّۃ کی جمع ہے۔ اور ہر جانور جو سطح زمین پر چلتا ہے خواہ وُہ پیٹ کے بل چلے جیسے سانپ وغیرہ یا دو پاؤں پر چلے جیسے انسان۔ اور بندروں کی بعض اقسام یا چار پاؤں والا۔ جیسے وحشی جانور اور چوپائے وغیرہ خواہ وُہ سواری کا ہو یا بار برداری کا۔ مذکر یا مؤنث سب کے لیے دَابّۃ کا لفظ عام ہے (منجد) لیکن اس کا استعمال خصوصًا گھوڑے، خچر اور گدھے پر ہوتا ہے۔ (ف ل ۱۳۴) قرآن میں تخصیص ممکن نہیں بلکہ علی الاطلاق اس کا استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (۱۱/۶) اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

بلکہ ارض سے پہلے فی کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں پانی کے جانور اور پرندے بھی شامل ہیں۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا (۸/۵۵) جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وُہ لوگ ہیں جو کافر ہیں۔

ماحصل: (۱) وُحُوش: جنگلی جانور۔ درندے۔

(۲) بَهَائِم: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ چرنے والے جانور عمومًا بھیڑ بکری اور گائے کے لیے۔

(۳) اَنعَام: درندوں کے علاوہ باقی چوپائے۔ عمومًا اونٹ کے لیے۔

(۴) دَوَابّ: زمین میں چلنے والا ہر جاندار۔

۲۰۔ چورا چورا یا ریزہ ریزہ

کے لیے هَشِيم، حُطَام، غُثَاء (غثو)، هَبَاء (هبو)، رُفَات، بَسّ اور دَكّاء کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ ھَشِیم: ھَشَمَ بمعنی کوٹنا۔ اور ھَشِیم کوٹی ہوئی خشک گھاس کو کہتے ہیں (منجد) اور اس سے مراد ہر قسم کی نباتات کا چورا خس و خاشاک اور بھس ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ (۵۴/۳۱)
پھر ہم نے قوم ثمود پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ سوکھی اور ٹوٹی باڑ کی طرح خس و خاشاک بن گئے۔

۲۔ حُطَام: حَطَمَ بمعنی توڑنا۔ مروڑنا۔ اور حَطُوم ایسی تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو توڑ مروڑ کر رکھ دے۔ اور حُطَام توڑی مروڑی یا ریزہ ریزہ شدہ چیز کو کہتے ہیں (منجد) یہ لفظ کسی چیز کو روندنے اور ریزہ ریزہ کر دینے پر بھی بولا جاتا ہے۔ کچل ڈالنا (مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (۳۹/۲۱)
پھر اللہ تعالیٰ (زمین) سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے۔ پھر وہ جوبن پر آتی ہے۔ تو اسے تم زرد دیکھتے ہو۔ پھر اسے چورا چورا بنا دیتا ہے۔

۳۔ غُثَاء: بمعنی سیلاب کے پانی کے جھاگ میں پھنسا ہوا کوڑا کرکٹ۔ درختوں کے گلے سڑے پتے جو جھاگ میں ملے ہوئے ہوں (منجد) اور غَثِيَ الْكَلَامَ بمعنی بات میں جھوٹ سچ ملانا۔ اور غُثَاء گھاس پھونس کے چورا اور کوڑا کرکٹ کو بھی کہہ دیتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:

اَلَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى۔ (۸۷/۵)
اُس نے (زمین سے) چارہ نکالا۔ پھر اسے سیاہ رنگ کا کوڑا بنا دیا۔

۴۔ هَبَاء: گرد و غبار جسے ہوا اُڑاتی پھرے۔ اُڑتی ہوئی خاک (فل ۲۵۳) مٹی کے باریک ذرات جو ہوا میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اَلْهَبْوَةُ گرد و غبار کے بگولے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵/۲۳)
اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف توجہ کریں گے تو انہیں اُڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔

۵۔ رُفَات: رَفَتَ بمعنی توڑنا اور کوٹنا (منجد) اور رفات بمعنی کوٹی ہوئی چیز۔ بوسیدہ (منجد) اور اس لفظ کا استعمال بوسیدگی کی وجہ سے چورا چورا ہونے پر ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۱۷/۴۹)
اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔

۶۔ بَسّ: بمعنی پتھروں کا ریزہ ریزہ ہونا (مف) اور صاحب مقاییس اللغۃ کے نزدیک اس کے بنیادی معنی دو ہیں۔ (۱) کسی چیز کا چورا کرنا اور (۲) اُسے کسی دوسری چیز میں ملا دینا۔ قرآن کریم سے ان دونوں معنوں کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (۵۶/۵-۶)
اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر غبار بن کر اُڑنے لگیں۔

۷۔ دَكًّا: دَكَّ کے بنیادی معنی دو ہیں (۱) کوٹنا اور پھر (۲) اسے ہموار کر دینا (م ل) یعنی کسی چیز کو کوٹ کر اور ریزہ ریزہ کر کے اسے زمین کے برابر کر دینا (مف) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا (۷/۱۴۳) — پھر جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر نمودار ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر کے پیوندِ خاک بنا دیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ (۱۸/۹۸) — پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس (سدِ ذوالقرنین) کو ڈھا کر پیوندِ خاک بنا دے گا۔

ماحصل: (۱) هشیم: ہر قسم کی نباتات کا خشک چورا۔ بھُس۔

(۲) حُطَام: خشک نباتات۔ وہ چُورا جو روندے اور کچلے جانے سے بنا ہو۔

(۳) غثاء: خس و خاشاک۔ کوڑا کرکٹ۔

(۴) هباء: گرد و غبار۔ ہر چیز کے اڑتے پھرتے ذرات۔

(۵) رفات: بوسیدگی کی بنا پر کسی چیز کا چُورا چُورا ہونا۔

(۶) بَسّ: پتھر یا کسی سخت چیز کا چُورا چُورا ہونا۔

(۷) دکاء: کسی چیز کا چُورا چورا ہو کر زمین بوس ہو جانا۔

۲۱—— چوری کرنا

کے لیے سَرَقَ اور اِسْتَرَقَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سرق: چوری کرنا معروف لفظ ہے۔ یعنی کسی دوسرے کی مملوکہ چیز جو محفوظ جگہ پر ہو اسے خفیہ طور پر لے لینا۔ ارشادِ باری ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (۵/۳۸) — چور مرد ہو خواہ عورت، ان کے ہاتھ کاٹ دو۔

اور اِسْتَرَقَ بمعنی چوری کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اور اِسْتَرَقُ السَّمْعَ بمعنی کان لگا کر چوری چھپے باتیں سننا۔ ارشادِ باری ہے:

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۵/۱۸) — ہاں اگر کوئی شیطان چوری چھپے سننا چاہے تو چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔

۲۔ غَلَّ: بمعنی کوئی چیز چوری چھپے پکڑ کر اپنے سامان میں رکھ لینا (منجد۔ م ق) یہ دراصل چوری اور خیانت کی ملی جلی شکل ہے۔ اس لیے اس لفظ کا ترجمہ چوری کرنا بھی کیا جاتا ہے اور خیانت کرنا بھی۔ مثلاً مشترکہ مالِ غنیمت سے کوئی چیز اٹھا کر لے لینا جو چوری کی شرائط پورا نہیں کرتی۔ وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ — اور جو کوئی چھپائے گا آئے گا قیامت کے دن ساتھ

اَلْقِیٰمَةِ (۳/۱۶۱) — اس کے جو چھپائی اس نے۔ (عثمانیؒ) اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے روبرو) لاکر حاضر کرنی ہوگی (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) سرق۔ چوری کرنا مفہوم عام ہے۔ (۲) غلّ: چوری اور خیانت کی ملی جلی شکل۔

۲۲۔ چوکیدار

کے لیے حَرَسٌ، رَصَدٌ اور مُعَقِّبٰتٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَرَسٌ: بمعنی حفاظت میں لینا۔ حراست میں لینا۔ پہرہ لگانا۔ ملزم کی نگرانی کرنا۔ ابن الفارس کے نزدیک حرس میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) حفاظت (۲) زمانہ (م۔ل) یعنی کچھ مدت کے لیے نگرانی کرنا۔ اور حرس الملک بمعنی شاہی محافظ۔ باڈی گارڈ (منجد) قرآن میں ہے:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۷۲/۸) — اور ہم (جنوں) نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا پایا۔

۲۔ رَصَدٌ: بمعنی تاک میں بیٹھنا۔ گھات لگا کے بیٹھنا۔ اور مرصاد بمعنی گھات میں بیٹھنے کی جگہ اور رَاصِدٌ بمعنی گھات میں بیٹھنے والا (ج رُصَّدٌ اور رَصَدٌ) قرآن میں ہے:

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (۷۲/۲۷) — ہاں جس پیغمبر کو چاہے اسے غیب کی خبریں بتا دیتا اور اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار لگا دیتا ہے۔

۳۔ مُعَقِّبٌ: عَقَّبَ بمعنی پیچھے آنا۔ پیچھے چلنا (منجد) اور مُعَقِّبَات بمعنی پیچھے پیچھے چلنے والے۔ نگران۔ محافظ۔ پہرے دار۔ چوکیدار۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (۱۳/۱۱) — اس کے آگے اور پیچھے خدا کے چوکیدار ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) حرس۔ کسی کی معین مدت تک نگرانی اور حفاظت کرنے والا چوکیدار۔
(۲) رَصَدٌ: گھات میں بیٹھا ہوا چوکیدار کہ کب شکار آئے اور ہاتھوں ہاتھ لے۔
(۳) مُعَقِّبٰتٌ: ساتھ ساتھ رہ کر حفاظت کرنے اور تکالیف سے بچانے والے نگران یا چوکیدار۔

۲۳۔ چھپنا (غائب ہونا)

کے لیے قرآن کریم میں غَابَ (غیب) اَفَلَ، غَرَبَ، عَزَبَ، وَقَبَ، بَطَنَ، تَوَارٰی (وری) خَفِیَ اور کَنَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ غَابَ: کا لفظ عام ہے۔ غَیْبٌ اوجھل چیز کو کہتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ کسی وجہ سے یا کسی وقت نظروں سے غائب ہو جائے (م۔ل) اس کے لیے اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ اس کی ضد حَضَرَ

ہے۔ البتہ صاحب فقہ اللغتہ کے نزدیک ہر وُہ چیز غائب ہے جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو۔ لیکن دل میں اس کا تصور جمایا جاسکتا ہو (فل ۱۶) قرآن میں ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۲۷/۷۵) — آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں مگر وہ کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ اَفَلَ: اجرام فلکی (مثلاً سورج، چاند، ستارے) کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ (۶/۷۸) — پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ کہنے لگے یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وُہ بھی ڈوب گیا۔

۳۔ غَرَبَ: یہ لفظ سورج کے چھپنے یا ڈوبنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (جیسے شرق نکلنے کے لیے اور طَلَعَ میں سورج سمیت سب سیارے شامل ہیں) (مف) قرآن میں ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۷) — اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو گے کہ (دھوپ) ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے۔

۴۔ عَزَبَ: دُور نکل جانے کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا۔ اور عازب اس آدمی کو کہتے ہیں جو گھاس کی تلاش میں اہل وعیال سے دُور نکل جائے (مف) اور عَزَّبَ بمعنی دیر تک غائب رہنا (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ (۱۰/۶۱) — اور تیرے رب سے ذرہ بھر چیز بھی اوجھل نہیں رہ سکتی۔

۵۔ وَقَبَ: بمعنی کسی گڑھے میں اتر کر غائب ہو جانا۔ سورج کے غروب ہونے کے لیے وَقَبَتِ الشَّمس کا محاورہ ہے۔ اور وقب الظلام اندھیرا پھیل جانے کو کہتے ہیں (مف) اَلْوَقْب بمعنی پتھر کا گڑھا جس میں پانی جمع ہو جائے۔ اور وَقَبَ گڑھے میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۱۱۳/۳) — اور شبِ تاریک کی بُرائی سے، جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔

۶۔ بَطَنَ: بطن بمعنی پیٹ یا کسی چیز کا اندرونی حصہ ہے۔ اور اندرونی حصہ چونکہ مکمل طور پر پوشیدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بَطَنَ کا استعمال کسی چیز کے مکمل طور پر پوشیدہ ہونے پر ہوتا ہے اور اس کی ضد ظَهَرَ ہے۔ (مف) قرآن میں ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۷/۳۳) — آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ہر طرح کی بے حیائیاں وُہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ سب حرام کر دی ہیں۔

۷۔ تَوَارٰی: وری بمعنی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ اور یتواری بمعنی کسی حقیقت سے شکست خوردہ ہو کر خود دوسرے لوگوں سے چھپتے پھرنا (مف) قرآن میں ہے:

يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (۱۶/۵۹) — وُہ اپنی قوم سے (لڑکی پیدا ہونے کی) خبر سے ناگواری کی وجہ سے چُھپتا پھرتا ہے۔

۸۔ خفی: (ضد بدا اور علن) کسی بات یا کسی چیز کا دوسروں سے پوشیدہ ہونا۔ اس لفظ میں غاب سے بھی زیادہ عمومیت ہے (مف) یعنی ایسی چیز کا چھپے رہنا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (۳/۵) — زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی اللہ سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

۹۔ کَنَّ: کِنّ بمعنی محفوظ مقام یا پہاڑ کے اندر کوئی کھوہ جہاں انسان پناہ لے سکے۔ اور اس کی جمع اَکْنَان اور اَکِنَّة ہے اور کَنَّ کے معنی کسی چیز کا کسی محفوظ مقام میں پوشیدہ ہونا ہے جو عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہو (مف۔ منجد) قرآن میں ہے:

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (۳۷/۴۹) — وُہ (جنّت کی حوریں) ایسی ہیں جیسے انڈے کسی محفوظ جگہ رکھے ہوں۔

ماحصل: (۱) غَابَ: کسی چیز کا حواس خمسہ کی دسترس سے باہر ہونا۔
(۲) اَفَلَ: اجرام فلکی کا چھپنا۔
(۳) غَرَبَ: سورج کا چھپنا۔
(۴) عَزَبَ: دُور نکل جانے کی وجہ سے غائب ہونا۔
(۵) وَقَبَ: گڑھے میں اتر کر غائب ہونا۔
(۶) بَطَنَ: مکمل طور پر پوشیدہ ہونا۔
(۷) یتوارٰی: کسی حقیقت سے فرار اختیار کرتے ہوئے خود دُوسروں سے چھپتے پھرنا۔
(۸) خَفِی: یہ لفظ غَابَ سے بھی زیادہ عام ہے۔
(۹) کَنَّ: کسی محفوظ مقام میں چھپنا۔

۲۴ — چھپانا

کے لیے کَتَمَ، اَوْرٰی اور وارٰی، اکنّ، اخفی، اَسَرَّ اور خَبَءَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ کَتَمَ: دانستہ طور پر کوئی بات دل میں چھپائے رکھنا۔ (فق ل ۲۳۷) کسی حق بات، ایمان اور شہادت کے چھپانے کے لیے عمومًا یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ضد اَبْدٰا (ابدا) ہے اب ان کی مثالیں دیکھیے:

(۱) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (۲/۱۴۰) — اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب اللہ میں) موجود ہے چھپائے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ (۲/۱۵۹) — وُہ لوگ جو ہمارے نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں۔

(۳) وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ — اور فرعون والوں میں ایک مومن آدمی نے جو اپنے ایمان

یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ (۴۰/۲۸)	کو چھپائے رکھے تھا۔ کہنے لگا۔

۲۔ وَارٰی: وَرٰی بنیادی طور پر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) آگ سلگانا یا آگ نکالنا۔ کہتے ہیں وری الزند۔ اس نے چقماق سے آگ نکالی۔ اور (۲) کسی حقیقت پر پردہ ڈالنا۔ یہاں صرف دوسرا معنی زیر بحث ہے۔ قرآن میں ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا (۷/۲۰)	پھر شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کے ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں انہیں ظاہر کر دے۔

اور وَارٰی یُوَارِیْ کے معنی کسی حقیقت کو کسی اوٹ یا آڑ کے پیچھے کرکے دوسروں کی نظروں سے اوجھل کر دینا ہے (مف) قرآن میں ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ۔ (۵/۳۱)	تب اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کو کریدنے لگا تاکہ اسے (قابیل کو) دکھلائے کہ وہ کیسے اپنے بھائی کی لاش چھپا سکتا ہے۔

۳۔ اَکَنَّ: اس کے مادہ میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) چھپانا اور (۲) حفاظت (م۔ل) یا یوں کہیے کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے کسی محفوظ جگہ میں چھپانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (فق ل ۲۳۸) خواہ کسی بات کو دل میں چھپایا جائے یا کسی چیز کو کسی اور جگہ چھپایا جائے۔ کِنّ بمعنی پہاڑ میں کوئی کھوہ یا چھوٹی سی غار ہے جہاں پناہ مل سکے اور اس کی جمع اکنان ہے اور اکنّۃ ایسے پردے، آڑ یا اوٹ کو کہتے ہیں جس کی موجودگی میں کوئی چیز آگے نہ جا سکے یا اندر داخل نہ ہو سکے۔ جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (۶/۲۵)	اور ہم نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیے کہ وہ (حقیقت کو) سمجھ ہی نہ سکیں۔

اور اَکَنَّ کا لفظ قرآن میں بالعموم معنوی طور پر استعمال ہوا ہے (ضد عَلَنَ) جیسے فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ (۲/۲۳۵)	تم عورتوں کو نکاح کا پیغام کنایۃً بھیج دو یا اپنے دل میں چھپائے رکھو تم پر کچھ گناہ نہیں!

اور اسی محفوظ مقام کے لیے قرآن میں نفوس، نفس، صدور اور قلوب کے الفاظ عموماً استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ اَسَرَّ: سِرّ کے معنی راز کی بات اور اس کی جمع اسرار ہے۔ اور اَسَرَّ کے معنی کسی راز کی بات کو دل میں چھپانا۔ خواہ وہ کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محض از راہِ مصلحت چھپائی جا رہی ہو۔ اس کی ضد جھر بھی ہے اور عَلَن بھی۔ اور سَارَّ کے معنی کانا پھوسی کرنا یا ایک دوسرے سے راز کی باتیں کرنا ہے (منجد) قرآن میں یہ لفظ ظاہری اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوا ہے جیسے فرمایا:

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۲/۱۹) — وُہ بولا زہے قسمت! یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے پھر ان قافلہ والوں نے اس کو سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔

(۲) وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا (۶۶/۳) — اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کہی۔

۵۔ اَخْفٰی: خفی اس کا استعمال عام ہے۔ کوئی بات یا خیال دل میں چھپایا جائے یا کوئی چیز کسی اور جگہ اس میں کوئی حقیقت یا مصلحت ہو یا نہ ہو۔ ظاہری معنوی دونوں طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کی ضد بَدَا بھی، عَلَنَ بھی۔ اور جَلِیَ (جلو) بھی۔ اور معنوی لحاظ سے اس میں سِرّ سے بھی زیادہ عمومیت ہے کیونکہ سرّ کسی بات کے چھپانے تک محدود ہے جبکہ خفی میں تخیلات اور وساوس بھی شامل ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۲۰/۷) — بلاشبہ وُہ چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔

۶۔ خَبَءَ، خَبَأَ بمعنی کسی چیز کو چھپا رکھنا۔ اور خَابَأَ بمعنی کسی سے چلیستان اور پہیلی کہنا۔ اور اِخْتَبَأَ لَهٗ خَبِيْئًا کسی سے کوئی چیز چھپا کر اس کے متعلق اس سے سوال کرنا (منجد) اور خَبْءٌ بمعنی پوشیدہ اور مخفی خزانہ (مف) خَبْءُ الْاَرْضِ بمعنی زمین کی نباتات۔ قوتِ روئیدگی۔ اور خَبْءُ السَّمَاءِ بمعنی بارش۔ اور اَخْرَجَ خَبْءَ السَّمَاءِ خَبْءَ الْاَرْضِ بمعنی آسمان کی بارش نے زمین پر روئیدگی پیدا کی۔ ظاہر کی اور پودوں کو اُگایا (منجد) ارشادِ باری ہے:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۲۷/۲۵) — وُہ اس اللہ تعالیٰ کو کیوں سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔

ماحصل: (۱) کَتَمَ: شہادت، ایمان اور حق بات کو دانستہ طور پر چھپانے کے لیے عموماً استعمال ہوتا ہے۔

(۲) وارٰی: کسی حقیقت کو لوگوں سے چھپانے کے لیے استعمال مادی طور پر ہوتا ہے۔

(۳) اکن: کسی بات یا چیز کو کسی محفوظ جگہ چھپانے کے لیے۔

(۴) اسرّ: کسی راز کی بات کو ازراہِ مصلحت چھپانے کے لیے۔

(۵) اَخْفٰی: سر سے ابلغ تخیلات اور وساوس تک کو چھپانے کے لیے آتا ہے۔

(۶) خَبْءٌ: پوشیدہ اور مخفی خزانے۔

۲۵— چھت

کے لیے عَرْش، سَقْف اور بِنَاء کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ عرش: عَرَشَ يَعْرِشُ بمعنی لکڑی کا مکان بنانا۔ مکان پر لکڑیاں مثلاً شہتیر کڑیوں کی

چھت ڈالنا۔ اور انگور کی بیل ٹٹی پر چڑھانا وغیرہ ہیں۔ اور عرش کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں (۱) تختِ شاہی (۲) چھت میں استعمال ہونے والی لکڑیاں (منجد) پھر یہ لفظ کمرہ کی چھت۔ خیمہ، سائبان اور ہر وہ شے جو سایہ کرے، کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (م۔ل) قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چھت اور اس کی لکڑیوں کے لیے مثال ملاحظہ فرمائیے:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲/۲۵۹)	یا اس شخص (عزیرؑ) کی طرح جو ایک ایسی بستی پر سے گزرے جو اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی۔

اور تخت کی مثال تخت میں دیکھیے۔

۲۔ سَقْف: چھت کا اندرونی حصہ جو کمرہ کے اندر سے نظر آتا ہے (CEILING) یا آسمانِ خانہ (م ل) جمع سُقُف قرآن میں ہے:

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ (۱۶/۲۶)	پھر اُن پر اوپر سے چھت آ گری۔

۳۔ بِنَاء: بمعنی تعمیر، کوئی تعمیر شدہ عمارت اور عمارت کے ہر حصّہ کو بھی بناء کہہ سکتے ہیں خواہ وہ بنیاد ہو یا دیوار ہو یا چھت ہو یا پوری عمارت ہو۔ اور جب فرش کے مقابلہ پر بناء کا لفظ استعمال ہو تو اس کا معنی چھت ہی ہو گا کیونکہ بناء کا لفظ کسی تعمیر کی بلندی پر بھی دلالت کرتا ہے (م ل) قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (۲/۲۲)	وُہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔

ماحصل: (۱) عَرْش، پُوری چھت کو بھی اور اس کی لکڑیوں کو بھی کہتے ہیں۔ (۲) سَقْف: چھت کا اندرونی حصّہ اور (۳) بِنَاء: فرش کے مقابلہ پر چھت کے معنوں میں مخصوص ہو جاتا ہے۔

۲۶ — چھوڑنا

کے لیے تَرَكَ، هَجَرَ، عَطَّلَ، خَلّٰى (خلو) يَذَرُ (وذر)، وَدَعَ اور غَادَرَ (غدر) کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ تَرَكَ: یہ لفظ عام ہے۔ یعنی کسی چیز کو چھوڑنا، ارادتاً ہو یا بلا ارادہ۔ اختیاری ہو یا اضطراری (مف)۔ ہر مقام پر اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (۲/۱۸۰)	اگر (کوئی شخص مرتے وقت) مال چھوڑے گا تو والدین اور اقرباء کے لیے وصیت ہے۔

یہ صورت اضطراری ہوئی۔ اب اختیاری یا ارادتاً کی مثال دیکھیے:

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا (۱۲/۱۷)	اور ہم یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔

۲۔ هَجَرَ: ایک انسان کا دوسرے انسان یا انسانوں سے تعلقات منقطع کرنے کے لیے آتا ہے (م ل)

ارشادِ باری ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا (۷۳/۱۰) — اور جو کچھ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور بھلے طریقے سے ان سے الگ ہو جائیے۔

پھر لوگوں سے تعلقات ختم کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس علاقہ کو ہی ترک کر دیا جائے۔ اس صورت میں ہجرت کے معنی ترک وطن ہوں گے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (۲/۲۱۸) — اور وہ جنھوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

۳۔ عَطَّلَ: کسی چیز کو بے کار چھوڑ دینا۔ کسی مزدور کو بے کار کر دینا۔ (مف) تعطیل بمعنی کام سے چھٹی کا وقت۔ اور مُعَطَّل ایسے ملازم کو کہتے ہیں جو ابھی ملازمت میں ہو مگر اسے کام سے روک دیا گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (۸۱/۴) — اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھریں۔

اور بِئْرٌ مُّعَطَّلَةٌ (۲۲/۴۵) ایسے کنویں کو کہتے ہیں جو برباد، ویران یا غیر آباد ہو۔

۴۔ خَلّٰی (خلو) خَلَا بمعنی خالی ہونا۔ زمان و مکان دونوں صورتوں میں مستعمل ہے۔ خلوت بمعنی تنہائی۔ اور خلا الٰی بعض بمعنی کسی سے تنہائی میں ملاقات کرنا ہے۔ اور خَلّٰی بمعنی کسی کو تنہا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا ہے۔ یعنی کسی کو خالی جگہ میں چھوڑ دینا۔ آزادی دینا اور گرفت نہ کرنا کے معنی میں آتا ہے (مف) خَلّٰی سَبِیْلًا محاورہ ہے جو کسی پر گرفت نہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ (۹/۵) — پھر اگر وہ (منافق) توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (یعنی ان پر گرفت نہ کرو)

۵۔ یَذَرُ (وذر) افعالِ ناقصہ سے ہے۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے ماضی استعمال نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دینا (م۔ق) جیسے ارشادِ باری ہے:

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا (۶/۷۰) — اور جن لوگوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے انہیں چھوڑ دو (ان سے کچھ غرض نہ رکھو)۔

(۲) کسی کام کے کرنے پر مخاطب کو کسی اعتراض یا مداخلت کی اجازت نہ دینا۔ انگریزی میں اس کا متبادل لفظ LET ہے۔ اور ذَرْنِیْ کے معنی (LET ME DO THIS) ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا (۷۴/۱۱) — مجھے چھوڑیئے اور جسے میں نے پیدا کیا۔

کا مطلب یہ ہوگا کہ میں جانوں اور وہ۔ آپ اس معاملہ میں نہ آئیں۔

۶۔ دَعْ: یہ بھی فعل ناقص ہے جس کا صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ ماضی نہیں آتا۔ اور اس کے

معنی ہیں کسی چیز کو پرسکون طریقے سے چھوڑ دینا (مف) ارشادِ باری ہے:

وَدَعْ اَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳۳/۴۸) آپ ان کی ایذا کا خیال چھوڑیئے اور اللہ پر توکل کیجئے!

اور وَدَّعَ کے معنی مسافر کو الوداع کہنا یا ہنسی خوشی اور عزت و وقار سے رخصت کرنا ہے (مف) جس میں خود الگ ہونے اور اسے چھوڑ دینے کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (۹۳/۳) تیرے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑ دیا ہے اور نہ ہی ناراض ہوا ہے۔

۷۔ غَادَرَ: غَدَرَ کا لفظ عہد شکنی اور بے وفائی کے لیے مستعمل ہے۔ اور غدار بمعنی بے وفا اور عہد شکن (مف) (ضد وفی) اور غَادَرَ بمعنی کسی چیز میں خلل واقع ہونے کی بنا پر اسے چھوڑ دینا، یا باقی چھوڑنا (مف) قرآن میں ہے:

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (۱۸/۴۷) ہم انہیں اکٹھا کریں گے تو ان میں کسی کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔

یعنی کسی شخص کے اعمال خواہ کیسے ہوں اسے باقی نہیں چھوڑا جائے گا ـــــ دوسرے مقام پر ہے:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰهَا (۱۸/۵۰) کیا بات ہے کہ اس کتاب (اعمال نامہ) نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر اس کا ریکارڈ رکھا ہے۔

ماحصل: (۱) تَرَكَ کا استعمال عام ہے۔
(۲) هَجَرَ: تعلقات یا وطن چھوڑنا۔
(۳) عَطَّلَ: کسی کو بیکار چھوڑنا۔
(۴) خَلَّا سَبِيْلًا: کسی کا راستہ چھوڑ دینا گرفت کرنا
(۵) يَذَرُ: کسی چیز کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا۔
(۶) دَعْ: کسی کو پرسکون طریقے پر چھوڑنا۔
(۷) غَادَرَ: کسی کو کسی خرابی کی بناء پر چھوڑنا۔

۲۷ ـــــ چھڑانا

کے لیے قرآن میں فَكَّ، اَنْقَذَ اور اِسْتَنْقَذَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَكَّ: بمعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے چھڑانا یا آزاد کرانا ہے۔ فك الرّهن کے معنی کسی گروی چیز کو چھڑانا۔ اور فك الاسير کے معنی کسی جنگی قیدی کو آزاد کرانا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ـ فَكُّ رَقَبَةٍ ـ (۹۰/۱۳) اور آپ کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گھاٹی گردن (غلام) کو چھڑانا ہے۔

۲۔ اَنْقَذَ: بمعنی کسی شخص کو کسی مصیبت یا سزا سے چھڑانا، بچانا یا نجات دلانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ (۳۹/۱۹) کیا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہے

اور اِسْتَنْقَذَ کسی چیز کو پوری کوشش اور خواہش سے چھڑانا۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ اور اگر (معبودانِ باطل پیر دفقیر) سے مکھی اگر کوئی چیز چھین لے جائے تو (کوشش کے باوجود) اسے چھڑا نہیں سکتے

وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲/۷۳) طالب و مطلوب دونوں ایک جیسے کمزور ہیں۔

ماحصل: کسی کے قبضہ سے چھڑانے کے لیے فَكّ اور کسی کو مصیبت سے چھڑانے یا بچانے کے لیے انقذ آتا ہے۔

۲۸ ـــــ چھونا

کے لیے قرآن میں مَسّ، لَمَسَ اور طَمَثَ کے الفاظ آئے ہیں۔

یہ تینوں الفاظ کنایۃً مرد اور عورت کی مجامعت کے لیے بھی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً دیکھیے:

(۱) مَسّ: قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (۳/۴۷) مریم نے کہا، پروردگار! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جبکہ کسی انسان نے مجھے چھوا تک نہیں۔

(۲) لَمَسَ: اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۴/۴۳) یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو (ہم بستر ہوئے ہوں) پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

(۳) طَمَثَ: یہ لفظ پہلی دفعہ کی مجامعت کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۵۵/۵۶) ان (حوروں) کو اس سے پیشتر کسی جن یا انسان نے نہ چھوا ہوگا۔

مگر لغوی اعتبار سے یہ تینوں الگ الگ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ مَسّ: جسم کے کسی حصے کے ساتھ کسی چیز کا لگنا (مف) یہ لفظ اس معنی میں بھی قرآن میں آیا ہے۔ مثلاً

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ (۲۱/۸۳) اور ایوبؑ جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (۲/۸۰) اور یہود کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔

۲۔ لَمَسَ: ہاتھ یا انگلیوں سے کسی چیز کو چھونا یا ٹٹولنا۔ خواہ مطلوبہ چیز ملے یا نہ ملے (مف) یہ لفظ ان معنی میں بھی قرآن میں مستعمل ہے۔ مثلاً:

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا (۷۲/۸) اور (جنوں نے کہا کہ) ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

۳۔ طمث: طمث بمعنی حیض کا خون (ف ل ۱۱۵) اور طَمَثَ يَطْمِثُ کے معنی عورت کا حیض والی ہونا بھی ہے (منجد) اور مرد کا عورت کے پردۂ بکارت کو زائل کرنا بھی (مف) گویا یہ لفظ مجامعت کے معنوں میں پہلی بار کی مجامعت سے مخصوص ہے اور پہلے دو معنوں میں یہ لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ نیز دیکھیے "مجامعت کرنا"

۲۹ ـــــ چھیننا یا چھین لینا

کے لیے سَلَبَ، غَصَبَ، نَيْلَ اور خَطِفَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَلَبَ: کسی چیز کو کسی دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ (منجد) دیکھتے دیکھتے کسی چیز کو اُڑا لینا یا اُٹھا لینا خواہ لینے والا کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (۲۲/۷۳) — اگر مکھی ان سے کوئی چھین لے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہ سکیں۔

۲۔ غَصَبَ: کوئی چیز ظلم، زیادتی، زبردستی یا مکر و فریب سے چھین لینا (منجد) لیکن مکر و فریب سے کسی چیز کو ہتھیا لینے یا چھین لینے کے لیے الگ لفظ غبن بھی ہے (م۔ق) لہٰذا غصب کے یہی معنی زیادہ صحیح ہیں جو امام راغب نے بیان کیے ہیں۔ یعنی کسی طاقتور کا کسی کمزور کی چیز پر ظلم اور زیادتی سے زبردستی قبضہ جما لینا (مف) قرآن میں ہے:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (۱۸/۷۹) — اور ان کے پرے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

۳۔ نَالَ: نیل۔ بمعنی ہر وہ چیز جسے انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ سکے اور وہ اس کو مرغوب بھی ہو۔ یا جو چیز اس کی دسترس میں ہو (مف) یعنی کسی چیز کا ہاتھ لگ جانا یا مل جانا۔ قرآن میں ہے:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (۳۳/۲۵) — اور جو کافر تھے تو اللہ نے انہیں پھیر دیا۔ وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے۔

پھر اس لفظ کے معانی میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور یہ لفظ مراد کو پہنچنے اور محض پہنچنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے ارشادِ باری ہے:

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲/۱۲۴) — میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

اور دوسری طرف یہ وسعت پیدا ہوئی کہ یہ لفظ چھیننے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا جیسے قرآن میں ہے:

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا (۹/۱۲۰) — اور وہ دشمن سے کوئی چیز نہیں چھینتے۔

۴۔ خَطِفَ: تیز رفتاری یا تیزی سے کوئی چیز اُڑا کر چلتے بننا (مف۔ فل) جھپٹ لینا۔ اُچک لینا۔ قرآن میں ہے:

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲/۲۰) — قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) اُن کی آنکھوں (کی بصارت) کو اُچک لے جائے۔

ماحصل: (۱) سلب: کسی چیز کو دوسرے سے زبردستی لے لینا۔ عام۔

(۲) غصب: کسی طاقتور کا کمزور کی چیز پر زبردستی قبضہ جما لینا۔

(۳) نیل: کسی مرغوب چیز کا چھین لینا جس پر دسترس بھی ہو۔

(۴) خطف: تیز رفتاری اور تیزی سے کوئی چیز اڑا لینا۔ اچک لینا۔

<u>چیخنا</u> کے لیے دیکھیے "چلانا" اور "آواز"

<u>چیرنا</u> کے لیے قَدَّ اور مَخَرَ۔ فَطَرَ کے الفاظ آئے ہیں تفصیل "پھاڑنا" میں دیکھیے۔

۱۔ حاجت

کے لیے حَاجَت (حوج)، مَآرِبُ (ارب) اور وَطَرٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَاجَة: الحوج بمعنی احتیاج اور فقر و فاقہ (منجد) ایسی ضرورت یا خواہش جس کے پورا نہ ہونے پر دل میں تنگی اور گھٹن محسوس ہو۔ قرآن میں ہے:

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا (۱۲/۶۸)
اور یہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔ وہ تو محض یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا (۵۹/۹)
اور جو کچھ انہیں ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے (جالندھری)

یعنی اتنا کم ملنے پر بھی صابر و شاکر ہیں اور دل میں کچھ تنگی اور گھٹن محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ مَآرِب: (اَرَبٌ) اَرَب اور اِرب ایسی ضرورت کو کہتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنی پڑے۔ قرآن میں ہے:

غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ (۲۴/۳۱)
یعنی ایسے خادم مرد جنہیں ابھی (نکاح) کی ضرورت نہ ہو۔

اور مَآرِب، مارِبَة کی جمع ہے جس کے معنی کسی حاجت یا ضرورت کا تکمیل پذیر ہونا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (۲۰/۱۸)
موسیٰؑ نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ (یعنی اور بھی حاجتیں پوری ہوتی ہیں)

۳۔ وَطَر: بمعنی (۱) حاجت، مطلوب (منجد) (۲) ہمبستری، شہوت (م۔ق) اور اس کی جمع اوطار ہے قرآن میں یہ صرف دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳/۳۷)
پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا۔

ماحصل: (۱) حاجۃ: ایسی ضرورت جس کے پُورا نہ ہونے پر دل میں تنگی محسوس ہو۔

(۲) مآرب: ایسی حاجتیں جو تکمیل پذیر ہو جائیں۔

(۳) وطر: حاجتِ جماع کے لیے یہ لفظ قرآن میں استعمال ہوا ہے لیکن اس کے معنی میں وسعت ہے۔

۲ــــ حاضر ہونا

کے لیے حَضَرَ، شَھِدَ اور عَتَدَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَضَرَ: غَابَ کی ضد ہے۔ حَضَرَ بمعنی کسی چیز کا آ موجود ہونا (مف) سامنے آ جانا۔ قرآن میں ہے:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا (۴۶/۲۹) تو جب وہ جن اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔

۲۔ شَھِدَ: یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر موضوع سے متعلق مندرجہ ذیل دو معنی ہیں۔

(۱) حاضر ہونا۔ جیسے اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (۳۷/۱۵۰) یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وُہ اس وقت موجود تھے۔

(۲) حاضر ہونا اور کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ پھر اسے قاضی کے سامنے بیان کرنا (فق ل ۳۰) یہ بمعنی شہادت ہے۔ جیسے:

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (۲/۲۸۲) گواہ (گواہی دینے سے) انکار نہ کریں جبکہ انہیں طلب کیا جائے۔

۳۔ عَتِیْد: عَتَدَ کے معنی تیار ہونا۔ اور اَعْتَدَ بمعنی تیار کرنا۔ اور عَتِیْد بمعنی جو چیز پہلے سے ہی تیار اور موجود ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (۵۰/۲۳) اور اس کا ہمنشین (فرشتہ) کہے گا کہ یہ (اعمال نامہ) میرے پاس حاضر ہے۔

نیز دیکھیے ــــ "تیار ہونا"

ماحصل: (۱) حَضَرَ: بمعنی آموجود ہونا۔

(۲) شَھِدَ: موجود ہونا۔ دیکھنا اور بیان کرنا۔

(۳) عَتَدَ: کسی سامان کا پہلے ہی سے تیار، موجود یا حاضر ہونا۔

۳ــــ حال ــ حالت

کے لیے بَالٌ (بول)، خَطْبٌ، دَابٌ اور طَوْرٌ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ بَالٌ: بمعنی موجودہ حال یا حالت۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ (۲۰/۵۲) فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا "پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟" کہا ان کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

۲۔ خَطْب: عمل۔ حالت معاملہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عام طور پر بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لیے استعمال ہوتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ۔ — حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے کہا، تمہارا کیا مدعا ہے؟

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔ — فرشتوں نے کہا، ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

(۵۱/۳۱-۳۲)

۳۔ دَاْب: بمعنی مسلسل چلتے رہنا۔ عادتِ مستمرہ۔ عادات واطوار۔ چال ڈھال (م-ل) قرآن میں ہے:

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۳/۱۱) — (اُن کا حال بھی فرعون والوں کے حال جیسا ہے۔

۴۔ طَوْر: بمعنی اندازہ۔ حد۔ ہیئت۔ حال۔ باری۔ اور اَلنَّاسُ اَطْوَارٌ بمعنی آدمی کئی قسم کے ہیں (منجد) اور تَطَوَّرَ بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔ گویا طَوْر ایسی حالت یا ہیئت کو کہتے ہیں جو اندازہ کے مطابق کچھ مدت بعد تبدیلی چاہتی ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (۷۱/۱۴) — اور اللہ نے تم کو طرح طرح کی حالتوں سے پیدا کیا ہے۔

ماحصل: (۱) بَال: سوال کرتے وقت موجودہ حالت کے لیے۔

(۲) خَطْب: کسی ناپسندیدہ معاملہ کے بارہ میں پوچھنے کے لیے۔

(۳) دَاْب: عادات اور چال چلن کے لیے۔

(۴) طَوْر: ایک ہیئت کے بعد دوسری ہیئت کے لیے آتا ہے۔

۴۔۔۔ حاکم

کے لیے حَاكِم، اُولِی الْاَمْر اور قَوَّام کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ حَاكِم: حَكَمَ بمعنی المنع عن الظلم (م-ل) یعنی ایسا فیصلہ جس میں کسی کو دوسرے پر ظلم و زیادتی سے روکا جائے۔ اور حَكَّمَ بمعنی کسی کو منصف یا حاکم بنانا۔ اور تحاكم بمعنی کسی حاکم کے پاس اپنا مقدمہ فیصلہ کے لیے لے جانا۔ (منجد) گویا حاکم وہ شخص ہے جو لوگوں کے مقدمہ کا فیصلہ کرے اور ظالم کو ظلم سے روکے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (۴/۵۸) — اور (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ) جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

۲۔ اُولِی الْاَمْر: وَلِیُّ الْاَمْر کی جمع ہے۔ اور وَلّٰی بمعنی کسی کو کسی علاقہ کا حاکم، والی یا بادشاہ بنانا۔ گویا لغوی لحاظ سے اس لفظ کا اطلاق کسی ملک کی حکومت کی انتظامیہ پر ہوتا ہے۔ تاہم اس کا اطلاق عدلیہ کے حاکموں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اولی الامر بمعنی اربابِ بست وکشاد۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴/۵۹) — اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کی بھی۔

۴۔ قَوَّام: قام بمعنی کھڑا ہونا۔ اور اَقَامَ بمعنی ٹیڑھے کو سیدھا یا ایستادہ کرنا۔ اور قَوَّمَ بمعنی کسی چیز کی تعیین و تعدیل کرنا (منجد) اور قَوَّام یا قَیِّم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگرانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو (ف۔ ق) ارشادِ باری ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۴/۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ وہ اپنے اموال سے خرچ کرتے ہیں۔

ماحصل: (۱) حَاکِم بمعنی منصف۔ فیصلہ کرنے اور ظلم سے روکنے والا۔

(۲) اُولِی الْاَمْرِ، اربابِ حکومت۔ حکومت کے کارندے جن کا حکم چلتا ہو

(۳) قَوَّام: ہر وہ شخص جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کی تعدیل کا ذمہ دار ہو۔

۵۔ حد سے بڑھنا ___ زیادتی کرنا

کے لیے جَاوَزَ (جوز) اَسْرَفَ، بَغٰی، عَدٰی اور اِعْتَدٰی (عدو) فَرَّطَ، سَلَقَ، غَلَا (غلو) اور شَطَطَ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ جَاوَزَ: کسی خاص مقام یا مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا (منجد) راستہ طے کرتے کرتے پار چلے جانا اور جوز الطریق راستہ کے وسط کو کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸/۶۲)

جب وہ دونوں (اس مقام سے) آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، کھانا لاؤ۔ ہمیں اس سفر سے بہت تھکاوٹ ہوئی ہے۔

۲۔ اَسْرَفَ: کسی کام میں حدِ اعتدال سے آگے نکل جانا۔ کام کرتے وقت مقررہ حدود کی پرواہ نہ کرنا۔ سَرِفَ فِی الْاَمْرِ کے معنی کسی کام میں سستی یا غفلت کرنا کے ہیں۔ اور اَسْرَفَ کے معنی زیادتی کرنے کے۔ (م۔ ق) ارشادِ باری ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷/۳۱)

کھاؤ، پیو مگر بے جا نہ اُڑاؤ۔

۳۔ بغی: کسی چیز کی طلب اور خواہش کے حصول میں مناسب حد سے آگے نکل جانا (مف) اپنا حق انصاف سے کچھ زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اسی تناسب سے دوسرے کا حق دبانا۔ قرآن میں ہے:

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۳۸/۲۴)

اور اکثر شریک کار ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں۔

۴۔ عَدٰی اور اِعْتَدٰی: راہِ حق سے تجاوز کرنا۔ اللہ کے احکام و حدود کا خیال نہ رکھنا (مف۔ منجد)

اور عدوان بمعنی ظلم وزیادتی میں پہل کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا (۲/۲۲۹) یہ اللہ کے حدود (احکام) ہیں۔ ان سے آگے نہ بڑھو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ (۲/۱۷۳) پھر جو شخص لاچار ہو، وہ نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد (ضرورت) سے آگے نکل جانے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

یہاں بَاغٍ سے مراد یہ ہے کہ وہ فی الواقعہ اتنا ناچار نہ ہو کہ حرام کھانے پر مائل ہو جائے۔ مگر وہ یہ سمجھے کہ اتنا ناچار ہے۔ اور عَادٍ سے یہ مراد ہے کہ اگر تھوڑا سا حرام کھانے پر گزر ہو سکتی ہے تو زیادہ کھانا شروع کر دے۔

۵۔ فَرَطَ: پیش دستی ۔ آگے نکلنا۔ جلدی کرنا۔ پہل کرنا۔ فرط منه القول بلاسوچے سمجھے بات کہہ دینا (منجد) گویا یہ لفظ بلاسوچ سمجھے یا جلد بازی میں زیادتی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور فَرَّطَ کمی اور کوتاہی کرنے کے لیے (لغت اضداد) ارشادِ باری ہے:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۸/۲۸) اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا تھا۔

۶۔ سَلَقَ، دست درازی یا زبان درازی کرنا (مف) چڑھ چڑھ کے آنا (م۔ق) ہاتھ یا زبان سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔ قرآن میں ہے:

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (۳۳/۱۹) پھر جب (جنگ کا) خوف جاتا رہے تو (یہ منافقین) تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال کے حصول میں لالچ رکھیں۔

۷۔ غَلَا: بمعنی مہنگا ہونا۔ غَلَا السِّعْرُ بھاؤ چڑھ جانا۔ غلا السهم تیر کو انتہائی دور تک پھینکنا۔ غَلَا فِي الْاَمْرِ مبالغہ کرنا۔ حد سے بڑھنا۔ فرطِ عقیدت میں کسی کی قدر و منزلت میں حد سے آگے نکل جانا (مف) یعنی انتہا پسندی سے کام لینا۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (۴/۱۷۱) اے اہل کتاب دین کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح عیسٰی بن مریم (نہ خدا تھے نہ اس کے بیٹے بلکہ) وہ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے۔

۸۔ شَطَطًا: مبالغہ میں زیادتی کرنا۔ حد سے بہت آگے نکل جانا (منجد) جھوٹ بولنا اور اس میں غلو کرنا۔ (م۔ق) قرآن میں ہے:

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ ہم اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا تو)

قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا (۱۸/۱۴) — اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔

ماحصل: (۱) جَاوَزَ: مجوزہ مقام سے آگے نکل جانا۔
(۲) اَسْرَفَ: حدِ اعتدال سے آگے نکل جانا۔
(۳) بَغٰی: کسی خواہش کی تکمیل کے لیے تجاوز کر جانا۔
(۴) عَدٰی اور اِعْتَدٰی: راہِ حق اور احکامِ الٰہی سے تجاوز۔
(۵) فرط: بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے بڑھنا۔
(۶) سَلَقَ: ہاتھ اور زبان سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔
(۷) غَلَا: فرطِ عقیدت سے کسی کی قدر و منزلت میں حد سے بڑھنا۔ انتہا پسندی سے کام لینا۔
(۸) شَطَطًا: جھوٹ میں ایسا مبالغہ جسے عقل تسلیم نہ کرے۔

۶۔ حد سے کم کرنا

کے لیے فَرَّطَ اور قَصَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ فَرَّطَ: فرط کا لفظ لغت اضداد سے ہے۔ فَرَطَ کے معنی، جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔ بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے آگے نکل جانے یا زیادتی کرنے کے ہیں۔ اور فَرَّطَ کے معنی بلا سوچے سمجھے یا جلد بازی میں حد سے پیچھے رہ جانے یا کمی کرنے یا کوتاہی کرنے کے ہیں۔ قرآن میں ہے:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (۵۶/۳۹) — مبادا اس وقت کوئی نفس یہ کہنے لگے، ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کی۔

۲۔ قَصَرَ: مقررہ حد میں سے کچھ کم کر دینا یا کم رہ جانا۔ قَصَرَ السَّهْمُ بمعنی تیر کا نشانہ تک نہ پہنچنا۔ قصرالصلوٰۃ نماز پوری نہ پڑھنا بلکہ اس میں کچھ کم کر دینا۔ قَصَّرَ الشَّعْرَ بمعنی بالوں کا کچھ حصہ کتروا دینا اور قَصُرَ بمعنی چھوٹا ہونا (منجد) اسی سے قصور، تقصیر اور قاصر کے الفاظ ہماری زبان میں مشہور ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (۱۰۱/۴) — تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم نماز کم کر کے پڑھو۔

ماحصل: فَرَّطَ کا لفظ کسی کام کو صحیح طور پر سرانجام نہ دینے اور کوتاہی کرنے کے لیے آتا ہے جبکہ قصر کسی چیز کی مقدار میں کمی کے لیے آتا ہے۔

۷۔ حرام

کے لیے حَرَام اور سُحْت کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حرام: ایسی باتیں یا اشیا، جن سے شریعت نے سختی سے منع کر دیا ہو۔ صاحب مقائیس اللغۃ کے الفاظ میں اس کے معنی "المنع الشدید" ہے۔ یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً والدین کی نافرمانی بھی حرام۔

درندوں کا گوشت بھی حرام۔ اور سود بھی حرام اور مشرک پر جنت بھی حرام۔ اس کی ضد حلال ہے۔ یعنی وُہ چیزیں جن کے استعمال کی عام اجازت ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ (۲/۲۷۵) — اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام۔

۵۔ سُحت: سُحت کا لفظ کمائی اور مال سے مختص ہے۔ اور اس کا معنی ایسا رزق جو باعثِ ننگ و عار ہو۔ جیسے خنزیر یا کتے کی قیمت وغیرہ (فل ۱۲) ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت۔ حرام کی کمائی، رشوت وغیرہ۔ قرآن میں ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ۔ (۵/۴۲) — یہ یہود (جھوٹی باتیں بنانے کے لیے) جاسوسی کرنیوالے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔

۸۔ حصّہ

کے لیے جُزْء، زُلَف، حَظّ، خَلَاق، نَصِيْب، كِفْل اور بَعْض کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ جزء: کسی چیز کا حصّہ یا ٹکڑا (جمع اجزاء) بمعنی کسی چیز کے وُہ حصّے یا ٹکڑے جن سے مل کر وُہ چیز مکمل ہوتی یا ترکیب پاتی ہے (مف) قرآن میں ہے:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲/۲۶۰) — پھر ہر ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک حصّہ رکھ دے۔

۲۔ زُلَف: رات کا ابتدائی حصّہ یا پہلی گھڑیاں (ف۔ ل ۲۴) زُلَف کے بنیادی معنی مرتبہ اور قرب کے ہیں رات کے ابتدائی حصّہ کو زلف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ ساری رات کا نزدیکی اور قریب کا حصّہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (۱۱/۱۱۴) — دن کے دونوں سروں (صبح و شام) اور رات کی پہلی ساعات میں نماز قائم کیا کرو۔

۳۔ حَظّ: بمعنی خیر و فضل کا حصہ (م۔ ا) (فق ل ۱۲۵) اور بمعنی مالداری یا خوش قسمتی۔ سعادت (منجد) قرآن میں یہ لفظ ترکہ کے مقرّرہ حصوں کے لیے آیا ہے جو خیر و فضل اور مالداری سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور خوش قسمتی اور سعادت سے بھی۔ ارشادِ باری ہے:

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (۴/۱۱) — مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصّہ ہوگا۔

۴۔ خَلَاق: ہر طرح کی بھلائی کا معینہ حصّہ (م۔ ا) بھلائی کا بڑا حصّہ (منجد) (مف) (فق ل ۱۲۶) یعنی وُہ فضیلت جو انسان اپنے اخلاق سے حاصل کرتا ہے۔ اس حصّہ کا تعلق انسان کے اعمال سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا — پھر ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار!

وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲/۲۰۰) ہمیں دنیا میں عنایت کر۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔

۵۔ نَصِيْب: نَصَبَ بمعنی کسی چیز کو راسی سمت میں گاڑنا۔ اور نصیب بمعنی نشان کے طور پر راہ میں گاڑا ہوا پتھر۔ اور نَصِيْب سے مراد وہ معیّن حصّہ ہے جو قسمت کا لکھا ہو (مف) خواہ اس کا تعلق کسی محبوب چیز سے ہو یا مکروہ سے (فق ل ۱۲۵) ارشادِ باری ہے:

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (۲۸/۷۷) اور جو (مال) تم کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دُنیا سے (بھی) اپنا حصّہ نہ بھولیے۔

۶۔ كِفْل، بمعنی کفالت۔ ضمانت اور کِفْل بمعنی حصّہ اور کسی کام کا لازمی بدلہ خواہ اچھا ہو یا برا۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک دگنا ثواب یا دگنا گناہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (۴/۸۵) جو کوئی نیک بات کی سفارش کرے تو اسے اُس سے حصّہ ملے گا۔ اور جو شخص بُری بات کی سفارش کرے تو اُسے اس سے حصّہ ملے گا۔

۷۔ بَعْض: بمعنی حصّہ۔ ٹکڑا۔ یہ کسی کُل کے جزو کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا (۲/۷۳) تو ہم نے کہا کہ اس (ذبح شدہ گائے) کا ایک ٹکڑا (حصّہ) دوسرے پر مارو۔

اور اگر کل کئی مستقل چیزوں کا مجموعہ ہو تو بعض کا لفظ فرد کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے بعض النّاس بمعنی کوئی ایک آدمی بعض اللیالی بمعنی راتوں میں سے کوئی ایک رات۔ ارشادِ باری ہے:

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (۲/۳۶) تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

علاوہ ازیں اس لفظ کا استعمال معنوی طور پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (۴۳/۶۳) تاکہ بعض ایسی باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ تمہیں سمجھا دوں۔

ماحصل: (۱) جُزْء: کسی چیز کا کوئی ایک حصّہ یا ٹکڑا۔

(۲) زُلَف: رات کا ابتدائی حصّہ۔

(۳) حَظّ: خیر و فضل اور مال کا حصّہ۔

(۴) خَلَاق: وہ معیّنہ حصّہ جو اپنے اخلاق کے نتیجہ میں ملے

(۵) نَصِيْب: وہ حصّہ جو مقدر ہو تھوڑا ہو یا زیادہ۔

(۶) كِفْل: کسی اچھے یا بُرے کام کے بدلہ میں حصّہ۔

(۷) بعض: کسی کل کا جزء یا کئی ایک جیسی چیزوں میں سے ایک یا کچھ۔

۹۔۔۔حفاظت کرنا

کے لیے حَفِظَ، رَعٰی، اَحْصَنَ اور کَلَأَ کے الفاظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ حَفِظَ: (ضد اضاع) بمعنی ضائع ہونے اور تلف ہونے سے بچانا (منجد) نگہبانی کرنا (م۔ا) کسی چیز کو بیرونی خطرات سے بچانے کی کوشش کرنا (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ (۱۲/۶۵) — ہم اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ کا غلہ زیادہ بھی لائیں گے۔

۲۔ رَعٰی: کسی چیز کی حفاظت کرنا اور بیرونی خطرات پیدا ہونے کے اسباب کو دُور کرنا۔ اور رَاعِیٌ بمعنی چرواہا۔ محافظ (ضد اِہمال) بمعنی ریوڑ کا بغیر چرواہا کے چرنا (فق ل ۱۵) قرآن میں ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۲۳/۸) — اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں (یعنی نگہداشت) سے خبردار ہیں (عثمانی)

۳۔ اَحْصَنَ: حصن بمعنی قلعہ یا محفوظ مقام اور اس کی جمع حُصُوْن ہے (۵۹/۲) حصن میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ الحفظ والحیاطة (م۔ل) یعنی حفاظت۔ احاطہ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک اس کا معنی مضبوط جگہ میں محفوظ کرنا۔ نیز عورت کا اپنی عصمت کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (۶۶/۱۲) — اور مریم بنت عمران، جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔

اور نکاح میں آنا بھی۔ کیونکہ نکاح بھی فحاشی کے خلاف قلعہ کا کام دیتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۴/۲۴) — اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر (وہ جو اسیر ہوکر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضہ میں آجائیں۔

۴۔ کَلَأَ: کسی چیز پر ہر وقت نگاہ رکھنا اور اسے باقی رکھنا۔ گویا اس میں بھی بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) مراقبۃ (۲) ثبات (م ل۔ مف) اور بمعنی کسی چیز کو سلامتی سے آفت کی طرف مائل ہونے سے بچانا (فق ل ۱۶۹) ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (۲۱/۴۲) — آپ ان سے پوچھیے کہ رات اور دن میں خدا (کے عذاب) سے کون تمہاری حفاظت کرتا ہے؟

ماحصل: (۱) حفظ، کسی چیز کو ضائع ہونے سے بچانا۔

(۲) رَعٰی: حفاظت اور بیرونی خطرات کے اسباب دُور کرنا۔

(۳) اَحْصَنَ: احاطہ کے ذریعہ حفاظت۔

(۴) کَلَأَ: حفاظت کرکے صحیح وسالم رکھنا۔

نیز دیکھیے ــــــ "نگہبان"

۱۰۔۔۔۔حقدار

کے لیے اصل لفظ تو مستحق ہے۔ اور" زیادہ حقدار" کے لیے قرآن کریم میں دو الفاظ ملتے ہیں۔ اَحَقّ اور اَوْلٰی (ولی)۔

۱۔ اَحَق
۲۔ اَوْلٰی : بمعنی زیادہ حقدار کا مفہوم تو واضح ہے۔ لیکن اَوْلٰی میں بہت زیادہ جامعیت پائی جاتی ہے۔ وَلِیّ کا معنی دوست۔ حمایتی اور مددگار وغیرہ ہے۔ اور ولایۃ کا ایک معنیٰ متوَلّی ہونا بھی ہے۔ ایامِ جاہلیت میں لوگ کسی شخص کو خواہ وُہ رشتہ دار ہوتا یا غیر رشتہ دار۔ ولی بنا کر اسے وراثت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اسلام نے بھی مواخات کے سلسلہ میں اس ولایت کے رواج کو تسلیم کیا۔ لیکن بعد میں رشتہ دار وارثوں کے حصے مقرر کر کے اس حکم کو ختم کر دیا گیا۔ گویا اَوْلٰی میں صرف حق کا پہلو ہی سامنے نہیں ہوتا بلکہ اخوت و موانست اور حق تولیت کا پہلو بھی ملحوظ ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (۳۳/۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

۱۱۔۔۔۔حق مہر

کے لیے صَدُقَة، اَجْر اور فَرِيْضَة کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ صَدُقَة : (ج صَدُقٰت) صَدَقَة دال پر زبر ہو تو اس کے معنی خیرات اور دال پر ضمہ ہو تو اس کے معنی حق مہر کیا جاتا ہے اور اَصْدَقَ اَلاِبْنَةَ بمعنی بیٹی کا حق مہر مقرر کرنا ہے (منجد) حالانکہ صَدُقَة مہر سے وسیع معنوں میں آتا ہے۔ مہر اُس مقررہ رقم کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی لازم ہو جبکہ صُدَاق اس صدقہ یا خرچہ کو کہتے ہیں جس کی بناء پر نکاح ہو۔ گویا صداق میں مہر کے علاوہ نان و نفقہ بھی شامل ہوتا ہے (فق ل ۱۳۹) قرآن میں ہے :

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۴/۴) تم عورتوں کو ان کے حق مہر بخوشی ادا کیا کرو۔

۲۔ اَجْر (ج اُجُوْر) اَجْر بمعنی اجرت یا اجر اور اَجِیْر کے درمیان طے شدہ معاوضہ۔ چونکہ نکاح میں عورت اپنی عصمت کی حلت و حرمت کے طور پر یہ رقم لیتی ہے جو باہمی رضامندی سے طے پاتی ہے۔ لہٰذا حق مہر کے لیے اَجْر کا لفظ مجازاً قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴/۲۵) اور تم عورتوں کو ان کے حق مہر بھلے طریقے سے ادا کر دیا کرو۔

۳۔ فَرِيْضَة : فَرَضَ بمعنی مقرر کرنا۔ معیّن کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔ اور فریضۃ بمعنی مقرر کردہ یا طے شدہ حصہ (منجد) فریضۃ کا لفظ بھی حق مہر کے لیے مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ حق مہر کی رقم نکاح کے

وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرنا ضروری ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (۲/۲۳۷)
اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہو گا۔

ماحصل: حق مہر مقرر ہونے کی نسبت سے اسے فریضۃ، معاوضہ ہونے کی نسبت اجر کہا گیا ہے۔ اور صدقۃ میں عورت کے تمام واجبات بشمول مہر شامل ہیں۔

۱۲۔ حکم دینا

کے لیے قرآن میں اَمَرَ[1]، اَذِنَ[2]، حَکَمَ[3] اور اَوْصٰی[4] کے الفاظ آئے ہیں۔ اور یہ سب الفاظ کئی کئی معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ اَمَرَ: اَمْر بمعنی معاملہ۔ حالت۔ شان۔ اور اس کی جمع امور ہے۔ یہ معنی یہاں زیرِ بحث نہیں۔ اَمْر بمعنی حکم اس کی جمع اوامر اور ضد نہی ہے۔ اور اَمَرَ کے معنی حکم دینا۔ حکم بھیجنا اور ہدایات دینا خواہ یہ حکم کسی اچھے کام کے لیے ہو یا بُرے کام کے لیے (منجد) گویا اس لفظ کا استعمال عام ہے خواہ یہ حکم ایک بادشاہ یا حاکم کسی ماتحت کو دے یا کوئی عام شخص دوسرے شخص کو دے۔ قرآن میں ہے:

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲/۱۴)
وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ہے کہ قیامت کے دن کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ:

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا (۲۴/۳۳)
جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔

۲۔ اَذِنَ: کے معنی منظوری دینا یا اجازت دینا ہے۔ اور جب حکم دینا اس کا معنی ہو تو اس سے مراد ایسا حکم دینا ہے جو مشیتِ الٰہی کا متقاضی ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ (۲۴/۳۶)
وہ گھر جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے کہ بلند کیے جائیں اور وہاں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔

۳۔ حَکَمَ کے معنی کسی چیز کی اصلاح کے لیے اسے روک یا لگام دینا ہے۔ حَکَمْتُ الدَّابَّةَ بمعنی میں نے جانور کو لگام دی (مف) اور حَکَمَ بمعنی منع عن الظلم (م۔ل) یعنی ایسا حکم یا فیصلہ جس سے کسی کو ظلم اور زیادتی سے روکا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۵/۴۷)
اور اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو احکام نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم کیا کریں اور جو اللہ کے نازل شدہ احکام کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔

۴۔ اَوْصٰی: کے معنی کسی سے کسی بات کا عہد لینا، حکم اور وصیت کرنا ہے (منجد) اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکیدی حکم ہوتا ہے۔ جیسے:

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (۱۹/۳۱)	اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے (عثمانیؒ)
یا ـــــ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (۴/۱۱)	خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (عثمانیؒ)

ماحصل: (۱) اَمَرَ کا لفظ حکم دینے کے معنی میں عام ہے۔

(۲) اَذِنَ: ایسا حکم جو مشیئتِ الٰہی کا متقاضی ہو ورنہ اس کا معنی اجازت یا منظوری دینا ہے۔

(۳) حُکْمٌ: ایسا حکم جس کے ذریعہ ظلم سے روکا جائے۔

(۴) اَوْصٰی: جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد تاکیدی حکم ہے۔

حلق کے لیے دیکھیے ـــــ "گلا"

۱۳ ـــــ حملہ کرنا

کے لیے سَطَا اور اَغَارَ (غور) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَطَا (سَطْوَۃ) بہ و علیہ بمعنی کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ اور سطا الفرس بمعنی گھوڑے کا چوڑے چوڑے قدم اٹھاتے ہوئے دوڑ پڑنا (منجد) اور سَطَا بمعنی شدید گرفت کرنا یا اس پر حملہ کرنا (مف) ارشادِ باری ہے:

یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا (۲۲/۷۲)	لیسے لگتا ہے کہ جو لوگ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر ابھی حملہ کر دیں گے۔

۲۔ اَغَارَ: (غور) (غَارَۃً وَاِغَارَۃً) بمعنی لوٹ ڈالنا۔ اَغَارَ الْفَرَسُ بمعنی گھوڑے کا تیز دوڑنا (منجد)

ارشادِ باری ہے:

فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا (۱۰۰/۳)	پھر (قسم ہے ان گھوڑوں کی) جو صبح کو غارت ڈالتے ہیں (عثمانیؒ) چھاپہ مارتے ہیں (جالندھریؒ)

ماحصل: (۱) سطا: حملہ میں سختی کرنا اور مغلوب کرنے کی کوشش کرنا۔

(۲) اَغَارَ: حملہ کرنا اور لوٹ ڈالنا۔

۱۴ ـــــ حیران ہونا

کے لیے حَیْرَانٌ (حیر) بَہِتَ اور عَجِبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ حَیْرَانٌ: عام لفظ ہے۔ راہِ صواب نہ ملنے کی وجہ سے تردد میں پڑنا۔ معاملہ خواہ کچھ ہو۔ قرآن میں ہے:

كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا (۶/۷۱) — جیسے کسی شخص کو جنگل میں جنات نے بھلا دیا ہو اور وہ حیران ہو رہا ہو اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔

۲۔ بَہِتَ: حیرانی کی وجہ سے اچانک دم بخود ہو جانا (م ق منجد) ہوش و حواس کھو دینا۔ حیران و ششدر رہ جانا۔ ہکا بکا رہ جانا۔ مَبْهُوْت کا لفظ اسی سے مشتق ہے۔ قرآن میں ہے:

فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (۲/۲۵۸) — (یہ سن کر) کافر مبہوت ہو گیا۔

دوسرے مقام پر ہے:

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ (۲۱/۴۰) — بلکہ قیامت ان پر ناگہاں آ واقع ہو گی تو ان کے ہوش کھو دے گی۔

۳۔ عَجِبَ: اَلْعَجَب ایسی حیرانی کو کہتے ہیں جس کی وجہ معلوم نہ ہو (مف) اور عَجِبَ بمعنی حیران ہونا۔ تعجب کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ (۵۰/۲) — لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا۔

ماحصل: (۱) حَیْرَان: عام ہے۔ (۲) بَہِتَ: یکدم حیرانی کی وجہ سے حواس کھو جانا۔ (۳) عَجِبَ: ایسی بات پر حیران ہونا جس کی وجہ معلوم نہ ہو۔

۱۵ — حیض

کے لیے مَحِیْض اور قُرُوْء (قَرْء) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مَحِیض: حیض مشہور لفظ ہے۔ اور محیض بمعنی حیض بھی، وقتِ حیض بھی اور مقامِ حیض بھی۔ (مف) اور حَاضَتِ الْمَرْاَةُ بمعنی عورت کو حیض آیا۔ ارشادِ باری ہے:

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ (۲/۲۲۲) — لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

۲۔ قُرُوْء: قَرْء کی جمع ہے۔ بمعنی عورت کا طہر سے حیض میں داخل ہونا۔ لہٰذا اس لفظ کا اطلاق لغوی طور پر طہر اور حیض دونوں پر ہوتا ہے (لغت اضداد)۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اُقْعُدِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَیَّامَ اَقْرَائِكِ (حیض کے دنوں میں نماز ترک کر دے) کے مطابق اس کا ترجمہ حیض ہی راجح قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (۲/۲۲۸) — اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں۔

۱۔۔۔خاوند

کے لیے بَعْل۔ زَوج اور سَیِّد (سود) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعْل: بمعنی خاوند، شوہر (ج بعول) (۲/۲۲۸) اور بیوی کو بَعْل اور بَعْلَۃ کہتے ہیں۔ اور بَاعَلَ بمعنی ایک قوم کا دوسری قوم میں شادی بیاہ یا رشتہ ناتا کرنا ہے (منجد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب میاں بیوی الگ الگ قبیلوں سے تعلق رکھتے ہوں تو اس وقت یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک بَعْل نہیں کہلا سکتا جب تک صحبت نہ کرے۔ اور استشہاد اس ارشادِ نبویؐ سے کیا ہے۔ یوم اکل و شرب وبعال (فق ل ۲۲۶) قرآن میں ہے:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (۱۱/۷۲) — (حضرت ابراہیم کی بیوی) کہنے لگی ہائے ہے میرے بچہ ہوگا! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔

۲۔ زوج: (جمع ازواج) بمعنی جوڑا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج ہے۔ خاوند کے لیے بیوی زوج ہے اور بیوی کے لیے خاوند اس کا زوج ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِىْ تُجَادِلُكَ فِىْ زَوْجِهَا (۵۸/۱) — بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے آپ سے بحث و جدال کرتی تھی۔

۳۔ سیّد: بمعنی سردار۔ آقا۔ مالک۔ خاوند کے لیے یہ لفظ مجازاً استعمال ہوا ہے کیونکہ عائلی نظام میں خاوند کی حیثیت برتر ہوتی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (۱۲/۲۵) — اور دونوں (یوسف و زلیخا) نے زلیخا کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا۔

ماحصل: (۱) بَعْل: وہ خاوند جو صحبت بھی کر چکا ہو۔

(۲) زَوج: ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب کے لیے عام ہے۔ نیز خاوند بیوی دونوں کے لیے۔

(۳) سَیِّد: مجازاً خاوند کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ خبر

کے لیے خَبَرَ۔ خُبُر اور نَبَأ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ خَبَر (ج اخبار) مشہور لفظ ہے۔ ایسا واقعہ جس کا انسان کو علم نہ ہو۔ اور کسی دوسرے ذریعے سے اسے اطلاع ہو وہ خبر ہے۔ گردوپیش کے حالات کا علم قرآن میں ہے:

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ (۲۸/۲۹) — موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید وہاں سے کوئی خبر لا سکوں۔

دوسرے مقام پر ہے:

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ (۹/۹۴) — آپ کہہ دیجئے، عذر مت کرو۔ ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ تمہارے حالات کی اللہ نے ہمیں دے دی ہے

۲۔ خُبْر: کسی واقعہ کی حقیقت کا علم، تجربہ، بصیرت۔ کہتے ہیں صَدَّقَ الْخَبَرَ الْخُبْرَ۔ تجربہ اور مشاہدہ نے سنی ہوئی خبر کی تصدیق کی (منجد) قرآن میں ہے:

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (۱۸/۶۹) — اور تم اس بات پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کو سمجھ لینے پر آپ قادر نہیں۔

۳۔ نَبَأ: کسی اہم معاملہ کے متعلق خبر (مف) خصوصاً ایسی خبر جس سے سننے والا بھی متعلق ہو۔ اور خواہ یہ خبر گزشتہ واقعہ سے تعلق رکھتی ہو۔ یا آئندہ کے حالات سے۔ قرآن میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (۴۹/۶) — اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بدکردار کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

ماحصل: خَبَر اور نَبَأ میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

(۱) خبر عام ہے، نبأ خاص۔ نبأ وہ خبر ہے جس کے سننے والے کی ذات سے تعلق ہو اور وہ اس پر اثر انداز ہو سکتی ہو۔ امام راغب کے الفاظ میں اہم خبر۔ کہتے ہیں یہ بات فلاں کے لیے نبأ ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ خبر ہو سکتی ہے۔

(۲) نبأ کا تعلق مستقبل اور مابعد الطبیعات سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ خبر کا تعلق صرف ماضی اور حال سے ہوتا ہے۔

(۳) اَنْبَأَ اور نَبَّأَ آگاہ کرنا کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور اَخْبَرَ اطلاع دینے کے معنوں میں۔ کہتے ہیں هٰذَا الْاَمْرُ يُنْبِئُ كَذَا (یہ معاملہ ایسی بات کی نبأ دیتا ہے) یہ نہیں کہتے کہ تُخْبِرُ كَذَا (اس بات کی خبر دیتا ہے (فق ل ۲۹) اور خُبْر اس خبر کو کہتے ہیں جو تحقیق سے درست ثابت ہو۔

۳۔ ختم ہونا

کے لیے نَفِدَ اور خَتَمَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نَفِدَ: کسی چیز کا ختم ہو کر باقی نہ رہنا۔ فنا ہو جانا (م۔ ل) اور اس کی ضد بَقِیَ ہے۔ قرآن میں ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱۶/۹۶) — جو کچھ تمہارے پاس ہے وُہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

۲۔ خَتَمَ: کسی چیز کے پورا ہونے کے بعد اسے بند کر کے سر مہر کر دینا تاکہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو سکے (م ل) آخر الامر اور خَتَمَ العمل یعنی کسی کام سے فارغ ہونا اور خَتَمَ الکتاب بمعنی پوری کتاب پڑھ جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳۳/۴۰) — محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن وُہ اللہ کے رسُول اور انبیاءؑ کی مہر (یعنی ان کے ختم کرنے والے) ہیں۔

ماحصل: نفد میں اصل چیز فنا ہو جاتی ہے یا ہاتھ سے نکل جاتی ہے جبکہ خَتَمَ میں وُہ چیز بحال رہتی ہے۔ البتہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

۴۔ خدمتگار

کے لیے غُلَام[۱]، فَتٰی[۲] اور سُخْرِیًّا[۳] کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ غُلَام: غُلَام اس بچے یا لڑکے کو کہتے ہیں جو بالغ ہو چکا ہو اور اس کی جنسی خواہشات بیدار ہو چکی ہوں۔ اِغْتَلَمَ الْفَحْلُ غُلْمَةً بمعنی کسی نر میں جفتی کا ہیجان پیدا ہونا۔ اور غلیم نوجوان کو۔ اور اَغْلَام مُشت زنی کو کہتے ہیں۔ اور غُلَام کی جمع غِلْمَةٌ اور غِلْمَانٌ آتی ہے۔ دوسرے پہلو سے غُلَام اور غِلْمَان ان بچوں کو کہتے ہیں جو امیر گھروں میں گھر کے چھوٹے موٹے کام کاج کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ اس صلہ میں یا تو ان کو معمولی معاوضہ دیا جاتا ہے یا پھر تہذیب و تربیت ہی اُن کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں غُلَام کے لفظ کا اطلاق بالکل نابالغ بچے پر بھی ہو سکتا ہے)

ارشادِ باری ہے:

قَالُوْا يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (۱۲/۱۹) — (قافلہ والے) کہنے لگے۔ زہے قسمت یہ (یوسفؑ) تو (نہایت حسین) لڑکا ہے اور اسے سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔

دُوسرے مقام پر ہے:

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (۵۲/۲۴) — اور ایسے نوجوان خدمتگاران کے آس پاس پھریں گے جیسے کہ وُہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔

۲۔ فَتٰی: اور تَفَتّٰی بمعنی جوان ہوا۔ عمر کے لحاظ سے جوان ہونے سے لے کر بھرپور جوانی تک پہنچنے تک اس کا زمانہ ہے۔ (ج فتیان) مؤنث فتاۃ (ج فتیات) خدمت کے لحاظ سے فَتٰی کا استعمال بہت وسیع ہے۔ فَتٰی اور فتاۃ لونڈی غلام کو بھی کہتے ہیں۔ ملازم اور کارندوں کو بھی اور اپنے خدمتگار ساتھیوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور فِتْيَةٌ نوجوانوں کی جماعت کو کہتے ہیں

ارشادِ باری ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ‎(۱۸/۶۲)‏ — جب آگے چلے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ۔

اور یہ ساتھی یوشع بن نون تھے جو حضرت موسیٰ کے شاگرد خاص بھی تھے اور خدمتگار بھی۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ ‎(۱۲/۶۲)‏ — اور یوسفؑ نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کی پونجی بھی ان کی کھرجیوں میں رکھ دو۔

تیسرے مقام پر ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ‎(۲۴/۳۳)‏ — اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری کرانے پر مجبور نہ کرو۔

۳۔ سُخْرِيًّا: سَخِرَ (يَسْخَرُ) بمعنی مذاق اڑانا۔ اور سَخَرَ (يَسْخَرُ) اور سَخَّرَ بمعنی کسی کو قہرًا تابعدار بنانا۔ ارشادِ باری ہے:

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ ‎(۲۱/۲۰)‏ — اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا دیا ہے۔

اور سُخْرِيًّا۔ بے اجرت نوکری اور بیگار لینا بھی اس کا معنی ہے (م۔ق) اور با معاوضہ خدمت بھی۔ لیکن اس میں اضطرار کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یعنی ضرورتوں سے مجبور ہو کر خدمت یا ملازمت کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ‎(۴۳/۳۲)‏ — اور ہم نے (معیشت میں) ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے کو خدمتگار بنائے۔

ماحصل: (۱) غُلَام: چھوٹی عمر کے گھریلو خدمتگار۔ (۲) فَتٰى: جوان خدمتگار اور کارندے۔ (۳) سُخْرِيًّا: اضطراری خدمت گذاری کے لیے آتا ہے۔

۵۔ خرابی

کے لیے خَبَالًا (خبل)، مَعَرَّةٌ (عرر) اور فَسَادٌ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَبَالًا: خبل اعضاء و جوارح کے بگاڑ پر دلالت کرتا ہے (م۔ل) کہتے ہیں خَبَلَ الْحُزْنُ عَقْلَهٗ غم نے اس کی عقل کو خراب کر دیا۔ خَبَلَ الْحُبُّ عَقْلَهٗ محبت نے اس کی عقل کو تباہ کر دیا (منجد) گویا خبال ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی کو لاحق ہو کر اضطراب اور بے چینی پیدا کر دے جیسے جنون یا وہ مرض جو مستقل طور پر اثر انداز ہو (مف) مستقل روگ۔ ارشادِ باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ‎(۳/۱۱۸)‏ — اے ایمان والو! اپنے سوا کسی (غیر مسلم) کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

۲۔ مَعَرَّۃٌ: ہر قسم کی مضرت پر بولا جاتا ہے۔ عَتِرَ کے معنی خارش زدہ ہونا۔ اور مَعَرَّۃ کا اطلاق ہر طرح کے دکھ۔ رنج۔ خرابی۔ سختی اور گالی گلوچ پر ہوتا ہے (منجد۔ مف) اور ابن الفارس کے نزدیک مَعَرَّۃ ایسے دکھ اور رنج کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی گناہ یا نامناسب کام کے نتیجہ میں پہنچے (م۔ ل) قرآن میں ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۴۸/۲۵)

اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے کہ تم اُن کو پامال کر دیتے تو تم کو اُن کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔

۳۔ فساد: (ضد اصلاح) ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے حدِّ اعتدال سے کمی بیشی واقع ہونے پر ظاہر ہو اور اس کا توازن بگاڑ دے (مف) قرآن میں ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۳۰/۴۱)

لوگوں کے (بُرے) اعمال کی وجہ سے بحر و بر میں فساد رُونما ہو گیا۔

ماحصل: (۱) خبال: ایسی خرابی جس کا اثر اعضاء و جوارح پر ہو۔ مستقل روگ۔

(۲) معرۃ: ایسی خرابی جو کسی نامناسب کام کے نتیجہ میں واقع ہو۔

(۳) فساد: حدِّ اعتدال میں بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا شدہ خرابی۔ معاشرہ کا بگاڑ۔

۶۔ خراب کرنا۔ ہونا

کے لیے خَرِبَ اور اَخْرَبَ، فَسَدَ اور اَفْسَدَ، عَابَ، اَسَنَ، شَنَّ اور سَنِهَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَرِبَ اور اَخْرَبَ: خَرِبَ بمعنی کسی کھیتی یا عمارت کا ویران و برباد یا اجاڑ ہونا۔ بے آباد ہونا۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (۲/۱۱۴)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے منع کرے اور اُن کی ویرانی کی کوشش کرے۔

اور اَخْرَبَ (ضد عَمَّرَ) بمعنی کسی آباد جگہ کو بے آباد کرنا۔ کسی تعمیر کو گرانا اور ڈھانا۔ کسی کھیتی کو ویران کرنا اور اجاڑنا ہے (مف) قرآن میں ہے:

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (۵۹/۲)

اللہ نے ان یہودیوں کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں اُجاڑنے لگے۔

۲۔ فَسَدَ اور اَفْسَدَ: فساد بمعنی بگاڑ (ضد اصلاح) ہر وہ کام جو خلاف شرع ہو خواہ اس کا تعلق اعمال سے ہو یا عقائد سے۔ اور فَسَدَ بمعنی کسی چیز میں بگاڑ پیدا ہونا اور اَفْسَدَ بمعنی خراب کرنا

اور بگاڑنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷/۵۶) اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔

۳۔ عَابَ: عیب کسی چیز کی شکل و صورت یا اس کے اندر کوئی خرابی یا نقص ہونا (مف) اور عَابَ بمعنی کسی چیز کو عیب دار بنانا یا خراب کر دینا۔ جاندار ہو یا بے جان۔ قول و فعل ہر صورت میں اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (فق ل ۲۹) ارشادِ باری ہے:

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا (۱۸/۷۹) وہ جو کشتی تھی تو غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔

۴۔ اَسَنَ: اَسَنَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا متغیر ہو کر بدبودار ہو جانا۔ اور اَسِنَ الرَّجُلُ بمعنی سڑے ہوئے پانی والے کنویں میں داخل ہونے سے بیہوش ہونا یا سر چکرانا (مف منجد) گویا اَسَنَ کا لفظ پانی کے خراب، متغیر اور بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ (۴۷/۱۵) اس (جنت) میں نہریں ہیں جن کا پانی کبھی بو نہیں کرے گا۔

۵۔ سَنَّ: سِنٌّ بمعنی دانت بھی ہے اور عمر بھی۔ اور سُنَّةٌ بمعنی طریقہ۔ دستور اور سَنَّ سُنَّةً بمعنی اس نے طریقہ رائج یا جاری کیا (مف۔ منجد) گویا سَنٌّ کے لفظ میں مدت اور دوام کا تصور پایا جاتا ہے۔ اور مَسْنُوْن اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک مدت گزرنے سے خراب اور بدبودار ہو جائے تاہم اس لفظ کا استعمال عموماً کیچڑ وغیرہ کے لیے ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵/۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے گلے سڑے گارے سے پیدا کیا ہے۔

۶۔ سَنِهَ: بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ سَنِهَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ بمعنی کھانے پانی کا متغیر ہونا۔ بگڑ جانا۔ اور تَسَنَّهَ الْخُبْزُ بمعنی روٹی کا سڑنا۔ بدبودار ہونا (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ (۲/۲۵۹) اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو (اتنی مدت میں مطلق) خراب نہیں ہوئیں۔

ماحصل: (۱) خرب: مکان۔ جگہ یا کھیتی کا ویران یا خراب ہونا۔

(۲) فساد: اعمال و عقائد میں خرابی۔

(۳) اعاب: کسی چیز کو فی نفسہ خراب کرنا۔

(۴) اَسَن: پانی کے خراب ہو کر بدبودار ہونے کے لیے۔

(۵) سَنَّ: طویل مدت میں گزرنے پر خراب ہونے والی چیزوں کے لیے۔

(۶) سَنِهَ: کھانے پینے کی چیزوں کے بدبودار ہونے کے لیے آتا ہے۔

۷۔ خرچ کرنا

کے لیے اَنْفَقَ، اَسْرَفَ، بَذَّرَ، بَخِلَ، اَقْتَرَ اور اَهْلَكَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَنْفَقَ: خرچ کرنا کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً مال و دولت خرچ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ تاہم اس میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ایک طرف سے مال آتا جائے اور دوسری طرف خرچ ہوتا رہے۔ نفق، اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے دونوں راستے کھلے ہوں۔ اور نیفق السراویل پاجامے کے نیفہ کو کہتے ہیں۔ اور نَافِقَ الْيَرْبُوْعُ و نَفَقَ بمعنی جنگلی چوہیا اپنے بل کے ایک سرے سے داخل ہو کر دوسرے سرے سے نکل گئی۔ اور شرعی اصطلاح میں نفاق اس طریقے کو کہتے ہیں کہ انسان ایک راستہ سے اسلام میں داخل ہوتا اور دوسرے راستہ سے اس سے نکل جاتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (۶۳/۱۰) — اور جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس وقت سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے۔

۲۔ بَخِلَ اور ۳۔ اَقْتَرَ دیکھیے "بخل کرنا"

۴۔ اَسْرَفَ اور ۵۔ بَذَّرَ کے لیے دیکھیے "فضول خرچی کرنا"۔

۶۔ اَهْلَكَ: کا اصل معنی کسی چیز کو ہلاک کرنا، تباہ کرنا یا برباد کرنا ہے۔ اور جب اس کی نسبت مال و دولت سے ہو۔ تو اس کا مطلب سارے کی ساری مالیت کا مال خرچ کر دینا ہے۔ اور یہ عموماً بری جگہوں پر مال خرچ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا (۹۰/۶) — انسان کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کر دیا۔

ماحصل:
(۱) اَنْفَقَ: خرچ کرنے کے لیے عام لفظ۔
(۲) بَخِلَ: جائز ضرورت پر بھی خرچ نہ کرنا یا کم کرنا۔
(۳) اِقْتَرَ: اپنے عیال کے نان و نفقہ میں بخل کرنا۔
(۴) اَسْرَفَ: ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔
(۵) بَذَّرَ: بلا ضرورت اور بے دریغ خرچ کرنا۔
(۶) اَهْلَكَ: مذموم مقاصد میں بہت سا مال خرچ کرنا

۸۔ خرید و فروخت کرنا

کے لیے بَاعَ اور تَبَايَعَ، شَرٰى اور اِشْتَرٰى اور تِجَارَة کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَاعَ اور تَبَايَعَ (بیع) بمعنی خریدنا بھی اور بیچنا بھی یعنی لین دین کرنا۔ یہ لفظ لغت اضداد سے ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ۲) اور ابتاع کا لفظ خریدنا کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ لفظ قرآن میں استعمال نہیں ہوا۔ عرف عام میں بائع بیچنے والے کو کہہ لیتے ہیں۔ اور بَايَعَ بمعنی معاہدہ کرنا بیعت کرنا بھی اور آپس میں لین دین کرنا بھی اور تبایع بمعنی آپس میں خرید و فروخت یا لین دین کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (۲/۲۸۲) — اور جب لین کرو تو گواہ بنا لیا کرو۔

۲۔ شَرٰى: بیع کی طرح شرٰی بھی لغت اضداد سے ہے۔ اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھیے ضمیمہ ۲) البتہ اِشْتَرٰى کا لفظ خریدنے کے معنوں میں مخصوص ہے۔ اور مشتری

خریدار کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (۹/۱۱۱) اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔

۳۔ تِجَارَۃ: تَجَرَ کا لفظ بھی خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ لیکن اس میں خریدنے یا بیچنے سے اصل غرض نفع کمانا ہوتا ہے جبکہ بیع و شراء میں اس سے مقصد کوئی دوسری غرض پوری کرنا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ (۲/۱٦) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی تو ان کی تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ دیا۔

ماحصل: (۱) بَاعَ: خرید و فروخت کرنا۔ جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ اور عرف عام میں بائع بیچنے والے کو کہتے ہیں۔

(۲) شَرٰی: خرید و فروخت کرنا جبکہ غرض ذاتی ضرورت پوری کرنا ہو۔ البتہ اشتری خریدنا کے معنوں میں آتا ہے۔

(۳) تَجَرَ: خرید و فروخت کرنا جبکہ اصل غرض نفع کمانا ہو۔

۹ـــــ خزانہ

کے لیے قِنْطَار، کَنْز اور خَزَائِن کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قِنْطَار: سونے چاندی یا نقدی کی ایک بھاری مقدار (ج قناطیر) صاحب فقہ اللغۃ کے نزدیک یہ مقدار چار ہزار دینار یا اس سے زائد ہے (فل ٦۴) یا بارہ ہزار اوقیہ (فل ۲۸۷) قرآن میں ہے:

وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْہُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّہٖٓ اِلَیْکَ (۳/۷۵) اور اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ بھی بطور امانت رکھیں تو اس کی بازادائی کر دیں گے۔

۲۔ کَنْز (ج کنوز) ایسا جمع شدہ مال جو لوگوں سے چھپایا جائے خواہ وہ دفینہ کی شکل میں ہو یا کسی دوسرے ذریعہ سے۔ اور ابن الفارس کے نزدیک ہر وہ مال جسے سربند کیا جائے۔ اور کَنَزَ المال بمعنی مال جمع کیا۔ دفن کیا (م۔ق) (م ل) قرآن میں ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّھُمَا (۱۸/۸۲) اور جو دیوار تھی وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے ان لڑکوں کے لیے ایک خزانہ تھا۔

۳۔ خَزَائِنُ: (واحد خزینۃ) خزینہ ذخیرہ کیا ہوا۔ جمع شدہ مال (منجد) گودام۔ سٹور۔ نقدی ہو یا کوئی دوسری جنس۔ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔ اور خَزَنَ میں دو بنیادی باتیں ہیں (۱) اکٹھا کرنا (۲) حفاظت کرنا خَزَنْتُ السِّرَّ بمعنی میں نے راز کو محفوظ رکھا (م۔ل) اور اس جمع شدہ مال کے محافظ کو خازن کہتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (۱۲/۵۵)

حضرت یوسفؑ نے شاہِ مصر سے کہا۔ مجھے ملک کے خزانوں پر مختار بنا دیجئے میں ان کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں۔

ماحصل: (۱) قِنْطَار: مال و دولت کی ایک کثیر مقدار۔

(۲) کَنْز: پوشیدہ جمع شدہ مال۔

(۳) خَزَانَۃ: کسی جنس یا نقدی کا سٹور یا ذخیرہ جس کی حفاظت کا انتظام ہو۔

۱۰۔ خشک ہونا

کے لیے یَبَسَ، ھَاجَ (ھیج) ھَمَدَ، جُفَآءً (جفو) اور غَاضَ (غیض) کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ یَبَسَ (ضد رَطَبَ) یہ لفظ عام ہے۔ کسی چیز سے یا کسی مقام سے پانی یا نمی کا ختم ہو جانا۔ کسی چیز کا خشک ہونا قرآن میں ہے:

اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا (۲۰/۷۷)

اے موسیٰؑ! میرے بندوں کو راتوں رات لے نکل۔ پھر ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک راستہ بنا دو۔

۲۔ ھَاجَ: نباتات کا طبعی تقاضے یا پانی کی کمی کی وجہ سے سبز سے زرد اور خشک ہونا۔ نباتات کا پورے جوبن پر آنا اور پھر روبہ زوال ہونا جب وہ پک کر زرد اور کاٹنے کے قابل ہو جائے (مف) اور ھَاجَ النَّبْتُ بمعنی گھاس کا سوکھ جانا۔ اور ھاجت الارض بمعنی زمین کی گھاس کا سوکھنے لگنا۔ (م ل) قرآن میں ہے:

ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا (۳۹/۲۱)

پھر (اللہ تعالیٰ زمین سے) کھیتی نکالتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ تم اسکو دیکھتے ہو کہ زرد (ہوگئی) پھر اسے چورا چورا بنا دیتا ہے۔

۳۔ ھَمَدَ: پانی نہ ملنے کی وجہ سے زمین کا خشک اور بنجر ہو جانا یا نباتات کا خشک ہو کر سوکھ جانا (مف) نَبَاتٌ ھَامِدَۃٌ بمعنی سوکھی ہوئی گھاس اور اَرْضٌ ھَامِدَۃٌ بمعنی خشک اور بنجر زمین (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۲۲/۵)

تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک پڑی ہے تو ہم اس پر مینہ برساتے ہیں۔ تو وہ پھولتی اور ابھرتی ہے اور ہر طرح کی پررونق چیزیں اگانے لگتی ہے۔

۴۔ جُفَآءً: جفا یجفوا۔ دریا کا جھاگ یا کوڑا کرکٹ کنارے پر پھینک دینا یا ہانڈی کا ابل کر جھاگ وغیرہ کناروں پر پھینک دینا (مف) اور جفاءً اس بیکار اور بے فائدہ خس و خاشاک کو بھی کہتے ہیں جو دریا کے کنارے پر پڑا سوکھ جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ (۱۳/۱۷) اور وُہ جو جھاگ ہے وُہ خشک ہو کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وُہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔

۵۔ غاض: بمعنی کسی چیز کو کم کرنا اور اس کا خود بخود کم ہو جانا (مف) کسی چیز کو سکیڑنا یا اس کا سکڑ جانا لازم متعدی دونوں طرح آتا ہے (مف) قرآن میں ہے:

اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ (۱۳/۸) اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور وُہ اس جنین کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے۔

اور غاض کی نسبت پانی کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے، پانی کا خشک ہو جانا۔ اور زمین جذب ہو کر سطح آب کا نیچے چلے جانا (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَقِيۡلَ يٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقۡلِعِىۡ وَغِيۡضَ الۡمَآءُ (۱۱/۴۴) اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان، تھم جا۔ اور پانی خشک ہو گیا۔

ماحصل: (۱) یبس: کا لفظ خشکی کے لیے عام ہے۔ اس کی وجہ پانی کی کمی یا زمین کا بنجر ہونا ہو۔

(۲) ھاج: نباتات کا جوبن پر آنے کے بعد طبعی طور پر خشک اور زرد ہونا (۴) جفا: دریا کے کنارے پر جھاگ یا کوڑا کرکٹ کا سوکھ جانا۔

(۳) ھمد: نباتات کا خشک ہو کر سوکھ جانا جبکہ (۵) غاض: خشک ہو کر کم ہو جانا۔ سکڑ جانا۔ پانی کا نیچے اتر جانا۔

۱۱۔ خلاصی پانا۔ دینا۔ چھٹکارا۔ رہائی

کے لیے نجات (نجو) مناص (نوص) اور اَنۡقَذَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ نجات، نجا بمعنی کسی اُفتاد، مشکل کام مصیبت یا سزا سے بچ جانا۔ اور اَنۡجٰى بمعنی کسی دوسرے کو رہائی دینا۔ یہ لفظ عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ (۷/۱۴۱) جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی۔

اور نجات بمعنی خلاصی، رہائی اور چھٹکارا ہے (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَيٰقَوۡمِ مَا لِىۡۤ اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَى النَّارِ (۴۰/۴۱) اور اے قوم! میرا کیا حال ہے۔ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔

۲۔ مناص: نوص کے معنی میں تردد اور کہیں جا کر رہائی پانا شامل ہے (م۔ ل) نَاصَ فُلَانًا کسی کے ہاتھ سے نکل جانا۔ نَاصَ عَنۡ قِرۡنِهٖ اپنے مقابل سے بھاگ نکلنا (منجد) اور مناص اسم ظرف ہے مکانی اور زمانی دونوں معنوں میں مستعمل ہے بمعنی خلاصی کا وقت اور خلاصی کی جگہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ (۳۸/۳) ہم نے ان سے پیشتر کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا تو وُہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے۔ مگر اب رہائی کا وقت نہ رہا تھا۔

۴۔ انقذ: کسی خطرہ یا ہلاکت سے کسی کو نجات دلانا۔ چھڑانا اور بچانا (مف) جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۳۹/۱۹) بھلا آپ ایسے شخص کو چھڑا سکتے ہیں جو دوزخ میں ہو۔

ماحصل: (۱) نجات: کا لفظ عام ہے۔ کسی الجھن، افتاد، عذاب، مصیبت وغیرہ سے رہائی پانے کے لیے۔

(۲) نوص: خود کہیں جا کر نجات حاصل کرنا۔

(۳) انقذ: نجات سے اخص ہے۔ خطرہ یا ہلاکت یا عذاب سے رہائی دلانے کے لیے آتا ہے۔

نیز دیکھیے ــــ "نجات پانا"

۱۲ ــــ خلقت مخلوق

کے لیے بَرِیَّة (برئ) اَنَام اور جِبِلًّا (جبل) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَرِیَّة: بَرءٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو وجود رکھتی ہے بَرِیَّة میں شامل ہے۔ پوری مخلوق۔ ساری کائنات زمین و آسمان، دیگر سیارے بھی اس میں شامل ہیں۔

قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (۹۸/۷) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ سب مخلوق سے بہتر ہیں۔

۲۔ اَنَام: زمین پر موجود ہر قسم کی مخلوق کے لیے اَنَام کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ جاندار ہو یا بے جان (م۔ ل، فل ۱۳۴) ارشادِ باری ہے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ (۵۵/۱۰) اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمام خلقت کے لیے بچھایا۔

اور اَلْوَرٰی بمعنی وہ خلقت جو زمین پر ایک وقت میں موجود ہو۔ اس میں ماضی اور مستقبل کی نسل شامل نہیں ہوتی (مف) مگر اس لفظ کا استعمال قرآن کریم میں نہیں ہے۔ اور اس کی جمع وَرَایَا آتی ہے۔

۳۔ جِبِلًّا: (جبلۃ کی جمع۔ جبل یا پہاڑ کی بڑائی کے لحاظ سے اس کا معنی ہے بہت بڑی جماعت۔ (منجد) ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (۳۶/۶۲) بیشک شیطان تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر چکا ہے۔

ماحصل: بَرِیَّة تمام مخلوق کے لیے، اَنَام زمین پر موجود مخلوق کے لیے، اور جِبِلًّا مکلف مخلوق کے ایک بڑے حصہ کے لیے آتا ہے۔

۱۳ ــــ خواب

کے لیے مَنَام (نوم)، رُءْیَا (رای) اور اَحْلَام کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ مَنَام: بمعنی سونے کی حالت۔ اور نیند میں انسان جو کچھ دیکھے وہ بھی منام ہے خواہ اس کی کچھ حقیقت ہو یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا۔ (۸/۴۳) جب اللہ نے آپ کو خواب میں کافروں کو تھوڑی مقدار میں دکھایا۔

۲۔ رُءْیَا: رأی بمعنی دیکھنا۔ اس لفظ کا اطلاق سوتے میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ (۱۲/۵) حضرت یعقوبؑ نے کہا، اے پیارے بیٹے اس خواب کو بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

اور بیداری کی حالت میں کوئی واقعہ دیکھنے پر بھی معراج کا واقعہ جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حالت بیداری میں ہوا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (۱۷/۶۰) اور یہ نمائش ہم نے تمہیں صرف اس لیے دکھلائی کہ اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیں۔

یہاں فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کے الفاظ بھی اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ عالم بیداری کا تھا۔

۳۔ اَحْلَام: (حُلُم کی جمع) حَلَم بمعنی جوان اور بالغ ہونا۔ اور حُلُم بمعنی نوعمری کا خواب۔ بیہودہ اور ڈراؤنے خواب (م۔ل۔منجد) قرآن میں ہے:

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ (۱۲/۴۴) ان (تعبیر بتانے والوں) نے (شاہِ مصر سے) کہا یہ تو پریشان سے خیالات ہیں جو گڈمڈ ہو گئے۔ اور ہمیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

ماحصل: (۱) مَنَام: کا لفظ خواب کے لیے عام ہے۔ (۳) اَحْلَام: بے ربط، بیہودہ اور ڈراؤنے خواب۔
(۲) رُءْیَا، کوئی واقعہ دیکھنا حالتِ خواب میں ہو یا بیداری میں۔

۱۴۔ خواہش

کے لیے اَمَل، اُمْنِیَّة، هَوٰی، شَهْوَة اور وَطَر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔۲۔ اَمَل اور امنیة کے لیے دیکھیے "آرزو اور امید لگانا"

۳۔ هَوٰی: (ج اھواء) بمعنی خواہشاتِ نفس اور ان کی طرف میلان (مف) ھوی یھوی یعنی اوپر سے نیچے گرنا۔ اور المھواۃ گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور اھواء ایسی خواہشات کو کہتے ہیں جن کے پیچھے لگ کر انسان اپنی قدر و منزلت کھو دے (منجد) یہ لفظ عموماً بُرے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں هَوَی النَّفْسُ خَالٍ مِّنْ کُلِّ خَیْرٍ (م ل) یعنی خواہشاتِ نفس وہ خواہشیں ہیں جن میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (۷۹/۴۰) اور جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اپنے آپ کو خواہشات سے روکتا رہا تو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

۴۔ شَهْوَة: انسان کے طبعی تقاضوں کی خواہشات (ج شَهَوَات) ایسی خواہشیں جن کی طرف انسان کا

نفس کھچا چلا جاتا ہے (مف) جیسے بھوک، پیاس، مال کی حرص اور جنسی شہوت۔ خواہ ان کا استعمال اچھا ہو یا برا۔ اور ان میں انسان کے اپنے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا (فق ل ۹۸) قرآن میں ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (۳/۱۴)

لوگوں کو ان کی خواہش کی چیزیں یعنی عورتیں، بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان زدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں۔

اور شھو یشھو بمعنی کھانے کا لذیذ ہونا (منجد) اور اشتہا کا لفظ کھانے پینے کی چیزوں کی طلب یا بھوک سے مخصوص ہو گیا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۴۱/۳۱)

اور جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہو گی۔

۵۔ وطر: کسی چیز کی انتہائی خواہش اور اہم ضرورت (مف) ہمبستری، شہوت (م۔ ق) قرآن میں یہ لفظ جنسی خواہش کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (۳۳/۳۷)

تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہ رہے۔ جبکہ وہ ان سے خواہش پوری کر (کے طلاق دے) چکے ہوں۔

ماحصل: (۱) اَمَل: ایسی خواہش جس کے لیے طویل مدت درکار ہو۔ (۲) اُمْنِيَّة: بے بنیاد اور جھوٹی خواہش۔ (۳) هَوٰى: بری خواہشات یا فطری خواہشات کا برا استعمال۔ (۴) شَهْوَت: انسان کی طبعی خواہشات۔ (۵) وَطَر: انتہائی خواہش اور اہم ضرورت۔ بالخصوص ہم بستری۔

۱۵۔ خوبصورت

کے لیے بَهِيْج، نَاضِرَة اور حِسَان کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ بَهِيْج: بَهُجَ بمعنی خوبصورت ہونا۔ اور ابهج المکان بمعنی کسی جگہ کا سرسبز و شاداب ہونا اور بَهْجَة بمعنی خوبصورتی۔ سرسبزی، شادابی۔ سرور۔ خوشی یا اظہارِ خوشی (منجد) گویا بَهْجَة کا لفظ عموماً نباتات کی خوبصورتی کے لیے آتا ہے۔ ایسی خوبصورتی جو دل کو خوش کر دے۔ اور بَهِيْج بمعنی خوبصورت پُر رونق، پُر بہار۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ (۵۰/۷)

اور ہم نے زمین میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

۲۔ نَاضِرَة: نَضَرَ بمعنی تروتازہ ہونا۔ اور نَضَرَ الْوَجْهُ بمعنی چہرے کا ملائم، تازہ اور خوبصورت ہونا۔ اور نَضْرَة بمعنی حُسن، رونق نعمت۔ اور نَاضِر بمعنی خوبصورت۔ نرم و نازک (منجد) یہ لفظ گو نباتات کی تروتازگی کے حُسن پر بھی استعمال ہوتا ہے تاہم اس کا اکثر استعمال انسان کے چہرے

کی خوبصورتی پر ہوتا ہے جو تروتازگی اور ملائمت کی وجہ سے ہو۔ ارشاد باری ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۷۵/۲۲) — اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔

۲۔ حِسَان: حَسُنَ بمعنی خوبصورت ہونا۔ اور حَسِیْن بمعنی خوبصورت مؤنث حَسَنَۃ اور حَسْنَاء (ج حِسَان) اور حُسْن بمعنی خوبصورتی۔ جمال۔ اور محَاسِن کے معنی بدن کی خوبصورت جگہیں (منجد)

ارشادِ باری ہے:

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۵۵/۷۰) — ان (باغوں) میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

ماحصل: (۱) بَهْجَۃ، کا اطلاق عموماً نباتات کی خوبصورتی کے لیے۔

(۲) نَضْرَۃ، چہرے کی ملائمت و تروتازگی کی بنا پر خوبصورتی کے لیے۔

(۳) حَسُنَ، پسندیدہ اور خوش شکل ہونے کے لیے آتا ہے۔

۱۶۔ خوراک ـــ خوراک لانا

کے لیے قُوْت۔ رِزْق اور مَارَ (میر) کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ قُوْت: بمعنی خوراک۔ غذا۔ خوراک کی اتنی مقدار جو سدِ رمق ہو یعنی جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔ (ج اقوات) اور قَاتَ يَقُوْتُ بمعنی غذا کھلانا۔ اور أقَاتَ بمعنی ایسی چیز دینا جس سے وُہ قوت حاصل کر سکے۔ کہتے ہیں مَا لَہٗ قُوْتُ لَيْلَۃٍ اس کے پاس رات کا بھی کھانا نہیں ہے (مف)

ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (۴۱/۱۰) — اور اللہ ہی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں (روئیدگی۔ سامانِ معیشت) اس کی چار دن میں۔

۲۔ رِزْق: بمعنی روزی رَزَقَ بمعنی روزی دینا۔ اور رُزِقَ۔ روزی پانا، خوش قسمت ہونا۔ اور مُرْزَق بمعنی خوش قسمت (منجد) اس لفظ کا استعمال مادی اور معنوی دونوں طرح ہوتا ہے۔ اور رزق بمعنی نصیبہ بھی ہے۔ رُزِقْتُ عِلْمًا بمعنی مجھے علم عطا ہوا۔ اور مادی لحاظ سے رزق ہر وُہ چیز ہے جو پیٹ میں پہنچ کر غذا بنتی ہے (مف) اور رزق کے معنی بارش بھی ہے (مف منجد) جیسے کہ ارشادِ باری ہے:

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ (۵۱/۲۲) — اور تمہارا رزق آسمانوں میں ہے۔

گویا ہر وُہ چیز جو بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی غذا اور تربیت کا سبب ہو وہ رزق ہے۔ ارشاد باری ہے:

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا (۱۲/۳۷) — یوسفؑ نے کہا جو کھانا کہ تم دیے جاتے ہو آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔

۳۔ مَارَ (میر) مَيْر بمعنی کھانا۔ خوراک۔ اور مِيْرَۃ بمعنی جمع کی ہوئی خوراک (ج مِیَر) اور مَارَ اور اَمَارَ

عَیَالَهٗ بمعنی عیال کے لیے خوراک لانا۔ اور مَائِرٌ اور مَیَّارٌ بمعنی خوراک لانے والا (منجد) گویا مَیْر اس سامانِ خوردنی کو کہتے ہیں جو بطور ذخیرہ پاس رکھا جائے قرآن میں ہے:

وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ (۱۲/۶۵) — اور ہم اپنے اہل و عیال کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک بار شتر زیادہ لائیں گے۔

ماحصل: (۱) قُوْت: خوراک کی اتنی مقدار جس سے کوئی جاندار زندہ رہ سکے۔

(۲) رِزْق: ہر وُہ چیز جو بلاواسطہ یا بالواسطہ روحانی یا جسمانی تربیت کا سبب بنے۔

(۳) مَیْر: غلہ یا سامانِ خوردنی جو ذخیرہ کے لیے ہو۔ اور مَارَ بمعنی خوراک لانا۔

۱۷۔ خوش ہونا۔ کرنا اور لگنا

کے لیے رَضِیَ۔ سَرَّ (سر) بَهِجَ، حَبَرَ، اِسْتَبْشَرَ، طَابَ (طیب) فَرِحَ، فَكِهَ، اَشْمَتَ اور اَعْجَبَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ رَضِیَ: معروف لفظ ہے۔ بمعنی راضی ہونا۔ پسندیدگی کا اظہار کرنا اور اس کی ضد سَخَطَ بمعنی ناخوش یا ناراض ہونا (مف۔ م ل) ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (۴۸/۱۸) — بیشک اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہو گیا جو درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

۲۔ سَرَّ: بمعنی سرور بخشنا، قلبی فرحت ہونا۔ دل ہی دل میں خوش ہو جانا۔ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے:

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ (۲/۶۹) — اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہے۔ وُہ دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے۔

۳۔ بَهِجَ: بمعنی خوش اور مسرور ہونا۔ اور بَهُجَ بمعنی خوبصورت ہونا (منجد) لیکن قرآن میں یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ البتہ سبزیوں اور پھلوں پھولوں کے لیے آتا ہے۔ جیسے حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷/۶۰) یا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِیْجٍ (۲۲/۵) اور اس کے معنی پُر رونق یا پُر بہار کر لیے جاتے ہیں۔

۴۔ حَبَرَ: بمعنی خوش و مسرور کرنا۔ اور حَبِرَ بمعنی خوش ہونا۔ اور حَبِرَ الْاَرْضُ بمعنی زمین کا خوب پیداوار اگانا۔ خوب سرسبز ہونا۔ اور تَحَبَّرَ بمعنی مزین ہونا۔ عمدہ ہونا (منجد) گویا حبر سے مراد ایسی خوشی ہے جو ماحول کی نظافت، عمدگی اور بہار سے حاصل ہو۔ ارشادِ باری ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ (۳۰/۱۵) — تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوشحال ہوں گے۔

۵۔ اِسْتَبْشَرَ: بَشَرَ بمعنی کھال چھیلنا اور بَشَرَةٌ بمعنی کھال کے اوپر کا رُخ۔ اور اِسْتَبْشِرْ سے مراد ایسی خوشی ہے جس کے آثار جلد یا چہرہ نمایاں ہو جائیں۔ باچھیں کھل جانا۔ کسی اچھی خبر کے سننے یا اچھی چیز کے

ملنے پر جو خوشی حاصل ہو اس کے لیے استبشر کا لفظ استعمال ہوگا۔ اور بَشَّرَ کے معنی کوئی اچھی خبر دینا ہے جس سے دوسرا خوش ہو جائے۔ بشارت سنانا۔ قرآن میں ہے:

فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ (۹/۱۱۱) جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (۵۱/۲۸) اور (فرشتوں نے ابراہیمؑ کو) ایک دانشور لڑکے کی بشارت بھی سنائی

۶۔ طَابَ: طاب ایسی خوشی ہے جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (مف) طَيِّبٰت بمعنی پاکیزہ اشیاء۔ اور طِیب بمعنی خوشبو (منجد) ارشادِ باری ہے:

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ (۴/۳) جو عورتیں تمہیں خوش لگیں ان سے نکاح کر لو۔

۷۔ فَرِحَ: کسی نعمت کے ملنے پر خوش ہونا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں: فرح القلب جبکہ انسان قسمت کے ملنے پر خوش ہو کر خدا کا شکر ادا کرے اور یہ صفت محمود ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (۳/۱۷۰) جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس پر وہ خوش ہیں۔

فرح النفس جبکہ انسان کسی نعمت کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگے۔ بمعنی خوشیاں منانا۔ اور یہ صفت مذموم ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ (۵۷/۲۳) تاکہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم افسوس نہ کرو اور جو کچھ تمہیں مل جائے اس پر پھولے نہ سماؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (۲۸/۷۶) اتراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۸۔ فَكِهَ: خوش گپیاں اڑانا۔ خوش ذوق ہونا اور ہنسنا ہنسانا (فل ۱۴۵) طیب النفس یا خوش فوقی (م۔ل) قرآن میں ہے:

وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ[1] (۸۳/۳۱) اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوش گپیاں کرتے جاتے۔

۹۔ اَشْمَتَ: شَمِتَ بمعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اور اشمت بمعنی اپنی مصیبت پر دوسرے کا خوش ہونا ہے۔ شماتتِ اعداء مشہور لفظ ہے جس کا معنی ہے کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔ قرآن میں ہے:

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ (۷/۱۵۰) (حضرت ہارونؑ نے کہا اے موسیٰؑ) مجھ پر دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے۔

۱۰۔ اَعْجَبَ: کسی چیز کا دلکش ہونا۔ بھلا لگنا۔ اس حیرت کے ساتھ اس کا سبب معلوم نہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي اور کوئی شخص تو ایسا ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات

---

[1] یہاں فَكِهِينَ کا ترجمہ جالندھری صاحب نے "اتراتے" اور عثمانی صاحب نے "باتیں بناتے" لکھا ہے۔ دونوں کو ملانے سے صحیح مفہوم ادا ہوتا ہے۔

اَلْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲/۲۴) ـــــــــ دلکش معلوم ہوتی ہے۔

ماحصل: (۱) رَضِیَ، محض پسندیدگی کا اظہار ہے۔
(۲) سَرَّ: دل ہی دل میں خوش ہونا۔
(۳) بَہِجَ: سرور۔ خوشی اور خوبصورتی سب کو شامل ہے۔ نباتات اور پھولوں کے لیے۔
(۴) حَبَرَ: ماحول کی نظافت۔ عمدگی اور بہار سے دل کا مسرور ہونا۔
(۵) استبشر: کسی اچھی خبر یا اچھی چیز ملنے پر باچھیں کھل جانا۔
(۶) طَابَ: ایسی خوشی جس سے حواس بھی لطف اندوز ہوں۔
(۷) فرح: خوش ہو کر اترانے لگنا۔ خوشیاں منانا۔
(۸) فکھہ: خوش گپیاں کرنا اور خوش ذوق ہونا۔
(۹) شمت: کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔
(۱۰) اعجب: دل ہی دل میں اس طرح خوش ہونا کہ حیرت بھی ہو اور اس کا سبب بھی معلوم نہ ہو۔ خوشی اور تعجب کا مجموعہ۔

۱۸ ـــــ خوش حالی

کے لیے سَرَّاء نَعْمَاء اور طُوْبٰی کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَرَّاء کی ضد ضَرَّاء ہے، جسکے معنی ہیں تنگ دستی اور مصائب کا دور اور سَرَّآءِ کے معنی ہیں وہ وقت جو آرام و سکون سے گزر رہا ہو اور معیشت کی تنگی بھی نہ ہو یعنی آسودگی اور امن و عافیت کا دور جس میں سُرور حاصل ہو (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (۳/۱۳۴) ـــ وہ لوگ جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ نَعْمَآء: نِعْمَت بمعنی اچھی حالت احسان۔ اور نعمت بمعنی آرام و آسائش (مف) اور نِعْمَت بمعنی فائدہ فضل۔ انعام اور نَعْمَت بمعنی بہتری۔ آسودگی۔ دولت۔ مویشی اور نُعْمَۃ بمعنی خوشی (منجد) اور نعماء خوشحالی کا ایسا دور ہے جس میں انعاماتِ الٰہی کی فراوانی ہو۔ اور وہ نعمتیں دوسروں کو بھی نظر آئیں (فق ل ۱۶۲) اس کی ضد بھی ضَرَّاء ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ (۱۱/۱۰) ـــ اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں تو (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔

۳۔ طُوْبٰی: طَابَ بمعنی ایسی خوشی حاصل ہونا جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (مف) اور طَیِّب بمعنی پاکیزہ اور طِیْب بمعنی خوشبو (منجد) اور طُوْبٰی بمعنی ایسی خوشحالی ہے جس میں دل بھی مطمئن اور مسرور ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۱۳/۲۹) ـــ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

ماحصل: (۱) سَرَّآء: امن و عافیت اور عام گزارہ۔
(۲) نَعْمَاء: نعمتوں کی فراوانی اور آرام و آسائش۔
(۳) طُوْبٰی: جب خوشحالی کے ساتھ ساتھ دل بھی مطمئن ہو۔

۱۹ــــ خوشے

کے لیے طَلْعٌ، قُطُوفٌ اور قِنْوَانٌ کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ طلع کے لغوی معنی نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا اور سامنے آنا ہے (م۔ ل) ستاروں کے لیے طلوع و غروب مشہور الفاظ ہیں اور طلع اس نئے خوشے کو بھی کہتے ہیں جبکہ وُہ اپنے شگوفہ یا کھجور کے گابھے سے نمودار ہونے لگتا ہے (منجد) قرآن میں ہے:

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۵۰/۱۰) اور بلند کھجوریں جن پر گتھے ہوئے گابھے لگے ہیں۔

۲۔ قُطُوف: قِطْف کی جمع ہے۔ اور قِطْف ایسا پکا ہوا پھل ہے جو بالکل توڑنے کے قابل ہو۔ اور قرآن سے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے جبکہ صاحبِ منجد اس کے معنی "چنے ہوئے پھل۔ انگور کا گچھا جب وُہ چنا جائے" بتلاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (۶۹/۲۱-۲۳) وُہ پسندیدہ گزران میں ہوگا، بلند باغوں میں جن کے خوشے جھک رہے ہوں گے۔

جس سے واضح ہے کہ درختوں کا پھل کو پک کر توڑنے کے قابل ہو چکا ہے تاہم ابھی درختوں پر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قطوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

۳۔ قِنْوَان: قِنْو کی جمع ہے اور یہ لفظ صرف کھجور اور انگور کے گچھے سے مختص ہے جو ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوا ہو۔ قرآن میں ہے:

وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ (۶/۹۹) اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے۔

ماحصل: پھل کے شگوفے سے خوشہ نمودار ہونے کو طلع پک کر چننے کے قابل بن جانے کی حالت کو قِطْف اور درمیانی حالت کو قنو کہتے ہیں۔ مگر قِنْو کا اطلاق صرف کھجور اور انگور کے خوشے پر ہوتا ہے۔

خون بہانا کے لیے دیکھیے "قتل کرنا"

۲۰ــــ خیانت کرنا

کے لیے خَانَ اور غَلَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَانَ: بمعنی خیانت کرنا اور اس کی ضد امانت ہے۔ اور یہ خیانت عہد میں بھی ہوتی ہے۔ اور بطورِ امانت رکھے ہوئے مال میں بھی۔ جیسے سارا مال یا اس کا کچھ حصہ حیلے بہانے سے غبن اور غصب کر لیا جائے۔ اسی طرح عہد شکنی اور اس عہد کا پاس نہ کرنے پر بھی خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ دغا کرنا معنا درج ذیل آیت سے یہ دونوں مفہوم واضح ہو جاتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ (۸/۲۷) اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسولؐ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز دیکھیے "دھوکا دینا"

۲۔ غَلَّ: بمعنی کوئی چیز چوری سے اپنے سامان میں رکھ لینا پھر اسے یوں بند کرنا کہ ظاہر نہ ہو سکے (منجد، م۔ ل)

اور غلول بمعنی خیانت کرنا باندھ کرنا۔ اور بخل کرنا سب معنوں میں آتا ہے (منجد) گویا غَلّ میں خیانت کے علاوہ چوری کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے یا اس خیانت کا ذریعہ چوری ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳/۱۶۱) — اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کریں اور قیامت کے دن ان خیانت کرنے والوں کو خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے روبرو) لا کر حاضر کرنا ہوگی۔ (جالندھری) اور نبی کا کام نہیں کہ چھپائے رکھے پھر جو کوئی چھپا دے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے (عثمانیؒ)

ماحصل: خَانَ عہد کی غداری اور امانت کو حیلے بہانے سے ہضم کرنا جبکہ غَلّ میں خیانت کی وجہ چوری ہوتی ہے۔

۲۱ — خیمہ۔ سائبان

کے لیے خِیَامٌ، ظُلَّةٌ اور سُرَادِقٌ (سردق) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خِیَام (خیمہ کی جمع) خیمہ معروف لفظ ہے۔ دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لیے موٹے کپڑے یا ٹاٹ کے بنائے ہوئے سائبان جن کے اوپر عموماً چھت نہیں ہوتے بلکہ ڈھلوان ہوتے ہیں۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ہر وہ پردہ دار گھر جو اینٹ پتھر اور مٹی سے نہ بنا ہو۔ اور خیمہ اونٹ کی عماری اور ہودے کو بھی کہتے ہیں (منجد) قرآن میں ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ (۵۵/۷۲) — جو خیموں میں رکی رہتی ہیں۔

۲۔ ظُلَّةٌ: ایسا سائبان ہے جس کی چھت ہی چھت ہو دیواریں نہ ہوں۔ ظُلَّةٌ چھتری کو بھی کہتے ہیں اور ظلیل سایہ دار درخت کو (منجد) اور ظِلّ بمعنی سایہ (ج ظلال) اور ظِلًّا ظَلِيْلًا بمعنی لمبے اور گھنے سایے۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (۷/۱۷۰) — اور جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اٹھا دیا کہ وہ گویا سائبان کی طرح تھا۔

۳۔ سُرَادِق: سردق کی جمع اور فارسی سے معرب ہے۔ ایسا شامیانہ جس کی صرف دیواریں ہوں۔ قناتیں جیسے بیاہ شادیوں کے موقعہ پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۱۸/۲۹) — ہم نے ظالموں کے لیے دوزخ تیار کر رکھا ہے جسے قناتیں گھیرے ہوئے ہیں۔

د

داخل ہونا ـــــــــــ کرنا

کے لیے دَخَلَ اور اَدْخَلَ۔ وَلَجَ اور اَوْلَجَ صَلَی اور صَلّٰی اور سَلَکَ کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ دَخَلَ : معروف لفظ ہے۔ اندر آنا (ضد خَرَجَ بمعنی باہر نکلنا) اور اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے :

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (۱۲/۳۶) اور حضرت یوسف کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔

اور داخل کرنا کے لیے اَدْخَلَ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا :

يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ (۲۱/۲۶) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

۲۔ وَلَجَ : الولوج کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کو کہتے ہیں (مف) بمشکل داخل ہونا۔ گھسنا۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷/۴۰) وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے تاآنکہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔

اور تنگ جگہ میں داخل کرنے یا گھسیڑنے کے لیے اَوْلَجَ استعمال ہوگا۔ ارشاد باری ہے :

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (۲۲/۶۱) اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے، اور دن کو رات میں۔

۳۔ صلی کا لفظ آگ میں داخل ہونے کے لیے مخصوص ہے۔ یعنی آگ میں داخل ہونا اور جلنا (مف) ارشادِ باری ہے :

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (۱۴/۲۹) وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

اور آگ میں داخل کرنے یا جلانے کے لیے صَلّٰی کا استعمال ہوگا (مف) ارشادِ باری ہے :

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (۶۹/۳۱) اسے پکڑ لو۔ زنجیروں سے جکڑو پھر جہنم میں ڈال دو۔

۴۔ سَلَکَ : کا لفظ کئی معنوں میں اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں داخل ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۱) بمعنی پرونا یا گھسانا جیسے موتی میں دھاگہ داخل کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (۲۶/۲۰۰) اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دل میں داخل کر دیا (جالندھری) گھسا دیا (عثمانی)

۲ ڈالنا۔ داخل کرنا۔ جیسے گریبان میں ہاتھ ڈالا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۸/۳۲) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

اب یہی آیت کا ٹکڑا دوسرے مقام پر اُسْلُكْ کی بجائے اَدْخِلْ کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۷/۱۲) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔

(۳) راستہ کے ساتھ ساتھ چلتے جانا۔ اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی سے فرماتے ہیں:

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا (۱۶/۶۹) کہ تو اپنے پروردگار کے رستوں پر مطیع ہو کر چلتی جا۔

اس آیت میں اُسْلُكِيْ کا ترجمہ اُدْخُلِيْ سے بھی کیا گیا ہے (م۔ق) نیز قرآن میں ہے،

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴/۴۲) تمہیں کس بات نے دوزخ میں داخل کیا۔

ان سب تصریحات کو سامنے رکھ کر صاحب منتہی الارب نے سلك کا مختصر ترین مفہوم یوں ادا کیا ہے "کشیدن چیزے در چیزے" یعنی ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا اس میں سے کھینچنا۔ اور صاحب منجد کے نزدیک ایک چیز کو دوسری میں رکھ دینا ہے۔ اور صاحب مقاییس اللغہ اس کے بنیادی معنے دو بتلاتے ہیں (۱) رستہ کے ساتھ ساتھ چلے جانا (۲) ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا۔ پرونا۔

ماحصل: (۱) دَخَلَ: کا استعمال عام ہے۔ (۲) وَلَجَ: تنگ جگہ میں داخل ہونا۔ (۳) صلی: آگ میں داخل ہونا۔ (۴) سلك: ایک چیز دوسری میں کھینچنا یا داخل کرنا۔

۲ —— داروغہ

کے لیے خَزَنَة[۱]، مُصَيْطِر[۲] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خَزَنَة: (خازن کی جمع) جمع کنندہ۔ خزانچی۔ وہ شخص جو خزانے یا سٹور میں مال یا جنس جمع کرنے اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جہنم میں اس ڈیوٹی پر مقرر شدہ فرشتوں کو بھی قرآن میں خزنۃ کہا گیا ہے۔ اور اس کے معنی داروغہ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (۶۷/۸) جب بھی جہنم میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

۲۔ مُصَیطِر: اس لفظ کو ص کے بجائے اہل لغت س سے لکھتے ہیں۔ اور قرآن میں ص سے لکھ کر اوپر چھوٹی سی س لکھ دی جاتی ہے۔ پھر بعض اہل لغت اسے مادہ سطر کے تحت لائے ہیں۔ اور بعض سَیطر کے تحت۔ سَیطَرَ علی بمعنی کسی پر غالب آنا اور اُسکا نگران بننا۔ اور سیطر بمعنی گماشتہ اور نگران

قرآن میں ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (۸۸/۲۱-۲۲) — آپ انہیں نصیحت کیجئے۔ آپ صرف انہیں نصیحت کرنے والے ہیں۔ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

یعنی ان پر آپ کا کچھ زور نہیں کہ زبردستی ان سے اپنی بات منوا سکیں۔

ماحصل: خازن اور مُصَیطِر میں وہی فرق ہے جو حفیظ اور رقیب میں ہے۔ خازن کی ذمہ داری محض یہ ہے کہ وُہ جمع شدہ اشیاء کی حفاظت کرے جبکہ مصیطر کے ذمہ ان کی کڑی نگہداشت بھی ہے۔ کیونکہ وُہ ان پر غالب ہے۔

۳۔۔۔ داغ دینا

کے لیے وَسَمَ[۱]، کَوٰی[۲]، شِیَۃ[۳] (وشی) کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ وَسَمَ: بمعنی نشان کرنا۔ داغ لگانا (مف) اور بمعنی جسم پر نقش و نگار، تل وغیرہ کھودنا (م۔ل) اور وَسَمَ بمعنی خضاب لگانا۔ اور وِسام اور وسمہ وُہ چیز ہے جس سے داغ لگایا جائے یا رنگا جائے (م ق)

قرآن میں ہے:

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (۶۸/۱۶) — عنقریب ہم اس کی سونڈ (لمبوتری ناک) پر داغ لگائینگے۔

۲۔ کَوٰی یَکْوِیْ: لوہے یا کسی دوسری دھات کے آلہ کو آگ میں سُرخ کرکے اس کو جلد پر رکھ کر داغ دینا اور جلد کا اتنا حصہ جلا دینا۔ اور کاویۃ اس اوزار کو کہتے ہیں جس سے داغ لگایا جائے۔ ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ۔ (۹/۳۵) — جس دن (ان کا یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔

۳۔ شِیَۃ: (وشی) وَشَیْتُ الشَّیْئَ وَشْیًا بمعنی کسی چیز میں اس کے عام رنگ کے خلاف کوئی اور رنگ لگانا ہے۔ اور وَشْیَۃ اور شِیَۃ کے معنی ایسے رنگ کا نشان یا داغ ہے جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو (مف) ارشادِ باری ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا (۲/۷۱) — وُہ (گائے) بالکل صحیح سالم ہو۔ اور اس پر کسی قسم کا داغ نہ ہو۔

ماحصل: (۱) وَسَمَ: نقش و نگار یا تل وغیرہ کھودنا (۲) کَوٰی: کاویۃ وغیرہ سے جلد کو جلا کر داغ دینا۔ (۳) شِیَۃ: ایسا داغ یا نشان جو سارے بدن کے رنگ کے علاوہ ہو۔

۴ ــــ دُبلا

کے لیے عِجَاف اور ضَامِر کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عِجَاف (اَعْجَف کی جمع) عَجَفَ بمعنی کھانا ترک کر دینا جبکہ بھوک ابھی باقی ہو۔(م۔ق) اور عجف بمعنی چربی کم ہو کر دُبلا ہو جانا (م۔ل) گویا اعجف وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے کمزور اور لاغر ہو گیا ہو۔ قرآن میں ہے:

قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ (۱۲/۴۳) بادشاہ نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا گئی ہیں۔

۲۔ ضَامِر: (ضمر) الاضمار بمعنی گھڑ دوڑ کا میدان۔ گھوڑوں کے سدھانے کا میدان۔ گھڑ دوڑ کے میدان کی انتہا۔ اور گھوڑوں کے سدھانے کا عرصہ (منجد) اور ضَامِر وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ سدھانے اور مشق کی کثرت اور کسرت کی وجہ سے دُبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے۔ سبک رو، سبک خرام، تاکہ مقابلہ میں آگے نکل سکے۔ عرب میں ضامر کا لفظ عموماً اونٹ کے لیے مختص ہو گیا، خواہ نر ہو یا مادہ۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (۲۲/۲۷) اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے پتلے اونٹوں پر جو دور دراز رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔

ماحصل: (۱) اعجف: وُہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے دبلا ہو۔ اور ضامِر وُہ ہے جو مشق اور کسرت کی وجہ سے دُبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے۔

دراز ہونا ــــ کرنا

طَالَ اور تَطَاوَلَ، مَدَّ اور مَدَدَ اور بَاعَدَ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ طَالَ (طُوْلًا) بمعنی لمبا ہونا طُول بمعنی لمبائی (ضد عرض بمعنی چوڑائی) اور اَطَالَ بمعنی لمبا کرنا۔ قرآن میں ہے:

اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (۱۷/۳۷) نہ تو تُو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی لمبائی میں پہاڑ کو پہنچ سکتا ہے۔

اور تَطَاوَلَ عَلَیْهِ الْعُمُرُ بمعنی کسی کی عمر بڑھنا۔ عمر کا لمبا ہونا (منجد) قرآن میں ہے:

وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ۔ (۲۸/۴۵) لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت نسلیں پیدا کیں، جن کی دراز ہوئی بہت مدت۔ (عثمانیؒ)

۲۔ مَدَّ: بمعنی کھینچنا اور لمبا کرنا۔ کسی چیز کو کھینچ کر اس طرح لمبا کرنا اور پھیلانا کہ چیز متصل ہی رہے (مف)

اور مدّت بمعنی زمانہ کی لمبائی۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ (۲۵/۴۵) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کیسے دراز کر دیتا ہے؟

اور مَدَّدَ میں تکرار لفظی سے تاکید معنوی مقصود ہے جیسے قرآن میں ہے:

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۱۰۴/۹) لمبے لمبے ستونوں میں۔

۳۔ بَاعَدَ: بَعُدَ بمعنی دُور ہونا۔ اور بَاعَدَ بمعنی دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھا دینا۔ قرآن میں ہے:

فَقَالُوْا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (۳۴/۱۹) تو انھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار، ہماری مسافتوں میں بعد (اور طول) پیدا کر دے۔

ماحصل: (۱) طَالَ: محض لمبا ہونا۔
(۲) مَدَّ: کسی چیز کو کھینچ کر لمبا کرنا۔
(۳) بَاعَدَ: دو چیزوں کے درمیان فاصلہ بڑھانا، اور لمبا کرنا۔

۶ــــ درپے ہونا

کے لیے تَصَدّٰی اور حَفَا کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ تَصَدّٰی: صَدٰی بمعنی گونج، صدائے بازگشت جو کسی گنبد یا دوسری جگہ سے ٹکرا کر واپس آئے اور تَصَدّٰی بمعنی صدائے بازگشت کی طرح کسی چیز کے درپے ہونا۔ متوجہ ہونا (مف) ارشادِ باری ہے:

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى۔ (۸۰/۵-۶) جو توجہ نہیں کرتا، تم اس کے درپے ہوتے ہو۔

۲۔ حَفَا (حفو) بمعنی کسی چیز کے مانگنے میں اصرار کرنا۔ یا کسی کی حالت معلوم کرنے کے لیے بحث و کاوش میں لگے رہنا (مف) گویا حفو کا لفظ مسلسل کسی بات کے درپے ہونے یا پیچھے پڑنے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا (۷/۱۸۷) قیامت ناگہاں تم پر آ جائیگی۔ یہ لوگ آپ سے (قیامت کے متعلق) یُوں پوچھتے ہیں گویا تم مسلسل اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہو (یعنی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو)

دوسرے مقام پر ہے:

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ (۱۹/۴۷) (حضرت ابراہیمؑ نے باپ کو جواب دیا) میں اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ بیشک وُہ مجھ پر مہربان ہے۔

اس آیت میں حَفِيًّا کے اصل معنی لمحہ لمحہ کی خبر گیری کرنے والا ہے جس کا مختصر ترجمہ مہربان کر لیا جاتا ہے۔

ماحصل: (۱) تصدّی: عارضی اور وقتی طور پر کسی چیز کے درپے ہونا۔

(۲) حَفا: مسلسل طور پر درپے رہنا۔

۷۔ درخت اور پودے

کے لیے شَجَرَۃ، شَجَر، نَجْم، اَثْل، یَقْطِیْن، ضَرِیْع، زَقُّوْم کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ شجرۃ، شجر: شجرۃ بمعنی ایک درخت (ج شجر) بمعنی ہر وہ نباتات جس کا تنا ہو (مف) اس پر شجرۃ کا اطلاق ہو سکتا ہے خواہ یہ بلند چلا جائے یا زمین پر پھیل جائے۔ گویا شجرۃ کا لفظ عام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ۔ (۵۶/۷۱-۷۲)	بھلا دیکھو تو کہ جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟

۲۔ نَجْم: بمعنی ستارہ بھی اور بے تنہ نباتات بھی ہے۔ یعنی جڑی بوٹیاں وغیرہ (مف) ارشاد باری ہے:

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ (۵۵/۶)	اور بوٹیاں اور درخت لسے (اللہ کو) سجدہ کر رہے ہیں۔

۳۔ اَثْل: اَثَلَ زمین میں جڑ پکڑنا۔ اور اَثْل ہر وہ درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہو۔ عموماً اس کا اطلاق جھاؤ کے درخت پر ہوتا ہے (مف، منجد) ارشادِ باری ہے:

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (۳۴/۱۶)	اور ہم نے اُن کے دونوں باغوں کو دو اور باغوں میں تبدیل کر دیا جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

۴۔ یَقْطِیْن: بمعنی ہر وہ درخت جس کا پورا (پنڈلی۔ ساق) نہ ہو۔ (مف) اس کا اطلاق عموماً بیلدار پودوں اور بالخصوص پیٹھہ کدو کی بیل پر ہوتا ہے (م۔ ق) ارشادِ باری ہے:

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ (۳۷/۱۴۶)	اور ہم نے ان (یونسؑ) پر کدو کا درخت اگا دیا۔

۵۔ ضَرِیْع: بمعنی خاردار جھاڑ یا کانٹے والی جھاڑی (مف) ارشادِ باری ہے:

لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ (۸۸/۶)	اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کا کوئی کھانا نہ ہوگا۔

۶۔ زَقُّوْم: بمعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے اور کانٹے دار ہوتے ہیں۔ اور ذائقہ میں نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ۔ (۴۴/۴۳-۴۴)	بلاشبہ تھوہر کا درخت گنہگار کا کھانا ہے۔

ماحصل: (۱) شجرۃ: عام ہے۔ ہر طرح کی نباتات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو تنہ دار ہو۔

(۲) نجم: بے تنہ نباتات۔ جڑی بوٹیاں۔

(۳) اَثْل: مضبوط جڑھ والے پودے اور جھاؤ کا درخت۔

(۴) یَقْطِیْن: ایسے درخت جن کا پورا تنا نہ ہو۔ بیلدار درخت۔ خصوصاً پیٹھہ کدو کی بیل۔

(۵) ضَرِیْع: کانٹے دار جھاڑیاں۔

(۶) زَقُّوْم: زمین میں پھیل جانے والی چوڑے اور خاردار پتوں والی نباتات۔ چھتر تھوہر۔

۸۔۔۔ درست۔ ٹھیک

کے لیے صَوَاب اور حَقّ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ صَوَاب: بمعنی درست۔ ٹھیک۔ لائق۔ (منجد) (ضد۔ خطا) اور صَابَ وَاَصَابَ السَّہْم بمعنی تیر کا ٹھیک نشانہ پر لگنا۔ اور اِسْتِصْوَاب بمعنی کسی رائے یا فعل کو درست پانا۔ ٹھیک خیال کرنا۔ اور صَوِیْب اور مُصِیْب بمعنی ٹھیک رائے والا۔ درست کار (منجد) اور اگر تیر درست نشانہ پر لگ کر وہیں بیٹھ جائے تو اسے مصیبۃ کہتے ہیں جس کا اطلاق ہر تکلیف دہ حادثہ پر ہوتا ہے (مف) گویا صَوَاب کا تعلق بالعموم قول اور رائے سے اور بعض دفعہ کام سے بھی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (۷۸/۳۸) — کوئی شخص بول نہ سکے مگر جسے اللہ تعالیٰ اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔

۲۔ حَقّ: بمعنی سچ۔ سچائی۔ حقیقت۔ درست (ضد باطل) یعنی ہر وُہ بات یا چیز جو تجربہ اور مشاہدہ کے بعد درست ثابت ہو۔ (مف) ارشاد باری ہے:

سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ (۴۱/۵۳) — ہم عنقریب ان کو اطرافِ عالم اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وُہ (وحی یا قرآن) بالکل درست ہے۔

ماحصل: صواب میں درستی کا تعلق کسی شخص کے قول یا رائے سے ہوتا ہے جبکہ حق ہر وُہ چیز یا بات ہے جو تجربہ اور مشاہدہ سے درست ثابت ہو۔

۹۔۔۔ درست کرنا

کے لیے اَصْلَحَ اور سَوّٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَصْلَحَ: اِصْلَاح کی ضد فساد بمعنی بگاڑ ہے۔ اور اَصْلَحَ کے معنی بگاڑ کو درست کرنا۔ فتنہ وفساد کو دُور کرنا۔ کسی چیز میں افراط وتفریط سے پیدا شدہ بگاڑ کو درست کر دینا (مف) قرآن میں ہے:

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (۸۸/۱۱) — (حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا) میں تو، جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں۔

۲۔ سَوّٰی: سَوِیَ یَسْوٰی کے معنی کسی چیز کی شکل وصورت کا درست ہونا۔ اور سَوّٰی بمعنی کسی کام یا چیز کو درست کرنا، ہموار کرنا، برابر کرنا اور سیدھا کرنا ہے (منجد) اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا

معنیٰ اَلْاِسْتِقَامَۃ وَالْاِعْتِدَال" ہے (م ـ ل) جو بالکل یہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (۸۷/۲) — جس نے (انسان کو) بنایا۔ پھر اس (کے اعضا) کو درست کیا

ماحصل: تخلیقی ناہمواریوں کو درست کرنے کے لیے سَوّٰی، اس کے علاوہ دوسری اخلاقی اور مادی بگاڑ کو درست کرنے کے لیے اَصْلَحَ کا لفظ آتا ہے۔

۱۰ــــ درمیان

کے لیے بَیْنَ، خِلٰل، وَسْط، سَوَاء اور قَصْدٌ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَیْنَ: بمعنی دو الگ الگ چیزوں کے درمیان یہ کلمہ حرف ہے۔ جو دو چیزوں کی جدائی یا علیحدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بَانَ بمعنی دور ہونا۔ لہٰذا بَیْنَ دو چیزوں کے درمیان بُعد یا فاصلہ کے لیے آتا ہے۔ ابن الفارس کے نزدیک بَیْنَ میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں (۱) افتراق (۲) بُعد (۳) وضوح۔ (م ـ ل) یعنی کسی چیز کا دوسری سے الگ ہو کر واضح ہونا۔ قرآن میں ہے:

بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۲/۱۶۴) — آسمان اور زمین کے درمیان۔

پھر یہ لفظ جس طرح مادی طور پر استعمال ہوتا ہے معنوی طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے:

فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ (۳۸/۲۲) — ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیے!

۲۔ خِلٰل: دو ایسی چیزوں کے درمیان کوئی جگہ جو آپس میں مربوط ہوں۔ اَلْخِلَال دانتوں کی درمیانی جگہ کو صاف کرنے کے تنکہ کو بھی کہتے ہیں اور اس جگہ کے صاف کرنے کو بھی۔ ایسے ہی ہاتھ کی انگلیوں یا داڑھی کے بالوں میں وضو کرتے وقت پانی سے خلال کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۱۸/۳۳) — اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر رکھی تھی۔

پھر یہ لفظ ایک ہی چیز کے متفرق اجزاء کی درمیانی جگہ کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (۲۴/۴۳) — پھر تو دیکھے گا کہ اس (بادل) کے درمیان سے بارش کے قطرے نکلتے ہیں۔

۳۔ وَسْط: ہر چیز کی درمیانی جگہ جہاں سے اس کے دونوں اطراف کا فاصلہ برابر ہو (مف) یا اگر چیزیں زیادہ ہوں تو دونوں اطراف سے تعداد میں برابر ہوں۔ گویا افراط اور تفریط کے درمیان نقطۂ اعتدال کو وسط کہتے ہیں۔ پھر یہ لفظ مادی اور معنوی دونوں طرح مستعمل ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

(۱) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی (۲/۲۳۸) — نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً درمیانی نماز کی۔

(۲) وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (۲/۱۴۳) — اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل (نقطۂ اعتدال پر رہنے والی) بنایا ہے۔

۴۔ سَوَآء: بیچوں بیچ۔ مرکز۔ مرکزی نقطہ کسی طول عرض اور عمق رکھنے والی چیز کا ہر طرف سے درمیان۔ ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی اَلْاِسْتِقَامَة وَالْاِعْتِدَال بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ ہے۔ (م۔ ل) قرآن میں ہے:

خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۴۷/۴۴) (حکم دیا جائے گا) اسے پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔

۵۔ قَصْد: بمعنی میانہ روی۔ وہ راہ یا طریق یا افراط اور تفریط کے درمیان ہو۔ نہ زیادہ نہ کم۔ جیسے اسراف اور بخل کے درمیان سخاوت یا تہوّر اور جبن کے درمیان شجاعت۔ اور قَصَدَ اور اقتصد فی النفقۃ بمعنی خرچ کرتے وقت افراط و تفریط سے بچ کر درمیانہ خرچ کرنا۔ اور قصد السبیل بمعنی راہ پر سیدھے چلتے جانا۔ ادھر ہونا نہ ادھر۔ (مف۔ منجد) ارشادِ باری ہے:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۱۹/۳۱) اپنی چال میں اعتدال رکھ اور اپنی آواز کو پست رکھ۔

ماحصل: (۱) بَیْن: حرف دو الگ الگ چیزوں کے درمیان۔

(۲) خِلَال: ایک ہی چیز کے مختلف اجزاء یا دو ایسی چیزوں کا درمیان جن کا آپس میں کچھ تعلق ہو۔

(۳) وَسْط: تعداد، مقدار یا فاصلہ کے لحاظ سے کسی چیز کا درمیان۔

(۴) سَوَاء: ہر لحاظ سے درمیان۔ مرکزی نقطہ۔

(۵) قَصْد: راہِ اعتدال۔ میانہ روی۔

۱۱۔ دشمن۔ دشمنی

کے لیے عَدُوّ اور عَدَاوَة، بَغْضَاء اور شَنَآن اور شَانِئ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ عَدُوّ: (ج اعداء) ایسا دشمن جو بدخواہ ہو۔ برائی اور نقصان کی بات سوچنے والا اور تکلیف پر خوش ہونے والا۔ اور اس کی ضد صدیق ہے (ف۔ ل ۱۶۸) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (۲۲/۷) بیشک شیطان تم دونوں (آدم و حوا) کا کھلا دشمن ہے۔

اور عَدَاوَة بمعنی دشمنی اور بدخواہی۔ اور یہ دشمنی کا پہلا درجہ ہے۔ (ف۔ ل ۱۶۹) اور بمعنی کسی کی نصرت سے ہٹ جانا (ضد ولایت) (فق ل ۱۰۶)

۲۔ بَغْضَاء: بُغْض (ضد حُبّ) بمعنی کسی چیز یا شخص سے متنفر ہونا۔ یہ دشمنی کا دوسرا درجہ ہے (فل ۱۶۹) اور بغضۃ بمعنی کسی کو حقیر اور ذلیل کرنے کا ارادہ رکھنا (فق ل ۱۰۶) ارشادِ باری ہے:

وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (۶۴/۵) اور ہم نے ان کے درمیان تاقیامت عداوت اور دشمنی ڈال دی۔

۳۔ شَانِئ، شَنَأَ بمعنی دشمنی رکھنا۔ بغض رکھنا۔ نفرت کرنا (منجد) اور شَنَآن اس سے مصدر ہے۔ ارشادِ

باری ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (۵/۸)	کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف چھوڑ دو۔

اور شَانِئٌ وُہ شخص ہے جو بدخواہ بھی ہو اور کینہ پرور بھی۔ یعنی عداوت بھی رکھتا ہو اور بغض بھی۔ (مف) یعنی بدترین دشمن۔ اور یہ دشمنی کا تیسرا درجہ ہے۔ (ف۔ل ۱۶۹) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (۱۰۸/۳)	بلاشبہ تمہارا دشمن بے اولاد رہے گا۔

۱۲۔ دُعا کرنا ۔ دینا

کے لیے دَعَا، سَلَّمَ، حَيَّی اور صَلّٰی کے الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں۔

۱۔ دَعَا (دعو) کا معنی پکارنا اور بلانا ہے۔ تاہم یہ لفظ دُعا کرنے اور بددعا کرنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اگر اس کا صلہ لَ سے ہو تو دُعا یا اچھی دُعا کے معنوں میں آتا ہے اور اگر علیٰ سے ہو تو بددُعا کرنے کا معنی دے گا۔ مثلاً دَعَا لَهٗ اس کے لیے اچھی دُعا کی۔ اور دَعَا عَلَيْهِ بمعنی اس کے لیے بددعا کی۔ (بددُعا کے لیے اس لفظ کا استعمال قرآن میں نہیں ہے) ارشادِ باری ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (۲/۶۱)	اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں وُہ ہمارے لیے پیدا کر دے۔

۲۔ سَلَّمَ: بمعنی سلامت رکھنا اور بچانا بھی ہے، سپرد کرنا بھی اور سلامتی کی دعا دینا بھی۔ یعنی السلام علیکم کہنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (۲۴/۶۱)	اور جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کہا کرو۔

۳۔ حَيَّی: حَیَّ بمعنی زندہ رہنا۔ اور حَيَّی (تَحِيَّةً) بمعنی کسی کو حَيَّاكَ اللهُ کہنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے (منجد) پھر اس لفظ کا استعمال ہر طرح کی اچھی دُعا کے لیے عام ہے۔ اور سلامتی کی دعا، یا سَلَّمَ یا سلَام کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ گویا سَلَّمَ اخص ہے۔ اور حَيَّ اعم ہے (فق ل ۲۴۰) ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (۴/۸۶)	اور جب تم کو کوئی دُعا دے تو تم اس سے بہتر (کلمے) سے اسے دُعا دو یا انہیں لفظوں سے لوٹا دو۔

۴۔ صَلّٰی (صلو) صلوٰۃ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مفہوم نماز پنجوقتہ ہے جو اسلام کا ایک بنیادی

رکن ہے لیکن اس کا اصل معنیٰ دُعا دینا۔ تحسین و تبریک اور تعظیم کرنا ہے (مف) ارشاد باری ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (۹/۱۰۳) — اور ان کے حق میں دُعائے خیر کرو کہ تمہاری دُعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔

اور صَلّی کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد نزولِ رحمت کی دعا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ — بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۳۳/۵۶) — تو اے مسلمانو تم بھی اس پر نزولِ رحمت اور سلامتی کی دعا کیا کرو۔ (عثمانی) درود بھیجتے ہیں ـــــ اُن پر درود و سلام بھیجا کرو (جالندھری)

ماحصل: (۱) دُعاء: ہر طرح کی دُعا کیلیے عام ہے۔ (۲) حَيّٰي: درازیٔ عمر کی دُعا دینا۔ (۳) سَلَّمَ: سلام کہنا بھیجنا۔ سلامتی کی دُعا کرنا۔ (۴) صَلّٰی: نزولِ رحمت کی دعا کرنا۔ درود بھیجنا۔

۱۴ ـــــ دل

کے لیے قَلْبٌ، فُؤَادٌ (فاد) صَدْرٌ اور نَفْسٌ کے الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ قَلْبٌ: مشہور عضو۔ رُوح و حیات کا منبع (ج قلوب) عقل، فہم، سوچ، فکر کے لیے اللہ تعالیٰ نے دل کو مخاطب فرمایا ہے یعنی جو افعال جدید طب نے دماغ سے متعلق بتلائے ہیں، قرآن نے دل سے متعلق کیے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (۷/۱۷۹) — ان کے دل تو ہیں لیکن وہ ان سے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۲۔ فُؤَاد: بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو فرق عَيْن اور بصر یا اُذن اور سمع میں ہے وہی فرق قلب اور فؤاد میں ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (۱۷/۳۶) — بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔

لیکن یہ حقیقت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم شعور اور تدبر کے لیے براہِ راست قلب کو مخاطب کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس عضوِ قلب کے کئی حصے ہیں۔ جس طرح دماغ کے مختلف حصے مختلف قوتوں کا مستقر ہیں۔ اسی طرح قلب کے مخصوص حصے بھی مخصوص افعال و جذبات سے متعلق ہیں۔ علم طب کی رُو سے فؤاد قلب کے اوپر کا وُہ حصہ ہے جو فمِ معدہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اور وجع الفواد اسی جگہ پر کے درد کو کہتے ہیں۔

فُؤَاد (جمع أَفْئِدَة) فَأَدَ سے مشتق ہے۔ فَأَدَ اللَّحْمَ کے معنی گوشت کو آگ پر بھوننا۔ اور لَحْمٌ فَئِيْدٌ بمعنی آگ پر بھُونا ہوا گوشت ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں اَلْفَأْدُ يَدُلُّ عَلٰى حُمّٰى وَ

شِدَّةُ الْحَرَارَةِ (م ل) یعنی یہ لفظ گرمی اور شدید حرارت پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا جہاں انسان کے جذبات کی شدت اور اُس کی تاثیر کا ذکر آئے گا تو یہ لفظ استعمال ہوگا۔ مثلاً:

(۱) وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا (۲۸/۱۰) — اور موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا (خالی ہو گیا)

(۲) مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ (۱۴/۴۳) — سر اٹھائے دوڑتے ہوں گے، اُن کی نگاہیں (بھی) انکی طرف نہ لوٹ سکیں گی۔ اور دل (دہشت کے مارے) اُڑ رہے ہوں گے۔

اور جو اللہ تعالیٰ سے فواد سے بازپرس کا ذکر فرمایا ہے تو وُہ ایسے ہی اعمال سے متعلق ہوگی جو شدتِ جذبات کے تحت انسان کر بیٹھتا ہے۔

۳۔ صَدْر: بمعنی سینہ (ج صُدُور) اور سینہ کے اندر ہی دل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (۲۲/۴۶) — لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

لہٰذا کبھی صرف فِي الصُّدُورِ کہہ کر قلوب مراد لے لیے جاتے ہیں جیسے شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ (۱۰/۵۷)
اب چونکہ صَدْر کا تعلق ظرف مکان سے ہے لہٰذا اگر دل کی تنگی یا فراخی کا ذکر مطلوب ہو تو صدر کا لفظ آئے گا۔ مثلاً:

(۱) وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (۱۵/۹۷) — اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے۔

(۲) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴/۱) — کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟

اور شرح صدر یا انشراح صدر محاورہ ہے کسی مشکل اور پیچیدہ معاملہ میں دل میں کوئی راہِ صواب کی بات سوجھ جائے تو اسے شرح صدر کہتے ہیں۔ پھر کسی چیز کو چھپانے کے لیے بھی چونکہ ظرف کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا راز کی بات کے چھپانے، خیالات اور وساوس کے ذکر میں بھی صدر کا استعمال ہوگا۔ مثلاً:

(۱) يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (۴۰/۱۹) — وُہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے۔ اور جو باتیں دلوں میں ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

(۲) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (۵/۷) — بیشک اللہ دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔

(۳) الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (۱۱۴/۵) — وُہ (شیطان) لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

۴۔ نَفْس: روح، زندگی، جی، جان (ج نفوس) اس سے خواہشات کا مبدأ و ملجا۔ آرزو کرنے والا اور خوش ہو جانے والا دل مراد ہوتی ہے:

(۱) جہاں تک پوشیدہ باتوں اور خیالات وغیرہ کو چھپانے کا تعلق ہے یہ صفت نفوس اور صدور

میں مشترک ہے۔ارشادِ باری ہے:

وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ (۳۳/۳۷) — اور تم اپنے دل میں وُہ چیز چھپاتے تھے، جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔

(۲) خواہشات کا تعلق نفس سے ہوتا ہے خواہ اچھی ہوں یا بُری۔ارشادِ باری ہے:

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (۵۳/۲۳) — یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں۔

(۳) خوش ہونے کا تعلق بھی نفس سے ہوتا ہے۔ارشادِ باری ہے:

فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا (۴/۴) — پھر اگر وُہ عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اس میں سے تم کو کچھ چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھاؤ۔

ماحصل: (۱) قَلْب، عقل و شعور اور فہم و تدبر کا منبع

(۲) فؤاد: جذبات کی شدت کا مرکز۔

(۳) صدر: ظرف تنگی اور فراخی۔ اور بات چھپانے کے لیے۔

(۴) نفس: خواہشات کا مرکز۔ خوش ہونے اور بات چھپانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۱۴ ــــ دل میں بات ڈالنا

کے لیے وَحْیٌ، اِلْهَام، اِلْقَاء، وَسْوَاس اور هَمَزَات کے الفاظ قرآن کریم میں آتے ہیں۔

۱- وَحْیٌ کا لغوی معنی صرف خفی اور تیز اشارہ ہے۔ اور اَوْحٰی کے معنی کسی پوشیدہ بات اور نامعلوم بات کے متعلق سرعت سے اشارہ کرنا (مف م ل) پھر وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تسخیری امور سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (۴۱/۱۲) — اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے متعلقہ امور سے متعلق وحی کر دی۔

دوسرے فطری راہنمائی کو بھی وحی سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (۱۶/۶۸) — اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی جمادات، حیوانات اور انسانوں سب پر ہوتی ہے۔ اور ایسی وحی غیر نبی کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (۲۸/۷) — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دُودھ پلاتی رہے۔

ان سب مثالوں میں وحی کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پھر ایک انسان بھی اس

معنیٰ کے لحاظ سے دوسرے انسانوں کو وحی کرتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا (۱۹/۱۱)	تو زکریا نے ان لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں۔

حتیٰ کہ اس قسم کی وحی شیطان کی بھی ایک دوسرے کی طرف کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا:

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ (۶/۱۲۱)	اور شیطان اپنے رفیقوں کے دل میں بات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

گویا وحی رحمانی بھی ہوتی ہے اور شیطانی بھی ہو سکتی ہے۔ وحی رحمانی ہمیشہ خیر پر مبنی ہوتی ہے اور جو وحی، وحی رحمانی کے خلاف ہو وہ شیطانی ہوتی ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں وحی سے مراد وہ تعلیم، احکام اور انبائے غیب ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ انسان (پیغمبر) کی طرف عام لوگوں کی رہنمائی کے لیے بھیجتے ہیں۔ اور اس کی تین صورتیں قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ براہِ راست دل میں بات ڈال دے (۲) اپنا فرشتہ رسول کی طرف بھیجے اور (۳) پردہ کے پیچھے سے بات کرے (جیسے موسیٰؑ سے کی گئی) (۴۲/۵۱) تاہم ان میں سے عام مستعمل صورت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کے ذریعہ انبیاء ورسل کے دل پر اپنا پیغام ڈال دیتے ہیں جو نبی کی زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲/۹۷)	کہہ دو کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہو (اس کو غصہ سے مر جانا چاہیے) اس نے تو یہ پیغام اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر اتارا ہے۔

۲۔ اِلْہَام: بمعنی وہ بات جو اللہ تعالیٰ یا ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے کسی کے دل میں ڈال دی جائے (مف) اور بمعنی سمجھ اور بصیرت عطا فرمانا۔ توفیق دینا (منجد) وحی کی طرح الہام بھی شیطانی ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کا کسی آیت یا نص شرعیہ سے استدلال نہ ہو سکتا ہو۔ اسی لیے صوفیہ کے طبقہ کو چھوڑ کر کسی عالم کے نزدیک الہام قابل حجت نہیں ہوتا (م۔م) وحی اور الہام میں فرق یہ ہے کہ ایک الہام کا اطلاق صرف ذوی العقول پر ہوتا ہے جبکہ وحی عام ہے۔ دوسرے یہ کہ الہام کا تعلق کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہوتا ہے جبکہ وحی میں بہت زیادہ وسعت ہے (م۔م) ارشادِ باری ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (۹۱/۸)	پھر انسان کو بدی (سے بچنے) کی اور پرہیزگاری (اختیار کرنے) کی سمجھ دی۔

۳۔ اِلْقَاء: کا لغوی معنیٰ صرف ڈالنا ہے۔ اور اَلْقٰى عَلٰى بمعنی تعلیم دینا (م۔م) قرآن میں ہے:

ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا (۵۴/۲۵)	کیا ہم سب میں سے اسی (پیغمبر) پر ہی نصیحت نازل ہونا تھی۔

اور تَلَقَّی الشَّیْءَ مِنْہُ بمعنی سیکھ لینا۔ تعلیم حاصل کرنا (منجد) جیسے فرمایا:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ (۲/۳۷) پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے۔

گویا اِلقاء صرف ایسی دل میں ڈالی ہوئی بات کو کہتے ہیں جس کا تعلق تعلیم اور سیکھنے سکھلانے سے ہو۔ وحی اور الہام کی طرح القاء شیطانی بھی ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَیَنْسَخُ اللّٰہُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ (۲۲/۵۲) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو دور کر دیتا ہے۔

۴۔ وَسْوَاس: طبی نقطہ نگاہ سے یہ ایک مرض ہے جو غلبہ سوداء کی وجہ سے ذہن کو ماؤف کر دیتا ہے اور انسان ایسی فضول باتیں کرنے لگتا ہے جو پہلے اس کے دل میں نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان میں کچھ بھلائی ہوتی ہے (م۔م) اور وِسْوَاس بمعنی وہم کی بیماری۔ دل میں آنے والی برائی یا بے نفع بات۔ شیطان (منجد) اور بمعنی شیطان کا کسی برے کام کی طرف راغب کرنا اور برے خیالات ڈالتے رہنا (مف) اور بمعنی جنون کی ابتدائی حالت (ف ل ۱۳۵) گویا وسوسہ ہر وہ برا خیال ہے جو دل میں پیدا ہوتا یا شیطان کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اور اس کی نسبت صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (۱۱۴/۴-۵) (کہہ دو اے اللہ) میں پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے وسوسوں کی برائی سے (تیری پناہ میں آتا ہوں) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

۴۔ ھَمَزَات: ھَمَزَ یَدُلُّ عَلٰی ضَغْطٍ وَّعَصْرٍ (م ل) یعنی چٹکی لینا، چبھونا۔ دبانا۔ اور بمعنی جانور کے کسی پہلو یا پٹھے پر کسی نوکدار لکڑی وغیرہ کو چبھونا کہ وہ تیز چلے۔ دراصل اس مفہوم کے لیے پنجابی لفظ "چوبھ دینا" بہت موزوں ہے یعنی شیطان کا کسی دل میں برا خیال ڈالنا پھر اس کے لیے انگیخت کرنا۔ اس لفظ کی نسبت بھی صرف شیطان کی طرف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

"وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔ (۲۳/۹۷) اور کہو اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ماحصل: (۱) وحی، الہام اور اِلقاء اللہ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور شیطان کی طرف سے بھی جبکہ وَسْوَسَہ اور ھَمَز صرف شیطان کی طرف سے ہے۔

(۲) وحی کا تعلق تعلیم، عقائد، احکام اور ابنائے غیب سے ہوتا ہے۔ الہام کا صرف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اور اِلقاء کا صرف تعلیم سے۔

(۳) وَسْوَسَہ: صرف برے خیالات کی دل میں آمد کو کہتے ہیں جبکہ ھَمَز میں برے خیال کے ساتھ شیطان کی طرف سے انگیخت بھی شامل ہوتی ہے۔

(۴) ہر وہ وحی، الہام یا القاء جو نصوص شرعیہ کے مطابق ہو وہ رحمانی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ شیطانی ہے۔

۱۵ــــ دلیل

کے لیے قرآن میں دَلِیل، حُجَّة، بَیِّنَة (بیّن) بُرْهَان (بره و برهن) اور سُلْطٰن کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱- دَلِیل، دَلَالَت اور دَلِیل کا معنی وُہ راہنمائی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی معرفت حاصل ہو۔ جیسے ایک شخص کسی جاندار میں حرکت دیکھ کر یہ جان لیتا ہے کہ وُہ زندہ ہے یا جیسے کتابت شدہ الفاظ اپنے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔ عام گفتگو میں بھی الفاظ مفہوم کی ادائیگی کا ذریعہ اور اس مفہوم پر دلیل ہوتے ہیں (مف) اور دَلَّ بمعنی جتلانا۔ بتلانا۔ راہنمائی کرنا۔ معرفت کا ذریعہ بننا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا (۲۵/۴۵)

بھلا تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وُہ سائے کو کس طرح پھیلا دیتا ہے۔ اگر وُہ چاہتا تو اسے ٹھہرا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنا دیا۔

گویا سایوں کا بڑھنا اور سورج کا ڈھلنا اور ان میں تناسب دونوں ایک دوسرے پر دلیل ہیں اور سایوں کے گھٹنے بڑھنے سے جہاں سورج کے رُخ کا صحیح تعیّن ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی اوقات کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور سورج کا رُخ دیکھ کر سایہ کے رُخ اور لمبائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲- حُجَّة : حَاجَّ بمعنی جھگڑا کرنا اور دلیل میں غالب آنا۔ اور المحاجۃ جس میں ہر فریق دوسرے کی دلیل کو رد کرے (منجد) اور حُجَّة ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جب ایک بات فریقین میں مسلّم ہو تو اس سے نتیجہ اخذ کر کے ایک فریق دوسرے کے سامنے ثبوت پیش کرے (مف) ایسے ثبوت کو حجۃ کہتے ہیں۔ مثلاً کفار یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ ان کا بھی خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بھلا جو ہستی انسان کو ایک بوند سے مختلف مراحل سے گزارتی ہوئی پیدا کرتی اور آخر میں مار سکتی ہے وُہ اسے دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتی؛ ایسی دلیل کو حجت کہتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ۔ (۶/۸۳)

یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو قوم کے مقابلہ میں دی۔

۳- بَیِّنَة، واضح اور کھلی ہوئی بات۔ ثبوت۔ بَیِّنَة کی کچھ تشریح احادیث حضور اکرمؐ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اَلْبَیِّنَةُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ (بخاری) یعنی ثبوت فراہم کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور اگر وُہ نہ کر سکے تو پھر مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اب دیکھیے کہ زید نے بکر سے کچھ رقم لینی ہے اور بکر انکار کرتا ہے تو اگر زید کے پاس بکر کی کوئی ایسی تحریر موجود ہے جو اس بات کو ثابت کر سکے یا ثابت کرنے میں ممد ہو تو یہ تحریر بَیِّنَة ہے۔ اسی طرح اگر زید گواہ پیش کر کے ثابت کر سکتا ہے تو یہ بھی بَیِّنَة ہے۔ بَیِّنَة ایسی دلیل ہے جس کے سامنے فریقِ ثانی

لاجواب ہو جائے۔ قرآن مجید کا وجود خود بَیِّنَة ہے۔ جس کی مثل تحدّی کے باوجود بھی کفار پیش نہ کر سکے۔ اسی طرح اس کی آیات بھی بَیِّنٰت ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (۲۹/۴۹)	بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ اور ظالموں کے سوا ہماری آیتوں سے کوئی انکار نہیں کرتا۔

اس آیت میں جحد کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ وُہ دل سے تو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات بیّنات ہیں گو زبان سے انکار کرتے ہیں۔

۴۔ بُرْهَان: بَرَهَ بمعنی سفید اور چمکدار ہونا۔ اور بُرْهَان وُہ دلیل ہے جو واضح اور حقیقت ثابتہ بھی ہو۔ اور اُس کی تائید کلامِ الٰہی سے بھی ہوتی ہو (مف) اور بعض کے نزدیک بُرْهَان فارسی لفظ بُرّان سے معرّب ہے یعنی شمشیرِ بُرّان۔ بمعنی تیز دھار کاٹنے والی تلوار۔ اور بُرْهَان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو نزاع کو ختم کر دے (فق ل ۵۵) ارشادِ باری ہے:

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۱۱۱)	یہ (باتیں تو محض) ان کی فضول آرزوئیں ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر سچ ہو تو دلیل پیش کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ (۲۸/۳۲)	یہ دو دلیلیں (عصائے موسیٰ اور ید بیضاء) تمہارے پروردگار کی طرف سے ہیں (ان کے ساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ۔

۵۔ سُلْطَان: یعنی غلبہ اور قوت اور اختیار (منجد م۔ل) فرمانِ شاہی (منجد) انتھارٹی لیٹر۔ ایسی دلیل جو وحی الٰہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ سند۔ (اور سلطان (ج سلاطین) بمعنی بادشاہ۔ کنائی اور مجازی معنی ہے لغوی نہیں۔ نہ ہی قرآن نے اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (۷/۷۱)	کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جن کی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

ماحصل: (۱) دلیل، کسی چیز کو پہچاننے کے لیے دوسری چیز سے راہنمائی ہونا۔
(۲) حُجَّة، ایک مسلّم بات سے نتیجہ کے طور پر کوئی دلیل لانا۔
(۳) بَيِّنَة، ایسی دلیل جس سے مدعی فریقِ ثانی کی بات کو باطل قرار دے سکے۔
(۴) بُرْهَان، ایسی عقلی یا نقلی دلیل جو قطعِ نزاع کے لیے مفید ہو۔
(۵) سُلْطَان: ایسی دلیل جو وحی الٰہی سے واضح طور پر ثابت ہو۔ فرمانِ شاہی۔

۱۶۔ دن اور اسکے اوقات

کے لیے نَہَار، یَوْم، اَلْیَوْم اور یَوْمَئِذٍ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ نَہَار: دن (ضد لَیل بمعنی رات) معروف لفظ ہے۔ طلوعِ آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت۔ دن کو ۱۲ گھڑیوں (یا ۱۲ گھنٹوں) میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ (لیل ونہار کا یکجا ذکر قرآن کریم میں بکثرت آیا ہے)۔

اَلشُّرُوْق (اشراق)، بُکُوْر (بکرہ) غُدْوَۃ (غدو) ضُحٰی، ھَاجِرَۃ، ظَھِیْرَۃ، رَوَاح، عَصْر قَصْر، صَیْل، عَشِیّ، غُرُوْب (فل ۲۹۲)

۲۔ یَوْم: بمعنی دن۔ غروبِ آفتاب سے لے کر اگلے دن کے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔ لیل اور نہار کے وقت کا مجموعہ ۲۴ گھنٹے (ج ایام) وقت اور زمانہ کا حساب ایام ہی سے ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (۲/۱۹۶)

اور جس کو قربانی نہ ملے وہ تین دن کے روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔

اور یَوْم کی یہ مدت انسان کے لیے ہے۔ اور اس کا تصور بھی سورج اور زمین کی پیدائش کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ اللہ کے ہاں یَوْم کی مدت ایک طویل دور ہے خواہ یہ دور ہمارے حساب سے لاکھوں سال تک پھیلا ہوا ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ (۴۱/۹)

کیا تم اس خدا سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔

اسی طرح زمین و آسمان کی پیدائش کے سلسلہ میں جب یَوْم کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد ایک طویل دور ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲/۴۷)

اور بلاشبہ تمہارے رب کے نزدیک ایک یوم تمہارے حساب کی رو سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴)

جس کی طرف روح الامین اور فرشتے چڑھتے ہیں ایک یوم میں جس کا اندازہ پچاس ہزار برس ہے۔

اسی طرح یوم الدین یعنی جزا و سزا کا دن بھی ایک طویل دور پر منحصر ہو گا جس کی مدت احادیث میں پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے۔

۳۔ اَلْیَوْم: بمعنی آج کا دن۔ اور اَلْیَوْم کے وقت کی مقدار نَہَار کے مطابق ہو گی یَوْم کے مطابق

نہیں۔ یعنی اس سے مراد طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب کا وقت ہو گا (منجد) ظلّ الیوم بمعنی آج سارا دن سایہ رہا (منجد) جیسے فرعون کی غرقابی کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (۱۰/۹۲) — سو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔

اور اَلْیَوْم کا لفظ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر قیامت کے دن کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جہاں کہیں اس کا ذکر ہے۔ جیسے فرمایا:

قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ (۲۰/۱۲۶) — خدا فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیے تھا) تمہارے پاس ہماری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔

۴۔ یَوْمَئِذٍ: یَوْم کے بعد اِذْ کے اضافہ سے یہ لفظ بنا ہے جو کسی معین زمانہ کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے۔ بمعنی اس دن یا وہ دن (مف) ارشادِ باری ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ (۸۰/۳۸) — کتنے منہ اس دن چمک رہے ہوں گے، ہنستے ہوئے ہشاش بشاش۔

ماحصل: (۱) نَھَار: طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔

(۲) یَوْم: دن اور رات کا مجموعہ یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے۔

(۳) اَلْیَوْم: آج کا دن طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔

(۴) یَوْمَئِذٍ: بمعنی اُس دن۔ وہ دن

۱۷ــــ دُنیا اور اُس کے مختلف نام

کے لیے قرآن کریم میں دُنیا، اَدْنیٰ، عَاجِلَة اور اُولیٰ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ دُنیا: دَنیٰ بمعنی قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ اور یہ لفظ مکان، زمان، مرتبہ غرض ہر لحاظ سے قریب ہونے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رُو سے زندگیاں دو بار ہیں۔ ایک موجودہ زندگی جسے نشأۃ اولیٰ کہا جاتا ہے اور دوسرے مرنے کے بعد کی دوبارہ زندگی جسے نشأۃ اخریٰ یا ثانیہ کہا جاتا ہے اور موجودہ زندگی چونکہ زمانہ کے لحاظ سے قریب کی زندگی ہے لہٰذا اسے دُنیا کہا گیا ہے اور اس کی ضد آخرت ہے۔ اور یہی لفظ موجودہ زندگی کے لیے عموماً مستعمل ہے۔ ارشادِ باری ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۲/۸۶) — یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دُنیا کی زندگی خریدی۔

۲۔ اَدْنیٰ: میں قربِ زمانی کے علاوہ مرتبہ میں کمتری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اور اَدْنیٰ کا لفظ اَرْذَل اور حقیر کے معنوں میں بھی آتا ہے (مف) اس کی ضد اَعْلیٰ بھی آتی ہے اور اُخریٰ بھی) ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (۷/۱۶۸) — پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے جو اس دنیائے (ادنیٰ) کا مال لے لیتے ہیں۔

۳۔ عَاجِلَة: (ضد اٰخرۃ) عَجَل بمعنی جلدی اور جلد بازی۔ اور عَاجِلَة بمعنی جلد آنے والی۔ موجودہ نقد دنیا اور اس کا ساز و سامان (مف)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ (۷۵/۲۰-۲۱) — یوں نہیں، بلکہ تم دُنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔

۴۔ اُوْلٰى، اوّل کا مؤنث بمعنی پہلی۔ یعنی پہلی یا موجودہ زندگی (ضد اخرٰی اور آخرت یعنی پچھلی یا دُوسری زندگی) ارشادِ باری ہے:

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى (۹۲/۱۳) — اور آخرت اور دنیا ہمارے ہی لیے ہیں۔

۱۸۔ دُور

کے لیے بَعِيْد[۱]، سَحِيْق[۲]، عَمِيْق[۳] اور قَصِيًّا[۴] کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ بَعِيْد، بُعْد کی ضد قُرْب ہے بمعنی دُوری۔ یہ دُوری خواہ فاصلہ کے لحاظ سے ہو یا وقت کے لحاظ سے۔ اس کا استعمال عام ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ (۲۱/۱۰۹) — اور مجھے نہیں معلوم کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وُہ قریب ہے یا دُور۔

محسوسات کے علاوہ اس کا استعمال معنوی طور پر بھی آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (۴/۶۰) — شیطان تو چاہتا ہے کہ انھیں بہکا کر راستہ سے دُور ڈال دے۔

۲۔ سَحِيْق: سَحَقَ بمعنی کوٹنا، پیسنا۔ سَحِقَ بمعنی دور ہونا۔ اور سُحْقًا بمعنی خدا کی رحمت سے دُوری۔ لغت (منجد) سَحَقَ الرِّيْحُ الْاَرْضَ ہوا کا تندی کی وجہ سے زمین چھیل ڈالنا۔ اور سَحِيْق بمعنی دُور دراز کا مقام۔ یہ صرف مکان کے لیے آتا ہے (ف ل ۲۹) ارشادِ باری ہے:

فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲/۳۱) — (مشرک کی مثال ایسی ہے) جیسے آسمان سے گرا۔ پھر یا تو اسے کسی پرندے نے اچک لیا یا پھر ہوا نے کسی دُور دراز مقام میں جا پھینکا۔

۳۔ عَمِيْق: عمق بمعنی گہرائی اور عَمِيْق بمعنی گہرا اور فَجٍّ عَمِيْقٍ بمعنی نشیب و فراز کا راستہ، پُرپیچ اور دُور دراز کا رستہ۔ قرآن میں ہے:

يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (۲۲/۲۷) — دور دراز کے رستوں سے چلے آتے ہوں۔

۴۔ قَصِيًّا: (قصی) قَصٰی بمعنی دور ہونا۔ اَقْصَا اور قُصْوٰی انتہائی دور چیز (منجد) اور اَقْصَا بمعنی پار کا

یا دوسری طرف کا کنارا یا سرا۔ قرآن میں ہے:
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ یَسْعٰی (۲۸/۲۰) اور شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔
گویا اَقْصَا اور قَصِیًّا میں دوری کے ساتھ سمت کا تصوّر بھی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۔ (۱۹/۲۲) تو وہ اس بچے کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں۔
یعنی حضرت مریم پہلے شرقی مقام پر گئی تھیں پھر اس سے بھی دور پرے کسی مقام پر چلی گئیں۔

ماحصل: (۱) بَعِیْد، اس کا استعمال عام ہے زمانی ہو یا مکانی۔
(۲) سَحِیْق: ظرف مکانی ہے دوری اور کوفت (کا مجموعہ) ہے۔
(۳) عَمِیْق: بمعنی نشیب و فراز کے راستے۔ دُوری اور دشواری۔
(۴) قَصِیًّا: ایسی دوری جس میں سمت کا بھی کچھ تصور پایا جائے (دُوری اور سمت)

"دُور رہنا" کے لیے دیکھیے "بچنا"۔

۱۹۔ دور کرنا ـــ ہونا

کے لیے بَعُدَ اور بَاعَدَ، قَصَا، نَاٰی، کَفَّرَ اور قَضٰی کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَعُدَ: بمعنی دُور ہونا۔ اس لفظ کا استعمال عام ہے۔ فاصلہ، وقت اور مرتبہ ہر قسم کی دُوری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کہیں دُور جگہ کی طرف روانہ ہونا اور جانا (فق ل ۱۱) قرآن میں ہے:
وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (۹/۴۲) لیکن مسافت ان کو دور (دراز) نظر آئی۔
اور بَاعَدَ بمعنی دور کرنا (مف) قرآن میں ہے:
فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ (۳۴/۱۹) وہ کہنے لگے اے پروردگار، ہماری مسافتوں میں بعد (اور طول پیدا) کردے۔

۲۔ قَصَا (یَقْصُوْا) بمعنی دور ہونا۔ صرف ظرف مکان کے طور پر آتا ہے۔ اور کسی متعین مقام اور اس کے مکینوں سے دور ہونے کا معنی دیتا ہے۔ اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ بمعنی شہر کا پرلہ کنارہ۔ مسجد الاقصٰے (معرفۃ) بمعنی دُور والی مسجد۔ قرآن میں ہے:
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (۱۹/۲۲) تو حضرت مریم بچہ سے حاملہ ہو گئیں تو اس کے ساتھ ایک دُور جگہ چلی گئیں۔

۳۔ نَاٰی: بمعنی دور ہونا۔ اور نَائِیَۃ بمعنی دور رہنے والا (م ل) اور کسی دور مقام کے قریب تک پہنچ جانا۔ (فق ل ۱۱) صرف ظرف زمانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور امام راغب کے ایک قول کے مطابق ازراہِ تکبر کسی سے پرے ہونا ہے (مف) قرآن میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے اور دونوں مقامات پر ان دونوں معانی کی تائید ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:
وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ (۱۷/۸۳) اور جب ہم انسان پر نعمت بخشتے ہیں تو روگردان ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔

دوسرے مقام پر ہے:

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُّهْلِكُوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (۶/۲۶)
وہ اس سے (اوروں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کرتے ہیں مگر وہ (اس سے) بے خبر ہیں۔

۴۔ كَفَّرَ (عن) كَفَر بمعنی چھپانا۔ اور كُفْرَة بمعنی رات کی سیاہی۔ اور كَفَّارَة وہ عمل ہے جس کی ادائیگی سے گناہ پر پردہ پوشی ہو جائے۔ اور كَفَّرَ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی برائیوں کو دور کر دینا ہے۔ اور كَفَّرَ کا تعلق سیّئات سے ہے جیسے کہ غَفَرَ کا ذنوب سے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (۵/۶۵)
اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم اُن سے اُن کی برائیاں دور کر دیتے۔

۵۔ قَضٰى: کا لغوی معنی دُور کرنا نہیں بلکہ جب اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو ذمہ داری کو پُورا کرنا ہوتا ہے جیسے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْأَجَلَ (۲۸/۲۹)
جب موسیٰ علیہ السلام مقررہ مدت پوری کر چکے۔

البتہ درج ذیل آیت میں اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا معنی دور کرنا کر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی کام کی تکمیل کا حصہ ہے۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (۲۲/۲۹)
پھر انہیں چاہیے کہ میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں۔

ماحصل: (۱) بُعْد: عام ہے، ہر طرح کی دوری کے لیے۔

(۲) قَصَا: متعین مقام کے مکینوں سے دوری کے لیے۔

(۳) نَأٰى: ظرف زمانی۔ ازراہِ تکبر دُور رہنے کے لیے۔

(۴) كَفَّرَ: (عن) اللہ تعالیٰ کا سیئات کو حسنات کی بنا پر دُور کرنے کے لیے آتا ہے۔

(۵) قَضٰى: کسی بڑے کام کی تکمیل کے بعد تتمہ کے طور پر کوئی کام کرنا۔ نیز دیکھیے —— "ہٹانا"

۲۰ —— دوڑنا

کے لیے سَرَعَ، سَعٰى، زَفَّ، رَكَضَ، جَمَحَ، هَرَعَ، نَسَلَ، اَوْفَضَ، هَطَعَ، ضَبَحَ، سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ سَرَعَ: بمعنی جو کام کرنے کا ہو اس میں دیر نہ کرنا اور فوراً کر دینا (مف) اور رفتار میں سَرَعَ سے مراد صرف تیز رفتاری ہے۔ تیز تیز چلنا جبکہ کوئی خطرہ بھی نہ ہو (ف۔ل ۲۳) (ضد بَطَأَ) قرآن میں ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا (۷۰/۴۳)
جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکل آئیں گے۔

۲۔ سَعٰى: عام رفتار اور تیز دوڑنے کے درمیان کی چال۔ سَعٰى وہ رفتار ہے جیسے صفا و مروہ کے درمیان چلی جاتی ہے (فل ۱۷) قرآن میں ہے:

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (۳۶/۲۰)
اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔

۳۔ زَفَّ: دوڑنے کی معروف چال۔ اور صاحبِ منجد کے نزدیک تیز دوڑنا ہے۔ ارشادِ باری ہے:
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ (۹۴/۳۷) — پھر (حضرت ابراہیمؑ نے) ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا تو وہ لوگ انکے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔

۴۔ رَکَضَ: رَکَضَ بمعنی ایڑی چلانا۔ رَکَضَ الرَّجُلُ دَآبَّتَہٗ اس نے اپنے جانور کو ایڑ لگائی تاکہ آگے نکل جائے (م۔ل) گھوڑے کو ایڑ لگانا۔ سرپٹ دوڑنا۔ قرآن میں ہے:
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (۱۲/۲۱) — جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کیا تو اس سے بھاگنے لگے۔

۵۔ جَمَحَ: رسیاں تڑانا۔ گھوڑے کا تیزی کے ساتھ دوڑتے جانا اور سوار کے قابو میں نہ رہنا (منجد) ارشادِ باری ہے:
لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ (۵۷/۹) — اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اس طرف رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔

۶۔ هَرَعَ: لپکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر دوڑنا۔ لرزہ براندام دوڑنا (فل ۲۳) بے قرار ہو کر لپکنا یا دوڑنا۔ غضب، ضعف، خوف یا سردی کی حالت میں بے قرار ہو کر دوڑنا (م۔ق) قرآن میں ہے:
وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (۷۸/۱۱) — اور لوطؑ کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔

۷۔ نَسَلَ: بلندی سے پستی کی طرف دوڑنا۔ صاحبِ منجد کے نزدیک اس کا معنی تیز چلنا اور گرانا۔ اور ابن الفارس کے نزدیک اس کا معنی ایک چیز سے دوسری چیز آہستہ آہستہ نکالنا ہے (م۔ل) لیکن یہ معنی درج ذیل آیت میں مقصود نہیں۔
حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ — یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں
وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (۹۶/۲۱) — اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

۸۔ اَوْفَضَ: بمعنی تیز دوڑنا۔ اور اَلْوَفْضَة بمعنی چمڑے کا ترکش جس میں تیر رکھے ہوتے ہیں (منجد) اور امام راغب کے نزدیک یوں دوڑنا جیسے شکاری شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں (مف) قرآن میں ہے:
كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (۴۳/۷۰) — گویا کہ وہ کسی ہدف کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

۹۔ هَطَعَ: سامنے کسی چیز پر ٹکٹکی باندھے مطیع و منقاد ہو کر آگے کو دوڑنا (م۔ل) قرآن میں ہے:
مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۸/۵۴) — وہ اس پکارنے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ آج کا دن کتنا سخت ہے۔

۱۰۔ ضَبَحَ: گھوڑے کا یوں سرپٹ دوڑنا کہ وہ ہانپنے لگے۔ ارشادِ باری ہے:
وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (۱/۱۰۰) — ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ رہے ہوں۔

۱۱۔ سَبَقَ اور اِسْتَبَقَ : سَبَقَ بمعنی آگے نکل جانا۔ مقابلہ میں آگے بڑھنا۔ بھاگنا۔ اور استبق بمعنی مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ (۸/۵۹) — اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وُہ آگے نکل گئے۔ وُہ (اپنی چالوں سے ہم کو) ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ (۱۲/۲۵) — اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے یوسفؑ کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا۔

ماحصل: (۱) سَرَعَ : تیز تیز چلنا۔
(۲) سَعٰی : چلنے اور دوڑنے کی درمیانی چال۔
(۳) زَفَّ : دوڑنا عام چال سے۔
(۴) رَكَضَ : سرپٹ دوڑنا۔
(۵) جَمَحَ : رسیاں تڑانا قابو میں نہ رہنا۔
(۶) هَرَعَ : لپکنا۔ جذبات سے بے قابو ہو کر دوڑنا۔
(۷) نَسَلَ : بلند جگہ سے نیچے کو دوڑنا۔
(۸) وَفَضَ : تیز اور محتاط دوڑنا جیسے شکاری چال کی طرف دوڑتا ہے۔
(۹) هَطَعَ : سامنے نظر لگائے اور فرمانبردار ہو کر دوڑتے آنا۔
(۱۰) ضَبَحَ : (گھوڑے کا) اتنا سرپٹ دوڑنا کہ ہانپنے لگے۔
(۱۱) سبق اور استبق : مقابلہ میں آگے بڑھنے کی کوشش میں دوڑنا۔

۲۱۔۔۔۔ دوڑانا (گھوڑا وغیرہ)

کے لیے اَوْضَعَ اور اَوْجَفَ کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

۱۔ اَوْضَعَ : وَضَعَ بمعنی کسی چیز کا نیچے رکھ دینا، ذلیل کرنا۔ مرتبہ سے گرانا۔ اور وَضَعَ یا اَوْضَعَ الْبَعِيْرُ بمعنی اونٹ کا سر جھکا کر تیز چلنا۔ جس میں کوئی بھلائی کا پہلو نہ ہو (منجد) اور اَوْضَعَ بمعنی (سواری کو) بھگدڑ مچانے کے لیے ادھر ادھر دوڑاتے پھرنا۔ ارشادِ باری ہے:

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ (۹/۴۷) — اگر وُہ تم میں شامل ہو کر نکل بھی کھڑے ہوتے تو سوائے خرابی کے کوئی مفید کام نہ کرتے اور فتنہ بپا کرنے کی خاطر تمہارے ہی درمیان گھوڑے دوڑاتے پھرتے۔

۲۔ اَوْجَفَ : وَجَفَ بیقرار ہونا۔ اضطراب۔ بے چین ہونا۔ اور قَلْبٌ وَّاجِفٌ بمعنی مضطرب دل۔ (مف) اور اَوْجَفَ بمعنی (گھوڑے وغیرہ کو) تیز دوڑانا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ (۵۹/۶) — اور جو مال اللہ نے ان لوگوں سے اپنے رسول کو دلوایا ہے (اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ) اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

ماحصل: (۱) اَوْضَعَ : خرابی پیدا کرنے کے لیے دوڑاتے پھرنا۔
(۲) اَوْجَفَ : بے قراری کی وجہ سے تیز دوڑانا۔

۲۲۔ دوزخ اور اسکے مختلف نام

کے لیے اَلنَّار، جَہَنَّم، جَحِیْم، سَقَر، سَعِیْر کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ اَلنَّار: نار (نور) کے معنی آگ معروف لفظ ہے۔ جب اس پر معرفہ کا ال داخل ہو اور امتیاز کے لیے دوسرا کوئی قرینہ بھی نہ ہو۔ تو النار سے مراد دوزخ ہو گی۔ قرآن میں ہے:

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (۳۸/۵۹) بیشک وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

۲۔ جَہَنَّم: فارسی لفظ جہنام سے معرب ہے۔ بمعنی دار العقوبت۔ سزا اور عقوبت کا گھر (مف) اہل لغت عموماً اسے ماہ جہم کے تحت لاتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

جَہَنَّمَ یَصْلَوْنَہَا فَبِئْسَ الْمِھَادِ (۳۸/۵۶) وہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۳۔ جَحِیْم: جَحَمَ بمعنی شیر کا گھورنا اور تیز نگاہوں سے دیکھنا۔ اور جحم بمعنی آگ کا تیز بھڑکنا۔ اور جحیم بمعنی تیز بھڑکنے والی آگ (مف) اور جحیم بمعنی گڑھے میں سخت دہکتی ہوئی آگ۔ سخت گرم جگہ۔ دوزخ (منجد) ارشادِ باری ہے:

خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۴۴/۴۷) اسے پکڑلو اور کھینچتے کھینچتے جہنم کے بیچوں بیچ ڈال دو۔

۴۔ سَقَر: سَقَر بمعنی سورج کا کسی کو جھلسنا۔ اور اَلسَّقَرَۃُ بمعنی سورج کی سخت گرمی اور تپش۔ لُو اور سقر بمعنی شدید حرارت جو بدن کو جھلس دے۔ قرآن میں ہے:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۷-۲۹) اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ نہ وہ کسی کو باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔

۵۔ سَعِیْر: سَعَرَ بمعنی آگ کو بھڑکانا اور تیز کرنا (مف) اور اسی نسبت سے دوزخ کو سعیر کہا گیا ہے۔ یعنی ہر دم بھڑکتی رہنے والی آگ۔ قرآن میں ہے:

وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (۴/۱۰) عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

دوزخ کے چند طبقات کے نام:

۱۔ غَیّ: غَوٰی بمعنی گمراہ ہو کر غلط راستہ اختیار کر جانا۔ یہ ضلال سے اگلا درجہ ہے۔ اور غَیّ ایسی گمراہی کو کہتے ہیں جو غلط عقیدہ کی وجہ سے ہو (مف) اور غَیّ جہنم کی ایک وادی یا طبقے کا بھی نام ہے جس میں ایسے گمراہ لوگوں کو ڈالا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (۱۹/۵۹) پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے، جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ عنقریب ایسے لوگ غی میں جائیں گے

۲۔ ھَاوِیَۃ: ھَوٰی یَھْوِیْ بمعنی بلندی سے زمین پر گرنا۔ اور اُھْوِیَّۃ گہرے کنوئیں کو۔ اور اُھْوِیَّۃ گہرے گڑھے کو (منجد) اور ھَاوِیَۃ دوزخ میں ایک گہرے گڑھے کا نام ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا ھِیَہْ۔ سو اس کا مرجع ہاویہ ہے۔ اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے